اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

ایک تاریخی اصلاحی اور قومی ماہوار

رسالہ

ایڈیٹر

محمد علی رونق صدیقی

تاریخ اشاعت ہر انگریزی مہینے کی ۱۶ تاریخ ہے

قیمت سالانہ تین روپیہ فی پرچہ ۴؍

فہرست مضامین

جلد (۱۳) القریش امرتسر بابت مارچ اپریل سنہ ۱۹۲۷ء نمبر (۳ و ۴)

نمبر	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	اعتذار	ایڈیٹر	۳
۲	القریش کے متعلق دو رائیں	(۱) مولانا فرید احمد صاحب عباسی (۲) مدیر منشور	۵
۳	نام علی شہ	مولینا [illegible] صاحب [illegible]	۶
۴	تذکرہ بعض ائمین	حضرت آزاد	۷
۵	رمضان شریف	مولانا محمد نسیم صاحب	۱۱
۶	قرآن کی تعلیم سے ہم لوگ کوسوں دور ہیں	میاں محمد شمس الدین صاحب	۱۵
۷	جہانگیر کی روشن ضمیری	از مولوی ہاشم حسین صاحب	۱۶
۸	قبر گریاں	حضرت [illegible] آبادی	۱۹
۹	تاریخ بلوچستان کا ایک ورق	قاضی [illegible] صاحب فاروقی	۲۰
۱۰	کلام افسر	مولانا حامد اللہ صاحب افسر میرٹھی	۲۷
۱۱	مقدمات انتزال و ترتیل قرآن مجید	مولانا صادق علی صاحب	۲۸
۱۲	آرزوئے دید	قاضی شاہ ولی صاحب ایڈیٹر	۳۷
۱۳	خاموشی	مولوی یعقوب احمد صاحب	۳۸
۱۴	نوائے درد	حضرت شاکر صدیقی	۴۱
۱۵	گرونانک	مولوی سید محمد صاحب قادری بی اے	۴۳
۱۶	بابا فرید گنج شکر کا ہندی کلام	پیر علی احمد صاحب قریشی	۴۶
۱۷	مراسلت (کھلا خط بنام مولوی احمد [illegible])	قاضی [illegible] حسین صاحب فاروقی	۴۷
۱۸	متفرقات	ایڈیٹر	۵۲
۱۹	اقتباسات	ایڈیٹر	۵۶
۲۰	تقریظات	ایڈیٹر	۸۰

اعتذار

میری بیماری کا سلسلہ ہنوز ختم نہیں ہوا۔ لیکے سخت از سخت اور پے در پے دورے ہونے سے بینائی مکدر ہوگئی۔ مگر جوں توں کرکے مارچ کی اشاعت کیلئے مضامین کا ایک پلندہ کاتب کو دیدیا اتفاق حسنہ سمجھو یا کچھ، کہ وہ بھی بیمار ہوگیا، خفتہ را خفتہ کی مثل ہوگئی یعنی نہ وہ دفتر آنے کے لائق اور نہ میں اسکی خبر لینے کے قابل حتّی کہ تاریخ اشاعت گذر گئی، ۲۰ تاریخ کو ایک شخص چند کاپیاں ہاتھ میں لئے آئے اور کہا۔ کہ منشی (کاتب) صاحب کئی روز سے بیمار ہیں، انہوں نے مسودہ مجھے دیا تھا۔ کہ لکھدوں، چنانچہ کاپیاں مکمل کرلایا ہوں، سرسری نظر سے "التعریش کیمتیلق دورامین" کا ضم دیکھا۔ ایک صفحہ کی چند سطور میں بیشمار غلطیاں اور اس پر بدخطی دیکھکر حیرانی میں اضافہ ہوا، ترتیب مضامیز پر نگاہ ڈالی تو اِلّا ماشاءُ اللہ وہاں کچھ اور ہی نظر آیا۔ یعنی فاضل خوشنویس کی جدت طبع نے ہماری ترتیب کو غلط پاکر خود ترتیب دیکر مضامین لکھے، اتفاقاً ایک جگہ نظر پڑگئی تو دیکھا کہ آپ نے "خوش" کو "خُش" لکھا ہوا تھا۔ آپ خود خوش نویس ہیں لیکن ابھی "خوش" کا لفظ لکھنا نہیں آیا۔ افسوس فن کتابت کی نزاکت و لطافت کو کس طرح برباد کیا جارہا ہے، یا یہ تھا کہ کتابت سلطانِ وقت کی اجازت جو قابلیت علمی کے جائزہ کے بعد حاصل ہوتی تھی کسے کرنے کی جرأت نہ ہوا کرتی، خود سلطان ابن سلطان کتابت کا شغل کرنے اور یا یہ ہے کہ جاہل سے جاہل لوگوں کے ہاتوں خراب ہو رہی ہے،

غرض یہ کاپیاں آپ نے کچھ ایسے انداز سے لکھیں کہ مضامین کی آب ضائع کردی، مجبوراً ایسی حالتیں اس کا چھپوانا کسی حالت میں گوارا نہ ہوسکتا تھا۔ لہٰذا کچھ تاوان گنہگاری ادا کرکے آپ کو سلام کیا، اور ازسرِنو کاتب کی تلاش ہوئی۔ آخر کار کراکے یہ صورت تیار کی جو اس وقت آپکے سامنے ہے، ان مجبوریوں میں نہ میں کوئی افتتاحیہ لکھہ سکا اور نہ کسی دوسرے عنوان پر قلم اٹھانیکی ہمت ہوئی،

وقت چونکہ بہت گذر چکا تھا، اپریل کی اشاعت کے دن قریب آرہے تھے، اس لئے ناچار مارچ اور اپریل دونوں اشاعتوں کو توام نکالنا پڑا۔ ناظرین ہمیں معذور سمجھہ کر اس فروگذاشت کو نظر انداز فرمائیں، اور خدائے برتر و اکبر سے دعا کریں، کہ وہ پاک ذات اس کمی کو پورا کرنیکی مجھے توفیق عطا کرے، آمین!

خادم رونق

القریش کے متعلق دو رائیں

یکے از معاونین عظام

مولانا حکیم سید نذیر احمد صاحب عباسی تحریر فرماتے ہیں ،

• القریش نے گذشتہ بارہ سال کے عرصہ میں جس قدر قومی خدمات انجام دی ہیں ، وہ کسی تعریف کی محتاج نہیں ،

اسکی یہ کوشش رہی ، کہ قوم کے اخلاق درست ہوں ، قوم میں علمی چرچے ہوں ، قوم میں ایثار پیدا ہو ، قوم میں شریعت کی پابندی ہو ، اسے عظمت رفتہ حاصل ہو ، مگرافسوس کہ ایسے قابل مشیر کے قیمتی مشوروں پر قوم نے بہت کم توجہ دی ،

قوم میں اس کا بہت کم احساس پاکر میں نے "حقیقۃ السیادۃ" شائع کی اور القریش کی تحریک اس کے ساتھ کرتا رہا ، بہرحال القریش کی خدمات کا میں دل سے معترف ہوں ، قوم کو شکر گذار ہونا ضروری ہے ، اور اسکی طرف خاص توجہ کرنیکی ضرورت !

نذیر احمد عباسی

یکے از معاصرین کرام

ملک الکلام حضرت قوی امروہی مدیر جریدہ "سوز و ساز" لکھتے ہیں ،

"القریش" ایک قابلقدر ، مفید و کارآمد اسلامی ، قومی اور اصلاحی ماہوار رسالہ ہے اس رسالہ کی عمدگی اور مقبولیت کی یہ زبردست دلیل ہے کہ ہر مہینے نہایت شاندار صورت میں شائع ہورہا ہے ، اور معنوی محاسن کے ساتھ ظاہری خوبیوں میں بھی برابر ترقی کر رہا ہے

(سوز و ساز)

جلد ۱۳ نمبر ۳ و ۴ — بابتہ مارچ اپریل سنہ ۱۹۲۷ء

نام علیؓ ہے

زباں پر صبح شام نامِ علیؓ ہے — مری جاں کا آرام نام علیؓ ہے
زمانہ ہے جس کی محبت کا شیدا — وہ میرا دلارام، نام علیؓ ہے
ہر اک کام کی ابتدا نامِ احمدؐ — زور اُس کا سر انجام نامِ علیؓ ہے
شراب محبت اگر ہیں محمدؐ — تو اس کا ہی یہ جام نامِ علیؓ ہے
پھریرا اگر ہیں شہنشاہِ عالم — تو اس کیلئے بام نامِ علیؓ ہے
اگر معرفت کا شجر ہیں محمد — تو پتوں پہ ارقام نامِ علیؓ ہے

کوئی مجھ سے پوچھے تو نامی بتاؤں
کہ ہاں جانِ اسلام نامِ علیؓ ہے

نامی کوہ سوار

تاریخ عباسیہ کا ایک صفحہ

مسئلہ خلق قرآن و مناظرہ دربارِ مامون رشید

حضرت شیخ عبد العزیز کنانی رح

(۳)

عمرو بن مسعدہ نے کوتوال سے کہا کہ اسے پوری نگرانی و حفاظت کے ساتھ میرے مکان میں پونہچا دو ۔ سپاہیوں کی جماعت نے شیخ کو گھیر لیا ، دو آدمیوں نے انکے دونوں ہاتھ اپنے اپنے ہاتوں میں لے لئے ، اور پولیس کمشنر کے مکان میں داخل ہوئے ،

عمرو بن مسعدہ پولیس کمشنر ان سے پہلے ہی مکان پونہچگیا تہا ، اور صحن میں ایک آہنی کرسی پر بیٹھا تہا ، ایک نہایت ہی تکلف اور مطلا افسر پولیس کی وردی اس کے جسم پر تہی ، شیخ کو اپنے سامنے کہڑا کرکے اس نے مزید تحقیقات شروع کی :

عمرو ! تم کہاں کے رہنے والے ہو ؟

شیخ ! مکہ معظمہ کا ،

عمرو ! آج مسجد میں تمنے جو کچھ کیا ، اس سے تمہارا مقصد کیا تہا ؟

شیخ ! طلبُ القربۃ الی اللہ و رجاء الزلفیٰ لدیہ ، اللہ کے قرب کی طلب ، اور اس کی رضا کی اُمید ،

عمرو ! نہیں ، تمہارا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کے ذریعہ شہرت حاصل کرو ، اور چونکہ تم اس کے نتائج سے ناواقف ہو ، اس لئے حماقت سے سمجھتے ہو کہ یہ شہرت

وسیلۂ رزق ہو جائیگی، اور لوگوں سے مال و دولت لوٹ سکونگا

شیخ ! اگر اعلان حق کے سوا اور کوئی خیال میرے سامنے تھا، تو وہ صرف یہ تھا کہ کسی طرح امیرالمومنین کے حضور تک پونچوں، اور انکی موجودگی میں اس مسئلہ کی نسبت مدعیان خلق قرآن سے مناظرہ کروں،

عمرو ! سبحان اللہ ! ایکی بھی آپ کو جرأت ہے ،

شیخ ! تم کو میری خواہش پر تعجب کرنے اور حقارت کی نظر ڈالنے کا کوئی حق نہیں ، تم امیرالمومنین کو سب سے بڑا سمجھتے ہوگے ، مگر میں خدا کو سب سے زیادہ بڑا یقین کرتا ہوں ،

عمرو ! اچھا یہی سہی ، پھر کیا تم تیار ہو ، کہ امیرالمومنین کے دربار میں اس عقیدہ کو ظاہر کرو اور علماء سے مناظرہ کرو ، ؟

شیخ ! الحمد للہ ! اللہ کی مدد سے بالکل تیار ہوں ، صرف یہی ایک چیز ہے جس نے مجھے یہاں تک پونچایا ، اور میں نے دیدہ دانستہ ایک ایسے شدید خطرہ میں اپنے آپ کو اور اپنے عزیز بچے کی جان کو ڈالدیا ، خدا کی مقدس کتاب کی عزت برباد ہورہی ہے ، اور اس کی نسبت اسبات کا اقرار لیا جارہا ہے جس کا اقرار خدا اور اس کے رسول نے نہیں لیا . مسلمانوں کی زبانوں کو خدا نے کھولا تھا . مگر تم بند کر رہے ہو ، اور بغیر کسی جرم و قصور کے بندگان خدا طرح طرح کی تکلیفوں میں مبتلا ہو رہے ہیں ، بس میں علم رکھتا ہوں ، جسے شریعت کی معرفت خدا نے عطا فرمائی ہے ، میرا فرض ہے کہ اس فتنہ کے انسداد کی کوشش کروں ، نتیجہ اسکے ہاتھ میں ہے ،

عمرو ! اچھی بات ہے ، تم امیرالمومنین کے دربار تک پونچا دئے جاؤگے ، لیکن اگر وہاں پونچکر تمنے ایسا کوئی اور مقصد ظاہر کیا ، اور ثابت ہوگیا . کہ اس مسئلہ کا اظہار محض ایک بہانہ تھا ، تو کیا ہوگا ؟

(اس مسئلہ کے خلاف بحث کرنے کے لئے دربار میں جانا اس وقت ایک عجیب بات تھی کہ کسیطرح عمرو بن مسعدہ کو اس کا یقین نہیں آتا تھا ۔ وہ سمجھتا تھا ۔ کہ کوئی اور ذاتی مقصد ہے دربار تک پونچنے کے لئے اس مسئلہ کو وسیلہ بنالیا ہے)

عمرو ! تمہارے خون کے حرام ہونے میں تو مجھے اب بھی شبہ ہے جبکہ تم امیرالمومنین کے حکم کی علانیہ مسجد میں توہین کر چکے ہو ،

شیخ ! حکم صرف اور اس کے قرآن کا ہے :

عمرو بن مسعدہ نے گھوڑا طلب کیا اور کوتوال سے کہا۔ کہ میں دربار کیطرف جاتا ہوں تم شیخ اور اس کے لڑکے کو سپاہیوں کے حلقہ میں لیکر پیچھے پیچھے آؤ ،

شہر کی تمام خلقت ان عجیب وغریب باپ بیٹوں کو حیرت اور افسوس کی نظروں سے دیکھ رہی تھی ، جنھوں نے موت کی تلاش میں بغداد کا سفر کیا تھا۔ اور اب اس کے منہ میں بخوف وخطر جارہے تھے ،

راہ میں انہوں نے لوگوں کی آوازیں سنیں ، جو کہہ رہے تھے ،

دارالخلافہ میں باہر کے مسافر زندگی اور راحت کے لئے آتے ہیں ، لیکن انہوں نے موت کے عشق میں اپنا گھر چھوڑا ،

کیا واقعی ان دونوں نے موت کے لئے اپنے عزیز وطن کو چھوڑا تھا ؟

ہاں ! مگر اس موت کے لئے جو تمام امت مرحومہ کو استبداد کی موت سے نجات دلا کر حریت حقہ کی زندگی بخشنے والی تھی ، **اِبل احیاء ولکن لا یشعرون** ،

قصر شاہی بغداد کے مشرقی حصہ میں تھا ، یہ مجمع دجلہ کو عبور کر کے ایوانِ خلافت تک پہنچا۔ اور عمرو بن مسعدہ شیخ کو کوتوال کی حفاظت میں چھوڑ کر خود اندر گیا ، کچھ عرصہ کے بعد واپس آکر شیخ کو کہا ،

میں نے تمہارا حال **امیر المومنین** کی خدمتمیں عرض کر دیا۔ کہ تم مسئلہ خلق قرآن کی نسبت ان علمائے دارالخلافہ سے بحث کرنا چاہتے ہو ، جو خلق کے قائل ہیں ، امیر المومنین نے اسے منظور فرمایا ، پیر کے دن مجلس مناظرہ منعقد ہوگی ، امیر المومنین خود بنفس نفیس شریک مجلس ہونگے ، اگر پیر تک کے لئے کسی شخص کو اپنی ضمانت میں پیش کرو تو تمہیں رہا کر دیا جائے ،

شیخ نے کہا ، میں مسافر ہوں اکسی شخص سے یہاں جان پہچان نہیں ، کہ میں اسکی ضمانت پیش کروں ، علی الخصوص ایسی حالت میں کہ ایک شاہی مجرم ہوں ، میرے لئے کسے پڑی ہے ، کہ اپنی جان مصیبت میں ڈالے ،

عمرو نے کہا خیر ، ہم تمہیر اعتماد کرتے ہیں ، جب تم اپنے عقیدے میں ایک خیال کو حق سمجھ کر اس کے لئے ایسی پُرخطر جرأت کر رہے ہو ، تو یقیناً تم جھوٹ نہیں بول سکتے ، تم جاؤ ، اور اپنے معاملہ پر غور کرو ، اگر اب بھی تم اس جنون سے باز آجاؤ ، تو تمہاری مسافرت پر رحم کر کے

امید ہے کہ امیرالمومنین تمہاری کل کی جرأت کو معاف کردیں،
جرأت حق کی پہلی برکت اور خدا کی نعمت کا پہلا نظارہ دیکھو، کہ افسر شاہی جو اس لئے تھا۔ کہ شیخ کو سزا دے، خود بخود اس پر اعتماد کرتا ہے، اور بغیر کسی کی ضمانت کے رہا کردیتا ہے (ان تنصروا اللہ ینصرکم۔ اگر تم خدا کے کلمۂ حق کی مدد کروگے، تو خدا بھی تمہاری مدد کریگا۔)

مناظرے کا دن

مامون الرشید نے تمام علمائے دارالخلافہ کو پیر کے دن دربار شاہی میں حاضر ہونے کا حکم دیدیا، شیخ عبدالعزیز پیر کے دن قصر شاہی میں حاضر ہوئے۔ تو کوتوال کو اپنا منتظر پایا، وہ عمرو بن مسعدہ کے سامنے لے گیا۔ عمرو نے دیکھتے ہی کہا،

امید ہے کہ اب تمہیں عقل آگئی ہوگی، اور تم اس جنون سے باز آگئے ہوگے جس کا نتیجہ قتل کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ تم امیرالمومنین کے حکم، عقیدے کی اس سختی سے مخالفت کرنا چاہتے ہو اس کا نتیجہ تلوار کے سوا اور کچھہ نہ دیکھوگے، اب بھی اس حماقت سے باز آجاؤ، تو میں وعدہ کرتا ہوں، کہ معافی دلادونگا، نیز شاہی انعام واکرام اور جاگیر و ریاست سے تم مالا مال کردیئے جاؤگے، کیونکہ تمہارے اندر شجاعت کا جوہر موجود ہے،

لیکن شیخ عبدالعزیز کے لئے یہ تمام باتیں بے سود تھیں، انہوں نے کہا، حق مظلوم ہوگیا ہے، میں اسے پھر قائم کرنا چاہتا ہوں، مجھے جب اپنی زندگی کی پرواہ نہیں، تو مال وجاگیر کا کیا ذکر کرتے ہو،

برو ایں دام بر مرغ دگر نہ
کہ عنقا را بلند ست آشیانہ

عمرو جوش تاسف سے کھڑا ہوگیا۔ اور کہا، افسوس تمہاری غربت پر، اور صد افسوس تمہارے بچے کی یتیمی اور اور تمہاری بیوی کی بیوگی پر، میں تمہیں ہلاکت سے نکالنے کی کوشش کررہا ہوں مگر تم ہلاکت کے عشق میں دیوانے ہورہے ہو،

شیخ کی روح حق سے صدائے یقین اٹھی، اللہ کی وہ نصرت واعانت جو صرف حق اور خدمتگذاران حق کے لئے ہے، مجھے کبھی نہیں بھلاسکتی،

عمرو نے جب دیکھا۔ کہ سمجھانا بے کار ہے تو صحبت ختم کردی، اور مامون الرشید کو اس کے آنے اور آمادۂ مناظرہ ہونے کی اطلاع دی، پھر شیخ کو ایسی جگہ بٹھا دیا، جہاں سے وہ تمام

آنیوالے لوگوں کو دیکھ سکے اور کہا کہ اجتماع کی تکمیل کے بعد تم حضرت شاہی میں طلب کیئے جاؤگے

باقی آئندہ

رمضان مبارک

رمضان عربی مہینوں کے حساب سے نواں مہینہ ہے ۔ اور یہ وہ متبرک مہینہ ہے جسمیں بعض قیود و شروط کے ساتھ ہر ایک مسلمان کو روزہ رکھنے کا حکم قطعی ہے ۔

لفظ ”رمضان“ رمض سے نکالا گیا ہے جس کے معنی لغت عرب میں بہت سے ہیں لیکن جو معنی کہ اس موقع کے مناسب ہیں ۔ وہ شدت حرارت اور جلنا ہے یعنی رمض کے معنی ہیں سخت گرمی اور جلنا ۔ بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں ۔ کہ رمضان کا نام اس وجہ سے رکھا گیا ہے کہ وہ روزہ دار کے گناہوں کو جلادیتا ہے ۔ لیکن یہ توجیہہ صحیح نہیں ہے ۔ کیونکہ جو فضیلت اس مبارک مہینہ کو حاصل ہے ۔ وہ بعد بعثت رسول آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے حاصل ہوئی اور یہ نام اس کا اس سے بہت قبل رکھدیا گیا تھا ۔ علاوہ اس کے ”رمضان“ منجملہ اسمائے الٰہی کے ایک نام ہے اس واسطے اس مہینہ کو صرف رمضان نہیں کہنا چاہیئے ۔ بلکہ ماہ رمضان یا رمضان کا مہینہ کہنا بہتر ہے ۔ تاکہ خدائے تعالےٰ کے نام اور مہینہ کے نام میں باہم فرق ہو جائے ۔

روزوں کیواسطے ماہ رمضان کی تخصیص کا سبب

رمضان مبارک میں عبادت کے اندر زیادتی کردئے جانے یعنی روزوں کے رکھے جانے کا سبب یہ ہے ۔ کہ اس مقدس مہینہ میں اس عالی منزلت کتاب کا نزول شروع ہوا ہے جس نے دنیا کی حالت میں ایک تغیر پیدا کر دیا ۔ اور بنی آدم کو خونریزی سے جیسی کہ عرب میں تھی ۔ اور کاہلانہ عیاشی سے جیسی کہ سلطنت ایران میں تھی ۔ اور جہالت و قساوت و بیرحمی سے جیسی کہ رومیوں اور ایرانیوں میں باہم جاری رہتی تھی ۔ اور عالم وحشت سے جیسا کہ یورپ اور افریقہ میں تھا ۔ اور دیگر عدم ترقی کے میلان سے جیسا کہ ہندوستان میں تھا بچا کر نکال کر شاہراہ ترقی و تمدن پر لگادیا ۔ یعنی قرآن مجید اور فرقان حمید کا نزول شروع ہوا ۔ جیسا کہ اس آیۃ سے واضح ہوتا ہے ۔ شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن [illegible] للناس ۔ اس کے اوپر کی ایک آیت اور اس آیت کے معنی ملا کر کیے جائیں تو یہ ہیں ۔ کہ روزے جس مہینہ میں فرض ہوئے ہیں ، وہ رمضان کا مہینہ ہے جسمیں قرآن آدمیوں کی رہنمائی کیواسطے

اتارا گیا ،

لیلۃ القدر } انا انزلنہ فی لیلۃ القدر (یعنی ہمنے قرآن کریم کو لیلۃ القدر میں اتارا اگرچہ اس پر بین العلما اختلاف ہے، کہ لیلۃ القدر کون سی تاریخ کی رات کو کہتے ہیں، لیکن قوی دلائل اس طرف ہیں، کہ وہ رات منجملہ شب ہائے رمضان شریف کی کوئی سی ہے، تاریخ ابن اثیر میں اٹھارہویں یا ۱۹ ویں رمضان شریف کو ابتدائے نزول وحی کی تاریخ قرار دیا ہے ،

غرض یہ ہی، کہ رمضان شریف کو دوسرے مہینوں پر فضیلت اور اس میں تخصیص عبادت کا یہی سبب ہے کہ وہ ایک ایسا مہینہ ہے جسمیں مہر منیر اسلام کی پہلی کرن چمکی یعنی نزول فرقان حمید شروع ہوا۔

روزہ رکھنا فرض کب ہوا } جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم قبل ہجرت کے مکہ مکرمہ کے قدیم رواج کے بموجب دسویں محرم کو روزہ رکھا کرتے تھے، لیکن مدینہ طیبہ کو ہجرت فرمانے کے بعد وہاں کے یہودیوں کو بھی اسی تاریخ کو روزہ رکھتا ہوا دیکھکر اور یہ انکی زبانی سنکر کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسی تاریخ کو فرعون کے ہاتھ سے نجات پائی تھی، اور اسی کی وجہ سے یہود بااتباع سنت موسوی اس تاریخ کو روزہ رکھتے ہیں، ختم رسل صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ موسیٰ کی سنت کی پیروی کے ہم زیادہ مستحق ہیں، اور نیز دیگر مسلمانوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا لیکن ہجرت کے دوسرے سال میں جبکہ رمضان شریف کے مہینے میں روزوں کا رکھنا فرض ہوا تو دسویں محرم کے روزہ کو روزہ کے واسطے آپ نے فرما دیا کہ جس کا جی چاہے رکھے جس کا جی چاہے نہ رکھے ،

دوسرے سنہ میں ہجرت کے کس وقت رمضان شریف کے روزوں کے رکھنے کا حکم ہوا، اس کا ٹھیک تعین نہیں ہو سکتا ہے، لیکن چونکہ یہ امر متفق علیہ ہے۔ کہ بعد حکم تبدیل سمت قبلہ کے روزے فرض ہوئے ہیں، اس واسطے مابین ماہ رمضان اور ماہ رجب کے کوئی وقت روزوں کی فرضیت کا ہے، کیونکہ ۱۵ رجب وہ تاریخ ہے، کہ دوسرے سال میں ہجرت نبوی کے یعنی وصول مدینہ طیبہ سے سترھویں (۱۷) مہینہ (رجب) کی پندرھویں کو ظہر کے وقت دوسری رکعت میں بیت المقدس کی جانب سے کعبہ شریف کی سمت کو منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم صادر ہوا، لکھا ہے کہ تحویل قبلہ کے پورے ایک مہینہ بعد رمضان شریف کے مہینے میں روزہ رکھنا فرض ہوا ،

روزوں کا رکھا جانا بتدریج } جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے، اول رسول مقبول نے دسویں محرم کو خود درجۂ فرضیت کو پہنچا ہی روزہ رکھنا اختیار فرمایا، پھر مدینہ طیبہ میں آکر اپنی امت کو اس کے

رکہنے کا حکم دیا، اس کے بعد یہ آئت نازل ہوئی، یاایھا الذین اٰمنو کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ایاما معدودات فمن کان منکم مریضا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین فمن تطوع خیرا فھو خیر لہ، وان تصوموا خیر لکم ان کنتم تعلمون ط (سورہ بقر رکوع ۲۳)

یعنے اے مسلمانو! جسطرح پہلے لوگوں پر روزہ رکہنا فرض تہا۔ اسی طرح تمپر بہی چند دنوں کے واسطے روزہ فرض کیا گیا، تاکہ شاید تم پرہیزگار بنو، لیکن اگر اس زمانہ میں کوئی بیمار ہو یا مسافر ہو تو بقدر فوت شدہ دنوں کے پہر روزہ رکہہ لے، اور جو ایسے لوگ ہیں کہ روزہ کی طاقت رکہتے ہیں اور روزہ نہ رکہیں، تو انکو چاہیئے، کہ اس کے عوض میں ایک مسکین کو کہانا کہلائیں، اور ایک مسکین اگر زیادہ کہلائیں تو اور بہی بہتر ہے، اور اگر تم سمجھو تو روزہ رکہنا ہی بہتر ہے، غرض یہ ہے کہ اس آئت کے ذریعہ سے مضبوط تندرست انسانوں پر روزہ رکہنا لازم نہیں گردانا گیا بلکہ اختیاری رکہا گیا ہے، لیکن آگے والی دوسری آئت کے نازل ہونے سے روزہ رکہنے یا نہ رکہنے کا اختیار جاتا رہا۔ اور ہر ایک مکلف پر جبکہ وہ مریض یا مسافر نہو، رمضان شریف کے مہینہ میں روزہ کا رکہنا لازم اور قطعی کردیا گیا، شھر رمضان الذی انزل فیہ القراٰن ھدی للناس وبینت من الھدی والفرقان فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ ومن کان مریضا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر (سورہ بقر رکوع ۲۳) مرادی معنی اس کے یہ ہیں، کہ ماہ رمضان کا وہ مہینہ ہے کہ اسمیں ایا قرآن مجید اتارا گیا جسمیں انسانوں کے واسطے ہدائت ہے اور حق و باطل میں تمیز کرنے کے لئے احکام موجود ہیں، پس جو شخص اس مہینہ میں زندہ ہو اس کو چاہیئے کہ روزہ دار رہے، لیکن جو مریض ہو یا مسافر اس کو چاہیئے کہ قضا کے روزے پہر رکہہ لے ۔۔ الخ، غرض یہ کہ اس آئت کے نزول کے بعد یہ اختیار جاتا رہا۔ کہ مضبوط و توانا آدمی چاہے روزہ رکہہ لے اور بعوض اس کے مسکینوں کو کہانا کہلا دے،

روزہ کس کو کہتے ہیں، روزہ لفظ فارسی ہے اور ملجائے لفظ صوم کے مستعمل ہے، پس صوم اور روزہ ایک چیز ہیں، صوم کے معنی شرع اسلام میں بموجب مذہب امام حنیفہ رح یہ ہیں۔ کہ اور اس کے تمام مابین صبح صادق ہو جانے اور سورج کے تمام و کمال غروب ہو جانے کے دانستہ یعنی جان بوجھ کر نہ کہایا جائے، نہ پیا جائے، اور نہ مقاربت کی جائے،

اگر کوئی مسلمان ماہ مبارک رمضان کے اندر بلا عذر شرعی روزہ نہ رکہے، وہ گناہگار ہے اور

اگر انکی تحقیر کرے، یعنی ان کو لغو سمجھے تو وہ شخص مسلمان نہیں ہے، کیونکہ رمضان شریف کے روزوں کی فرضیت آیۂ قرآنی اور نص صریح سے ثابت ہے، اور کوئی شخص اسی وقت تک کسی گروہ میں شامل سمجھا جا سکتا ہے جب تک اس گروہ کے اوامر و نواہی کو کم سے کم بمنزلہ اوامر و نواہی کے سمجھے، پس اگر ایک آدمی مذہب اسلام کے ان احکام کی عزت اور احترام نہ کرے اور انکو لغو سمجھے جن کا ماننا مسلمان ہونے کی خاص نشانی ہے جسطرح پر کہ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ ہیں، تو اس آدمی کے حق میں مجبوراً کہنا پڑے گا۔ کہ وہ گروہ اسلام میں سے نہیں،

قضائے رمضان کے روزہ رکھنے کے واسطے کوئی وقت معین نہیں، یعنی مدت العمر میں رکھ لینا چاہیئے، لیکن چونکہ انسان کو اپنی موت کے وقت کی خبر نہیں ہے، اس واسطے بعد فوت ہو جانے کسی روزہ رمضان کے جس قدر جلد ممکن ہو، انکو ادا کر لینا چاہیئے،

سفر کے کیا معنی ہیں، سفر کی مقدار معین کرنے میں بین العلماً اختلاف ہے، جناب امام شافعی رح اور حضرت امام مالک کے نزدیک معافی روزہ رمضان کے واسطے ۱۶ فرسخ کا سفر کم سے کم ہونا چاہیئے، اور حضرت امام اعظم رح کے نزدیک تین منزل کا سفر ہونا چاہیئے، اور ہر ایک منزل مساوی ۲۴ فرسخ کی ہو،

جناب رسول خداؐ حالت سفر میں بھی روزہ رکھتے تھے اور نہیں بھی رکھتے تھے، زاد المعاد میں لکھا ہے، کہ روزہ رکھنے کی حالت میں بُعد مسافت کا کچھ خیال نہ فرماتے تھے،

مریض کس کو کہتے ہیں تفسیر کبیر میں ہے، کہ رمضان شریف کے مہینہ میں حضرت حسن بصری جب حضرت ابن سیرین کے گھر میں داخل ہوئے تو آپ کھانا کھا رہے تھے، صرف اس عذر سے کہ انکی انگلی میں درد تھا۔ لیکن اتفاق علما کا اس پر ہے کہ رمضان شریف میں روزہ نہ رکھنے کیواسطے جن امراض کیطرف اشارہ ہے اس سے وہ بیماریاں مراد ہیں جن میں کھانا پانی اور دوا کے عدم استعمال سے مزید تکلیف یا شدت مرض یا کرب کا خوف ہو، حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک تو جب تک کہ خوف ہلاکت مریض کا بسبب عدم استعمال دوا نہ ہو اس وقت تک روزہ رکھنا ہی چاہیئے،

تکمیل روزہ اگرچہ روزہ بحد ادائے فرض کے صرف اس سے ختم ہو جاتا ہے، کہ شروع صبح صادق سے غروب آفتاب تک کچھ کھایا پیا نہ جائے، لیکن تکمیل روزہ کی یعنی اچھیطرح ادائگی روزہ کے واسطے یہ حکم ہے کہ جہاں تک ممکن ہو انسان عبادت میں زیادہ تر مشغول رہے، اور ممنوعات شرعیہ سے جسطرح پر کہ غیبت ہے یا جھوٹ بولنا وغیرہ، ان سے اپنے آپ کو بچایا رکھے، اور نیکی مجسم بن جائے،

(مولانا محمد شمس رفیع)

۱۹۵۶ء

قرآن کی تعلیم سے ہم لوگ کوسوں دور ہیں

ہر قلب میں کچھ داغ ہیں ہر دل میں کچھ ناسور ہیں — جتنے ہیں سب مغموم ہیں، جتنے ہیں سب مجبور ہیں
صبر و سکوں مفقود ہیں، رنج و الم بھرپور ہیں — اس کے سبب ہیں جس قدر، اسباب ہیں مستور ہیں
قرآن کی تعلیم سے ہم لوگ کوسوں دور ہیں

قرآن کہتا ہے کہ قائم تم نمازوں کو کرو — قرآن کہتا ہے زکوٰۃ مال مسکینوں کو دو
قرآن کہتا ہے کہ روزے ماہ رمضاں میں رکھو — قرآن کہتا ہے کہ حج کو جاؤ گر مقدور ہو
قرآن کی تعلیم سے ہم لوگ کوسوں دور ہیں

قرآن کی تعلیم ہے لو، تم یتیموں کی خبر — قرآن کی تعلیم ہے ہو بے کسوں کے چارہ گر
قرآن کی تعلیم ہے شیطان سے رکھو حذر — قرآن کی تعلیم ہے نیچی رکھو اپنی نظر
قرآن کی تعلیم سے ہم لوگ کوسوں دور ہیں

قرآن فکر و رنج میں ہمت سکھاتا ہے ہمیں — قرآن درد و کرب میں جرأت سکھاتا ہے ہمیں
قرآن عہد حسن میں عصمت سکھاتا ہے ہمیں — قرآن ہر اک حال میں الفت سکھاتا ہے ہمیں
قرآن کی تعلیم سے ہم لوگ کوسوں دور ہیں

قرآن کا ہر ہر ورق ہے اک سحابِ زندگی — قرآن کا ہر لفظ ہے اک آفتابِ زندگی
قرآن ہر سطر ہے زلفِ شبابِ زندگی — قرآن کی تعلیم ہے درسِ کتابِ زندگی
قرآن کی تعلیم سے ہم لوگ کوسوں دور ہیں

ہے زندگی کا فلسفہ قرآن کی تعلیم میں — ہے کامیابی کا پتہ قرآن کی تعلیم میں
ہر بھید ہے جلوہ نما قرآن کی تعلیم میں — مخفی ہے رازِ ارتقا قرآن کی تعلیم میں
قرآن کی تعلیم سے ہم لوگ کوسوں دور ہیں

سوچو تو جی سے ذرا کیا کیا خرابی ہم میں ہے — شیطان نفس شوم کی ہر کامیابی ہم میں ہے
کوئی جواری ہم میں ہے کوئی شرابی ہم میں ہے — لرزے میں خود ناموس ہے وہ بے حجابی ہم میں ہے
قرآن کی تعلیم سے ہم لوگ کوسوں دور ہیں

محمد قمر الدین

جہانگیر کی روشن ضمیری

تیموریہ حکومت کو جب جہانگیر نورالدین کی ذات سے شروع ہوا، تو زمانہ کا رنگ بدلا، جہانگیر نے بڑی کامیابی کے ساتھ حکومت کی وہ صرف عیش پرست ہی نہ تھا، بلکہ جہانداری وجہانبانی کے اسرار ورموز پر بہت زیادہ عبور رکھتا تھا، اس نے اپنی زندگی نورجہاں کیساتھ عیش وعشرت ہی میں نہیں گذاری، بلکہ امور حکومت ہمیشہ اس کے پیش نظر رہتے تھے، مورخین نے اس کے واقعات ایسی دلکشی سے لکھے ہیں۔ کہ اس کے عہد کی ادبی تاریخ کا نمونہ بن گئے ہیں، جہانگیر کو پرندوں اور جانوروں کا بہت شوق تھا اور اس کی دلچسپی میں ہزاروں قسم کے جانور اور پرند دنیا کے ہر حصے سے جمع ہو گئے، ایک بکری شیر سے اس قدر مانوس تھی، کہ شیر گویا اس پر عاشق تھا، ایک کو دوسرے سے جدا ہونا گوارا نہ تھا، ایک بکرا ایسا تھا کہ ایک گلاس بھر کر دودھ دیتا تھا،

جہانگیر کی عیش پرستیوں کی خبر جب ایران پہنچی، تو شاہ ایران نے ان سے فائدہ اٹھانے کا خیال کیا اور اس کا ارادہ ہوا۔ کہ ہندوستان پر حملہ کر کے اپنی برسوں کی تمناؤں اور آرزوؤں کو پورا کرے، چنانچہ وزیر خوش تدبیر کو آگرہ بھیجا۔ تاکہ واقعات کا صحیح علم ہو جائے، اور اگر جہانگیر کی حالت جیسی کہ سنی جا رہی ہے، حقیقتہً ایسی ہی ہے تو اس موقع سے فائدہ اٹھایا جائے،

وزیر سفیر کے لباس میں ہندوستان میں آیا۔ شاہی دربار میں حاضری کی اطلاع کرائی، لیکن باریابی نہ ہوئی، اور خلاف دستور حکم ہوا۔ کہ سفیر کو ہندوستان میں ہر جگہ سیر وسیاحت کی اجازت ہے، اس اجازت کے پردے میں سفیر اپنے مقصد کو پورا کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ یہاں تک کہ جشن نوروز کا زمانہ آیا۔ جہانگیر نے اپنے وزیر کی نشست کے برابر ایک نشست اور اضافہ کرنے کا ارشاد فرمایا جسکی تعمیل تو ہوئی، مگر اراکین کو بہت تعجب ہوا۔ اس اثنار میں حکم دیا۔ کہ جنگل سے دو خونخوار شیر زندہ گرفتار کئے جائیں، اور اجلاس شاہی کے دروازے پر پنجروں میں بند رکھے جائیں، ان شیروں پر جشن تک خاص نظر کیجاتی رہی، جہانگیر ان کو غذا خاص اپنے

ہاتھ سے دیتا رہا جشن کا دن آیا، شہر کی آئینہ بندی ہوئی اسلح فوج صف بہ صف کھڑی ہوئی، اعیان و ارکین حکومت اپنی اپنی جگہ متمکن ہوئے، اس جدید نشست پر وزیر کے برابر سفیر بٹھایا گیا۔ وہ اس مردم شناسی پر متحیر تھا۔ درباریوں کے سامنے شیروں کے پنجرے کر دربار میں طلب ہوئے اور شیروں کو آزاد کر دیا گیا، دونوں خونخوار جانور تخت کے گوشوں پر سر جھکا کر کھڑے ہو گئے، تمام ارکین حکومت اور اہل دربار پر دہشت طاری ہو گئی، اور ہر ایک کو اپنی جان کی فکر پڑ گئی، اور ہر ایک کو اپنی جان کی فکر پڑ گئی، لیکن بادشاہ کے رعب و داب کیوجہ سے دم بخود تھے، بادشاہ کا ایما پاکر تازہ گوشت حاضر کیا گیا، بادشاہ نے نیام سے خنجر کی نوک سے اٹھا اٹھا کر باری باری سے شیروں کو کھلانا شروع کیا۔ یعنی جو شیر جس طرف تھا۔ اس طرف کے طشت سے وہ گوشت کا حصہ پاتا تھا، اہل دربار خاموشی کیساتھ تماشہ دیکھ رہے تھے، بائیں جانب جو شیر کھڑا تھا۔ اس کے حصہ کے طشت کا گوشت ختم ہو گیا۔ اور دائیں جانب جو شیر تھا۔ اس کے حصہ کا طشت میں ایک ٹکڑا باقی رہا۔ جب بادشاہ نے وہ ٹکڑا خنجر کی نوک میں چھید کر اس شیر کو کھلانا چاہا، تو دوسرا شیر للچائی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ بادشاہ نے اسی وقت اس کے سر پر خنجر کا ایک ایسا وار کیا۔ کہ سر کے دو ٹکڑے ہو گئے، اور غصہ سے یہ فرمایا، کہ نمکحرام! دیکھ جو شخص دوسرے کے حصے پر نگاہ کرتا ہے، اس کو یہ سزا دی جاتی ہے۔" یہ کہکر بادشاہ اٹھ کر محل میں چلا گیا، اور دربار برخاست ہوا، سفیر نے اپنی جگہ پر واپس آکر ایک خط ان حالات کا شاہ ایران کو لکھا اور بیان کیا، کہ یہاں دو باتیں عجائبات سے ہیں، ایک تو اجمیر شریف کا مزار جہاں ایک پیر بظاہر مردہ اور بباطن زندہ ہند کی حکومت کرتے ہیں، دوسرے یہاں ایک میوہ ہے جسکو منہ سے چوس کر اس کا رس پیتے ہیں وہ زرد اور سبز رنگ کا ہوتا ہے اور بکثرت اس کے درخت ہیں جسکو آم کہتے ہیں، اور جہانگیر کے متعلق لکھا ہے کہ ہندوستان پر حکومت نہیں بلکہ خدائی کرتا ہے، بہت بیدار مغز ہے جسقدر عیش و عشرت اور شراب نوشی میں مخمور رہتا ہے اسی قدر اس کا دل و دماغ حکومت کے کام میں مصروف رہتا ہے، اسکی توجہ ایک عورت پر زیادہ مبذول ہے جس کا نام نور جہاں بیگم ہے، اور انتظام سلطنت بھی اسی کے اشاروں پر ہے، عیش و عشرت میں پورا وقت صرف کرتا ہے، ہمہ وجز ئی و کلی طور پر امور سلطنت سے واقف ہے۔"

اس خط کے پہنچتے ہی شاہ ایران نے ہندوستان کے سفر کا ارادہ کیا اور کچھ دنوں

میں اکبرآباد آپہنچا، اس سفر میں اس کے ساتھ چند خادم تھے، خود ایک صوفی اور درویش کے لباس میں تھا اور خادم بطور مرید کے تھے، پھر کیا تھا، پیران نمی پرند و مریداں نمی پرانند کا مضمون ہوگیا، زر و مال کی کیا کمی تھی، خدام نے ایما پاکر ویران مقامات اور کھنڈروں میں زر و مال کی قابلقدر مقدار مخفی کردی، اور درویش صاحب دل اپنی کشف و کرامات ظاہر کرنے لگے، جب ہزاروں آدمی شاہ صاحب کے فیوض سے فائدہ اٹھانے لگے، تو شاہ صاحب کی غیبی اور فیض دعائے کرامت سمجھنے لگا، اس ترکیب سے درویش نے بہت جلد شہرت حاصل کرلی، اور کسی نہ کسیطرح جہانگیر کے حضور میں حاضر ہونیکی منظوری حاصل کرلی،

جہانگیر اس وقت عالم مدہوشی میں تھا، اور اپنی روح رواں نورجہاں کا سر اس کے زانو پر تھا۔ اور ہمہ تن اس کیطرف متوجہ تھا۔ درویش کیطرف مطلق خیال نہ تھا، درویش آداب شاہی بجالایا۔ جہانگیر نے بیرخی کے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ جب درویش کا ہاتھ جہانگیر کے ہاتھ میں آیا۔ تو کچھ دیر کے بعد اسی بے رخی کے ساتھ جہانگیر نے کہا۔ کہ "حرارت شاہی از دست درویش نہ رفت"

درویش اس فقرہ کے سننے متحیر ہی نہیں، بلکہ عالم یاس میں ہوگیا، مگر جہانگیر نے ہاتھ نہیں چھوڑا پھر چند منٹ کے بعد فرمایا، کہ

" خوب شد کہ دشمن جاں از خود بدستم آمد"

یہ سنکر تو درویش کے اوسان خطا ہوگئے، اور چہرہ کا رنگ فق ہوگیا۔ اپنے دل میں خیال کیا۔ کہ یہاں سے چھٹکارا نہیں بلکہ موت سر پر کھڑی ہے،

جہانگیر نے درویش کو لرزہ براندام پاکر فرمایا، کہ

" برو، حق ایں خاتون (نورجہاں) جاں بخشیدم"

یہ کہکر ہاتھ چھوڑ دیا۔ درویش جان چھڑاکر اپنے مریدوں میں پونچا، اور فوراً ہی اپنے گھر کا راستہ لیا، اور جہانگیر کی روشنضمیری اور مردم شناسی کی داد دیتا رہا،

نورجہاں جہانگیر کی اس حرکت سے انگشت بدنداں تھی، پوچھا کہ ماجرا کیا ہے، جہانگیر نے اپنے قیافہ کا حال اسے سنایا اور وہ بھی اپنے بادشاہ کی باخبری اور حکمرانی کی داد دینے لگی، اور اپنی ناوانستگی اور اصرار پر نادم ہوئی ؎

(مولانا) ہدایت حسین

قبر گریاں

نتیجۂ فکر حضرت جوش ملیح آبادی

جنگلوں کی جھاڑیوں میں سے ندی گاتی ہوئی اک شکستہ قبر سے جا تی ہی ٹکراتی ہوئی

سن رہا ہے گیت لہروں کے دل زار و نزار جھک گیا ہی اک طرف پائیں بوسیدہ مزار

جابجا ٹوٹی ہوئی اینٹوں سی ہوتا ہی عیاں کس قدر رونی کے قابل ہی یہ تعمیر جہاں،

السلام! ای رونیوالی قبر کے خلوت نشیں

قلب شاعر کے سوا تیرا کوئی پرساں نہیں

ہو نہو گردن میں تیری رشتۂ آلام تھا زندگی میں تجھکو شائد آنسوؤں سی کام تھا

ہاں دعا کر میرے حق میں ای ملاک چشم یار جوش کا بھی ہو کسی ایسی ساحل پر مزار

زلف کے مانند صدہا پیچ و خم کھاتی ہوئی،

لہریں گذریں قبر شاعر سی بھی ٹکراتی ہوئی

الفریشس کی توسیع اشاعت میں مدد کرنا آپ کا قومی فرض ہی۔ مینجر

تاریخ بلوچستان کا ایک ورق

قبل از طلوع نیّرِ اسلام دنیا میں جس قدر مشہور سلطنتیں تھیں، انکا اصول ملکداری یہہ تہا کہ سلطنت میں جو با ثروت و اقتدار امراء جو ہر سپہ گری و بہادری سے متصف ہوتے، ان کو بڑی بڑی جاگیریں دیکران سے عہد لیا جاتا۔ کہ مہماتِ جنگی کے وقت اپنی فوج جس کی تعدادِ خاص معین ہوتی خدمت شاہی کے لئے حاضر کیا کریں، چنانچہ اسی معیار پر تقسیم جاگیرات کا یہ قاعدہ شاخ در شاخ صورت میں یہاں تک ترقی اور رواج پکڑ تا گیا۔ کہ جاگیردار بطور خود اپنے علاقہ کو اپنے ماتحت معتمدین میں شکمی طریقہ پر منقسم کردیتے۔ اور اُن سے بہی وہی معاہدہ لیتے جس کے کہ سلطنت کے نزدیک خود پابند ہوتے، لیکن ماتحتوں کو براہِ راست سلطنت کے ساتھہ کوئی تعلق نہ ہوتا۔ اس فوجی اصول کا نام "فیوڈل سسٹم" یعنے قانون جاگیرداری ہے،

یہ سسٹم یونان، روم، انگلستان اور ایران میں جاری تہا، اور کم وبیش دیگر ممالک میں بھی،

واقعاتِ زمانہ بتلاتے ہیں، کہ جہاں تک اصولِ سیاست کا تعلق ہے، اس کے رو سے یہہ انتظام غیر منتظم اور غیر مکمل تہا، کیونکہ بسا اوقات جاگیردار قوت پکڑ کر باغی ہوجاتے، اور سلطنت کی تباہی و خرابی کا موجب بن جاتے، چنانچہ اس کی نظیر خود سلطنتِ روم کی تباہی ہے، اس لئے دَورِ اسلام میں اسلام کے عظیم الشان فاتح و جدی الاعلےٰ والاطہر، جناب امیر المومنین حضرتِ عمر فاروق اعظم نے اپنے عہد خلافت میں "فیوڈل سسٹم" یعنی جاگیرداری کے قانون قدیم پر مصالح ملکی کی بنا پر عمل نفسر مایا، اور فوج کی تنخواہ مقرر فرمادی، جس کا دستور آپ کے عہد سے لیکر خاندانی عباسیہ اور دیگر سلاطین کے زمانہ تک جاری رہا،

جب حکومت سلجوقیہ کا دور شروع ہوا، تو خواجہ نظام الملک طوسی وزیر اعظم نے فیوڈل سسٹم کے طریق کو از سر نو رواج دیا۔ چنانچہ فارس، اصفہان، اور شام کا بہت سا حصہ جاگیرات میں منقسم تہا، جن کے حاصلات سے جاگیردار فائدہ اٹہاتے اور فوج مرتب رکہتے،

سلطان صلاح الدین کے زمانہ میں ملک مصر میں بھی یہی آئین جاری تھی، جو خوارزم کی یادگار تھی،

وہ علاقہ جو اب بلوچستان کہلاتا ہے، اور جس کے شمال میں افغانستان، جنوب میں بحر عرب، مغرب میں فارس، اور مشرق میں سندھ ہے، مختلف حدود کے ساتھ ازمنہ ماضیہ میں بادشاہان مختلف ایرانیوں اور بدھ مذہب کے ہندو راجاؤں کے ماتحت تھا، اور عہد اسلام میں عربوں، چغتائیوں اور افغانوں کے زیر تحت رہا، اس میں بھی فیوڈل سسٹم کا رواج چلا آتا ہے، چنانچہ ۱۱۵۰ھ میں نادرشاہ بادشاہ ایران نے جب ملک کچھی جس میں اب سبی، بھاگ، ڈھاڈر، جھل، گنداوہ، میرپور اور لاڑی واقع ہیں، میر عبداللہ خان صاحب (خان قلات) کے خون بہا میں، کلہوڑہ والئے سندھ سے میر محبت خانصاحب (خان قلات) کو دلایا، تو اپنا حق شاہی قائم رکھنے کے لئے خان قلات اور سرداران بروہی پر بارہ ہزار لشکر سوار و پیادہ مقرر کیا کہ عند الطلب حاضر دربار رہا کریں جس سے باہمی تقسیم کے مطابق چھ ہزار لشکر علاقہ سراوان پر، اور چھ ہزار علاقہ جھالاوان پر مشخص تھا، اور اس کا عملدرآمد غازی احمد شاہ درانی بادشاہ کابل کے عہد تک ہوتا رہا، مزید براں جب خود خان قلات کو کسی ضرورت یا مہم کے لئے لشکر درکار ہوتا، تو وہ بھی بموجب تفریق سرداران قبائل ہی سے لیا جاتا،

بعہد میر نصیر خان صاحب کبیر بلوچستان کی سرحد بجانب حکمران ایران سے ملک جهیدہ تک ملتی تھی، جس سے سمت مشرق کی طرف تمام ملک مکران تا عمر آباد کے ماتحت تھا، خاران، چاغی، نوشکی، شال کوٹ (جسکو اب کوئٹہ کہا جاتا ہے)، مستونگ اور کچھ حصہ پشنگ (جسکو اب پشین کہا جاتا ہے) بھی قلات کے ساتھ تھے، بجانب پنجاب داجل اور ہڑند (جو اس وقت ڈیرہ غازیخان کے ساتھ شامل ہیں) اور سندھ کی طرف کراچی تک تمام ملک کوہستان خان موصوف ہی کے زیر تحت تھا،

ملک کی تقسیم بطور جاگیرات بقدر حصص جاگیرداروں میں معین تھی، قریباً نصف علاقہ جات سرداران اقوام کے لئے تھا جس پر ... اثنائی معاف کی، اور باقی حصہ نصف خان قلات کے لئے،

جب سے خانی قلات خاندان احمد زئی میں آئی، اس وقت سے لیکر میر محراب خان صاحب کے زمانہ تک ملک گیری و ملکداری کا تمام انتظام پارلیمنٹری طریق پر آپس کی اور عصبیت کی مدد سے ہوتا

رہا۔ سرداران سراوان اور سرداران جہالاوان اپنے اپنے علاقوں کا نمائندہ ہونیکی حیثیت سے ملک انتظامی امور میں شامل رہتے،

اُنسُ سرداروں کے ماتحت اور سرداران خان قلات کے ماتحت تھے، بہ تقاضائے ضرورت اگر جہالاوان کو دبانا ہوتا تو سراوان کو استعمال کیا جاتا، اور اگر سراوان کو تنبیہہ لازم ہوتی، تو جہالاوان کو کام میں لایا جاتا علیحدہ کوئی باضابطہ تنخواہ دار فوج نہ تھی،

۱۲۵۶ھ میں جب میر نصیر خان صاحب مسندِ حکومت پر بیٹھے، تو خانی قلات بمنزلہ ایک چوگان بازی کے ہوگئی، چنانچہ میر خداداد خان صاحب کا زخمی ہونا اور پھر میر شیر دل خان کا قتل ہونا اس کی نظیر ہیں،

۱۲۸۱ھ میں جب میر خداداد خان صاحب از سرِ نو تختِ قلات پر متمکن ہوئے، تو آپ نے بایں خیال کہ سرداران بروہی پھر طاقت پکڑ کر موجب تخریب نہوں، چاہا کہ سرداروں کے زور کو کم کیا جائے، تاکہ بے کھٹکی حکومت کی جا سکے، اس مدعا کی تکمیل کیلئے آپ نے اپنی قلمی فوج کو گانٹھا اور ایک انتقام کی بنا پر میر تاج محمد خان چیف سردار آف جہالاوان کو مروا ڈالا،

یہ سنکر ملا محمد خان رئیسانی چیف سردار آف سراوان نے بخوفِ جان قندھار میں جا دم لیا، اسیطرح بعض دیگر سرداران بھی متفق طور پر پہاڑوں میں پناہ گزیں ہوئے، بس پھر کیا تھا، معاملہ نے نازک اور پیچیدہ صورت اختیار کرلی، مخالفت پھوٹ نکلی، ملک کا انتظام خطرہ میں پڑ گیا۔ اور فساد کی آگ بھڑک اٹھی جو ختم ہونیمیں نہ آتی تھی،

اس دوران میں بلوچستان کا وہ مشہور میوہ جسکو "سیوٹ" کہتے ہیں، پک کر طیار ہو چکا تھا بلوچستان کے قیام امن کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے گورنر جنرل باجلاس کونسل نے ۲۱ اکتوبر ۱۸۷۵ء کو ایک رزولیوشن پاس کیا، کہ کپتان سنڈیمن صاحب (ڈپٹی کمشنر ضلع ڈیرہ غازیخان) قلات کو جائیں، اور دریافت کرکے رپورٹ کریں کہ کس طرح سے خان قلات اور سرداران بروہی کے درمیان مصالحت ہوسکتی ہے اور کس طرح درہ[1] بولان اور دیگر راستہ تجارتی سوداگروں کی آمد و رفت کے لئے کشادہ رہ سکتے ہیں،

اس مدعا کے لئے وہ پہلا مشن تھا، جو ۲۳ نومبر ۱۸۷۵ء کو روانہ ہو کر ۳۰ دسمبر ۱۸۷۵ء کو دار الخلافہ قلات میں پونچا، اس دوران میں ملا محمد حسن وغیرہ سرداران بروہی بھی ادھر ادھر سے آکر سنڈیمن صاحب سے مل گئے، اگرچہ مشن کی کوششوں کا خاطر خواہ نتیجہ مترتب نہوا،

---

[1] ہمارے جد امجد زبدۃ الانبیا حضرت خواجہ فریدالدین مسعود گنج شکر [illegible] کو ۱۸ سال کی عمر میں حصول تعلیم کیلئے ملتان سے قندھار تشریف لیگئے، جہاں ۵ سال تک تحصیل علوم میں مصروف رہے، اس زمانہ میں بھی قندھار کی آمد و رفت کے لئے نزدیک ترین راستہ [illegible]

تاہم یہ معاملہ ہوگیا کہ کامیاب ہوسکنا غیر ممکن نہیں ،

۴ اپریل ۱۸۷۶ء کو پھر دوسرا مشن زیر قیادت میجر سنڈیمن صاحب روانہ ہوا جنکی کوششوں سے بمقام مستونگ ایک صلحنامہ فیمابین خان قلات اور سرداران براہی کے مرتب ہوا ، جو ۱۳ جولائی ۱۸۷۶ء کو اسی جگہ سرِ دربار پڑھا گیا جسمیں برائے آیندہ یہ بھی قرار پایا ، کہ " اگر کوئی امر فیمابین ملازمان خانصاحب اور سرداران براہی کے باہمی برضامندی یکدیگر فیصلہ نہ کر سکیں گے ، تو سرکاری افسر کو جو اس انجام نامہ کے چلانے کے لئے برٹش گورنمنٹ کیطرف سے مامور ہوگا ۔ رجوع کرینگے ، اور برٹش گورنمنٹ کے فیصلہ کی درلو تعمیل کریں گے ، اور بدون اجازت سرکار عالیہ برطانیہ ایک دوسرے پر لشکرکشی نہ کریں گے "

عہدنامہ کیا تھا ؟ مداخلتِ بلوچستان کا ایک چارٹر[۵] تھا ، اس تاریخ سے بلوچستان کا تعلق افغانستان سے منقطع ہوگیا ۔ اور بلوچستان حمایتِ انگریزی میں آگیا ،

انتظام ملک کے متعلق میر خداداد خان صاحب کا یہ مقولہ تھا ۔ کہ " اول لات پیچھو بات " ، اول سوٹی ، پیچھے روٹی " ،

چنانچہ بلحاظ نتائج کامیابی کا سہرا " سنڈیمن پالیسی " کے سر پر بندھا ۔

قبضۂ بلوچستان کے متعلق ۱۸۹۶ء میں ایک سردار[۶] زادہ کی یہ رائے تھی ، کہ " ہندوستان ہمارے محکوم بننے کا باعث ہوا " اس بات میں کچھ صداقت ہو یا نہ ، لیکن اسی معلوم ہوسکتا ہے کہ ہندوستان کے پولیٹکل لیڈروں کے ذہن میں یہ بات ۱۹۲۰ء میں آئی ہے ،

حالانکہ اگر اس میں کچھ صداقت تھی ، تو اس سے ایک ربع صدی پیشتر سرحد کے بعض ارباب فراست کی نگاہوں سے یہ بات پوشیدہ نہ رہ سکی ،

صلحنامہ مستونگ کو برقرار رکھنے اور اس کو بحال کرنے کی غرض سے ایجنسی بلوچستان ۱۸۷۶ء ہی میں قائم کی گئی اور میجر سنڈیمن ایجنٹ گورنر جنرل بلوچستان مقرر کئے گئے ، جن کا ہیڈکوارٹر کوئٹہ[۱] ہوا ۔

---

[۵] کوئٹہ کا پرانا نام شال یا شال کوٹ ہے جس میں بیس جولائی ۱۸۸۶ء کو کاروبار ٹھیکہ کے سلسلہ میں جناب والد بزرگوار قبلہ و کعبہ قاضی محمد علی صاحب (مرحوم) نے پہلی مرتبہ نزول اجلال فرمایا ۔ اور اقامت کے لئے محلہ باوا پانی ناتھ کو منتخب کیا ، بلوچستان میں ہندوؤں کی تین زیارت گاہیں ہیں ، قلات میں کالی دیوی ، مستونگ میں مہادیو اور شال یعنی کوئٹہ میں جوگی پانی ناتھ کی سمادھ ، ان کے متعلق ہندی میں یہ ایک شعر ہے ، کالی وسے قلات میں مہادیو مستونگ ، بڈھا جوگی شال میں پانی ناتھ بلونت ،

[۶] محترم قبلہ قاضی تاج الدین صاحب (مرحوم) بہ سلسلۂ کاروبار ٹھیکہ ۱۸۹۳ء کے دوران میں سبی رونق افروز ہوئے جہاں چند ماہ اقامت رکھی ، ۵۲ سالانہ ہزہائینس کو ملتا ہے ، نظیر ،

درہ بولان کے انتظام کی تجویز بھی ہوئی، مگر سنہ ۱۸۸۰ء میں جنگ افغانستان کے باعث درہ بولان کا انتظام کلی تیس ہزار روپیہ سالانہ عوضانہ سنگ یعنی محصول اور نو ہزار روپیہ عوضانہ بدرقی[بلوچ] پر افسران انگریزی کے تفویض ہوا،

بلوچستان کے طریق ایڈمنسٹریشن پر تبصرہ کرنا اور گہری تفصیلات میں جانا اس وقت میرے فرائض میں داخل نہیں اس لئے اختصار مناسب پر کفایت کرتے ہوئے موضوع اصلی کے متعلق بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے، کہ قانون جاگیرداری کی بجائے تنخواہ جو طریقہ اسلام کے نامور مدبر جناب حضرت عمرؓ نے نکالا، دنیا کی تمام سلطنتوں کے صحیح انتظام کے لئے وہ ازبس مفید ثابت ہوا، اور یہی وجہ ہے کہ فی زمانہ فیوڈل سسٹم کا طریقہ متروک ہے،

طریقہ تنخواہ کی اتباع پر برٹش گورمنٹ نے بلوچستان میں سرداران بروہی اور لیویز سروس سے متعلق تنخواہ کا جو دستور جاری کیا مستحسن پڑا، چنانچہ وہ بلوچی تلوار جو خانہ جنگی کے لئے میان سے باہر رہا کرتی، اس کی طفیل کند ہو گئی،

قدرت کے کسی پروگرام کے مطابق جب سنہ ۱۸۷۵ء سے لیکر سنہ ۱۸۹۱ء تک کرنل سر رابرٹ سنڈیمن ایجنٹ گورنر جنرل وچیف کمشنر بلوچستان اپنا کام ختم کر چکے تو ۲۹ جنوری سنہ ۱۸۹۲ء کو بتقریب دورہ بمقام بیلہ دریاست لسبیلہ کا ہیڈکوارٹر ہے) آپ کا انتقال ہوا،

آپ نے جو علاقہ ممالک برطانیہ میں ایزاد کیا، وہ وسعت میں ملک جرمنی کے برابر ہے،

قضا وقدر کے اندازہ کے مطابق جب میر خداداد خان صاحب کی میعاد حکومت کا پیمانہ لبریز ہو گیا تو سال سنہ ۱۳۰۹ھ میں آپکو حکومت قلات سے مستعفی ہونا پڑا،

ملا فقیر محمد (خانہ زاد) آپ کا مستوفی[1] (وزیر) تھا، جس کے قتل کا واقعہ بلوچستان کا ایک

---

[1] مستوفی، بالضم وتاء فوقانی مفتوح وکسر فا، تمام را فرا گیرندہ وسر دفتر اہل دیوان کہ از دیگر محاسبان حساب گیرد، ایشیا کا یہ ایک قدیمی عہدہ ہے، سنہ ۴۶۵ھ میں ملک شاہ سلجوقی نے بجائے شرف الملک مستوفی کے ابوالفضل مجد الملک قمی کو مستوفی مقرر کیا۔ ہندوستان میں سلاطین مغلیہ کے عہد میں بھی یہ عہدہ قائم تھا، ایران اور افغانستان میں ابتک مستوفی الممالک کا منصب موجود ہے، زمانہ حال کے بعض مولفین نے اسکو بمنزلہ اکونٹنٹ جنرل، بعض نے بمنزلہ کنٹرولر جنرل اور بعض نے بمنزلہ ریونیو کمشنر تعبیر کیا ہے، لیکن اسمیں کچھ شک نہیں، کہ عہد ماضی میں مستوفی مال کا یہ ایک اعلیٰ اور ذمہ دارانہ منصب تھا؛ مگر امتداد زمانہ پر اس عہدہ کے لوازم اور اختیارات کی حیثیت اور نوعیت بر سلطنت کے مناسب حال بدلتی رہی، سنہ ۱۹۱۰ء سے لیکر سنہ ۱۹۱۲ء تک جب میں نیابت بیلہ کا مستوفی تھا، تو دیوانی، مالی، فوجداری اور انتظامی اختیارات اگرچہ وسیع تھے، مگر عام طور پر اس عہدہ کی حیثیت بمنزلہ تحصیلدار یا بعض خاص امور میں بمنزلہ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر متصور تھی، اس وقت عدالت مستوفی اور عدالت ہزہائینس خان قلات کے درمیان عدالت صاحب پولیٹکل ایجنٹ قلات حائل تھی، انگریزی علاقہ میں مال افسر کے لوازم فرائض عہدہ مستوفی سے کچھ مشابہ ہیں، فقیر

خاص واقعہ ہی ،

رمضان سنہ ۱۳۰۹ھ میں دُنیائے سیاست سے متعلق کسی سیاسی نمکحرامی کے اشتباہ پر میر خداداد خانصاحب نے مستوفی کو مع سہ کس دیگراں بمقام بھاگ قتل کروادیا جسکی جوابدہی کے سلسلہ میں آپکو حکومت سے دست بردار ہونا پڑا ،

بیان کیا جاتا ہی[1] کہ مستوفی فقیر محمد کی زندگی ہی میں کئی سال پیشتر ایک مجذوب فقیر نے اس کی طرف دیکھکر کہا تھا۔ کہ "اس کا سر اور بلوچی برابر ہیں"، چنانچہ اتفاق عجیبہ ہی کہ جب مستوفی فقیر محمد کا سر قائم نہ رہا ، تو بلوچی نمونہ کی حکومت کا بھی ساتھ ہی خاتمہ ہوگیا ،

سلطان ملک شاہ سلجوقی نے خواجہ نظام الملک طوسی وزیر اعظم کو بوجوہات چند جب یہ پیغام بھیجا۔ کہ "اگر آپ نے مناسب انتظام نہ کیا ، تو میں حکم دونگا۔ کہ سر کے دستار (خلعت وزارت) اور سامنے سے دوات (قلمدان وزارت) ہٹالی جائے" تو خواجہ نے اس کے جواب میں کہا۔ کہ "کارکنان قضا وقدر نے میری دوات اٹھالیجائیگی ، تو یاد رہے کہ سلطان کے سر سے بھی تاج اٹھہ جائیگا۔"

شعبان سنہ ۴۸۵ھ کو سلطان ملک شاہ کے حکم سے خواجہ منصب وزارت سے معزول کیا گیا ، اور "حسن بن صباح" کے حکم سے اس کے ایک چہڑی بند فدائی نے خواجہ کو ۱۰ رمضان المبارک سنہ ۴۸۵ھ مطابق ۱۴ اکتوبر سنہ ۱۰۹۲ء کو پنجشنبہ کے دن بعد نماز تراویح شہید کردیا ،

عجیب مطابقت ہی کہ خواجہ کی شہادت کے ۳۵ دن بعد ۱۵ شوال سنہ ۴۸۵ھ مطابق ۱۸ نومبر سنہ ۱۰۹۲ء کو شب جمعہ بمقام بغداد ملک شاہ نے بھی بعارضہ تپ شدید انتقال کیا ، اور خواجہ کا وہ قول پورا اترا۔ کہ "جب میرے سامنے سے دوات اٹھالی جائے گی ، تو ملک شاہ کے سر سے بھی تاج اٹھہ جائے گا ،

میر خداداد خانصاحب کی علیحدگی پر آپکے فرزند کلاں میر محمود خان صاحب احمدزئی مسندنشین حکومت قلات کیئے گئے جواب تک متمکن ہیں ،

میر خداداد خان صاحب اور سرداران بروہی کی باہمی مخاصمت کی ابتدا کے متعلق اب فیصلہ یہ کرنا۔ کہ

دامن خار سے الجھا کہ الجھے خار دامن میں

زائد المیعاد بات ہے ، کیونکہ ایسے بیشمار واقعات ایشیا ہی میں نہیں بلکہ سرزمین یورپ میں بھی رونما ہوتے رہے ،

---

[1] سنہ ۱۹۱۰ء سے لیکر مئی سنہ ۱۹۱۲ء تک جب میں نیابت بھاگ کا مستوفی تھا ، تو ملا حامد اللہ قاضی بھاگ نے مجھے یہ حال بتلایا ،

عہد اسلام کا یہ ایک تاریخی واقعہ ہے، کہ خلیفہ ولید بن عبدالمالک کے زمانہ میں اسلام کے
نامور سپہ سالار طارق نے جس کے نام پر جبل الطارق (جبرالٹر) مشہور ہے۔ مقابلۃً قلیل فوج باوجود
مردانگی و بہادری کے ساتھ جب اندلس کو فتح کیا، تو اس وقت عیسائیوں میں نہ اتفاق تھا نہ حمیت
اور ایک دوسرے سے بغض وعناد رکھتے تھے،

تاریخ کی یہ ایک کھلی صداقت ہے کہ ہم نے سات سو برس تک وہاں اس شاندار طریق سے حکومت
کی جس کی نظیر تاریخ عالم میں نہیں مل سکتی، مگر آہ! آج وہی ہسپانیہ ہے کہ چراغ لیکر ڈھونڈنے سے
بھی وہاں کوئی مسلمان متنفس نہیں مل سکتا، [۵۰]

اول سے ہوتے آئے ہیں دنیا میں انقلاب
کبھی ایک طرح پر تو زمانہ رہا نہیں!

مختصراً یہ کہ باعتبار نوعیت بلوچستان اب دو[۵۱] حصوں پر منقسم ہے ایک حصہ برٹش بلوچستان کے نام
سے موسوم ہے اور بلوچستان کا دارالخلافہ[۵۲] اب کوئٹہ ہے،

دوسرا حصہ جسکو علاقہ ریاست قلات کہا جاتا ہے، ہز ہائی نس کا ہیڈ کوارٹر قلات ہے، بہیئت
مجموعی بلوچستان روز بروز تہذیب جدید سے مانوس ہو رہا ہے،

قلات سٹیٹ سروس میں سے میں پہلا پنجابی الوطن تھا، جو مستوفی ہوا، اور میری سٹیٹ سروس
کے تمام عرصہ تک ہز ہائی نس سر میر محمود خان صاحب بیگلر بیگی[۵۳] ہی مسند حکومت پر متمکن رہے،

یکم جنوری ۱۸۹۲ء سے ۱۴ دسمبر ۱۹۲۱ء تک باستثنا ایک سال میں نے اپنی عمر عزیز کے ۲۸
سال مختلف عہدوں اور مختلف حیثیتوں میں سرزمین بلوچستان میں صرف کئے، علاقہ ہائے کچھی،
سراوان اور جھالاوان کے تمام چیدہ اور مشہور مقامات کو بصیغۂ ملازمت دیکھا۔ اور ایک سپیشل
ڈیوٹی کی بنا پر جیکب آباد سے کراچی (علاقہ سندھ) اور کراچی سے بیلہ تک گیا۔ جو ریاست لسبیلہ

---

[۵۰] ہر دو حصص بلوچستان میں بصیغۂ ملازمت ہمارا تعلق رہا، میں علاقہ ریاست قلات میں مستوفی ہوا۔ علاقہ
برٹش بلوچستان میں برادر عزیز قاضی فتح حسین صاحب (مرحوم) انسپکٹر پولیس کوئٹہ ہوئے مستونگ روڈ میں برادر
زادہ عزیز قاضی منظور حسن صاحب (مرحوم) سب انسپکٹر پولیس رہے، برادر عزیز قاضی طالب حسین المعروف قاضی طالب
مہدی صاحب سب انسپکٹر پولیس کوئٹہ میں۔ اسکی تفاخر کے لئے نہیں بلکہ از روئے واقعات نفس الامری لامحالہ کہنا پڑتا ہے
کہ کوئٹہ اور بہاگ کی سرزمین جب تک موجود رہیگی، اس وقت تک اس کا ایک ایک ذرہ اس امر کی شہادت دیتا
رہیگا۔ کہ ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما، نیّر، [۵۲] کوئٹہ پچیس ہزار روپیہ سالانہ رقم اجارہ پر
لیا گیا۔ [۵۳] امیر الامرا و سپہ سالار، ترکی لفظ ہے، نیّر،

کا ہیڈ کوارٹر ہے،

وہ درۂ بولان جس میں سنہ ۱۸۷۵ء سے پیشتر سینکڑوں اشخاص کی لاشیں جمع ہو کر گذرنا بھی خالی از خطر نہ ہوسکتا تھا، اب محفوظ ہے۔ اور اس میں روزانہ ریل گاڑی چلتی ہے،

بصنعِ قدرتِ ایزد بہ بیں و عبرت گیر
کہ حکمتش بہ تمامی امور استاد است

وہ بلوچستان جو ۱۸۷۶ء سے قبل باہمی خانہ جنگی اور خونریزی میں معروف تھا، اب ممالک برطانیہ کا ایک باامن صوبہ ہے،

اقبال تیرے عشق نے سب بل دئے نکال
مدت سے آرزو تھی کہ سیدھا کرے کوئی

گوجرانوالہ
۲۲ فروری ۱۹۲۷ء } حقیر الکونین
قاضی نظیر حسین، فاروقی، ریٹائرڈ مستوفی قلات

کلامِ افسر

ڈھونڈنے والے جو پیدا ہوں تو سب کچھ ہی ہیں
چھپنے والا کہہ رہا ہے ڈھونڈنے والے نہیں

اُف رے یہ ذوقِ عبادت کی عجائب کاریاں
دل کہیں ہے میں کہیں ہیں سجدہ کہیں ہے سر کہیں

مدعا دل کا بر آیا بھی تو کیا حاصل ہوا
آرزوئیں اب سے پہلی تھیں مگر ایسی نہ تھیں

چاہتی ہیں اب تو یہ سودائیاں جستجو
کاش منزل پر کوئی کہہ دے کہ یہ منزل نہیں

بعد ظاہر کچھ نہیں ہلکے سے پردے کے سوا
ہم نہیں ہیں یا تم نہیں ہو گو ہم کہیں ہیں یا تم کہیں

ہیں مرے اشعار افسر اگلی نسلوں کیلئے
سننے والے میرے نغموں کے ابھی آئے نہیں

حامد اللہ افسر میرٹھی

مقدمات

ترتیل و تنظیم قرآن شریف

قرآن شریف میں غور کرنے اور سمجھنے کیلئے پہلے دو باتوں کا معلوم کرنا ضروری ہی، اگر ان کا خیال نہ کیا جائے، تو اکثر مقامات پر معانی سمجھنے میں بڑی دقت پیش آتی ہی، ایک یہ کہ قرآن شریف کس طرح سے نازل ہوا تھا۔ اور دوسری یہ کہ کس طرح پر ترتیب دیا گیا، اور جمع کیا گیا، جب تک یہ دونو باتیں نہ سمجھی جائیں، تب تک بہت سی آیتوں کے صحیح معانی نہیں سمجھی جا سکتے، پہلی بات کہ قرآن شریف کس طرح سے نازل ہوا تھا، اس میں مسلمانوں کا اتفاق ہے، کہ قرآن شریف ٹکڑے ٹکڑے حسب ضرورت و موقع تئیس برس کی مدت میں نازل ہو کر پورا ہوا ہے، ایک دفعہ پورا نازل نہیں ہوا ہی، چونکہ اس امر میں کسی کا اختلاف نہیں ہی، اس واسطے اس کے دلائل بیان کرنیکی ضرورت نہیں، صرف عوام کے اطمینان کے لئے یہ دو آیتیں لکھی جاتی ہیں، وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَاحِدَةً كَذَٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلًا، الفرقان آیۃ ۳۲ ۔ کافروں نے کہا کہ اس نبی پر ایک ہی مرتبہ قرآن سارا کیوں نہ نازل ہوا، یہ بات درست ہی، تاکہ تھوڑا تھوڑا اتارنے میں تیرے دل کو تقویت حاصل ہوتی جائے، اور ہمنے بڑی خوبصورتی کے ساتھ تجھکو پڑھ کر سنایا ہی،

جب کفار نے اعتراض کیا کہ قرآن ایکدفعہ کیوں نہیں نازل ہوا۔ تو اللہ تعالے نے خود جواب دیا کہ اسمیں حکمت ہی، کہ تھوڑا تھوڑا جو تغیر علم اور حالت میں ہوتا جاتا ہے، تو قدرتی طور پر طبیعت ایسے تغیر کو خوب برداشت کرتی ہی اور ایکدفعہ اس قسم کا بوجھ ڈالنے میں بڑی گھبراہٹ پیدا ہو جایا کرتی ہی، اور بسہولت تعمیل نہیں ہو سکتی اور ہمنے اس قرآن کو بڑی خوبصورتی سے نظم اور فصاحت کیساتھ پڑھکر سنایا

(۲) وَقُرْآنًا فَرَقْنَاهُ لِتَقْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ عَلَىٰ مُكْثٍ وَنَزَّلْنَاهُ تَنْزِيلًا (بنی اسرائیل آیت ۱۰۶)

ان دونوں آیتوں سے صاف سمجھا جاتا ہے، کہ قرآن شریف ٹکڑے ٹکڑے اور وہ بھی کوئی بہت چھوٹا اور کوئی بڑا نازل ہوا ہے،

اب دوسری بات یہ ہی کہ ٹکڑوں کو کس طرح اور کس قاعدہ سے ترتیب دیا گیا ہی یہ بات قرآن

شریف میں غور کرنے سے بخوبی سمجھ میں آجاتی ہے، کہ ان ٹکڑوں کو ترتیب دینے میں دو باتیں یقینی طور پر
مدنظر رکھی گئی ہیں، اول یہ کہ اگر دو یا کئی ٹکڑے ایک مضمون کے ہیں، یا ایک جیسے مضمون کے ہیں، یا ایک
دوسرے مضمون میں کسی قسم کا تعلق رکھتے ہیں اور ترتیل میں بھی ایک دوسرے کے موافق ہیں تو
ان کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے، اور اگر یہ دونوں باتیں نہ ملیں، تو ترتیب کا لحاظ مقدم رکھا گیا ہے
خواہ مضمون بالکل مختلف اور بے تعلق ہوں، لیکن انکی نظم یکساں ہو تو ان ٹکڑوں کو جمع کر دیا گیا۔

ترتیل سے میرا یہ مطلب یہاں وہی ہے جو کچھ لغت عرب میں مفہوم ہوتا ہے، یعنی کلام خوشنما
دلچسپ کلمات سے بڑی خوبی کے ساتھ ترتیب دئے ہوں جس کے سننے سے سامعین کو فرحت حاصل
ہو، اور وہ کلام مطلب خیز اور فصیح ہو، یہ قرآن جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے، اسمیں علاوہ بہت
سی خوبیوں کے ایک یہ بہت بڑی خوبی ہے کہ اسکی نظم نہایت دلکش اور نہایت فصیح ہے، اشعار کے
وزن اور قافیہ و ردیف کے بھی قواعد اور اصول شعرا نے منضبط کئے ہیں، ایک شاعر طبعاً یا تعلیم پاکر
ان قواعد کی پابندی کرتا ہے، لیکن نثر میں اس قسم کا وزن نہیں ہوتا، ایک خاص قسم کی روانی آواز کی
ہوتی ہے اور ساتھ میں سجع اور قافیہ کا التزام بھی بعض لوگ کرتے ہیں، قرآن شریف کی عبارت اور نظم
میں بھی ایک خاص قسم کا وزن یا یوں کہو کہ خاص قسم کا طریق روا رکھا گیا ہے، جو پڑھنے اور سننے والے
کو نہایت لذیذ اور خوش معلوم ہوتا ہے، ہر ایک سورت کی روانی ایک مخصوص طریق کی ہے، جیسے اشعار
میں کسی شعر کا فاعلات فاعلات فاعلات ہے، کسی کا وزن فعولن فعولن فعولن فعول وغیرہ ہوتا ہے
اسی طرح سے ہر ایک سورۃ کا بھی ایک خاص وزن ہوتا ہے، اگر آج تک کوئی شخص ان اوزان کو قلمبند
و ترتیب نہیں کر سکا، اس کے سننے سے قدرتی اور طبعی طور پر سمجھ میں آجاتا ہے، کہ اس کلام کا ایک
وزن ہے اور دوسرے کلام کا دوسرا وزن ہے، اور اس کے پڑھنے میں ہر سورۃ کے شروع سے آخر تک
آواز اور لہجہ کو ایک خاص شکل اختیار کرنی پڑتی ہے، اور اس کے کلمات کی ترتیب میں ایک ایسا تناسب
لازم رکھا گیا ہے، کہ پڑھنے اور سننے والے کو ہر ایک سورۃ اول سے آخر تک ایک کلام واحد معلوم
ہوتی ہے، البتہ بعض سورتوں میں پہلی آیتوں سے شروع کرکے بتدریج اور غیر محسوس طور پر وزن پر
بدلتا جاتا ہے، مگر یہ تفاوت بہت خفیف ہوتا ہے ناموزون نہیں معلوم ہوتا۔ ہر ایک سورۃ کی دوسری
سورت کی نظم سے اس طرح سے تمیز ہو جاتی ہے، فن موسیقی کے قواعد کی اسمیں بالکل پیروی نہیں کیگئی
کیونکہ اس فن کی بنیاد زیادہ تر سروں کی بلندی اور پستی پر رکھی گئی ہے، مگر قرآن کی نظم کی خوبصورتی
اس کے الفاظ متناسبہ کی ترتیب پر منحصر ہے، جو ایک طرح کی سہولت اور خوبصورتی کے ساتھ زبان سے

جاری ہوں، اس کیساتھ ہی دوسری خوبی قرآن کی نظم کی یہ بھی ہے کہ اس کے جملے مسجع اور مقفیٰ ہوتے ہیں، اب میں چند آیات مثال کے طور پر لکھکر اس مضمون کو زیادہ واضح کرنا چاہتا ہوں۔ لا اقسم بیوم القیمۃ، ولا اقسم بالنفس اللوامۃ، ایحسب الانسان الن نجمع عظامہ ..... الخ (سورۂ قیامۃ) قسم ہے قیامت کے دن کی اور قسم ہے ملامت کرنیوالے نفس کی، کیا انسان خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں نہ جوڑینگے، ہم تو انگلیونکی چھوٹی چھوٹی ہڈیاں برابر جوڑ سکتے ہیں، بلکہ انسان آئندہ کو بھی نافرمانی کرنی چاہتا ہے، پوچھتا ہے کہ قیامت کب ہو، پس جب آنکھ چندھیا جائیگی، اور چاند گہنا جائیگا، اور سورج اور چاند جمع ہو جائیں گے، پھر انسان کہیگا، کہ اب میں کہاں جاؤں، نہیں اب کہاں بھاگ سکتا ہے، اس دن تو اللہ کے پاس ہی ٹھکانا ہے، اسدن انسان کو آگاہ کیا جائیگا۔ کہ تیرے اگلے پچھلے عمل یہ ہیں، انسان کا دل خود اپنی بدعملی کی گواہی دیگا۔ گو زبان سے عذر معذرت کرتا رہے، وحی اترتے وقت اپنی زبان کو زیادہ حرکت نہ دیا کر کہ جلدی سے یاد کرلے، اس کا جمع کرنا اور پڑھ کر سنانا ہمارا کام ہے، جب ہم پڑھ کر سنادیں تو اس کو بعد میں پڑھ، پھر اس کا سمجھانا بھی ہمارا کام ہے، اے لوگو تم دنیا کی خوبی چاہتے ہو اور عاقبت کو چھوڑے جاتے ہو، اس دن کئی منہ تر و تازہ ہونگے، خدا کا دیدار کرتے ہونگے۔

ان آیتوں میں شروع سورت سے پندرہویں آیت تک مسلسلہ وار قیامت کا اور موت کا ذکر چلا آتا ہے، اس کے بعد دفعتہً یہ ذکر آگیا۔ کہ جب وحی نازل ہوا کرے، تو آپ جلدی سے نہ پڑھنے لگا کریں، ہم سے سنکر بعد میں پڑھا کریں، اس کا سنانا اور جمع کرنا اور مطلب سمجھانا ہمارا کام ہے، اس کے بعد پھر وہی قیامت کا ذکر جو پہلے تھا شروع ہو گیا، یہ قیامت اور وحی کی آیتیں ایک وقت نازل نہیں ہوئیں، لیکن وحی کی آیتوں کا وزن اور قافیہ اس سورت کے وزن اور قافیہ سے متحد تھا گو مضمون مختلف تھا۔ اس لئے یہ وحی کی آیتیں اس صورت میں رکھدی ہیں،

(۲) یاایھا الذین اٰمنوکتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون سے کنتم تعلمون تک (البقرہ) اے ایمان والو تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں، جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے، تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ، چند روز ہیں پھر تم میں سے کوئی مریض ہو یا مسافر تو دوسرے دنوں میں شمار پورے کرلیا کرے، اور جو مسافر یا مریض روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہیں، وہ روزہ نہ رکھیں تو ان کے ذمہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے، اور جو اپنی خوشی سے نیکی کرے تو اس کے لئے بہتر ہے، اور اگر روزہ رکھو تو بہتر ہے اگر تم کو معلوم ہو،

ان دو آیتوں کے نازل ہونے پر کچھ لوگ روزے رکھنے لگے تھے اور چونکہ کوئی وقت نہیں بتایا گیا تھا، کہ کس مہینے میں یا کن دنوں میں روزے فرض ہیں، اس لئے سب فرض ہیں، اس لئے سب روزے نہیں رکھتے تھے، اس آیت کے نازل ہونے سے دیر بعد یہ آیت نازل ہوئی، شھرو رمضان الذی انزل فیہ القرآن سے لعلکم تشکرون تک (البقرآیت ۱۸۵) ترجمہ، ماہ رمضان میں قرآن شریف نازل ہوا ہے جو ہدایت ہے لوگوں کے لئے اور جس میں ہدایت کے روشن دلائل ہیں اور حق و باطل کی پوری تمیز ہے، جو تم میں سے رمضان کا مہینہ پائے وہ اس مہینہ میں روزے رکھے اور جو مریض ہو یا مسافر وہ بعد میں روزہ رکھ لیا کرے، اللہ تعالٰے تمہیں آسانی کرنی چاہتا ہے تمکو مشکل میں ڈالنا نہیں چاہتا، تاکہ تم تعداد پوری کرلو، اور اللہ کی بڑائی کرو، کہ اس نے تمکو ہدایت کی ہے اور تاکہ تم اس کے شکرگذار ہو،

یہ تیسری آیت پہلی دو آیتوں سے مدت کے بعد نازل ہوئی ہے، لیکن آیتوں کا مضمون ایک ہی ہے، نظم بھی ایک ہی ہے، گو نزول میں بہت مدت کا فاصلہ ہے، اسلئے ایک جگہ جمع کردی ہیں،

وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَہُمْ سے لَا یَعْلَمُوْنَ تک (انفعال، آیات ۳۳ و ۳۴) ترجمہ اللہ تعالٰی انکو عذاب نہیں دیگا، جب تک تو انکے درمیان ہے اور جب تک وہ بخشش مانگتے ہیں، تب تک بھی اللہ ان کو عذاب نہیں دیگا۔ اور اللہ انکو کیوں نہ عذاب دیگا۔ جبکہ وہ کعبہ میں آنے سے روکتے ہیں، حالانکہ وہ متولی نہیں ہیں، متولی تو پرہیزگار لوگ ہیں لیکن بہت لوگ اس بات کو نہیں جانتے،

ان دونوں آیتوں کا مضمون ایک دوسرے کے متناقض ہے، کیونکہ پہلی آیت میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ ان کو عذاب نہیں دیگا۔ مگر بات یہ ہے کہ جس وقت رسول اللہ اور ان کے ساتھی مسلمان مکہ میں موجود تھے، تب تک اللہ کا وعدہ تھا کہ عذاب نہیں آئے گا۔ جب حضرت اور ساتھی ہجرت کر کے مکہ سے چلے گئے، اور پھر مکہ والے مسلمانوں کو کعبہ میں آکر طواف اور نماز ادا کرنے سے بھی روکتے تھے، تب اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ کہ اب انکو کیوں نہ عذاب دیا جائیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ مکہ فتح ہوا، اور مشرکین ذلیل اور قتل ہوئے، ان دونوں آیتوں کے نزول میں کم از کم چھ سال کا فاصلہ ہوگا۔ اور مضمون ایک دوسرے سے متناقض، مگر ان دونوں آیتوں کی نظم آپس میں متشابہ ہے، یہ دونوں آیتیں ایک جگہ جمع کردی گئیں، اہل مکہ میں بہتیرے مسلمان اللہ سے استغفار مانگتے تھے، اس لئے پہلی آیت میں اللہ تعالٰے نے فرمایا تھا۔ کہ مکہ والوں پر عذاب نازل نہیں ہوگا۔ جب تک نبی ان میں موجود ہے، اور جب تک استغفار کرنیوالے ان میں موجود رہیں، یہ اللہ کا دائمی قانون ہے کہ نبی کے ہوتے ہوئے کسی ملک

پر عام عذاب نہیں بھیجا کرتا۔ حضرت لوط کو اور انکے مومن ساتھیوں کو باہر نکالدیا۔ تب انکی بستیوں پر عذاب آیا۔ جب نوح موئنے کشتی بنالی۔ اور آپ مع مومنین کے اس پر سوار ہو لئے۔ تب طوفان آیا جب حضرت موسیٰ مع اور بنی اسرائیل دریا میں سے گذر گئے، تب فرعونی غرق ہوئے،

یا ایہا النبی حرض المومنین علی القتال سے واللہ مع الصابرین تک (انفعال) ترجمہ

اے نبی ترغیب دے مومنوں کو جنگ کی، اگر تم میں بیس مرد صبر کرنیوالے ہونگے، تو دو سو پر غالب آئینگے اور اگر تم لوگ ایک سو ہوگے، تو ایکہزار کافروں پر غالب آؤگے، کیونکہ وہ لوگ بے سمجھ ہیں، اب اللہ نے تمہارا بوجھ ہلکا کر دیا اور معلوم کر لیا۔ کہ اب تم کمزور ہو گئے ہو، اگر تم لوگ ایک سو صابر ہوگے تو دو سو پر غالب آؤگے، اور اگر تم ایکہزار ہوگے، تو اللہ کے حکم سے دو ہزار پر غالب آؤگے اور اللہ صبر کرنیوالے کے ساتھ ہے،

ان دونوں آیتوں سے پہلی آیت شروع زمانہ ہجرت میں نازل ہوئی تھی، اور دوسری فتح مکہ کے بعد یا قریب اس زمانہ کے نازل ہوئی ہے، کیونکہ ابتدائی زمانہ اسلام میں جو لوگ ایمان لائے تھے اور خالص اور بڑے پختہ یقین سے ایمان لائے تھے، انکو دنیا کی کوئی تکلیف نہ ڈرا سکتی تھی، لیکن اسلام جب ملک میں پھیل گیا اور طاقتور اور آسودہ ہو گیا۔ تب بہت لوگ کثرت کے ساتھ شامل ہونے کے لئے ایمان لے آئے تھے، ان کے اعتقاد بہت پختہ نہیں تھے، یہ لوگ جنگ میں ایسے استقلال کیساتھ سختیوں کی برداشت نہیں کر سکتے تھے، جیسی ابتدائے اسلام کے لوگ کر سکتے تھے لیکن ان دونوں آیتوں کی نظم ایسی ملتی ہوئی تھی اور گو مضمون مختلف تھے، یعنی پہلی آیۃ میں دس گنوں سے اور دوسری آیت میں دگنوں سے لڑنے کا حکم تہا، مگر موضوع یعنی جنگ میں استقلال ایک ہی تہا۔ اس لئے یہ دونوں ایک جگہ جمع کر دیں، اسی طرح سے اور بہت سی آیتیں ہیں، جو مختلف زمانوں میں اتریں، لیکن قرآن میں ایک جگہ جمع کر دی گئیں،

اب دو امر اور ہیں، جو قرآن شریف کے ساتھ زیادہ خاص ہیں، انکا بھی اس موقعہ پر بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ قرآن شریف کی بعض سورتوں کے شروع میں ایک دو یا کئی حروف مقطعات لکھے گئے ہیں، جیسے قٓ یا الٓمٓ یٰسٓ حٰمٓ وغیرہ! مفسرین نے ان کے معنی اور تفسیر اور توجیہہ کی نسبت مختلف رائیں ظاہر کی ہیں، بعض نے کہا ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے معنی کسی پر ظاہر نہیں کئے گئے ہیں، خلفائے اربعہ کی یہی رائے لکھی ہے، بعض نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انکے معنی کسی پر ظاہر نہیں کئے، خلفائے اربعہ کی یہی رائے لکھی ہے، بعض نے کہا ہے، کہ یہ

سورتوں کے نام ہیں، جو اللہ تعالیٰ نے خود مقرر کر دئے ہیں، اور بعض نے لکھا ہے۔ کہ ان سے قسمیں مراد ہیں اور بعض نے ہر ایک حرف سے ایک لفظ مراد لیا ہے، جیسے الٓمٓ میں الف سے انا یعنی میں، اور ل سے اللّٰہ اور م سے اَعْلَمُ یعنی میں اللہ بڑے علم والا ہوں، لیکن ان چاروں توجیہوں میں سے کوئی بھی استرین قیاس نہیں ہے، کیونکہ جو کتاب اس نے ہدایت کے واسطے بھیجی ہے، اس کا کچھ حصہ ایسا رکھا ہو، کہ اس سے کسیکو کچھ فائدہ نہ پہنچے، اسکی کیا وجہ ہے، اور دوسری بات تو بالکل بےمعنی ہے، کیونکہ کئی سورتوں کے ایک ہی نام رکھنے بے فائدہ ہیں، ان سے پہچان نہیں ہو سکتی، اور اللہ تعالیٰ نے ان حرفوں سے قسم کھائی ہو، یہ بھی کسی قرینہ سے نہیں سمجھا جا سکتا۔ اور جو لوگ حرفوں سے الفاظ مراد لیتے ہیں، انکی بھی کوئی دلیل نہیں ہے، کیونکہ وحی سے تو ظاہر نہیں ہوا۔ کہ کس حرف سے کون لفظ مراد ہے، دوسرے یہ کہ اللہ تعالےٰ نے ایسی باتیں قرآن شریف میں خوب واضح طور پر بیان کی ہیں، یعنے اپنی تعریف، یعنی انا اللہ اعلم اور طرح سے قرآن شریف میں بیسیوں جگہ مذکور ہے، اور اسی مضمون کو معمے کی صورت میں لکھنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے، ایسے امور میں قیاس کا دخل ہی نہیں ہے، اس واسطے یہ چاروں توجیہات صحیح نہیں معلوم ہوتیں، البتہ جو بات ظاہر اور واقعات کیموافق ہے وہ یہ ہے کہ علم موسیقی میں یہ عام قاعدہ ہے کہ جب کوئی راگ شروع کیا جاتا ہے تو پہلے ایک نوٹ بجایا جاتا ہے، جس کو Key نوٹ کہتے ہیں، سننے والوں کو اس نوٹ سے یہ سمجھ میں آجاتا ہے کہ آگے کیا راگ بجایا جائیگا۔ جب زبان سے کوئی راگ گانا ہو تو اکثر اس راگ سے پہلے اس راگ کے سُر زبان سے نکالی جاتے ہیں، ایسا کرنے سے گانیوالا اس راگ کو گانے کے لئے اپنے اعصاب کے نظام لحن کو یعنے خاص قسم کی سُروں کی ترتیب سے نکالنے کی قوتوں کو عمل لانے کے لئے حاضر کر لیتا ہے، یورپ اور ایشیا میں بھی یہ عمل عام ہے، گو بالکل لازمی نہیں ہے تاہم عام ہے، اس طریقہ قرآن شریف کی ہر ایک سورۃ کا ایک خاص وزن ہے، اس کے پڑھنے میں آواز کی رفتار ایک خاص قسم کی ہوتی ہے، اس وزن اور رفتار کے دکھلانے کے لئے سورتوں کے شروع میں اللہ تعالےٰ نے حروف مقطعات رکھدئے ہیں، جن کے پڑھنے سے معلوم ہو جاتا ہے، کہ اس سورت کا وزن کیا ہے اور پڑھنے والا پہلے سے اپنے نظام لحن کو اس شکل کا بنا لیتا ہے، چھ سورتیں الف، ل، م سے شروع ہوتی ہیں اور چھوٹوں کا ایک وزن ہے، صرف قافیہ اور سجع میں کچھ کچھ تفاوت ہے، چھ سورتیں۔ الف لام را سے شروع ہوتی ہیں، ان کے وزن یکساں ہیں، صرف دوسرے درجہ کی باتوں میں کچھ تفاوت

ہے، چھ سورتیں حٰمٓ سے شروع ہوتی ہیں، ان کے بھی ایک ہی وزن ہیں یٰسٓ اور حٰمٓ کا ایک ہی وزن معلوم ہوتا ہے، صرف حروف کا تفاوت ہے، اگلی آیات میں ان سورتوں کے وزن ملتے ہوئے ہیں، قٓ ںٓ صٓ یہ تینوں سورتیں ایک ایک حرف سے شروع ہوتی ہیں، ان کے اوزان قریباً یکساں ہیں، صرف قافئے اور سجع کا تفاوت ہے اور سورتوں میں سے کوئی طٰسٓ سے شروع ہوتی ہے، کوئی طٰسٓمٓ، کوئی طٰہٰ سے، کوئی کٓھٰیٰعٓصٓ سے کوئی حٰمٓ عٓسٓقٓ سے ہے، سب میں یہی قاعدہ کلیہ ہے کہ جو وزن ان حروف کے مجموعے کا یا اکیلے اکیلے حرف کا ہے، وہی وزن ہر ایک سورت کی آیات کا ہے،

اگر کوئی شخص مختلف وزنوں کی سورتوں کی آیتوں کو ملا کر پڑھ کے دیکھے، تو اس کو بخوبی سمجھ میں آسکتا ہے کہ انکو ملا کر پڑھنا پڑھنے اور سننے والوں کو کیسا ناگوار محسوس ہوتا ہے اور یہ عمل کیسا غیر طبعی اور ناخوش معلوم ہوتا ہے، مثلاً واذا قیل لھم لا تفسدوا فی الارض قالوا انما نحن مصلحون، الا انھم ھم المفسدون ولکن لا یشعرون، ما انزلنا علیک القرآن لتشقیٰ، الا تذکرۃ لمن یخشیٰ، ان میں پہلی دو آیتیں الٓمٓ کی ہیں، اور پچھلی دو آیتیں طٰہٰ کی ہیں، ان کے ملانے سے کیسا فرق معلوم ہوتا ہے، اسی طرح سے اور مختلف وزنوں کی سورتوں کو لے کر انکی آیتوں کو ملا کر پڑھا جائے، تو یہ مضمون بخوبی سمجھ میں آسکتا ہے،

دوسری خصوصیت قرآن شریف کی یہ بھی ہے، کہ اللہ تعالےٰ نے کئی سورتوں کے پہلے مختلف چیزوں کی قسمیں کھائی ہیں، حالانکہ نہ اللہ تعالےٰ کو قسمیں کھانے کی ضرورت ہے اور نہ سامعین کو اس سے کچھ فائدہ حاصل ہوتا ہے، کیونکہ جو لوگ ایک کلام کو کسیطرح صحیح نہیں مانتے، اور نہ اسکو خدا کا کلام جانتے ہیں، ان کے لئے قسم اور بلا قسم کے دعوے کرنا ایک ہی بات ہے یہ تفاوت صرف انسان کے کلام میں ہوتا ہے، جو جھوٹ بھی بول سکتا ہے، لیکن خدا کے ڈر سے یا کم از کم لوگوں کے ڈر سے قسم کھا کر اپنے عہد کے پورا کرنیکا زیادہ لحاظ رکھتا ہے، اور واقعی امر تو یہ ہے، کہ شریر لوگ جھوٹی قسموں کے کھانے سے بھی پرہیز نہیں کرتے، انسان کی قسم بھی اسی وقت مفید ہو سکتی ہے، جب دوسرے لوگ اس کا اعتبار کریں، غرض اللہ تعالیٰ کی قسمیں اس قسم کی نہیں ہیں جس قسم کی انسان کی قسمیں ہوتی ہیں، بلکہ کلام عرب میں فصیح لوگ اپنی کلام کو زیادہ خوبصورت بنانیکے لئے اس طرح کی قسمیں کھایا کرتے تھے، اور چونکہ قرآن شریف بالکل محاورۂ

ہوا ہے، اس لئے اس میں بھی کئی جگہ شروع صورت میں اسی وزن اور قافیہ کا لحاظ رکھکر جو آگے سورت میں رکھا گیا ہی ایک فقرہ یا چند فقرے قسموں کی صورت میں رکھہ دئے گئے ہیں اور واقع میں ان سے نظم زیادہ خوبصورت بن جاتی ہی، مثلاً وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا، وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا، وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا، وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا، وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا، فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا ـــــ وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰۤى ـــــ وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا وَالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا وَالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا۔ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا، فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا، علیٰ ہٰذا القیاس اور کئی سورتوں میں قسمیہ جملے سورتوں کے پہلے رکھے گئے ہیں، ان سے تزئین کلام اور سورت کا وزن بنانے کے سوا اور کچہہ مطلب معلوم نہیں ہوتا۔

قسم کا رواج تمام جہان میں اور تمام زمانوں میں رہا ہے اور اب تک موجود ہی، یہاں تک کہ عیسائی مذہب میں جسمیں قسم کہانے کی بالکل ممانعت ہے، انکی گورمنٹوں نے بہی بہت سی موقعوں پر قسم کہانا لازمی کر دیا ہے، مگر یہ قسمیں ایک خاص مطلب رکہتی ہیں، وہ یہ ہی کہ انسان ایک وعدے یا شہادت کی سچائی ظاہر کرنے کے لئے ایسی شئے کی قسم کہاتا ہے جسکی تعظیم وعزت یا تمامت درجہ کی محبت اس کے دلمیں ہوتی ہے، مثلاً خدا کی قسم، یا کسی دوسرے معبوٗ کی قسم بہی وہ لوگ کہاتے ہیں جن کا دوسرے معبودوں پر اعتقاد ہوتا ہے یا ماں باپ یا اولاد یا اپنی جان کی قسم یا عزت واقبال یا بادشاہ کی قسم، ان قسموں کے کہانے سے انسان کو یہ خیال ہوتا ہی، کہ اگر میں جہوٹ بولونگا۔ یا وعدہ پورا نہ کرونگا۔ تو خدا یا دوسرے معبوٗ کا قہر مجہپر نازل ہوگا۔ یا وہ عزیز شئے جسکی میں نے قسم کہائی ہے، میں اس سے محروم ہو جاؤنگا۔ عرب میں بہی کسی عہد کرنے کے وقت یا شہادت کے وقت معمولی چیزونکی قسم کہانیکا دستور نہیں تہا۔ یعنی کوئی ایسی قسم نہیں کہاتا تہا۔ جیسے دن یا رات یا شام یا صبح یا درخت یا پہاڑ، البتہ جو لوگ انہیں سے کسی چیز کو معبوٗ جانتے ہوں۔ انکی دوسری بات ہے، مسلمانوں میں تو اللہ کے سوا کسی دوسرے کی قسم کہانا منع ہے، لیکن کوئی مصنف اپنے کلام کے پہلے تزئین کلام کے لئے ایسی قسمیں لکہدے تو اس پر کسی مسلمان کو اعتراض کرنیکا حق نہیں ہی، کیونکہ یہ قسمیں بہی لغو قسموں میں سے ہیں جن کا مطلب وہ نہیں ہوتا۔ جو دوسری قسموں کا ہوتا ہے، اس لئے قرآن شریف میں ایسی قسمیں عموماً شروع سورت میں لکہی گئی ہیں، صرف تین چار جگہ سورت کے درمیان میں آئی ہیں، غرض یہ ہے۔ کہ ان قسموں کو محض خوبصورتی کلام کے لئے سمجہا جاتا ہے،

ان سے اور کوئی مطلب نہیں ہے، یا زیادہ سے زیادہ کوئی باریک نکتہ نکالنا ہو تو یہ ہو سکتا ہے،
کہ دُنیا کے عوام رواج کیموافق امر متنازعہ فیہ کے فیصل کرنے کے لئے گواہ طلب کیا کرتے ہیں اور
گواہوں کی شہادت پر فیصلہ کرتے ہیں، لیکن جہاں گواہ نہ ملے، تو وہاں اکثر حالات میں قسم کیطرف
رجوع کرتے ہیں، جب ایک فریق اپنی سچائی ثابت کرنے کے لیئے قسم کہا لیتا ہو، تو اسکی قسم بجائے
گواہ کے سمجھی جاتی ہے، اگرچہ اللہ تعالےٰ کے کاموں کو دنیا کے کاموں پر بالکل قیاس کرنا نہیں چاہئے
مگر قرآن شریف میں اللہ تعالےٰ نے ہمیشہ روحانی اور مشکل باتیں مثالوں کی صورت میں سمجھائی ہیں،
اس لیئے قسم کے معاملہ میں بھی مثالی تعلیم سمجھنی چاہیئے،

اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف میں بہت جگہ اپنی ہستی اور وحدانیت کے ثبوت میں کئی قسم کی
شہادتیں پیش کی ہیں، انمیں زیادہ عام طریق یہ ہے، کہ مخلوقات اور ممکنات اور انکے تغیرات کو پیش
کیا ہے، کہ انمیں غور کرو تو یہ اللہ کی نشانیاں ہیں، انمیں غور کرنے سے تم اللہ کو جانوگے اور پہچانوگے،
اِنَّ فِی خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ سے لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ، تک
(البقرآیت ۱۶۴) ترجمہ، آسمانوں اور زمین کی پیدایش میں اور رات اور دن کے اختلاف میں اور کشتیاں
میں جو سمندر میں چلتی ہیں اور جس سے لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہے، اور اس پانی میں جو اللہ اوپر سے اتارتا
ہے جس سے مردہ زمین کو زندہ کرتا ہی، اور زمین پر ہر قسم کے جانور پھیلاتا ہے، اور ہواؤں کے
چلانیمیں اور بادلوں میں جو زمین اور آسمان کے درمیان مسخر رہتے ہیں، بیشک اللہ کی پہچان کی نشانیاں
ہیں عقلمندوں کے لیئے،

اسیطرح سے اور کئی جگہ اللہ تعالےٰ اپنے وجود اور قدرت اور علم و حکمت کی شہادت میں مخلوقات
اور قدرتی واقعات کو پیش کرکے حکم دیتا ہے، کہ انمیں غور کرو، تمکو اسکی نشانیاں ملینگی،

اسیطرح دوسری جگہوں میں اللہ تعالےٰ ان شہادتوں کو قسموں کی صورت میں بیان کرتا ہی مثلاً
وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی، وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰی وَمَا خَلَقَ الذَّکَرَ وَالْاُنْثٰی، قسم ہو رات کی جب اندھیرا ہو جائے
اور قسم ہے دن کی جب روشن ہو جائے، قسم ہو نر و مادہ کی پیدائش کی،

یعنی یہ چیزیں میرے وجود اور میری صفات پر شہادت دیتی ہیں، پھر جو کچھ آگے کہا جاتا ہو، اسکو
سچ جاننا چاہیئے، غرض اللہ تعالےٰ نے اپنی ذات و صفات کی شہادتیں کہیں استدلال کے طریق پر
بیان کی ہیں اور کہیں قسم کی صورت میں بیان کی ہیں، مگر دونوں کا مطلب ایک ہے،

احقر صادق علی

آرزوئے دیرینہ

فی المنقبت حضرت جناب غوث الثقلین قدس سرہم

آرزوئے دیرینہ دارم اے شہِ مشکل کشا — کے شود تا جبہ سائی بر درت آرم بجا

نورِ چشم و دل ببازم خاکِ بغدادت بہم — رو بسجدۂ شکر آرم غوثِ اعظم سیّدا

زندہ ام از نامِ پاکت حرزِ جانم یادِ تو — وِرد دارم اسمِ اعظم یا شیخ عبدالقادرا

ساز و سامانِ من بہ عشقت بس مہیا کردہ ام — چشمِ گریان سینہ بریان در دلم آہ و بکا

بارگاہِ تو شہانہ من گدائے بیکسم — چون تواند باریابی آنکہ باشد بے نوا

ہان ہمیدم با تو بستہ زانکہ ہستی پیرِ من — منسلکم بس بسلکِ معتقدان پُر ہوا

گرچہ ہستم پُر معاصی لیک آمنت بر زبان — بس مریدی لاتخف فرمانِ عالی جان فزا

آستانت بوسہ گاہ از اولیائے ذوالقدر — شاہدش قدمی علیٰ عنق الرجالی برملا

مرجعِ عالم تو بودی ہمچنان ہستی ہنوز — از ضیائت نورِ خشان ہر بظلمت جابجا

گر رسالت تم نبودے اندرین عالم زحق — ہان تو بودے بیگمان منجملہ مرسل انبیاءُ

آنچہ بودہ عرض باتو از ولایت ختم شد — ہمچنان ختمِ نبوت آنچہ شد بر مصطفیٰ

ہان بگو ہیچم من بدعوی از چرا این اختتام — بس بکمل دینِ احمد از ولایت پُر ضیاء

صد ہزاران مسلمانان از ہدایت بیگمان — سرِّ معنی در کشیدہ رفتہ اندر دہر برملا

یک تمنّا دیگر آرم پیشِ والا حضور — چون تو کامل پیر باشد من مریدت بے لقا

اے با فراق توبہ از نگاہت کردہ اند — سارقان ہم از توجہ گشتہ قطب باصفا

ہم لبے امراض ظاہر باکہ باطن بودہ است — از زبانت پاک رکّی صاف گردیدہ شفا

رحم فرما بر غریبان از توجہ خاص ہم — آنکہ گفتی لبس عزمُم قاتلان اندر دعا

سینہ ام معمور کن از نورِ عرفان جانِ من — تا نہ بیند ہیچ غیرت نفسِ کافر پُر ہوا

از صفائی یک بار اجسام مدہ پُر زنگے — جرعہ اش بیہوشش ساز محو گردد در رضا

آنچہ ہمتا والشرنوا نسرماں عالی سند شد — نے مراں محروم از وے اے شیر نور ضیا
دستگیرے کسانی دستگیرم شو زول — زندہ دار دیں شدی ہم محی الدیں باصفا

ہیچ مارا نیست پروا از مصائب با یقیں
چوں تو پشتیبانِ قاضی یاس وحسرت از کجا

(قاضی، شاہ وَلی پلیڈر

خاموشی

مَنْ سَکَتَ سَلِمَ وَمَنْ سَلِمَ نَجَیٰ

خاموشی کی نصیحت کرنے سے میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ منہ کو سی کر صم بکم بن گئے، منہ سے بولنے ہیں نہ سر سے کہیلتے ہیں، بلکہ یہ غرض ہے کہ کم بولا جائے، اور ضرورت کیوقت بولا جائے، ولنعم ماقیل

دو چیز تیرہ عقل است دم فرو بستن
بوقت گفتن و گفتن بوقت خاموشی،

جو لوگ زیادہ بولتے ہیں، انہیں غور وخوض، فکر و تدبر، سوچ بچار کرنے کا مادہ کم ہو جاتا ہے، اور ان پر کسی کی نصیحت کچھہ اثر نہیں کرتی، شیخ شیرازی صاحب فرماتے ہیں سے

فراواں سخن باشد آگندہ گوش
نصیحت نہ گیرد مگر در خموش

جو لوگ زیادہ بولتے ہیں، انکی کچھہ وقعت نہیں ہوتی، انکی رائے، حکم اور مشورے کی کوئی قدر نہیں کرتا، اور ان کی تمام باتوں کو خواہ وہ کیسی ہی پتے کی ہوں، نہایت ہلکی نگاہ سے دیکھا جاتا ہی، زیادہ بولنے والے کسی کی صحبت یا تقریر سے کچھہ فائدہ حاصل نہیں کرسکتے، کیونکہ

چو خواہی کہ گوئی نفس بر نفس
حلاوت نیابی ز گفتار کس

ہمارے حضور پرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاں ہمیں سینکڑوں ہزاروں طریقے نجات

کے تعلیم فرمائے ہیں، وہاں ایک نہایت آسان اور اعلیٰ درجہ کی نجات اور سلامتی کا طریقہ یہ بھی بتایا ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے من سکت سلم ومن سلم نجیٰ اور من صمت فقد نجیٰ، جو خاموش رہا جس نے فضول بولنے سے پرہیز کیا وہ سلامت رہا اور جو سلامت رہا اس نے نجات پائی جس نے خاموشی اختیار کی، بیشک وہ نجات یافتہ ہوگیا۔ ہمارے صوفیائے کرام نے خاموشی کو تصوف کا ایک رکن قرار دیا ہے، اور بعض مشائخ عظام نے خاموشی کو نصف تصوف فرمایا ہے، ایک شخص حضرت بابا فرید گنج شکر رہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور تصوف کے اصول دریافت کئے۔ آپنے فرمایا تصوف کے بڑے اصول دو ہیں، کم کھانا اور کم بولنا۔ ایک حکیم کا قول ہے، زیادہ بولنا اور زیادہ ہنسنا بیوقوفی کی علامت ہے، شیخ سعدی فرماتے ہیں، ؎

زباں درکش اے مرد بسیار داں
کہ فردا قلم نیست بر بے زباں

خلیفہ ہارون رشید نے اپنے قرۃ العین کو تعلیم و تربیت کیواسطے ایک عارف باللہ عالم باعمل، فاضل بے بدل کو مقرر کیا۔ ہونہار شہزادہ جب تمام علم و ہنر و آداب وغیرہ میں یکتائے زمانہ ہوگیا، تو اس نے مولانا موصوف سے ایک آخری نصیحت کی درخواست کی مولانا نے فرمایا، مجھے اس وقت اپنے ہادی برحق کا ایک قول یاد آیا ہے، اس کو میں تیری نصیحت کے لئے کافی خیال کرتا ہوں۔، اور وہ یہ ہے، من سکت سلم ومن سلم نجیٰ، شہزادے نے اپنے اتالیق کی نصیحت پر عمل کرنیکا دلمیں پختہ عہد کرلیا۔ چنانچہ جب وہ محل میں واپس آیا۔ اسی وقت سے اس نے معمول سے کم بولنا اختیار کیا اور رفتہ رفتہ یہاں تک اپنے استاد کی نصیحت پر عمل کیا کہ خدام کو شہزادے کے گونگا ہونیکا شک ہوگیا، شدہ شدہ اسکی خبر ہارون الرشید کو پہونچی۔ اس نے بڑے بڑے طبیب حاذق جمع کئے اور شہزادے کا علاج شروع کردیا ع

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

آخرکار ایک حکیم نے صلاح دی، کہ شہزادہ کو شکار کے واسطے باہر بھیجنا چاہیئے، بادشاہ نے حکیم صاحب کے مشورہ کیمطابق عمل کیا۔ جب شہزادہ کی سواری جنگل کیطرف چلی، صبح کا وقت تھا۔ نسیم سحری اٹھکھیلیاں کرتی ہوئی چل رہی تھی، بھینی بھینی دل و دماغ کو فرحت پہونچانیوالی خوشبوئیں چاروں طرف سے آرہی تھیں، پرندے چہچہا رہے تھے، اور خداوند کریم کی تسبیح و تقدیس کر رہے تھے، زاہدان پاکباز عبادت میں منہمک حسینانِ چمن نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ قیام میں مشغول اور تمام چوپائے

رکوع میں مصروف تھے ۔ سورج اپنی طلائی زرق برق کی پوشاک پہنکر پردہ سے باہر نکلنے کی تیاری کر
رہا تھا۔ کہ یکایک ایک جھاڑی سے تیتر کے بولنے کی آواز آئی ۔ آواز آئی تھی کہ سرکاب شکاریوں نے آواز
پر نشانہ لگایا۔ تیتر ابھی دل کھولکر بولنے بھی نہ پایا تھا ، کہ قضا کے تیر کا نشانہ ہوا۔ شاہزادے کا اس عبرت
ناک واقعہ سے دل بھر آیا۔ اور بیساختہ اس کے منہ سے نکلا۔ ماقلت وما اھلکت (کیوں بولا جو
ہلاک ہوا) شاہزادے کا یہ کہنا تھا کہ سب ساتھی خاموش ہو گئے ۔ اور خوشی خوشی محل کو واپس آئے
وہ اس بات کے امیدوار تھے ، کہ بادشاہ سے انعام واکرام پائیں گے ، لیکن انہیں یہ معلوم نہ تھا ، کہ
شہزادہ عارضی وجہ سے بول اٹھا تھا۔ چنانچہ محل میں آکر پھر وہی گونگا بن گیا۔ بادشاہ شہزادے کی
اس حرکت کو بیہودہ ہٹ خیال کر کے بہت برہم ہوا اور حکم دیا کہ کوڑے مارے جائیں جلاد نے
بموجب حکم کے کوڑے لگانے شروع کئے ، شہزادہ کو جس نے اپنی تمام عمر عیش وآرام سے گذاری تھی
اور تکلیف ومصیبت کا سہنا تو درکنار کبھی ان کا نام بھی نہ سنا تھا۔ ابھی تھوڑے ہی سے کوڑے لگے
تھے ، کہ وہ انکی تکلیف کو برداشت نہ کر سکا۔ درد بھرے دل سے ایک آہ کی اور کہا ، صدق رسول اللہ
من سکت سلم ومن سلم نجی ، جس نے خاموشی اختیار کی وہ دریائے سلامتی کے دروازے پر جا پہنچا
اور ناجی ہو گیا۔ کاش اگر اس وقت تیتر نہ بولتا تو ہرگز نہ مارا جاتا۔ اور اگر اس وقت میرے منہ سے
ماقلت وما اھلکت نہ نکلتا تو آج ہرگز یہ نوبت نہ آتی ،

حضرت لقمان جس پایہ کے بزرگ ہو گذرے ہیں ، محتاج بیان نہیں ، یہ اصل میں ایک حبشی نژاد غلام
تھے ، انکے مالک نے انکو ذکی فہیم ، قابل اور دانا دیکھکر آزاد کر دیا تھا۔ حضرت لقمان نے اپنی فطری دانائی
اور ہوشیاری سے اپنے آپکو حکیم بنایا۔ ایکدن وہ اپنے خوشہ چینان فیض کو دولت حکمت ودانائی سے مالا
مال کر رہے تھے کہ ایک شخص سامنے آکر کھڑا ہو گیا اور دیر تک انکی صورت کو دیکھتا رہا ، اور تقریر کو سنتا رہا
آخر پہچان کر بولا شاید تم وہی ہو ، جو فلاں مقام پر میری بکریاں چرایا کرتے تھے ، حضرت لقمان نے جواب دیا
کہ ہاں بیشک میں تمہارا وہی غلام ہوں ، تب اس نے متحیر ہو کر دریافت کیا ۔ کہ یہ مرتبہ تمہیں کیونکر حاصل ہوا
فرمایا صرف دو باتوں سے ایک سچ بولنا ، دوسرے بے ضرورت بات نہ کرنا ،

ازاں مرد دانا دہاں دوخت است — کہ بیند کہ شمع از زباں سوخت است

انسان کو چاہئیے ، کہ جہاں تک ہو سکے کم بولے اور ضرورت کے وقت کیموافق بولے ، خاموش یا
کم گوئی ، عالم وجاہل دونوں کے واسطے بڑی نعمت ہے ،

ترا خامشی اے خداوند ہوش — وقار است و نااہل را پردہ پوش

یعقوب احمد

نوائے درد

بغیرِ دولتِ دل پائے عمر کھو جانا — ہے مثلِ شمعِ مزارِ یتیم رو جانا

ہزار ناز کا اک ناز ہی بناوٹ ہے — جگا کے بزمِ تماشا خود اکا سو جانا

مٹا ہوں یوں کہ ندامت کے ایک قطرے کا — بہت ہی ہے اگر مجھے ڈبو جانا

زہے نصیب کہ رحمت کو گر پسند آئے — ہماری آنکھ کا لعل و گہر ہو جانا

وہ بہرہ یابِ محبت ہے جسکی قسمت میں — تڑپ تڑپ کے طلب میں ہی خاک ہو جانا

شہیدِ ذوقِ خلش کر گیا مجھے ان کا، — نظر چرا کے وہ تیرِ نگاہ چبھو جانا

گلے پڑینگے اے قاتل یہ خون کے قطرے — تمہیں ہے خاتمہ دامن سے داغ دھو جانا

مجھے ہے سازِ حیات، انکا مزرعۂ دل — جھلک دکھا کے تمنا کا بیج بو جانا

ملے وہ آنکھ الٰہی! نصیب ہو جس کا — نبی کی یاد میں دامن مرا بھگو جانا

اسیرِ پنجۂ تردامنی ہوں، ابرِ کرم! — مرے بھی داغِ معاصی خدارا دھو جانا

نہیں دل کو تمنائے ماسوا سے فروغ
مری مراد ہے شاکرؔ انہی کا ہو جانا

شاکرؔ صدیقی

گرو نانک

ھندوستان میں عام طور پر غلطی سے "گرو نانک" کو سکھ مذہب کا بانی سمجھا جاتا ہے ، حالانکہ موجودہ سکھ مذہب کے اصل بانی نانک صاحب کے دسویں اور آخری جانشین گرو گوبند سنگھ ہیں ، نانک صاحب ہندو مذہب ترک کرکے مشرف باسلام ہو چکے تھے ، اور اپنی خدا رسی اور عبادت وغیرہ کے لحاظ سے ہندوستان کے مشہور بزرگوں میں شمار ہوتے ہیں ، البتہ انکے جانشینوں نے رفتہ رفتہ انکی طریقہ سے انحراف شروع کیا ۔ اور آخر کار اپنے گرو کے ترک کردہ مذہب میں دوبارہ شامل ہو گئے ،

نانک صاحب کے یا یوں کہئیے کہ سکھوں کو ان کے بنائے ہوئے عقائد یعنی توحید باریتعالیٰ وغیرہ در اصل اسلام کی خوشہ چینی کا نتیجہ تھے ، ان سچے اور اسلامی عقائد کی تعلیم و تلقین کے لئے نانک صاحب نے اپنی ساری زندگی وقف کردی ، اور ذیل کے بیان سے صاف ظاہر ہو جائیگا ، کہ ھندو دھرم کی قیود خاندانی ، ذاتی و مذھبی سے نجات حاصل کرنے کیلئے انہوں نے کیسی انتھک کوششیں کیں اور آخر کار مشرف باسلام ہوکر سعادت ابدی اور نجات اخروی حاصل کی ،

لودھی خاندان کے دور حکومت میں ۱۵۔ اپریل ۱۴۶۹ء کو نانک صاحب کی ولادت ہوئی ، ان کے والد کالو رام ذات کے چھتری تھے ، اور ان کا سلسلۂ نسب رامائن کے ھیرو رام سے ملتا ھے ، کالو رام تالونڈی میں جو موجودہ تقسیم کے لحاظ سے ضلع لاہور کا ایک قصبہ ھے ، پٹواری تھے ، انکی ولادت پر بڑی خوشیاں منائی گئیں اور نام نانک رکھا گیا ، نانک صاحب کی کھلائی کا بیان ھے ، کہ بچپن میں انکی کیفیت عام بچوں سے بالکل جدا تھی ، صغر سنی ہی سے متانت و تفکر کے آثار ٹپکتے تھے ،

سات سال کی عمر میں قصبے کے ابتدائی مدرسے میں بٹھائے گئے ، دو سال تک بول چال اور کچھ پڑھنا لکھنا سیکھ کر خانگی وجوہات سے مدرسہ ترک کر دیا ، مدرسہ چھوڑنے کے بعد باپ نے گلہ بان کر سیدھے سادے کام پر لگا دیا ۔ اور انہوں نے بھی اس خیال سے اس کام کی بدولت دنیا کے بکھیڑوں سے نجات مل جاتی ہو ، اسکو خوشی خوشی قبول کر لیا ، گیارھویں برس جنیو بندی کی رسم کے انتظامات کئے گئے ، عین وقت پر نانک صاحب نے اس سے انکار کرکے اپنے خاندان اور خاندانی پجاری کو محو حیرت بنا دیا جنیو ڈالنا نانک صاحب کو بالکل بیکار نظر آیا ۔ اور انہوں نے ھرگز

زنّار بندی اپنے لئے پسند نہیں کی، گلہ بانی کا کام بھی ان جیسے آدمی کیلئے ایک مصیبت کی چیز تھی، وہ اپنے خیالات میں مستغرق رہتے اور گائیں موقع پاکر راہ کے کھیتوں میں اتر جاتیں۔ کسان انکے باپ سے ان کی لاپرواہی اور اپنے نقصان کی شکائت کرنے لگے، مجبوراً باپ نے اس کام سے چھڑا کر روپے دئیے اور کہا کہ کوئی آسان سی تجارت شروع کر دو، روپیہ ملتے ہی نانک صاحب نے محتاجوں اور غریبوں میں تقسیم کر دیا۔ اور پھر خالی ہاتھ گھر آئے، باپ کو انکی بے توجہی اور ناعاقبت اندیشی پر افسوس ہونے لگا۔ وہ حیران تھے کہ اپنے نکارہ بیٹے کو کس کام پر لگائیں، آخر ہارے فکر اپنے ایک نسبتی بہائی کے ان جو سلطانپور میں تھے بھیجدیا۔ باپ کو توقع تھی۔ کہ ریاست کپورتھلہ کے دیوان ان کے بیٹے کو کسی نہ کسی موزوں خدمت پر مقرر کر دیں گے، چنانچہ ان کی توقع کے موافق گورنر کپورتھلہ کے مطبخ کے محافظ کا کام انکے سپرد کیا گیا۔ اور چند سال تک اس کو حسن وخوبی کیساتھ انجام دیتے رہے،

سلطانپور میں ہی نانک صاحب کی شادی ۱۹ سال کی عمر میں ضلع گورداسپور کے ایک ہندو خاندان میں ہوگئی اور چند سال میں ان کے دو لڑکے تولد ہوئے، ایک کا نام سری چند اور دوسرے کا لکھمی چند تھا اور مشرف باسلام ہوکر پہلے حج بیت اللہ شریف گئے اور وہاں سے واپس ہونیکے بعد اسلامی خاندان میں بھی ایک بیاہ کیا تھا۔ اس بیوی سے ان کے دو لڑکیاں ہوئیں،

ہندو گھرانے میں پیدا ہونیکی وجہ سے نانک صاحب نے قدرتاً ابتدا ہی سے ہندو عقائد کی تعلیم پائی تھی اور جوانی تک انکے خیالات میں کوئی معتدبہ فرق پیدا نہیں ہوا تھا۔ جب جوان ہوئے تو انکے خیالات میں ایک انقلاب عظیم برپا ہوگیا، وہ ہر وقت ایک سچے مذہب کی تلاش میں رہنے لگے، انہوں پہر اسمیں گذر جاتے، کہ نجات ابدی کیلئے کوئی سیدھا مسلک معلوم ہو جائے، اسی فکر میں ملازمت اور گھر بار چھوڑ کر نکل گئے، اور صحرا نوردی و بادیہ پیمائی شروع کی، وہ برہمنوں کے ڈھکوسلوں کو سمجھ گئے تھے اور بتحقیقتاً معلوم کرلیا تھا۔ کہ جس روحانی مسترّ اور نجات کے وہ طالب تھے، اس کا پتہ ویدوں میں نہیں ملتا چنانچہ ویدوں اور برہمنوں کے متعلق انکا بیان ہو" برہمن ویدوں کی مطالعہ اور سندھیا (ہندوانہ عبادت) میں اپنا وقت ضائع کرتے ہیں وہ پتھروں کی پرستش کرتے ہیں، اور جھوٹ بکا کرتے ہیں" کامل غور وخوض کے بعد انہیں اس امر کا یقین کلی ہوگیا۔ کہ صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب تھا جسمیں سچے مذہب کی خوبیاں موجود ہیں، اور جسکی تعلیم عام اور ہر قسم کی انسانی زندگی میں قابل عمل ہو، اس ایقان کیساتھ ہی انہیں ایک سخت آزمائش کا وقت درپیش آیا۔ ایک طرف والدین، بیوی اور بچے ہیں اور دوسری اسلام کی صداقت، اگر بیوی بچوں کا پاس کرتے ہیں، تو سعادت اُخروی سے نا اُمید ہونا پڑتا ہے، اور اگر

صداقت کیطرف بڑھتے ہیں تو بیوی بچوں کے تعلقات منقطع ہو جاتے ہیں، توفیق ایزدی اور ہدایت ربانی ساتھ تھی، حق و صداقت کا پلا بھاری رہا۔ اور اس کے مقابلہ میں چند روزہ دنیا کے تعلقات تار عنکبوت کیطرح ٹوٹ کے رہ گئی،

حلقہ بگوش اسلام ہونیکے بعد دوسرا مرحلہ پیر کامل کی تلاش تھا۔" جو ئندہ یابندہ "! چشتی گھرانہ کی ایک بزرگ کامل کی بیعت کا موقع ملگیا چشتی صوفیوں کے ہاں سماع ایک لازمی جزو ہے، چنانچہ نانک صاحب کیساتھ ہمیشہ ان کے مرید اور دوست مردانہ سارنگی لئے رہتے تھے اور سارنگی پر خدا تعالیٰ کی توحید اور صوفیانہ گیت گا کر سناتے تھے، صوبۂ پنجاب کے سکھوں کے مکانات میں اکثر صاحب کی مع ان کے دونوں مرید مردانہ اور بالا کی تصویریں لگائی جاتی ہیں،

نانک صاحب نے اپنی تبدیل مذہب کرنیکے واقعہ کو چھپائے رکھنا پسند نہ کیا اور اس امر کا علی الاعلان اظہار کرنیکے لئے کہ وہ قرآن پاک کی تعلیمات اور حضور اکرم صلعم کے بتائے ہوئے دین کے دل سے معتقد ہیں انہوں نے چولا پہننا شروع کیا۔ انکا چولا اسلامی وضع قطع کی عبا تھا اور اس پر عجیب و غریب طریقے سے قرآن شریف کی آیات لکھی ہوئی تھیں، یہ چولا ابتک محفوظ ہے اور ڈیرہ نانک ضلع گرداس پور میں انکی اولاد کے قبضہ میں ہے، یہ درحقیقت سکھوں اور نانک صاحب سے محبت رکھنے والے لوگوں کے لئے ایک قابل احترام چیز ہے، انکے ابتدائی جانشین اس چولا کو خاص خاص موقعوں اور مصیبت کیوقت پہنا کرتے تھے، اور بیان کیا جاتا ہے، کہ ہمیشہ انکی مشکلات اس کے پہننے رکھنے سے جاتی رہیں، لفظ چولا کی حقیقت ملیکہ اس سے وابستہ ہے، اس کیمتعلق بہت سے قیاسات لگائے گئے مگر یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ نانک صاحب چولا استعمال کرتے تھے، اور اسی لباس سے ملبوس ہوکر انہوں نے اپنی معتقدات کی اشاعت و تلقین کی ہو، انہوں نے مشرف با سلام ہوکر فریضہ حج کی ادائی بھی کی، اور کوئی دو سال مکہ معظمہ و مدینہ منورہ میں سفر کیا۔ ان دونوں مقدس شہروں میں علماء فضلاء سے امور دینیہ میں بہت کچھ تحصیل کیا اور وطن کو مراجعت کرتے ہوئے اس زمانہ کی تہذیب اسلامیہ کے مشہور مرکزوں یعنی بغداد، بخارا اور کابل کی بھی سیاحت کی، ہر جگہ انکے تقدس اور زہد و تقویٰ کی وجہ سے انکا خیر مقدم کیا جاتا تھا۔ اور اسلامی ممالک میں ان کا نام اب بھی ایک بزرگ کیطرح احترام کیساتھ لیا جاتا ہے،

سنی مسلمانوں میں یہ دستور ہمیشہ سے چلا آتا ہے، کہ انبیاء و اولیاء اللہ کے مزاروں پر چالیس روز تک شب بیداری، روزہ نماز، اور عبادتیں کرکے اپنی روحانی طاقت میں اضافہ کرتے ہیں، ازمنہ متوسط کی آخری صدیوں میں اس کا رواج بکثرت تھا۔ اور اب بھی ہندوستان میں سینکڑوں بزرگان دین اور

اولیاء اللہ کے مزاروں پر سالانہ عرس اور چراغاں کئے جاتے ہیں اور چلہ کشی ہوتی ہے، چونکہ نانک صاحب ایک غیر مسلم خاندان میں پیدا ہوئے تھے، اور ابتدائی زمانہ بھی غیر مسلم اثرات میں بسر ہوا تھا۔ ان کو چلہ کشی کی، اپنے دیگر ہمعصر بزرگوں کے مقابلہ میں زیادہ ضرورت تھی، اس وجہ سے انہوں نے متعدد بزرگانِ دین کی قبروں پر چلہ کشی کی ہے، ذیل میں بعض مشہور بزرگان کے اسمائے گرامی درج کئے جاتے ہیں،

(۱) حضرت شاہ شمس تبریز صاحب رح ملتان

(۲) حضرت بابا فریدالدین شکر گنج پاک پٹن

(۳) حضرت خواجہ معین الدین چشتی رح اجمیر شریف

(۴) حضرت شاہ عبدالشکور رح سرسہ

(۵) حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رض، بغداد شریف،

نانک صاحب نے ۷۰ سال کی عمر طبعی کو پہنچ کر ۱۴۶۹ء میں انتقال کیا، غیر مسلم خاندان میں پیدا ہو کر محض تلاشِ حق میں نہایت بہادری کی، نہ دنیاوی تعلقات کی پروا نہ کر دینِ اسلام قبول کیا، اور ہندو مسلمانوں میں اتحاد پیدا کرنے کی کوشش کی،

سید محمود قادری بی اے

"گرو بابا نانک کا حسنِ عقیدت" بعنوان جو فروری کی اشاعت میں جو مضمون شائع ہو چکا ہے، وہ نہایت قدر کی نظروں سے دیکھا گیا۔ اکثر معاصرین نے اسے اپنے قیمتی کالموں میں جگہ دی، عوام نے خلافِ معمول رسالہ کی کامیاں طلب فرمائیں، محققین نے شوق و تپاک کا اظہار کیا، اور اسے تبلیغ اسلام کے لئے مفید ترین قرار دیا۔ احباب کی اس قدردانی کے ہم دل سے مشکور ہیں،

معاصر "نور" قادیاں لکھتے ہیں، کہ بابا نانک کے اقوال کے مجموعہ کی اشاعت کے لئے انہیں اس شلوک کا ماخذ مطلوب ہے، جواباً لکھا جاتا ہے کہ بابا صاحب موصوف کا یہ شلوک خود گرنتھ صاحب میں موجود ہے، راوی کا بیان ہے، کہ کرتارپور کے گردوارہ میں قدیم گرنتھ صاحب کی جو جلد موجود ہے، اس میں یہ شلوک درج ہے، موجودہ گرنتھ صاحب سے اسے کسی مصلحت سے حذف کر دیا گیا ہے،

"مدیر"

بابا فرید گنج شکرؒ کا ہندی کلام

الفریش ماہ فروری میں کلام فریدی و گرو بابا نانک کا حسنِ عقیدت دیکھکر مجھے اپنے بزرگوار جناب حضرت
قبلہ قاضی سید نظیر حسین شاہ صاحب فریدی کا ارشاد جو آپنے پرانے واقعات کو قرطاس الفریش پر لانیکے لئے تھا۔ یاد آگیا
لہذا ارشاد کی تعمیل میں دل نے یہ مناسب سمجھا کہ اپنے جد اعلیٰ حضرت شیخ الشیوخ عالم خواجہ بحر و بر بابا فریدالدین گنج شکرؒ
قطب عالم غیاث ہند قدس سرہ کا ہندی کلام یعنی سلوک فریدی جو گرو بابا نانک صاحب نے گرنتھ صاحب میں درج فرمائی ہے
کو ہندیہ بیج مفصل و مشرح طور پر معہ آیات و احادیث و اسناد مثنوی شریف واقفیت عامہ کیلئے منظر عام پر لایا جائے
ان اقوال کا گرنتھ صاحب میں درج کا باعث یہ ہے کہ حضرت جد امجد قبلہ بابا صاحب فرد عالمؒ سے قریباً ۳ سو سال
بعد گرو نانک صاحب حضرت دیوان شاہ و شیخ سید ابراہیم شاہ سجادہ نشین درگاہ عالیہ فریدیہ کی ملاقات کیلئے پاکپتن شریف
تشریف لیگئے۔ چنانچہ شہر سے دو اڑہائی میل کے فاصلہ پر جانب غرب جہاں اب روضہ ہے ہر دو بزرگوں کی ملاقات
ہوئی یہ اشلوک ہندی کلام میں بابا نانک صاحب کے سوالات کے جوابات حضرت دیوان سید ابراہیمؒ نے دئے جس جگہ حضرت
دیوان صاحب تشریف فرما ہوئے اس جگہ مسلمانوں نے اوبانشان قائم کیا ہوا ہے اور جہاں پر گورو صاحب کی جائے
نشست ہے وہاں پر ہندؤں نے سمادھ بنائی ہوئی ہے۔ اس مقام کو اب مسلمان فتح اللہ نوری اور ہندو نانک سر
کہتے ہیں۔ اس ملاقات کے پر گورو صاحب موصوف حضرت دیوان صاحب ممدوح کے ذریعہ حضرت قبلہ بابا فرید فرد عالمؒ
کی روحانی اجازت سے تمام شلوک ہائے ہندی فرمودہ بابا گنج شکرؒ جو تعداد میں ۱۰۵ ہیں لکھوائے۔ اور خلوص قلبی
و توحید طلبی سے اپنی کتاب گرنتھ صاحب میں درج فرمائے۔ جن کو سکھ صاحبان بہت شوق سے پڑھتے ہیں

(۱)

جت دہاڑے دھن وری ساہے لئے لکھائے ملک جو کنیں سنیدا منہ دکہالے آئے،

ترجمہ، جسدن روح انسان کے قالب میں داخل ہونے کی اقرار ہوا۔ اس لئے ملک الموت وقت معہودہ پر لینے کیلئے آیا
قولہ تعالیٰ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ، پارہ ۱۴، سورہ الحجر، رکوع ۳،
اور اس میں اپنی طرف سے روح پھونک دوں تو تم اس کے آگے سر سجدہ گر پڑنا ~

گر نہ بودے ذاتِ حق اندر وجود
آب و گِل را کے ملک کردے سجود

علی احمد فریدی

مُراسلت

کھلا خط

بنام

جنرل سکرٹری صاحب انجمن قریشیانِ ہند

امرتسر

جنابِ من

اَلسّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ آپ نے ایک عنایت نامہ کے ذریعہ جو سبقت گوارا فرمائی ہے، اس کے لئے ہدیۂ تشکر و امتنان قبول کیجئے اور اجازت دیجئے کہ کچھ عرض حال کردوں، وَھُوَاھٰذَا

جہاں تک میرے معلومات میری رہنمائی کرسکتے ہیں، میں کہہ سکتا ہوں، کہ کم و بیش سترہ سال سے انجمن قریشیان ہند (امرتسر) معرض وجود میں آچکی ہے، مگر گذشتہ چار، پانچ سال سے اس کا کوئی باضابطہ سالانہ جلسہ کہیں منعقد نہیں ہوا، حالانکہ قوم کی بہترین امیدیں بلحاظ اس کے اعلیٰ دعاوی کے اس کے ساتھ وابستہ تھیں،

میں خیال کرتا ہوں، کہ قومی نقطۂ نگاہ کے رو سے آپ کا ہمارا مطمح نظر ایک ہی ہے اور یہ اظہر من الشمس ہے، کہ مجموعی طاقت کے ساتھ قومی مقاصد کی تکمیل زیادہ آسان طریق پر ہو سکتی ہے، اس لئے قومی مفاد کی خاطر کمال صداقت اور نیک نیتی کیساتھ تصدیعہ دیتا ہوں کہ جہاں تک ممکن ہو امور ذیل کے جواب سے جلد تر سرفراز فرمائیں،

(۱) انجمن قریشیانِ ہند (امرتسر) کے موجودہ صدر کون صاحب ہیں اور قریش کے کس خاندان سے متعلق ہیں؟

(۲) نائب صدر صاحب کون ہیں؟ اور انکی خاندانی سلک کہاں منسلک ہوتی ہے؟

(۳) جنرل سکرٹری صاحب قریش کے کس خاندان سے تعلق رکھتے ہیں؟

(۴) انجمن کا دائرہ اثر کہاں تک وسیع ہے ؟

(۵) تعداد ممبران کیا ہے ؟

(۶) گذشتہ چار ، پانچ سال میں انجمن کیوں اپنا سالانہ اجلاس منعقد نہیں کر سکی ؟

اگر ان امور کا تسلی بخش جواب موصول ہوگیا ۔ تو "انجمن قریشیان پنجاب" (گوجرانوالہ) انجمن قریشیان ہند (امرتسر) کے ساتھ الحاق کے مسئلہ پر غور کر سکیگی ، تاکہ متحدہ اصول کے ساتھ قومی اغراض و مقاصد کی تکمیل کیلئے متفقہ کوشش کی جا سکے ، ع

دو تن یک شود بشکند کوہ را

گوجرانوالہ
۲۶ فروری سنہ ۱۹۲۷ء

راقم
میں ہوں آپ کا مخلص
خاکسار ، قاضی نظیر حسین فاروقی

متحدہ اصولوں کے ماتحت کام کرنے کے لئے یہ نہایت ضروری ہوتا ہے کہ کام کرنے والے اپنے اپنے حالات کا جائزہ لیکر باہم ایک دوسرے میں موانست و موافقت پیدا کریں ، تاکہ ترقی کے رستہ میں انکے قدم متزلزل نہ ہونے پائیں ، اور متفقہ سعی و جہد میں کامیابی ہو انجمن قریشیان ہند کی انجمن قریشیان پنجاب سے الحاق کی خواہش بجا ہے ، لیکن انجمن قریشیان پنجاب نے بھی بہت خوب کیا ۔ کہ قومی ترقی کے رستہ میں ہمقدم چلنے والے سے موانست و موافقت پیدا کرنے کے لئے ان باتوں کا پہلے ہی استصواب کرلیا ۔ جو بسا اوقات بعد میں سر راہ روؤں کیلئے پریشانی کا موجب ہو جایا کرتی ہیں ، الحاق کے مسئلہ پر غور کرنے سے قبل یہی مناسب تھا ، جو انجمن قریشیان پنجاب نے کیا ، سوالات نہایت دیانتداری اور معقولیت سے کئے گئے ہیں ، اب دیکھیں انجمن قریشیان ہند کا موجودہ سٹاف کیا جواب دیتا ہے ؟ ایڈیٹر

رسید مضامین ، انجمن قریشیان ہند (امرتسر) سے متعلق جن برادران و بزرگان قوم نے استفساریہ مراسلات ارسال فرماکر اندراج رسالہ کی تاکید فرمائی ہے ، وہ مطمئن رہیں ، مضامین متذکرہ پہنچ گئے ہیں اور انشاءاللہ اپنی اپنی وقت پر شائع ہو جائیں گے ۔ ایڈیٹر ،

انجمن قریشیان پنجاب

گوجرانوالہ

الحمدللہ کہ قوم میں کچھ سرسراہٹ پیدا ہونے لگی ہے، اور اس کو ثبوت ان گرامی ناموں سے تسلی بخش طور پر ملتا ہے جو برادران وبزرگانِ قوم کی طرف سے انہی ایام میں موصول ہوئے ہیں چنانچہ بعض انہیں سے یہ ہیں،

(۱) سید احمد شاہ صاحب بمبئی سے تحریر فرماتے ہیں، کہ

انجمن قریشیان پنجاب کے قیام سے مسرت ہوئی، اللہ تعالیٰ آپ حضرات کی مساعی بار آور کرے اور وہ دن جلد دکھلائے کہ افراد قریش بھی دیگر مسلم اقوام کے دوش بدوش کھڑے ہو سکیں،

آج سے چند سال پہلے ایسی خاندانی انجمنوں کے متعلق میری رائے اچھی نہ تھی، اس لئے کہ ہر ایک خاندان اپنے مفاد کو دوسروں کے مفاد پر مقدم سمجھتا ہے اور محض اپنی ہی فلاح وبہبود کا خواہشمند ہے، بظاہر ایسی فرقہ آرائیاں اسلامی مساوات واخوت کے خلاف ہیں لیکن یہ ضرور ہے کہ اگر کسی امر کے متعلق اپنا دائرہ عمل محدود ومخصوص کرکے جدوجہد شروع کیجائے، تو تھوڑے عرصہ میں نتیجہ تسلی بخش نکل سکتا ہے، لہٰذا ہمارا فرض ہے کہ سب سے پہلے اپنی خامیوں اور کمزوریوں کو رفع کریں یہ امر موجب اطمینان ہے کہ تمام خاندانی انجمنوں کے قیام کے بعد انجمن قریش کا قیام عمل میں آیا غالباً اب کوئی شخص یہ کہنے کی جرأت نہ کرسکیگا۔ کہ قریش نے کیوں ڈیڑھ اینٹ کی مسجد علیحدہ بنائی، انجمن کے اغراض ومقاصد سے مجھے اتفاق ہے"

---

(۲) میاں دوست محمد صاحب ضلع سلطان پور علاقہ اودھ سے رقمطراز ہیں، کہ

قبل اس کے کہ کچھ عرض کروں یہ ظاہر کردینا۔ کہ میں کون ہوں، زیادہ مناسب ہوگا، میں "قوم قریش" کا ایک فرد ہوں، اور اس پُرآشوب زمانہ میں اپنے قبیلہ کی تلاش وجستجو میں پریشان

دبے جیب ہوں، کیوں ؟ اس لئے کہ اپنے بھائیوں سے جو ہمارے خاندان وقبیلہ کے ہیں، جن کو زمانہ کے انقلابات نے ایک دوسرے سے بیگانہ و علیحدہ کر دیا ہے، اپنے قدیم تعلقات کو از سر نو قائم کروں، کیونکہ اسی میں ہم لوگوں کی ترقی کا راز مضمر ہے،

ہندوستان کے انقلابات و کشمکش نے ہماری خاندان کو اس قدر علیحدہ اور ایسی مقام لاکر آباد کر دیا۔ جہاں ہم اپنے بھائیوں سے بالکل بےخبر ہیں، زمانہ کی نیرنگیوں نے آج ہمکو اس قابل بھی نہ رکھا۔ کہ ہم اس کو سمجھ سکیں کہ ہم کیا تھے ؟ اور کیا ہیں ؟ آہ! ایک وہ زمانہ تھا۔ جبکہ ہم اپنے تحفظ نسب پر فخر کرتے تھے۔ اور تاریخ اسباب کی شاہد ہی کہ شرافت نسب ہی کی وجہ سے عرب میں قریش دیگر قبائل سے معزز و ممتاز مانے جاتے تھے۔ مگر آج حالت ناگفتہ بہ ہی، اور ہماری افعال و اطوار اس قابل نہیں، کہ ہم اپنے کو قریشی کہیں، کیونکہ ایسا کرنے سے اس معزز وبہادر قوم کو ذلیل و رسوا کرنے کے مجرم ہونگے، ہم لوگوں کے سروں پر نحوست وادبار کی گھٹا منڈلا رہی ہے جو ہمکو صفحہ ہستی سے مٹا دینے والی نشانی ہے، خدا ہندوستان کی قوم قریش پر اپنا رحم کرے آج ہم اپنے اسلاف کی زندگی کے حالات اور ان کے کمالات سے بالکل ناواقف ہیں، یہی نہیں بلکہ اپنے سے بھی ناواقف ہیں۔ کہ ہم کیا تھے اور کیا ہیں ؟ لیکن خدا کا لاکھ لاکھ شکر کہ آج بھی ہم میں آپ ایسی بزرگ ہستیاں موجود ہیں، جن پر ہم بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں، اور آپ قوم قریش کی فلاح وبہبودی اور ترقی کے لئے کوشش کر رہے ہیں، درمے، دمے، سخنے ہر طرح سے اسکی خدمت کر رہے ہیں، اس وقت بھی میرے سامنے "القریش" کے اوراق آپ کی قومی حمیت اور اسلامی درد کی شہادت دے رہے ہیں، ... ...

انجمن قریشیان پنجاب کے سامنے اس وقت سب سے زیادہ ضروری کام قوم میں انجمن کے اغراض و مقاصد کی نشر و اشاعت ہی، چنانچہ اس وقت تک مقامات ذیل پر جہاں تک برادران قوم کا ایڈریس معلوم ہو سکا۔ اعلان مورخہ ۱۵۔ نومبر سنہ ۱۹۲۶ء کی کاپیاں مناسب تعداد میں بھجوائی جا چکی ہیں،

امرتسر، لاہور، کوئٹہ، امین آباد، سرگودھا، گجرات، جھنگ، جہلم، ملتان، شاہ پور، شور کوٹ، چنیوٹ، مردان (ضلع پشاور)، ڈلی، گوردھیرہ ضلع شیخوپورہ، وزیر آباد، منٹگمری، سوہدرہ، دھاریوال، کیمبل پور، فیروز پور، پنڈ دادنخان، علیگڈھ، بمبی اور سلطان پور (اودھ)

صدیوں کے منجمد خون سے یہ توقع باندھنا کہ فوراً رگوں میں دوڑنے لگے، اصول ارتقا کے خلاف ہے اور گری ہوئی قوم کے ابھرنے کے لئے عرصہ کی ضرورت، تاہم جن قومی ذمہ داریوں کو لیکر یہ انجمن اٹھی ہے، ان کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے قوم کے فہمیدہ اور درد دل رکھنے والے اصحاب کی حمیتِ ملی اور غیرتِ قومی سے پُرزور خواہش کی جاتی ہے۔ کہ قبولِ رکنیت سے انجمن کا ہاتھ بٹائیں،

خبرم نیست کہ منزلگہِ مقصود کجا ست
اینقدر ہست کہ بانگِ جرسے می آید

احقر الکونین

قاضی نظر حسین فاروقی آنریری جنرل سکرٹری
انجمن قریشیان پنجاب

گوجرانوالہ
یکم اپریل سنہ ۲۷ء ۱۹

رسل و رسائل کا یہ سلسلہ نہایت تسلی بخش و خوش کن ہے، لیکن صرف رسل و رسائل ہی اہم قومی خدمات کو بوجہ احسن انجام دینے کیلئے کارآمد نہیں ہو سکتے، تاوقتیکہ متفقہ سعی و جہد اور استقلال و ثبات قدمی سے کام نہ لیا جائے۔ کارکنانِ انجمن و معاونین قوم کا عملی طور پر ہاتھ نہ بٹایا جائے، قومی انجمن کے قیام اسے فروغ دینے کے وسائل اور قومی اغراض کو پورا کرنے کے لئے جن باتوں کی ضرورت ہوا کرتی ہے ناظرین الفرش ایسے نکتہ شناس و معاملہ فہم احباب سے مخفی نہیں، لہٰذا ان کا اعادہ تحصیل حاصل ہی، بس مختصر الفاظ میں میں نہایت زور اور دعویٰ کے ساتھ اپنے جملہ ناظرین کرام سے اپیل کرتا ہوں۔ کہ وہ اپنی قومی ضرورتوں کا احساس کرتے ہوئے اس موقع کو ہاتھ سے نہ دیں اور جس قدر جلد ممکن ہو سکے **انجمن قریشیان پنجاب** (گوجرانوالہ) کی رکنیت قبول فرمائیں، معمولی کارڈ پر درخواست ممبری ہو سکتی ہے، میں یہ شکریہ سے بحد مسرور ہونگا۔ کہ احباب نے میری اس التجا کو بطیب خاطر قبول کرتے ہوئے انجمن مذکور کی امداد و اعانت کے لئے عملی قدم اٹھایا ہے، وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ،

نیاز مند

محمد علی فرنوق صدیقی ایڈیٹر الفرش، وائس پریذیڈنٹ انجمن مذکور

متفرقات

میری علالت کا سلسلہ دسمبر کے آخری عشرہ سے شروع ہوتا ہی، دو ماہ متواتر تو میں صاحب فراش رہا، زاں بعد کبھی کبھی افاقہ ہو کر دورہ ہوجاتا رہا۔ اس اثناء میں دفتر سے نہ ضروری مراسلات کا جواب دیا گیا۔ اور نہ رسالہ کی ترتیب و تنظیم میں خاطر خواہ حصہ لیا گیا،

جنوری کے رسالہ کے ملاحظہ سے جن برادران نے میری اس تکلیف پر ہمدردانہ خطوط ارسال فرمائے افسوس ہی کہ اس مجبوری میں ان کا شکریہ بھی ادا نہ کیا جاسکا۔ بہرحال احباب کی ہمدردی و برادر نوازی کا میں بدل مشکور ہوں، امید ہے کہ احباب میری صحت کیلئے خدائے تبارک و تعالیٰ سے بخشوع و خضوع دعا فرما کر مجھے گردیدہ احسان فرمائیں گے، نیازمند رونق

قدردانی ہمت افزائی کا عملی پہلو اس سے زیادہ کیا ہوسکتا ہے، کہ عنایات خصوصی کا سلسلہ باہمیں پیش جاری رکھا جائے، القریش کی سالانہ قیمت تین روپے مقرر ہی، لیکن ہماری کرمفرما خریدار نمبر ۳۴۴ ۶ اسے ساٹھ روپے سالانہ پر خریدنے فرماتے ہیں، اور اسی پانچ روپے ماہوار کی صورت میں ادا کرتے ہیں، ناظرین کو خوب معلوم ہی، کہ گذشتہ جون کے رسالہ کے ایک مضمون سے متاثر ہو کر آپ نے سو روپیہ کے گرانقدر عطیہ سے امداد فرمائی تھی، اور پانچ روپے ماہوار کا سلسلہ برابر جاری رکھا اور ہے، گذشتہ سہ ماہی میں آپ ترسیل عطیہ کا یہ سلسلہ کسی وجہ سے جاری نہ رکھ سکے، لیکن اب آپ نے نومبر ۲۶ء تا مارچ ۲۷ء پانچ ماہ کا زرچندہ پچیس ۲۵ روپے کی بجائے اٹھائیس ۲۸ روپے ارسال فرما کر رہین منت فرمایا، جَزَاهُمُ اللّٰہُ خَيْرُ الْجَزاء

یو، پی کے ایک مشہور مقام سے ایک موقر و معزز بھائی اپنے ایک پرائیوٹ گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں، کہ

"یو، پی کے قریشی احباب نے
قومی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے
اپنے ایک خاص اجلاس میں اس بات
کا قطعی فیصلہ کر لیا ہی۔ کہ انجمن
قریشیانِ ہند کے نام سے
ایک قومی مرکز قائم کیا جائے

اختتامی اجلاس میں ہندوستان
کے برگزیدہ منتخب قریشی برادران
کو دعوتِ شرکت دیجائیگی، اوران
کی موجودگی میں عملی قدم نہایت
جوش و استقلال سے اٹھایا جائے
گا۔"

قریشیوں کی موجودہ حالت فی الواقعی
اس امر کی مقتضی ہے، کہ ان کا ایک ایسا قومی
مرکز ہو، جو انکی تمام کمزوریوں کو دور کرنے کے
لئے ہمت و استقلال سے کام لے، باتیں
کم کرے اور کام زیادہ،

پنجاب میں پراونشل کانفرنس و انجمن
قریشیان پنجاب، گو حسب الفاد کے چند باہمت
اور دردمند بزرگان کی کوشش سے قائم ہو
چکی ہے اور خوب کام کر رہی ہے، جو انجمن قریشیان
ہند کے قائم ہونے انشاء اللہ تعالیٰ وہ اس
قابل ہوسکیگی، کہ صوبہ پنجاب سے اس کی امداد
کے بہترین ذرائع بہم پہنچا سکے،

یو۔پی کی قریشی برادری کو اس
تجویز کو کتمِ عدم سے وجود میں لانے اور منصۂ
شہود پر جلوہ گر کرنے کیلئے عجلت کو کام میں لانا
چاہیئے، امرتسر کی انجمن قریشیانِ ہند
اس وقت تک کوئی پراونشل کانفرنس قائم
نہیں کرسکی، اور نہ ہی وہ اپنی کوشش سے
کوئی ڈسٹرکٹ کمیٹی قائم کرسکی ہے، اور اب
خود ہی کی حالت ذاتی مخاصمتوں کیوجہ
سے چراغ سحری کے مانند ہو، اور یہی وہ
اسباب ہیں، جو قومی انجمنوں کی ترقی
اور ان کے فروغ کے لئے مانع ہوا کرتے ہیں،
کاش ذاتی خصومتیں قومی کاموں میں دخیل
نہ ہوا کریں،

مخدومی قاضی محمد یوسف صاحب فاروقی
احمدی مسجد احمدیہ پشاور سے تحریر فرماتے
ہیں، کہ

"ہم نے ارادہ کیا ہوا کہ امیر المومنین
سیدنا حضرت عمر فاروق اعظم
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد کے افراد
اور خاندان کے مشہور افراد
کے مختصر تاریخی حالات اور خدمات
اسلام اور دیگر مفید کام ایک
جا جمع کریں،

پس خاندان فاروقیہ
کے ہر ایک تعلیم یافتہ فرد سے
درخواست ہے، کہ وہ ہمارے ہاتھ
بٹانے کی غرض سے اپنے خاندان کا
شجرہ نسب پوری تصحیح کے ساتھ
اور اپنے خاندان کے قابل بزرگوں
کے مختصر حالات اگر ہوسکے تو بقید
سنین ہمارے نام ارسال فرمائیں

تاکہ مناسب موقعوں پر درج کر
دئے جائیں،
جس وقت کتاب تیار ہو جائے
تو ہر خواہشمند سے صرف لاگت وصول
کرکے ایک جلد کتاب دی جائیگی
یا جس قدر مطلوب ہوں،
نیز ایسی کتب کے ناموں اور
ملنے کے پتوں سے مطلع فرمایا جائے
جن سے ہم اس امر میں امداد لے سکیں"

آئندہ اشاعت سے انشاء اللہ تعالے دو
اہم اور ضروری مضامین جن کا سلسلہ
ایک عرصہ جاری رہیگا۔ اور بعد میں کتابی
شکل میں آسکیں گے شروع ہوگا۔ ناظرین کرام
انتظار کریں، انشاء اللہ تعالی یہ سلسلہ
نہایت مفید و کارآمد ثابت ہوگا،

مکرمی قاضی شاہ ولی صاحب وکیل ایک
ضروری پیغام برادران قوم و ناظرین القریش کی خدمت میں
پہنچا دینے کا ارشاد کرتے ہیں، ناظرین کرام و برادران
عظام ذرا توجہ سے سنیں، وہو ہذا۔

"مکرم بندہ سلمہ ربہ
السلام علیکم! اسمیں کچھ شک نہیں کہ ہمارا قومی
رسالہ ایک ہی القریش ہے جس نے وہ فروغ نہیں
پایا۔ جو کہ اسے پانا چاہیے تھا۔ اسکی وجہ سوائے اسکے نہیں کہ
قریشی صاحبان نے اسکو مستقل رکھنے کے لئے توجہ نہیں کی
اگر وہ ذرا سی بھی توجہ صدق دل فرماتے، تو آج رسالہ القریش
کی اشاعت اور اخبارات و رسائل کیلئے ضرب المثل کا کام دیتی
مضامین اور ترتیب کے لحاظ سے جو فروغ اس رسالہ کو حاصل
ہے، وہ محتاج تعریف نہیں۔ البتہ کمی جو ہے وہ فروغ
اشاعت ہی میں ہے، امید ہے کہ میرے قریشی بھائیوں کی
ہمت قلبی ضرور اس کمی کو پورا نہیں بلکہ دیگر اخبارات و
رسائل کیلئے ترقی اشاعت کے بارہ میں ضرب المثل کا کام کر
رہیگی، اسمیں بھی شک نہیں، کہ ہر ایک ذی فہم اور نکتہ
رس بھائی کو فکر حصول معیشت اس قدر دامنگیر ہے۔ کہ

انجا غم معیشت و آنجا سزائے عصیاں
آسائش دو گیتی بر ما حرام کردند

وہ کسی اور طرف نظر اٹھانے کی فرصت نہیں دیتا۔ تاہم
کسی نہ کسی اتفاقی ضرورت کے لئے بادل ناخواستہ ہر ایک
صاحب کو فرصت نکالنی پڑتی ہے، انکی برادرانہ مروت
سے یہ ہرگز بعید نہیں ہے۔ کہ وہ اس قومی رسالہ
کی ترقی اشاعت کو سال بھر میں ایک دفعہ اتفاقی ضرورت
ہی تصور کرکے کچھ وقت اس کار خیر پر صرف کر دیا کریں
تو یہ نادر الوجود رسالہ اپنے پاؤں پر ہی مضبوطی سے
کھڑا ہو سکے،

میں خود بھی آج تک اسی موذی مرض عدیم الفرصتی
کا شکار رہا۔ مگر تعطیلات گذشتہ کرسمس میں غیرت و حمیت
قریشیت نے مجھے مجبور کیا۔ تو میں نے دس خریدار صرف
ایک دن میں مہیا کر لئے اور انکی قیمتیں بمعہ فیس منی آرڈر
ان سے وصول کر لیں،

تومطلب یہ ہے کہ موجودہ ناظرین التعریش ہی اگر تہذہی ہمت کریں اور دس دس خریدار مہیا کرنے کا تہیہ کرلیں، تو القریش ایسے مفید قومی رسالہ جلد ہی دس گنا بڑھ سکتا ہے، قومی آواز بلند ہوسکتی ہے، امید ہے کہ میرے بھائی میری اس اپیل کو شفقت و قبولیت کی نظر سے دیکھتے ہوئے اس اہم اور پہلی قومی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے عملی قدم اٹھا کر عند القوم مشکور ہوں گے،

انجمن قریشیان پنجاب کی اطلاعیں،

(۱) مخدوم محمد دین صاحب عباسی ورنیکلر ٹیچر ممبر منظور کئے گئے۔

(۲) جناب خان بہادر میاں محمد حیات صاحب قریشی، سی، آئی، ای، ممبر لیجسلیٹو کونسل پنجاب دوران رکنیت کونسل میں ملک اور قوم کی خدمت کے عزم بالجزم کا یقین دلاتے ہیں، ہماری آرزو ہے کہ آپ اس میں کامیاب ہوں، آمین،

(۳) انجمن اسباب پر غور کر رہی ہے، کہ جن اضلاع پنجاب میں اب تک "قریش" زراعت پیشہ قرار نہیں دئے گئے، اس کے متعلق مقامی معلومات بہم پہنچانے اور موثر کوشش استعمال میں لانے کے کیا اسباب اور ذرائع ہوسکتے ہیں؟

جہاں تک ضرورت اور حالات کا تقاضا ہے ان کے رو سے اس مدعا کی تکمیل کے لئے بالضروری یہ ہے، کہ برادران قوم تعداد کثیر میں رکنیت انجمن قبول فرمائیں، تاکہ مجموعی طاقت کے ساتھ مرکزی صورت میں مضبوط اور موثر آواز بلند کی جاسکے،

(۴) جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ایک آنہ کا ٹکٹ آنا ضروری ہے، کیونکہ سرمایہ انجمن بجناب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے الفاظ میں ہنوز "نام خدا" ہی ہے،

اے کارساز تیری خدائی ہے بے قیاس
تو انجمن کو بے حساب و بے شمار دے

آمین،

گوجرانوالہ
یکم، اپریل سنہ ۱۹۲۷ء

قاضی نظر حسین فاروقی
آنریری جنرل سکرٹری
انجمن قریشیان پنجاب

اپنی مجبوریوں کی وجہ سے ہم اس دفعہ "حالاتِ حاضرہ" اور "تبصرہ" عنوان پر لکھنے سے معذور رہے ہیں اس لئے چند اخباری واقعات اقتباس کی صورت میں ہدیہ ناظرین کئے جاتے ہیں ،

حضور نظام اور حکومتِ ہند

معاصر "مسلم راجپوت" بحوالہ "ہمعصر خلافت" رقمطراز ہے "کہ ہمارے پاس ریاست حیدرآباد کے متعلق جو تازہ ترین اطلاعات موصول ہوئی ہیں ، وہ بے انتہا اضطراب انگیز ہیں ، حکومتِ ہند حیدرآباد کے ریونیو اور پولیس کے اہم ترین محکموں پر قبضہ کرنے کے بعد اب عدالت ، ڈاکخانجات صفائی ، جنگلات ، حفظانِ صحت غرضیکہ تمام چھوٹے بڑے محکموں پر انگریز افسروں کو مقرر کرنا چاہتی ہے اور اعلیحضرت نظام کسی طرح رضامند نہیں ہوتے ، کہ اب مزید دیوتاؤں کی جاسی حیدرآباد میں برملائی "فیوض و برکات" کی گنگا بہے ، حضور نظام نے حکومتِ ہند کی ان چیرہ دستیوں کے خلاف پروٹسٹ کیا ہے ، اور آج کل اپنے مشیران سیاسی نواب فریدون ملک ، نواب نظامت جنگ اور نواب مہدی یار جنگ کیساتھ شاہی محلات میں گھنٹوں سرگرم مشورت رہا کرتے ہیں ۔ ایسی حالت میں جبکہ اعلیحضرت نظام اپنی قلمرو میں نفاذ اصلاحات کے لئے آمادہ ہو گئے تھے اور ریاست کی صدارت عظمیٰ بھی ہزاکسیلینسی مہاراجہ سرکشن پرشاد جیسے بیدار مغز اور صلح کن امیر کو تفویض ہو گئی تھی جسپر عام رعایائے دکن اور حکومتِ ہند دونوں کو اعتماد حاصل ہے ، حکومتِ ہند کی یہ ضد کہ ریاست میں انگریز گردی قائم کی جائے ، فہم انسانی سے بالاتر ہے ، ریاست کے بڑے محکموں پر جو ہندو مسلمان متعین تھے ، ان میں کسی کی تنخواہ ڈھائی ہزار روپیہ ماہوار سے زائد نہ تھی ، لیکن اب کرنل ٹرینچ جدید وزیر مالیات کی تنخواہ چھ ہزار ایک روپیہ ماہوار مقرر کی گئی ہے ، اسی طرح دوسرے انگریز افسروں کو بھی بہ مقابلہ سابق دگنی تنخواہیں دلائی جا رہی ہیں ، نواب محی الدین یار جنگ کیمبرج یونیورسٹی کے ایک نہایت قابل گریجوایٹ کو اعلیحضرت نظام نے محکمہ نوج و طبابت کا سکرٹری مقرر کیا ہے ، لیکن ہم کو موثق ذرائع سے معلوم ہوا ہے

کہ ان کی جگہ کے واسطے بھی حکومت ہند ایک انگریز کو بھیج رہی ہے"

"یار وفادار" کیساتھہ کیا سلوک ہو رہا ہے،

اعلحضرت حضور نظام نے جن کو گورنمنٹ برطانیہ نے ہز اگزالٹیڈ ہائی نس اور یار وفادار کا خطاب دے رکہا ہے، جنگ عظیم کے موقع پر جو کچھہ برطانیہ کے ساتھہ کیا ہے، اس کا ایک مختصر خاکہ ذیل میں درج کیا جاتا ہی، کیا ایسی دوست کے ساتھہ جو پالیسی اختیار کی جا رہی ہے، وہ صحیح ہو سکتی ہے،

(۱) دوران جنگ میں رسالہ دکن اور حیدرآباد امپیریل سرس کے مصارف ایک کروڑ ۳۵ لاکہہ (۲) عطایائے عام ایک کروڑ ۴۳ لاکہہ ۹۱ ہزار ۶۰۰ (۳) پرنس آف ویلز ریلیف فنڈ ایک لاکہہ (۴) ہندوستان کا امپیریل فنڈ ایک لاکہہ، (۵) آبدوز کشتیوں کے مقابلہ کے لئے محکمہ بحری کو ۱۵ لاکہہ (۶) یوم برطانیہ میں صلیب احمر کو ایک لاکہہ (۷) جنگ عظیم کے آغاز میں ۱۵ لاکہہ (۸) تقریبات دیوں کے موقع پر ملک معظم اور ملکہ معظمہ کو مصیبت زدگان جنگ کیلئے ۲۵ لاکہہ ۷۵ ہزار، (۹) ہسپتالی جہاز کے اخراجات میں ۲ لاکہہ (۱۰) ۱۹۱۷-۱۹۱۶ء میں چندہ جنگ ۳۹ لاکہہ (۱۱) قرضہ جنگ جو معاف کر دیا ۷۵ لاکہہ (کشمیری)

تقریظات

حمایت اسلام کا عید نمبر، انجمن حمایت اسلام کا یہ ہفتہ وار اخبار صوری و معنوی خوبیوں کے ساتھہ نہایت دیدہ زیب صورت میں پابندی وقت کے ساتھہ لاہور سے شائع ہوتا ہی، یکم شوال کا پرچہ عید الفطر کی تقریب پر عید نمبر کے نام سے نہایت دلاویز صورت میں شائع کیا گیا ہی، مضامین دلچسپ قابل قدر اور بہترین، کتابت و طباعت عمدہ، حجم ۳۰ صفحات فی پرچہ ۱/، شائقین منگا کر حظ اٹھائیں،

متبرک نگینہ، کارخانہ متبرک نگینہ پانی پت نے سونے چاندی کی انگشتری میں جڑانے کے قابل ایک چھوٹا سا خوبصورت اور بابرکت نگینہ بغرض ریویو ہمارے پاس بھیجا ہی۔ کمال صنعت، انتہائی کاریگری، حد درجہ کی دیدہ ریزی محنت اور بیحد صفائی سے بہت چھوٹے سے خوشنما نگینہ پر بسم اللہ شریف اور سورۂ اخلاص اس خوبی کے ساتھہ بہت باریک خوشخط اور ایسی صاف کہدی گئی ہی، کہ بغیر شیشہ کی مدد کے لفظ لفظ پڑہی جاتی ہی، چہوٹے سے نگینہ پر اتنے الفاظ کہدائی کی اعلیٰ صنعت کا نمونہ ہی، اس محنت و دیدہ ریزی کے مقابلہ میں ایک روپیہ فی نگینہ قیمت بہت کم ہی، پانچ نگینہ کے خریدار کو محصول ڈاک معاف، ہر آیت نگینہ بہ حسب خواہش کندہ ہو سکتی ہی، مندرجہ پتہ سے طلب کرکے محنت کی داد دیں،

۱۹۸۶

شمارہ ۱ جلد

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ

ایک تاریخی اصلاحی اور قومی ماہوار

رسالہ

القریش امرتسر

ایڈیٹر

محمد علی رونق صدیقی

تاریخ اشاعت ہر انگریزی مہینے کی ۱۶ مقرر ہے

قیمت سالانہ تین روپے نمونہ ۴ر

فہرستِ مضامین

جلد ۱۳ | بابت ماہِ مئی سنہ ۱۹۲۷ء | نمبر ۵

شمار	عنوان	نوشتہ	صفحہ
(۱)	کلام الملوک ملک الکلام - - - -	سلطان العلوم اعلیٰحضرت شہریار دکن ادام اللہ سلطنتہ	۴
(۲)	قومی انجمنوں کی حیات کا راز - - -	ایڈیٹر - - - - - - - - -	۵
(۳)	قومی ترانہ - - - - - - -	ابوالفضل حضرت ثمر - - - - -	۸
(۴)	ناموسِ اسلام - - - - - - -	مولانا قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی	۱۰
(۵)	ہندو ہند - - - - - -	ابوسلیمان مولانا فضلی - - -	۱۷
(۶)	تسخیرِ خوزستان - - - - - -	مولانا حکیم حبیب الرحمن صاحب - -	۱۸
(۷)	متفرقات - - - - - -	ایڈیٹر - - - - - - -	۲۱
(۸)	قہرِ الٰہی کی تجلی - - - - -	جناب منشی حمد الدین صاحب فوق -	۲۲
(۹)	عالمِ تنہائی - - - - - - -	القائے ناری کوہ سوار نظامی - -	۲۶
(۱۰)	صدر نشین نومسلم کانفرنس کی نصیحتیں -	ایڈیٹر - - - - - - - -	۲۷
(۱۱)	تربیتِ اولاد - - - - - - -	تجلی - - - - - - -	۳۲
(۱۲)	مسالمتِ عثمانی - - - - - -	ایڈیٹر - - - - - - -	۳۴
(۱۳)	ایک دردمند آواز - - - -	مولانا قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی	۳۹
(۱۴)	اشتہار - - - - - - - -	- - - - - - - - - -	۴۲

اب صرف نو ایسے دردمند حضرات کی ضرورت ہے، جو الفرقان کا معیار ذرا بلند کرنے کے لئے پانچ پانچ خریداروں سے مدد فرما سکتے ہوں، **قومی اغراض** کو پورا کرنے کیلئے قومی آرگن کی آواز کا بلند کرنا مقدم و اولین فرض ہے، **منیجر**

۷۸۶

کلام الملوک ملوک الکلام

سلطان العلوم اعلیٰحضرت خسرو معظم شہریار دکن ادام اللہ اجلالہٗ کا نعتیہ کلام

شہِ دیارِ نبوت و بقا رسولِ کریم
مدارِ دورِ سمائے علا رسولِ کریم

سراجِ عقل و محیطِ علوم و منبعِ فضل
مناطِ سلسلۂ انبیا رسولِ کریم

طرازِ عرشِ برین زیبِ کرسیِ اقلیم
ہمائے کنگرۂ ارتقا رسولِ کریم

شعاعِ شمسِ نبوت ضیائے بدرِ کمال
زِ حدِ فہم ورائے الورا رسولِ کریم

معینِ عینِ عنایاتِ مستعانِ ہمہ
ملاذ و مامن و ماوائے ما رسولِ کریم

مریضِ ہجرِ تو از ہر علاج مستغنی است
مسیح نامِ تو یادت دوا رسولِ کریم

گدائے کوئے توام غیر این تمنا نیست
ترحمی بہ منِ خستۂ ما رسولِ کریم

زہوش رفتہ چو موسیٰ برآنکہ جرعہ کشید
ز کاسۂ تو مئے پر صفا رسولِ کریم

بدوں کہ حبلِ متینِ خدا بمذہبِ ما
عمادِ قصہ اینست کہ داریم یا رسولِ کریم

زہے محمد محمود و احمد حامد
شفیع و شافع و کہف الوریٰ رسولِ کریم

اگرچہ شامل خلق است لیکن ای عثمانؔ
ہم از خدای نباشد جدا رسولِ کریم

جلد نمبر ۱۳ — نمبر ۵ — ۲۷ مئی ۱۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفردوس امرتسر
جریدہ

قومی انجمنوں کی حیات کا راز

چند مفید ترین مشورے

شاہ‌رزہ قومی کیوں مخدوش ہے؟ قومی مفاد کیوں خطرہ میں ہے؟ شیرازہ کیوں بکھر جاتا ہے؟ مجلسوں کی مربوط سلک میں کیوں ابتری پیدا ہو جاتی ہے؟ ان عوارض پر غور کرنے کی بڑی ضرورت ہے،

دردمندانِ قوم نے اپنے قدیم تجربہ تشخیص اور تحقیق کی بناء پر قومی انجمنوں اور ملی سوسائٹیوں کے احیاء و بقا کے لئے جو تدابیر پیش کی ہیں، اور ترقی کی دوڑ میں دوڑنے والوں کے لئے جو لائحہ عمل تجویز کیا ہے، اس میں زیادہ تر ان باتوں پر زور دیا گیا ہے کہ

(۱) موعودہ رقم کے وصول نہ ہونے پر مایوسی کو جگہ نہ دیجائے،

(۲) سرمایہ مخفی تدویل میں دینے کی بجائے بنک میں محفوظ رکھا جائے، اور اس کے

(۳) منافع سے ضروریات پوری کیجائیں،

(۴) مقاصد کی تکمیل میں غفلت و سستی نہ ہو،

یہ مشورے بجائے خود مفید و کار آمد ہیں، مگر ہم اپنے تلخ تجربے کی بنا پر یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ قوم کا اصلی استحکام صرف اسی میں نہیں ہے، کہ سرمایہ بنک میں محفوظ کرکے کان لپیٹ کر یکسوئی کے ساتھ کام کیا جائے، بلکہ اس میں ہے کہ

(۱) جب قومی معاملات کے لحاظ سے ضرورت ہو، تو قوم کی جانب سے یکجہتی اور اجتماع ظاہر ہو، اور جوں ہی ادائے فرض کیلئے آواز دیجائے، ہر شخص اختلافات کو دور کرکے معاملہ واحد کیجانب متوجہ ہو جائے،

(۲) اصول کے نام پر تعصبات پر بضد رہنا اور کسی معاملہ میں جو بات دراصل تصفیہ طلب ہو، اس کو نظر انداز کر دینا یا جس کا تصفیہ بطریق احسن ہو، اس پر جھگڑا اور شرارت کی بنا پر حرف گیری کرنا داخل حماقت و جہالت سمجھ کر احتراز کیا جائے،

(۳) جہاں کسی متحد جماعت کے نفع کے واسطے سرگرمیوں کا سلسلہ جاری ہو، وہاں باہمی احترام، بھروسہ، اور اعتماد کی قلت، جنبہ داری و پارٹی فیلنگ کی کثرت سے بچنے کی کوشش کیجائے، کیونکہ جماعتی مفاد کیلئے اس سے زیادہ خطرناک اور تباہ کن کوئی دوسری حالت نہیں ہو سکتی،

(۴) جہاں مقصد واحد ہو، وہاں مقصد برآری کے ذرائع ایسے نہ ہونے چاہئیں، جو جماعت یا منفرد اشخاص کو ایسے طرز عمل کا پیرو بنا دیں، جو مقصد ہی کو غارت کر دے،

جو اصول عمل سے جدا رہیگا، وہ ضرور فاسد خیالات میں تبدیل ہو جائیگا۔ تمام عملی اغراض کے واسطے نادرسے نادر خیالات بھی بسا اوقات گرد و پیش کی اشد ضرورت کے سامنے دب جایا کرتے ہیں اور باہمی اتحاد، تحمل، چشم پوشی، حتیٰ کہ باہمی ایثار کے ولولہ کے تابع ہو جاتے ہیں؛

بدبختی تو یہی ہے کہ مباحثہ کی گرما گرمی اور کبھی ذاتی مخاصمتوں کی الجھن میں ہم اپنا مقصد بھی بھول جاتے ہیں اور بجائے مقصد کے سارا زور ذرائع پر صرف کر دیتے ہیں، انانیت اور جوش کے رنگ میں اختلاف رائے کی جو جھلک نظر آتی ہے، اس پر اگر نظر عمیق ڈالی جائے، تو اکثر اس میں اختلافات اصول بمعنی معلوم ہوتے ہیں، اور مخلص سے مخلص ہمدم بھی بآسانی اپنے تئیں فریق مخالف سمجھنے لگتا ہے، ذاتی اور شخصی امور کو قومی اور ملی معاملات میں دخل کرنے سے غار مغائرت وسیع ہو جاتی ہے، اسلئے الزامات دلوں میں ضد و کد اور رنجش ڈالدیتے ہیں، اور غلط بیانیاں جنبہ داریاں آتش مخالفت کے شعلے بھڑکا دیتی ہیں، جس سے اصل مقصد فوت ہو کر انتقامی ولولے

پیدا ہو جاتے ہیں، اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قومی انجمنیں اور سوسائٹیاں تباہ و برباد ہو کر رہ جاتی ہیں،

چونکہ قوم سے مراد قوم کے اخلاق ہیں جب تک اخلاق ہیں قوم بھی ہے، اخلاق گئے تو قوم بھی گئی، وَاِنَّمَا الْاُمَمُ الْاَخْلَاقُ مَا بَقِيَتْ، بَقُوْا وَاِنْ ذَهَبَتْ اَخْلَاقُهَا ذَهَبُوْا، اس لئے

(۵) کمال مصلحت اندیشی یہی ہے، کہ نااہل و کج خلق، مفسد، شر انگیز، خود غرض و حاجتمند گروہ ساز و جنبہ دار ہستیوں اور ضدی و غیر مآل اندیش طبائع کو انتظامی امور سے الگ رکھا جائے اور قومی خدمات کیلئے ایسے نفوس کی تلاش کی جائے، جن کے پہلو میں دل اور دل میں درد ہو، جو غیروں کا رنج اپنا رنج، بیگانوں کی تکلیف اپنی تکلیف، اوروں کی کوفت اپنی کوفت محسوس کر کے لیل و نہار، تدبر و تفکر اور اصلاحی امور کی تلاش و جستجو میں بسر ہوں، ان کے دماغ ہمہ وقت قوم کی اصلاح اور مسلمانوں کی بہتری کے وسائل کی ٹوہ میں مصروف رہیں، تاکہ قوم و ملت گرداب فنا سے بچ نکلے،

(۶) تشہیر مقاصد کے ساتھ ساتھ انجمن کا روزنامچہ افراد قوم کے سامنے کھلے کھلے الفاظ میں پیش کیا جائے، قومی ضروریات اور اپنی کمزوریوں کی جانب توجہ دلائی جائے، سہل ترین ذرائع تشہیر بہم پہنچائے جائیں، تاکہ تھوڑے صرفہ میں کام زیادہ ہو، اور قومی آواز دور دور تک پہنچانے میں آسانی ہو، جرائد و رسائل تشہیر مقاصد کا بہترین ذریعہ قرار پاچکے ہیں، لہٰذا انکی جانب رجوع کیا جائے، تاکہ خدمات کی انجام دہی میں وہ اپنے پورے معاون کار بن جائیں،

ان تمام باتوں کے علاوہ

(۷) آمد و خرچ کے گوشوارے کمال احتیاط و صفائی کے ساتھ قوم کے سامنے پیش کئے جائیں اور بیت المال کی حفاظت میں خاص احتیاط ملحوظ رکھی جائے، بنک واقعی حفاظت سرمایہ کا بہترین ذریعہ ہے، مگر یہ بات خوب ذہن نشین کر لینی چاہیئے، کہ رقم کا بنک میں جمع کر دینا ہی صرف حفاظت سرمایہ کی ضمانت نہیں ہو سکتا، تاوقتیکہ اس کی درآمد برآمد کا معقول انتظام نہ ہو،

کارکنان اکثر ان باتوں پر توجہ دینے کی ضرورت نہیں سمجھتے حالانکہ یہی نقائص آخر انجمنوں اور قومی سوسائٹیوں کی تباہی کا موجب ہوا کرتے ہیں، لہٰذا ضرورت کا اقتضاء یہ ہے، کہ کارکنان تکمیل مقاصد سے قبل اپنے گرد و پیش ایک عمیق اور گہری نظر ڈال کر ایسے تمام کانٹوں سے اپنا راستہ صاف ......

[illegible]

قومی ترانہ

(ابو الفضل حضرت ثمر دربھنگوی کے قلم سے)

اشکِ ناکامی نہاں اس دیدۂ پُر نم میں ہے | یا قیامت خیز عالم محفلِ ماتم میں ہے
ہم کسی کے غم میں ہیں یا دل ہمارا غم میں ہے | کیونکہ اپنا زخمِ دل بھی خواہشِ مرہم میں ہے

کان مشتاقِ شنیدن ہے صدا آتی نہیں
گو طبیبِ وقت ہیں لیکن دوا آتی نہیں

دیدۂ گریاں رہے گا تا بکے یوں خونچکاں | اشکِ خونیں تا کجا آخر کہیگا داستاں
تا بکے ہونٹوں کو سمجھوں محشرستانِ فغاں | تا بکے نالے بلائیں گے زمین و آسماں

جی میں آتا ہے کہ اب صحرا نشیں ہو جائیے
داغِ ناکامی کلیجے پر کہاں تک کھائیے

اب نہ وہ محفل رہی باقی نہ پیمانہ رہا | اب نہ وہ ساقی رہا باقی نہ میخانہ رہا
اب نہ وہ مجنوں رہا باقی نہ ویرانہ رہا | تنگ تر صحرا ہوا کوئی نہ دیوانہ رہا

اب کہاں لیلےٰ رہی باقی کہاں محمل رہا
اب کہاں پیشِ حدی خوان کاروانِ دل رہا

ہاں مرے بھائی ذرا سن لے یہ پیغامِ سروش | ساقیِ تقدیر ہے پھر آجکل مینا بدوش
ہیں کہاں مستانۂ تدبیر دے بادہ نوش | ایہا الساقی کے نعروں سے اٹھی جوش و خروش

دوستی ہی گفت پنہاں رازدانِ تیز ہوش
کز شما پنہاں نشاید داشت رازِ می فروش

کھول آنکھیں اپنی غافل دیکھ دنیا کی ہوا | دنیا سازی کی ہوا میں ہے لگاوٹ کی ادا
روشنیِ طبع سے اپنی اگر تو لے ضیا | پھر چمک تجھی پر آج سے فسردا ترا

دل تو روشن ہے مگر سوزِ دروں رکھتا نہیں

قلب سینے میں ہے لیکن قلبِ خوں رکھتا نہیں

دہر میں تیرا اشتہارِ حسن ملت اور ہے — قالبِ آدم میں رہ کر تیری صورت اور ہی
زشت خوئی سے جہاں میں تری حالت اور ہے — دیکھکر حالت تری گفتا ہمت اور ہی

طاق شد طاقت ز مشقت ہر کراں خواہم شدن
مہرباں شو ورنہ برخود مہرباں خواہم شدن

ہاں رگِ ہمت میں تیری خوں اگر پیدا ہوا — پھر تو لے ابھر لگا تجھکو جوشِ مردانہ ترا
فرش سے تا عرش پھیلے گی ترقی کی ضیا — پھر تو ہوگا بارور ہر ہر شجر امید کا

وادیٔ کوشش میں پہلے گام زن ہو بے خبر
دیکھنا پھر بعد ازاں شانِ کریمی کا اثر

حال ترا دہر میں ہے کاروانِ خفتہ سا — دیکھیے کیا رنگ لاتی شوق بے پروا ترا
ہاں نوا پیدا اگر ہو اور تو گرم نوا — پھر دکھائیگی تجھے تاثیر آوازِ درا

شمع محفل بنکے بھی تو سوز سے خالی رہے
حیف اگر یوں پست تیری ہمت عالی رہے

ہاں ذرا جدت طرازی کا تماشا بھی دکھا — ان جگر سوزی سے اپنے کام لے مرد نما
سامنے ہے جادۂ منزل قدم آگے بڑھا — ہم بھی تو دیکھیں تجھے غربت میں منزل آشنا

ہاں قدِ نایاب بن دریا سے ہم آغوش ہو
بحرِ ناپیدا کنارِ دہر میں پرجوش ہو

زندگی تیری کہاں کیڑے مکوڑوں سے ہے کم — تو مگن ہر حال میں تجھکو نہیں احساسِ غم
اب بھی گر خصلت نہ بدلی تو ذرا ہی وقفِ الم — یاد رکھنا تجھ سے ہے نزدیک تر راہِ عدم

بے ہنر کی زندگی ہے موت سے ملتی ہوئی !!
ہستیٔ بے علم ہے یاں موت سے ملتی ہوئی

زندہ رہنا ہے اگر کچھ کام لے تعلیم سے — دل کو وقفِ علم کر تالیف سے ترمیم سے
سب سے گر تعظیم لینا ہے تو لے تعظیم سے — ٹھیک کے پڑھنے کی ادائیں سیکھ حرفِ میم سے

اے ثمر لذت ز فیض جہل دنیا حاصل است
آں چناں تنگست دست من کہ پنداری دل است

نامورانِ اسلام

مخدومی قاضی نظر حسین صاحب فاروقی کی قلمی جواہر ریزیوں سے ناظرینِ کرام خوب واقف ہیں، آپ اسلامی و تاریخی امور پر بعلاوہ حسن خیالات کا بے تکان اظہار کرنے میں یدِ طولیٰ رکھتے ہیں،

عنوان بالا سے ذیل کا تاریخی مضمون اس اشاعت سے آپ شروع فرماتے ہیں، جو علی التسلسل ایک مدت جاری رہیگا، اس میں حضرت عمر رض اور آپ کی اولاد کے حالات مناسب دلچسپیوں اور جدید معلومات کے ساتھ درج ہونگے،

امید ہے کہ "تاریخ قدیم کا جدید سلسلہ" ناظرینِ کرام کی معلومات میں بہترین اضافہ اور رگِ حمیت میں تازہ جوش پیدا کرنے کا موجب ہوگا، ایڈیٹر

گاہے گاہے بازخواں ایں دفترِ پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

تاریخ کے صفحات اور آثارِ قدیمہ کے عجائبات درحقیقت دُوربین کے شیشے ہیں جنکی مدد سے ہم دُنیا کے ماضیٔ بعید کا مشاہدہ کر سکتے ہیں،

مصر، بابل، نینوا، ایران، یونان اور روما سب کی عبرت خیز داستانوں کے دفاتر ہمارے سامنے کھلے پڑے ہیں، جن کے ٹوٹے پھوٹے کھنڈروں اور خستہ و شکستہ مٹی یا پتھر کے ٹکڑوں میں تِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ کی پوری تفسیر موجود ہے،

بابل و نینوا کی عظمت آج ایک افسانہ بن چکی، یونان اور روما کا جاہ و جلال داستانِ پارینہ کا لقب پا چکا، لیکن زمانہ جانتا ہے، کہ اس تماشا گاہِ عالم میں ہم بھی گذشتہ پرعظمت قوموں کیطرح ایک پرجوش اور متحرک دل، مضبوط اور قوی ہاتھ، روشن اور صحیح دماغ لیکر آئے تھے، اور کم و بیش ایکہزار ایک سو سال تک دنیا ہمارے ان اسلافِ کرام کے اعلیٰ کارناموں کو دیکھکر محوِ حیرت رہی جنکی ٹھوکروں سے پتھر پارس ہوجاتا اور جن کے چھونے سے مٹی سونا بن جاتی تھی، اس لئے ہمیں اپنے ماضی کا مشاہدہ کرنے کے لئے دور جانیکی ضرورت نہیں، کیونکہ ہمارا ماضی ابھی تک ماضیٔ

قریب ہے، اور ہماری قومی اور خاندانی تاریخ صفحۂ ارض پر منقش ہونے کے علاوہ صفحات کاغذ پر
بھی شرح و بسط کے ساتھ محفوظ ہے،

البتہ اگر ہماری موجودہ تصویر کا دوسرا رُخ دیکھا جائے، تو ہم اپنی ہی کوتاہیوں اور عدم
قابلیتوں کی وجہ سے گذشتہ ڈیڑھ سو سال سے دنیا کی دوسری اقوام کیلئے درس عبرت بھی بن چکے
ہیں، مگر باایں ہمہ ہماری داستان پارینہ خالی از لطف نہیں،

آنریبل سر سید احمد خان صاحب مرحوم فرماتے ہیں، کہ "وہ قوم نہایت بدنصیب ہے۔ جو اپنے
بزرگوں کے ان کاموں کو جو یاد رکھنے کے قابل ہیں، بھلا دے یا ان کو نہ جانے۔" اس لئے ہم اسلاف
کے اُن عظیم الشان کارناموں کو جو بقائے دوام کا درجہ حاصل کر چکے ہیں، بہ منظر عام پر لانیکی
عزت حاصل کرتے ہیں،

یہ اظہر من الشمس ہے، کہ اسلام کی ابتدا عرب سے ہوئی اور پھر اس کا اثر تمام دنیا پر پھیلا،
عرب ایک جزیرہ نما ہے اور یہی سبب ہے، کہ مورخین نے اس کو جزیرۂ عرب یا جزیرہ نمائے عرب
کہا۔ اس کے اُتر ملک شام، دکھن بحر عرب، پورب میں خلیج فارس اور ایران، پچھم میں باب المندب
بحر قلزم اور بحیرہ اسفریقیہ واقع ہے، گو شمال و مغرب میں عرب افریقہ سے جدا نہ تھا
مگر جب سے نہر سویز بنی ہے، اس نے مصر (افریقہ) سے اس ٹکڑہ کو جدا کر دیا ہے، عرب کا طول
ڈیڑھ ہزار میل اور عرض ایکہزار یا بارہ سو میل کے قریب ہے،

عربوں میں قومی تفریق تھی، اس لئے انھیں علم انساب کا اس قدر چرچا تھا۔ اور ہر ایک کو بجائے
خود انساب کے متعلق اس قدر فخر و ناز تھا۔ کہ مابعد اسلامی اخوت بھی اس پر متصرف اور قابو یافتہ
نہ ہو سکی، اور باوجودیکہ ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ سے شادی بیاہ کرتا اور ہر قسم کا میل جول
رکھتا۔ لیکن پھر بھی کوئی ایک خاندان کسی دوسرے خاندان میں ملکر مدغم نہیں ہو سکتا تھا۔ ہر شخص
اپنا نسب نامہ جہاں تک ہو سکتا، آدمؑ تک یاد رکھتا اور اپنی قومیت کو ہمیشہ ممتاز اور علیحدہ
دکھا دینے کیلئے آمادہ و مستعد رہتا، یہی نہیں بلکہ شریف نسل کے گھوڑوں تک کے نسب نامے
محفوظ رکھے جاتے غرضیکہ نسب کے معاملہ میں اہل عرب اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے، اور اگرچہ قبیلوں
میں ضمنی تقسیم ہوتی رہتی، مگر ہر قبیلہ جد مشترک ہی کے نام سے موسوم ہوا کرتا۔ اور اس فن
کا نام جس کے ذریعہ خاندان اور قبائل کے نسبی تعلقات معلوم ہوتے ہیں، کثرت استعمال کی بنا
پر علم الانساب موسوم ہوا۔

صحابۂ کرام کے عہد کے بعد جب فتوحاتِ ملکی نے غیر معمولی وسعت پائی اور عرب اور عجم میں اختلاط پیدا ہوا۔ تو اس وقت اس فن کی اہمیت زائل ہوئی۔ مگر چونکہ عرب کو اپنے حسب نسب پر ہمیشہ ناز رہا۔ اس لئے زمانۂ جاہلیت اور زمانۂ اسلام دونوں میں یہ فن بغائت ضروری اور اہم خیال کیا جاتا رہا۔ خود قرآن مجید بھی اس فن کی اہمیت اور ضرورت کو بہ تصریح بیان فرماتا ہے، وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوباً وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا (ترجمہ، ہمنے خاندانوں اور کنبوں میں تمہاری تقسیم اس لئے کی ہے کہ تم ایک دوسرے سے پہچانے جاؤ)

حدیث شریف یہ ہے، تَعَلَّمُوا مِنْ اَنْسَابِكُمْ مَا تَصِلُوْنَ بِهٖ اَرْحَامَكُمْ فَاِنَّ صِلَةَ الرَّحِمِ مَحَبَّةٌ فِي الْاَهْلِ مَثْرَاةٌ فِي الْمَالِ (ترجمہ، واقفیت قرابت حاصل کرنی چاہیئے، کہ وہ باعثِ محبت اور ورثہ پونچنے میں ضروری ہوتی ہے،)

خدا ان مورخین اسلام کو جزائے خیر عطا فرمائے، جن کے مدونہ واقعات سے ہم اپنی آباؤ اجداد کی بزرگی و عظمت کی تصویر دیکھہ لیتے ہیں اگر اس کا نتیجہ یہ ہونا چاہیئے تھا۔ کہ وہ واقعات ہماری لئے تازیانۂ عبرت کا کام دیں، مگر ہماری موجودہ حالت اس درجہ کے جمود و سکون تک پونچ چکی ہے کہ اثر کے ہونے یا نہ ہونے کا فرق اور احساس ہی جاتا رہا، بہرکیف رحمتِ خداوندی سے مایوس نہ ہوتے ہوئے ہم سلسلہ کا آغاز کرتے ہیں،

حکائت از قدِ آں یارِ دلنواز کنیم،
باین فسانہ مگر عمرِ خود دراز کنیم

عمرؓ نام، ابوحفص کنیت، الفاروق لقب، امیر المومنین خطاب، القرشی العدوی نسب آپ کا نسب نامہ بقرار ذیل ہے (۱) عمر بن خطاب بن نفیل بن عبد العزیٰ بن ریاح بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعبؓ بن لوئی (۲) عمر بن خطاب بن نفیل بن عبد العزیٰ بن ریاح بن عبد اللہ بن قرط بن عدی بن کعبؓ بن لوئی،

بہر حال آپکا شجرۂ نسب سردارِ دو جہاں جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے کعب پر جس کا زمانہ ظہورِ آنحضرت صلعم سے پانچ سو ساٹھہ قبل تھا، مل جاتا ہے،

بروائت مشہور آپ ہجرت نبوی سے چالیس سال قبل پیدا ہوئے اور بروائت دیگر عام الفیل سے تیرہ سال بعد یکشنبہ غرۂ محرم کو مکہ معظمہ میں آپکی ولادت ہوئی،

مکہ جس کو بکہ بھی کہا جاتا ہے اور ام القریٰ بھی جس کے معنی ہیں بستیوں کی ماں، ایک

درہ کوہ میں آباد ہے جس کے چاروں طرف چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں ہیں، دنیا کے پرانے شہروں میں اس کا شمار ہوتا ہے آبادی شمالاً جنوباً دو میل اور شرقاً غرباً کوہ اجیاد سے کوہ کو ئیکاعان تک ایک میل ہے، اور پچاس ہزار متنفس کے قریب اس میں بستے ہیں، ایک ایسی قدیم زمانہ سے جس سے پرے تاریخ کچھ پتہ نہیں دیتی، مکہ تمام عرب کا دار الخلافہ اور مقام زیارت چلا آتا ہے جس کی وجہ اس میں خانہ کعبہ کا ہونا ہے قرآن مجید میں اس پاک گھر کو اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ کہا گیا ہے، یعنے سب سے پہلا گھر جو دنیا میں خدا کی عبادت کے لئے مقرر کیا گیا مسیح سے قریباً اڑھائی ہزار سال پیشتر قدیم زمانہ میں ملک یمن اور شام میں جو تجارت ہوتی تھی، اس وقت کاروان کی ایک منزل گاہ مکہ بھی تہا۔ جناب ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیلؑ کو جبکہ وہ ایک ننہا سا بچہ تہا وہاں چھوڑا، تو بارگاہِ الٰہی میں یوں التجا کی،

"رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ"

اے ہمارے رب میں نے اپنی نسل کا حصہ ایک غیر آباد وادی میں تیرے عزت والے گھر کے پاس بسایا ہے

اس سے بھی یہی پایا جاتا ہے کہ خانہ کعبہ اس وقت بھی وہاں موجود تہا،

اسی مکہ کے ایک مقدس مکان، عبد المطلب کے خاندان، عبد اللہ کے گھر اور آمنہ کی گود میں دنیا کے آخری سالار اعظم فخر کونین جناب محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وسلم بارہ ربیع الاول یوم دوشنبہ اور ایک تحقیقات کے مطابق موسم بہار میں دوشنبہ کے دن ۹ ربیع اول سنہ عام الفیل مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء مطابق یکم جیٹھ سمت ۶۲۸ بکرمی کو بعد از صبح صادق و قبل از طلوع آفتاب عالم قدس سے جلوہ فرمائے عالم امکان ہوئے، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ،

مکہ کی پہاڑیوں میں صفا اور مروہ دو پہاڑیاں ارکانِ حج کے اعتبار سے زیادہ مشہور ہیں،
یوں تو مکہ میں کئی کنوئیں ہیں مگر چاہِ زمزم کو بہت شہرت حاصل ہے، آنحضرت صلعم کے زمانہ میں زبیر قسطنی نے ایک نہر جبلِ عرفات سے لانا چاہی، مگر ناکام رہا، سلیمان سلطانِ ٹرکی کی بیگم نے اسے بعد کو پورا کیا، مگر اسکی تکمیل سے پہلے ایک دوسری نہر المقتدر خلیفہ عباسیہ نکال چکا تہا۔ اس لیئے اب پانی کی کوئی قلت نہیں،

مکہ سے باہر نکلکر سواحل کے تمام پہاڑ سرسبز نظر آتے ہیں، اور میوہ جات کے درخت بکثرت ہیں
جناب عمرؓ اشرافِ قریش میں سے تھے اور زمانہ جاہلیت میں منصب سفارت آپ کے خاندان

سے مخصوص اور متعلق تھا، آپ کے والد مشہور متکلم اور اپنی قوم اور قبیلہ کے امیر اور سردار تھے، آپکی والدہ خشمہ ہشام بن مغیرہ کی بیٹی تھیں، جو ایک صاحب اقتدار شخص تھے، آپ کے بچپن کے ابتدائی حالات بہت کم معلوم ہیں، البتہ آپ عرب کے دستور کے مطابق لڑکپن میں اونٹ چرانے جایا کرتے تھے، گھوڑے کی سواری میں یہاں تک مشاق تھے۔ کہ اچھل کر سوار ہوتے، اور اس طرح جم کر بیٹھتے، کہ بدن کو حرکت نہ ہوتی کشتی لڑنے میں مشہور تھے، عکاظ کے سالانہ میلہ میں جہاں عرب کے مشہور اہل فن جمع ہوا کرتے، آپ کئی مرتبہ کشتی لڑے،

آپ کی تعلیم و تربیت کی مفصل کیفیت تو کہیں مندرج نہیں، البتہ مفہوم ہوتا ہے کہ آپ اچھے لکھے پڑھے تھے، علم انساب میں آپ کو خاصہ ملکہ تھا۔ اور فن شاعری میں بھی خاصی دلچسپی تھی۔ علامہ بلاذری لکھتے ہیں، کہ جب آنحضرت صلعم مبعوث ہوئے، تو اس وقت قریش میں صرف سترہ اشخاص لکھنا جانتے تھے، جن میں سے ایک آپ بھی تھے،

شرفائے عرب کی وجہ معاش تجارت تھی، اس لئے آپ نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا اور کئی دفعہ دور دراز ملکوں میں تجارت کی غرض سے گئے، اور وہاں کے بڑے بڑے لوگوں سے ملاقاتیں کیں، افسوس کہ کسی مورخ نے آپ کے ان سفروں کے حالات قلمبند نہیں کئے، ورنہ ناممکن ہے، کہ ان سفروں کے حالات دلچسپ نہ ہوتے،

آنحضرت صلعم کی یہ دعا کہ الہی، عمرو بن ہشام یا عمر بن خطاب میں سے کسی کو مشرف باسلام کر کے اسلام کو شوکت و قوت عطا فرما۔ آپکے حق میں قبول ہوئی، اور سنہ نبوی ماہ ذالحج میں ۲۶ یا ۲۷ برس کی عمر میں آپ ایمان لائے، ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ اس دن مشرکین نے کہا کہ آج مسلمانوں نے ہم سے سارا بدلہ لے لیا،

انسانی فرائض اور اعمال کی حقیقت پر اگر غور کیجائے، تو نفوس انسانی کی تہذیب و تکمیل سب سے زیادہ اہم اور مقدم فرض پایا جاتا ہے، تاریخ اسلام اسباب کا پتہ دیتی ہے، کہ دنیا کے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام نے جب دنیا میں قدم رکھا۔ تو اسوقت سے لیکر مابعد اور بھی بڑے بڑے اولوالعزم پیغمبروں نے اسی مقصد کو پیش نظر رکھا۔ مگران سب کے فضائل و مناقب کا مجموعہ ہمارے آقا و مولا جناب محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس ٹھیری، جن پر یہ سلسلہ ہمیشہ کے لئے ختم اور منقطع ہو گیا،

کون نہیں جانتا کہ نوح علیہ السلام نے۔ توں غلغلۂ توحید بلند کیا۔ مگران کے اپنے سایہ کے

سوا کسی نے ان کا ساتھ نہ دیا۔ عیسیٰ علیہ السلام نے اعوان و انصار کی تلاش و جستجو میں ہر چند بادیہ پیمائی اور دشت نوردی کی مگر انگلیوں پر گنے جانے کے قابل معدودے چند حواریوں کے سوا کسی نے التفات تک نہ کی، اور وقت آنے پر ان میں سے بھی اکثر مرغ سحر کی آواز سے پہلے ان کو چھوڑ کر چلے گئے،

ہمارے آقا و مولا جناب محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت، انکی ابتدا اور انتہا دنیا کے حیرت انگیز واقعات کی ایک عدیم النظیر مثال ہے، کہ جہاں ابتدا میں آپکی دعوت پر ریگستانِ عرب کے ایک ذرہ نے بھی التفات نہ کی، وہاں بہ قلیل عرصہ میں حق کی تاثیر نے یہاں تک سرایت کی، کہ غزوۂ بدر کی صف میں تین سو تیرہ سر فروش شمشیر بکف نظر آئے، یہ تعداد فتح مکہ میں دس ہزار اور حجۃ الوداع میں تیرہ ہزار جانباز وں پر جا پہنچی، اور حضور صلعم کے وصال کے موقعہ پر لاکھوں سے متجاوز ہو گئی،

ایک عیسائی مورخ لکھتا ہے، کہ "عیسائی اس کو یاد رکھیں تو اچھا ہو کہ محمدؐ کے مسائل نے نشہ دینی کا وہ درجہ آپکے پیرؤں میں پیدا کیا، کہ جسکو عیسیٰ کے ابتدائی پیرؤں میں تلاش کرنا بے سود ہے، جب عیسیٰ کو سولی پر لے گئے، تو ان کے پیرو بھاگ گئے، ان کا نشۂ دینی جاتا رہا۔ اور اپنے مقتدا کو موت کے پنجہ میں گرفتار چھوڑ کر چلدئے، برعکس اس کے محمدؐ کے پیرو اپنے مظلوم پیغمبر کے گرد جمع ہوئے۔ اور آپ کے بچاؤ میں اپنی جانیں خطرہ میں ڈالکر کل دشمنوں پر آپ کو غالب کر دیا"!

تعلیم اسلام کا یہ ایک عجیب و غریب مگر دلکش منظر ہے، کہ عہد رسالت میں جو پاک ہستیاں اسلام نے پیدا کیں، ان کے سامنے اگرچہ دنیا اپنے خزانے اگل رہی، مگر انہوں نے اس آب رواں سے اپنے دامن تر نہ کئے، باوجودیکہ مال و دولت دنیا کی سب سے زیادہ دلفریب چیز ہے،

تاریخ اسلام اس بات پر فخر کرتی ہے، کہ تاریخ کے مرقع میں ہم اصحاب محمد صلعم کا ایک ایک خط و خال نمایاں اور صحیح طور پر دیکھ سکتے ہیں، کیونکہ تاریخ نے ان کے تمام تر مذہبی، سیاسی اور اخلاقی فضائل کو محفوظ رکھا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہم ہر زمانہ میں اس تاریخ کو علمی، سیاسی اخلاقی اور مذہبی میدان میں ہر حیثیت سے دنیا کے سامنے فخر و مباہات کے ساتھ پیش کر سکتے ہیں،

حضور صلعم کی ذات پاک، مذہب، اخلاق، سیاست اور روحانیت کا ایک جامع اور مکمل مجموعہ تھی، اس لئے صحابہ کرام کی جو جماعت آپکی پاکیزہ تعلیم سے پیدا ہوئی، ان کے کارنامو

پر مختلف حیثیتوں سے اگر غور کیجائے، تو صاف نظر آئیگا۔ کہ یہی مسجدوں کے امام، درسگاہوں کے معلم۔ دنیائے سیاست کے رہنما، مسلمانوں کے مفتی، عدالتوں کے قاضی، فوجوں کے افسر اور صوبوں کے گورنر ہوئے، اور اس حیثیت سے ان کے عملی مظاہر مساجد سے لیکر میدان جنگ اور ایوانِ حکومت تک یکساں نظر آتے ہیں،

جب کوئی نئی جماعت یا گروہ پیدا ہو تو اس کے نظام ظاہری کا مرکز ثقل قائم رکھنے کے لئے عدل و انصاف کی بہت ضرورت ہوتی ہے، چنانچہ اسلام میں سب سے پہلے منصب قضا کے اختیارات بنفس نفیس جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم صاحب شریعت اسلامیہ ہی کی ذات مقدس کو حاصل رہے، مگر عہد نبوت میں بھی آنحضرت صلعم کے حکم سے حضرت عمرؓ مدینہ میں قضا کرتے تھے،

مدینہ منورہ کا پہلا نام یثرب ہے، حضور صلعم کے یہاں تشریف لانے پر اس کا نام مدینۃ النبی، المدینہ یا مدینہ ہوگیا، مکہ سے ۲۷۰ میل کے فاصلہ پر جانب شمال واقع ہے اور بعض قرائن تاریخی سے پایا جاتا ہے کہ یہ شہر ۱۶۰۰ء قبل مسیح سے پہلے کا بنا ہوا ہے، حضور صلعم نے اپنی بعثت سے تیرھویں سال مکہ معظمہ سے ہجرت فرماکر مدینہ میں نزولِ اجلال فرمایا مکہ سے اس کا رقبہ نصف ہے، شہر کے چاروں طرف قدیم زمانہ سے شہر پناہ بنی ہوئی ہے، زراعت ہوتی ہے اور میوہ دار درخت بھی بہت ہیں، مکہ میں موسم سرما تو گویا ہوتا ہی نہیں۔ لیکن جاڑوں میں یہاں خاصی سردی پڑتی ہے، اسی شہر میں دوشنبہ کے دن دوسری ربیع الاول کو حضور صلعم ترسٹھ سال کی عمر میں رفیق اعلیٰ سے جا ملے، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ، یہیں حضور کا روضۂ مبارک ہے۔ جو رہتی دنیا تک دنیائے اسلام کی روحانی زندگی کا سرچشمہ اور ملجاؤ ماوا رہیگا،

بعہد خلافت جناب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جناب عمرؓ وزیر اعظم، سپہ سالار اور قاضی القضات مقرر ہوئے،

۲۱ جمادی الثانی ۱۳ھ ہجری بروز دوشنبہ مطابق ۲۲ اگست ۶۳۴ء کو جب صدیق اکبرؓ رحلت فرمائے فردوس بریں ہوئے تو ۲۲ جمادی الآخر ۱۳ھ ہجری بروز سہ شنبہ باضابطہ آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوئی،

فصاحت و بلاغت، فن تقریر، شاعری، انصاف، سپہ گری، بہادری اور ریاست داری

جیسی خصوصیات اور اوصاف میں قدرت نے آپکو وافر حصہ عطا کیا تھا۔ اگرچہ قوتِ تقریر کا ملکہ آپ میں خداداد تھا، مگر عکاظ کے معرکوں نے اس کو اور بھی زیادہ جِلا دیدی تھی، مختلف وقتوں میں آپ نے جو خطبے دئے، ان سے آپکے زورِ تقریر اور برجستگی کلام کا اندازہ ہو سکتا ہے،

خطبہ کے لئے ملکہ تقریر کے علاوہ جسقدر دیگر خصوصیات درکار ہو سکتی ہیں، وہ سب آپ میں موجود تھیں، آواز بلند اور پُر رعب تھی، قد اتنا لمبا تھا کہ زمین پر کھڑے ہوتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ گویا ممبر پر کھڑے ہیں، غرضیکہ منصبِ خلافت کی اہمیت اور ذمہ دارانہ گرانباری کے لحاظ سے آپ صفاتِ مطلوبہ میں ہمہ صفت موصوف تھے، (باقی دارد)

مسقام گوجرانوالہ   احقر الکونین
یکم اپریل ۱۹۲۷ء } قاضی نظیر حسین فاروقی، ڈپٹی ڈسٹرکٹ ڈمستوفی،

پندِ سودمند

(پیرزادہ ابوسلیمان مظفر احمد صاحب فضلی کے قلم سے)

قوم میں قطعِ قرابت کا عمل   سکۂ رائج ہوا ہے آجکل
قطع کرتے ہیں قرابت کو تمام   مبتلا ہیں اس بلا میں خاص و عام
گر تجھے کچھ پاس ہی اسلام کا   نام مت لے زینہار اس کام کا

رہ سدا قطعِ قرابت سے نفور
تا نہ ہو اللہ کی رحمت سے دُور

راہ نوردانِ بادیۂ ضلالت، گم کردگانِ راہ ہدایت ان نصائح پر کب توجہ دینے لگے، اِنَّا لِلّٰہِ...
(ایڈیٹر)

تسخیر خوزستان

ہرمزان کے قبول اسلام کی دلچسپ داستان

(رقمزدہ مولانا حکیم حبیب الرحمن صاحب مارہروی)

سنہ ۱۵ ہجری میں جبکہ بصرہ کے حاکم حضرت مغیرہ ابن شعبہ مقرر ہوئے، تو انہوں نے خیال کیا کہ جب تک خوزستان فتح نہ ہوگا، اس وقت تک بصرہ میں کامل طور سے امن و امان ہونا مشکل ہے، اس خیال کے پیدا ہوتے ہی سنہ ۱۶ ہجری میں اہواز پر حملہ کر دیا۔ وہاں کے رئیس نے ایک رقم دیکر صلح کر لی سنہ ۱۷ ہجری میں حضرت ابو موسیٰ اشعری متعین کئے گئے، اس انقلاب میں اہواز کے رئیس نے سالانہ مالگذاری بند کر کے کھلم کھلا علم بغاوت بلند کر دیا،

حضرت ابو موسیٰ نے اہواز پر حملہ کیا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ قلعہ کی فوج نے گو مقابلہ کیا، مگر شکست کھائی، وہاں کے بہت سے باشندے لونڈی غلام بنائے گئے، مگر حضرت عمرؓ کے چھوڑ دئے گئے، اس کے بعد ابو موسیٰ نے مناذر پر حملہ کر دیا۔ چونکہ یہ ایک محفوظ مقام تھا، اس لئے قلعہ والوں نے نہایت بہادری سے مقابلہ کیا۔ اور مہاجر ابن زیاد مسلمانوں کے ایک معزز افسر شہید ہو گئے، ابو موسیٰ نے مہاجر کے بھائی ربیع کو یہاں چھوڑا اور خود سوس پر حملہ کر دیا اور جاتے ہی محاصرہ کر لیا۔ رسد بھی بند کر دی، یہاں ربیع نے مناذر کو فتح کر لیا، چونکہ قلعہ میں رسد نہ تھی، اسوجہ سے وہاں کے رئیس نے اس شرط پر کہ اس کے خاندان کے سو آدمی چھوڑ دئے جائیں، صلح کی درخواست کی، ابو موسیٰ نے اسکو منظور کر لیا۔ رئیس جس کو نامزد کرتا جاتا تھا۔ وہ چھوڑ دیا جاتا تھا، بدقسمتی سے تعداد پوری ہوگئی اور رئیس نے اپنا نام نہ لیا، چنانچہ وہ قتل کر دیا گیا،

اس کے بعد رامہرمز کا محاصرہ ہوا اور آٹھ لاکھ سالانہ دینے پر صلح ہوگئی، ابو موسیٰ کی تمام کارروائیوں کی خبریں یزدگرد کے پاس برابر پہنچتی رہتی ہیں، ہرمزان جو نہایت جری سردار تھا۔ یزدگرد کے پاس آیا اور کہا کہ اگر اہواز و فارس میری حکومت میں دیدیے جائیں۔ تو میں عربوں کے اس سیلاب عظیم

عظیم کو روکوں، معاملہ طے ہو گیا، اس کو فرمان دیا گیا۔ اور کچھ فوج بھی اس کے ہمراہ کردی گئی،

خوزستان کا مقام صدر شوستر تھا، شاہی عمارات چھاؤنیاں وغیرہ بھی یہیں تھیں، ہرمزان نے وہاں پونچتے ہی قلعہ کی مرمت کرائی، اور برجوں وغیرہ سے آراستہ کرلیا۔ لوگوں کے قومی جوش کو ابھارا ایک نئی جوشیلی جمعیت پیدا کرلی، ابو موسیٰ رضہ نے دربار خلافت سے مدد چاہی، وہاں سے کوفہ کے گورنر حضرت عمار بن یاسر کو حکم ملا۔ کہ نعمان بن مقرن کو دو ہزار فوج کے ساتھ مقابلہ کو بھیجو،

چونکہ غنیم کے مقابلہ میں یہ جمعیت ناکافی خیال کی گئی، اس لئے تازہ مدد طلب کی گئی جس کے جواب میں حضرت عمار کو حکم ہوا۔ کہ عبداللہ ابن مسعود کو آدھی فوج کے ساتھ شوستر روانہ کرو اور شہر کے قریب پہنچکر ڈیرے ڈالے، ہرمزان کثرت فوج پر ناز کرکے قلعہ سے باہر نکل آیا اور حملہ کردیا حضرت ابو موسیٰ نے بڑی ترتیب سے صف آرائی کی، میمنہ پر براء ابن مالک اور میسرہ پر براء ابن عازب انصاری رضہ کو مقرر کیا، براء ابن مالک حالت جوش میں قلعہ کے پھاٹک تک پونچگئے اور ہرمزان نے ان کو شہید کر ڈالا، مجزاہ ابن ثور نے جو میمنہ کو لڑا رہے تھے، یہ دیکھکر ہرمزان کا مقابلہ کیا اور جام شہادت نوش کیا۔ میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ ایکہزار عجمی قتل اور چھ سو گرفتار ہوئے،

ہرمزان قلعہ بند ہو گیا اور لڑائی جاری رکھی، ایک روز شہر کا ایک آدمی چھپ کر ابو موسیٰ رضہ کے پاس آیا اور کہا اگر میرے جان و مال کو امن دیا جائے، تو میں شہر پر قبضہ کرادوں،

حضرت ابو موسیٰ نے منظور کرلیا۔ یہ شخص ایک عرب کو ساتھ لیکر نہر دجیل کے راستہ سے جو کہ دجلہ کی ایک شاخ ہے اور شوستر کے نیچے بہتی ہے ایک تہ خانہ میں ہو کر شہر میں داخل ہوا اور اپنے منہ پر چادر ڈالکر عرب سے کہا۔ کہ نوکروں کیطرح میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ تمام عمارات کی سیر کراکر حضرت ابو موسیٰ کے پاس آیا اور کہا کہ میں اپنا کام کرچکا اب آپ جانیں، عرب نے بھی اس کے کلام کی تصدیق کی، اور کہا کہ اگر دو سو آدمی میرے ہمراہ ہوں تو میں شہر فتح کرلوں، ابو موسیٰ نے فوج کیطرف دیکھا۔ دو سو جانبازوں نے بڑھ کر سر تسلیم خم کردیا۔

وہ عرب جس کا نام اشرس تھا۔ مع اپنے ہمراہیوں کے اسی راستہ سے شہر پناہ کے دروازہ پر جا پونچا۔ اور پہرے والوں کو قتل کرکے شہر پناہ کے دروازے کھولدئے، ادھر حضرت ابو موسیٰ فوج کو لئے ہوئے دروازہ پر مستعد کھڑے تھے، دروازہ کھلتے ہی تمام لشکر ٹوٹ پڑا اور شہر پناہ میں ہلچل پڑگئی، ہرمزان قلعہ میں گھسکر ایک برج پر چڑھ گیا، مسلمانوں نے تعاقب کیا۔ اس نے کہا ابھی میرے

تسخیر خوزستان

ہرمزان کے قبول اسلام کی دلچسپ داستان

(رقمزدہ مولانا حکیم حبیب الرحمن صاحب مارہری)

سنہ ۱۵ ہجری میں جبکہ بصرہ کے حاکم حضرت مغیرہ ابن شعبہ مقرر ہوئے، تو انہوں نے خیال کیا کہ جب تک خوزستان فتح نہ ہوگا، اس وقت تک بصرہ میں کامل طور سے امن و امان ہونا مشکل ہے۔ اس خیال کے پیدا ہوتے ہی سنہ ۱۶ ہجری میں اہواز پر حملہ کر دیا۔ وہاں کے رئیس نے ایک رقم دیکر صلح کرلی۔ سنہ ۱۷ ہجری میں حضرت ابو موسیٰ اشعری متعین کئے گئے، اس انقلاب میں اہواز کے رئیس نے سالانہ مالگذاری بند کر کے کھلم کھلا علم بغاوت بلند کر دیا،

حضرت ابو موسیٰ نے اہواز پر حملہ کیا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ قلعہ کی فوج نے گو مقابلہ کیا، مگر شکست کھائی، وہاں کے بہت سے باشندے لونڈی غلام بنائے گئے، مگر حضرت عمرؓ کے چھوڑ دئے گئے، اس کے بعد ابو موسیٰ نے مناذر پر حملہ کر دیا۔ چونکہ یہ ایک محفوظ مقام تھا، اس لئے قلعہ والوں نے نہایت بہادری سے مقابلہ کیا۔ اور مہاجر ابن زیاد مسلمانوں کے ایک معزز افسر شہید ہوگئے، ابو موسیٰ نے مہاجر کے بھائی ربیع کو یہاں چھوڑا اور خود سوس پر حملہ کر دیا اور جاتے ہی محاصرہ کر لیا۔ رسد بھی بند کر دی، یہاں ربیع نے مناذر کو فتح کر لیا، چونکہ قلعہ میں رسد نہ تھی، اسوجہ سے وہاں کے رئیس نے اس شرط پر کہ اس کے خاندان کے سو آدمی چھوڑ دئے جائیں، صلح کی درخواست کی۔ ابو موسیٰ نے اسکو منظور کر لیا۔ رئیس جس کو نامزد کرتا جاتا تھا۔ وہ چھوڑ دیا جاتا تھا، بدقسمتی سے تعداد پوری ہوگئی اور رئیس نے اپنا نام نہ لیا، چنانچہ وہ قتل کر دیا گیا،

اس کے بعد رامہرمز کا محاصرہ ہوا اور آٹھ لاکھ سالانہ دینے پر صلح ہوگئی، ابو موسیٰ کی تمام کارروائیوں کی خبریں یزدگرد کے پاس برابر پہنچتی رہتی ہیں، ہرمزان جو نہایت جری سردار تھا۔ یزدگرد کے پاس آیا اور کہا کہ اگر اہواز و فارس میری حکومت میں دیدئے جائیں۔ تو میں عربوں کے اس سیلاب عظیم

غنیم کو روکوں، معاملہ طے ہوگیا، اس کو فرمان دیا گیا۔ اور کچھ فوج بھی اس کے ہمراہ کردی گئی،

خوزستان کا مقام صدر شوستر تھا، شاہی عمارات چھاؤنیاں وغیرہ بھی ہیں، ہرمزان نے وہاں پہنچتے ہی قلعہ کی مرمت کرائی، اور برجوں وغیرہ سے آراستہ کرلیا۔ لوگوں کے قومی جوش کو ابھارا ایک نئی جوشیلی جمعیت پیدا کرلی، ابوموسیٰ رضؓ نے دربار خلافت سے مدد چاہی، وہاں سے کوفہ کے گورنر حضرت عمار بن یاسر کو حکم ملا۔ کہ نعمان بن مقرن کو دو ہزار فوج کے ساتھ مقابلہ کو بھیجو،

چونکہ غنیم کے مقابلہ میں یہ جمعیت ناکافی خیال کی گئی، اس لئے تازہ مدد طلب کی گئی۔ جس کے جواب میں حضرت عمار کو حکم ہوا۔ کہ عبداللہ ابن مسعود کو آدھی فوج کے ساتھ شوستر روانہ کریں اور شہر کے قریب پہنچکر ڈیرے ڈالے، ہرمزان کثرت فوج پر ناز کرکے قلعہ کے باہر نکل آیا اور حملہ کردیا حضرت ابوموسیٰ نے بڑی ترتیب سے صف آرائی کی، میمنہ پر براء ابن مالک اور میسرہ پر براء ابن عازب انصاری رضؓ کو مقرر کیا، براء ابن مالک حالت جوش میں قلعہ کے پھاٹک تک پہنچگئے اور ہرمزان نے ان کو شہید کرڈالا، مجزاہ ابن ثور نے جو میمنہ کو لڑا رہے تھے، یہ دیکھکر ہرمزان کا مقابلہ کیا اور جام شہادت نوش کیا۔ میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ اکثر ادھمی قتل اور چھ سو گرفتار ہوئے،

ہرمزان قلعہ بند ہوگیا اور لڑائی جاری رکھی، ایک روز شہر کا ایک آدمی چھپ کر ابوموسیٰ رضؓ کے پاس آیا اور کہا اگر میرے جان و مال کو امن دیا جائے، تو میں شہر پر قبضہ کرادوں،

حضرت ابوموسیٰ نے منظور کرلیا۔ یہ شخص ایک عرب کو ساتھ لیکر نہر دجیل کے راستہ سے جو کہ دجلہ کی ایک شاخ ہے اور شوستر کے نیچے بہتی ہے ایک تہ خانہ میں ہوکر شہر میں داخل ہوا اور اپنے منہ پر چادر ڈالکر عرب سے کہا۔ کہ نوکروں کیطرح میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ تمام عمارات کی سیر کرا کر حضرت ابوموسیٰ کے پاس آیا اور کہا کہ میں اپنا کام کرچکا اب آپ جانیں، عرب نے بھی اس کے کلام کی تصدیق کی، اور کہا کہ اگر دو سو آدمی میرے ہمراہ ہوں تو میں شہر فتح کرلوں، ابوموسیٰ نے فوج کیطرف دیکھا۔ دو سو جانبازوں نے بڑھ کر سر تسلیم خم کردیا۔

وہ عرب جس کا نام اشرس تھا۔ مع اپنے ہمراہیوں کے اسی راستہ سے شہر پناہ کے دروازہ پر جا پہنچا۔ اور پہرے والوں کو قتل کرکے شہر پناہ کے دروازے کھولدئے، ادھر حضرت ابوموسیٰ فوج لئے ہوئے دروازہ پر مستعد کھڑے تھے، دروازہ کھلتے ہی تمام لشکر ٹوٹ پڑا اور شہر پناہ میں ہلچل پڑگئی، ہرمزان قلعہ میں گھسکر ایک برج پر چڑھ گیا، مسلمانوں نے تعاقب کیا۔ اس نے کہا ابھی تیر

ترکش میں سو تیر باقی ہیں، جب تک سو آدمی کی لاش زمین پر تڑپتی نظر نہ آئے، اسوقت تک میرا گرفتار ہونا ناممکن۔ تاہم میں اس شرط پر برج سے اترتا ہوں۔ کہ مجھے مدینہ پونچادو اور عمرؓ کے ہاتھ سے میری قسمت کا فیصلہ ہو، ابو موسیٰ نے منظور کرلیا اور حضرت انس کی معیت میں مدینہ روانہ کردیا، مدینہ کے قریب پونچکر شاہانہ لباس سے آراستہ ہوا، تاج و زیور پہنا، غرض ایک شان و شوکت کی تصویر بنکر مدینہ میں داخل ہوا، لوگوں سے پوچھا امیرالمومنین کہاں ہیں؟ وہ سمجھتا تھا۔ کہ جس شخص کے دبدبہ نے تمام دنیا کو تہ وبالا و بالا کر رکھا ہے، اس کا دربار بھی ساز و سامان سے نہایت آراستہ ہوگا،

حضرت عمرؓ اسوقت مسجد میں تشریف رکھتے تھے اور فرش خاک پر استراحت کناں تھے، آہٹ ہونے سے آپکی آنکھ کھلی تو شان و شوکت کی ایک تصویر کو اپنے سامنے ایستادہ پایا، حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا، یہ دنیا کی دلفریبیاں ہیں، پھر اسکی طرف مخاطب ہوئے اور بذریعہ ترجمان وطن دریافت کیا، پھر اور باتیں شروع ہوئیں، چونکہ شوستر کے معرکہ میں دو معزز مسلمان افسر اس کے ہاتھ سے شہید ہوئے تھے، اسوجہ سے آپکو کمال رنج تھا۔ اور اس کے قتل کا مستحکم ارادہ کرلیا تھا۔ تاہم اتمام حجت کے لئے عرض و معروض کی اجازت دی، کہنے لگا۔ اے عمرؓ جبتک خدا ہماری ساتھ تھا۔ تم ہماری غلام تھے اب خدا تمہارے ساتھ ہے ہم تمہاری غلام ہیں، یہ کہکر پانی مانگا اور پیالہ ہاتھ میں لیکر درخواست کی۔ کہ میں جب تک پانی نہ پی لوں قتل نہ کیا جاؤں حضرت عمرؓ نے اسکو منظور کیا۔ اس نے پیالہ ہاتھ سے رکھدیا، اور کہا میں پانی نہیں پیتا۔ اور آپ اپنی شرط کے مطابق مجھے قتل بھی نہیں کرسکتے،

حضرت عمرؓ اس مغالطہ سے حیران ہوئے، ہرمزان نے کلمہ توحید پڑھا اور کہا میں پہلے ہی مسلمان ہوچکا تھا۔ مگر یہ تدبیر اس لئے کی تھی۔ کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ تلوار کے خوف سے اسلام لایا،

آپ نہایت خوش ہوئے اور خاص مدینہ رہنے کی اجازت دی، دو ہزار سالانہ وظیفہ مقرر کردیا۔ فارس وغیرہ کی جہات میں اکثر اس سے مشورہ کیا کرتے تھے، شوستر کے بعد جندی سابور پر حملہ ہوا۔ کئی دن تک محاصرہ رہا۔ ایکدن شہر والوں نے خودبخود شہر کے دروازے کھولدئے اور نہایت اطمینان سے کام کاج میں مصروف ہوئے، مسلمانوں کو تعجب ہوا۔ اس کا سبب دریافت کیا۔ شہر والوں نے کہا۔ تم ہمکو جزیہ کی شرط پر امان دیچکے۔ اب کیا جھگڑا رہا۔ سب کو حیرت ہوئی۔ کہ امن کس نے دیا۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ ایک غلام نے چھپاکر امن کا رقعہ لکھدیا ہے،

ابو موسیٰ نے کہا غلام کا لکھا حجت نہیں، شہر والوں نے کہا ہم آزاد ہیں، غلام نہیں جانتے، حضرت عمرؓ کو لکھا گیا۔ جواب آیا کہ مسلمانوں کا غلام بھی مسلمان ہے جبکو اس نے امان دی۔ اسکو سب

مسلمانوں نے امان دی۔ پس سپاہ نے فتح کرکے تمام خوزستان میں اسلام کا سکہ بٹھادیا۔

متفرقات

سررشتہ تعلیم لائل پور کیطرف سے اعلان ہوا ہے کہ "ضلع لائل پور گورنمنٹ پنجاب نے بذریعہ سرکلر نمبر ۶ قریشی زراعت پیشہ تسلیم کئے ہیں"۔ اس ضلع میں تو یہ قوم پہلے ہی زراعت پیشہ تھی، یہ نیا اعلان غالباً محکمہ تعلیم ہی تک محدود ہوگا،

معلوم ہوا ہے کہ قریشیان ضلع سیالکوٹ کا پچھلے دنوں ایک اہم اجلاس ہوا۔ اخبارات میں ذکر نہیں آیا۔ کوئی صاحب روشنی ڈالیں،

قریشی محمد رمضان محمد چراغ صاحبان مربیان القریش میں سے ہیں، آپنے اپنی ہمشیرہ کی تقریب شادی پر اپنے قومی میگزین کی قومی خدمات کے اعتراف میں دس روپے ارسال فرما کر اپنی قومی حمیت کا ثبوت دیا۔ فجزاہم اللہ احسن الجزا،

انجمن قریشیان پنجاب (گوجرانوالہ) نہایت خاموشی کے ساتھ مقاصد مجوزہ کی تکمیل کر رہی ہے، فاضل و تجربہ کار سکرٹری کی عملی خدمات انجمن کو رہین منت بنا رہی ہیں، قریشی برادران کو رکنیت قبول کرکے کارکنان انجمن کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیئے،

جن احباب کی خدمت میں انکی خواہش پر پچھلا پرچہ نمونۃً بھیجا گیا تھا۔ انہیں آخر کچھ تو جواب دینا چاہیئے تھا۔ خاموشی بے محل اعتبار کھو دیتی ہے،

نئے معاونین کرام کا آئندہ اشاعت میں نام بنام شکریہ ادا کیا جائیگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

اس اشاعت کے ساتھ جن احباب کا سال خریداری ختم ہوتا ہے، وہ آئندہ اشاعت کا وی پی وصول کرنے کے لئے تیار رہیں، اگر زرچندہ بصیغہ منی آرڈر بھیجدیا جائے تو عین نوازش ہوگی،

جو احباب نقل مقام کریں اور دفتر کو اپنے نئے پتہ کی اطلاع نہ دیں، وہ عدم رسی رسالہ کی شکایت کیوں کریں، جو احباب عدم رسی کی وجوہ پر غور کرنے اور دفتر کو ان سے مطلع کرنیکی زحمت تو گوارا نہ کریں، مگر دیگر اخبارات میں شکایت کرنے پر مستعد ہوں وہ ہمیں معاف رکھیں۔ ہمیں ایسے جواب ہمت کرمفرماؤں کی ضرورت نہیں،

ہمارے عذر و اعتذار کا سلسلہ ختم نہیں ہونے پاتا۔ گو پہلے اور ابکے اعتذار میں بعد المشرقین ہے لیکن اعتذار ضرور ہے، جن احباب کے مضامین اس اشاعت میں درج کرنیکا وعدہ تھا اور نہیں ہوسکے وہ معذور سمجھیں۔ کیونکہ یہ مضمون کچھ پرانے اور کچھ ضروری تھے، انشاء اللہ آئندہ ضرور درج ہوجائینگے،

گذشتہ اشاعت کے صفحہ ۳۰ پر حسب ذیل درستی کر لیجئے، شعر ہ کدائے کی جگہ گدائے۔ شعر ۷ اعزو تم قاتلان اندر کی جگہ عزو تم قاتل اندر، شعر ۱۹ زکے کی جگہ زمے اور ساز کی جگہ سازد،

قہرِ الٰہی کی بجلی

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن
اجابت از درِ حق بہرِ استقبال مے آید

حسام الدولہ شجاع الملک مہابت جنگ علی وردی خان بادشاہ محمد شاہ بادشاہ دہلی کو دو کروڑ روپیہ سالانہ پیش کش کرکے تمام بنگال میں شاہانہ جاہ و جلال سے حکومت کرتا تھا۔ اسکی تین بیٹیاں تھیں اور تینوں کو اس اپنے بھتیجوں کے عقد نکاح میں دیدیا تھا۔

سب سے بڑی بیٹی گھسیٹی بیگم کے شوہر نوازش محمد خاں کو احتشام الدولہ شہامت جنگ کا خطاب دیکر ڈھاکہ کا حاکم بنایا۔ منجھلی بیٹی آمنہ بیگم کے شوہر محمد خان کو صمام الدولہ صولت جنگ کے خطاب سے ملقب کرکے اڑیسہ کی حکومت پر مامور کیا۔ اور چھوٹی لڑکی کے خاوند زین الدین خاں کو احترام الدولہ ہیبت جنگ کا خطاب دیکر بہار کی حکومت پر مامور کیا۔ اور اس کے بیٹے فدا محمد کو سراج الدولہ کا خطاب دیکر اپنا ولیعہد بنایا۔ اور آپ ان سب کا نگران کار مقرر ہوا۔

(۲)

علی وردی خاں کو اپنے نواسہ اور ولیعہد یعنی سراج الدولہ سے بے انتہا محبت تھی۔ سراج الدولہ نے نانا کو اپنی محبت میں اس قدر از خود رفتہ دیکھکر جو چاہا کیا۔ اور جو چاہتا کرتا۔ شرفا اس کے ہاتھ سے تنگ تھے۔ رعایا نالاں تھی۔ جب چاہتا اور جس کی چاہتا عزت اتار دیتا تھا۔ علی وردی خاں تک اطلاعیں اور رپورٹیں تو جاتی تھیں۔ مگر اس کی چشم پوشیوں اور نازبرداریوں نے حصول عدل و انصاف سے سب کو محروم رکھا۔

سراج الدولہ نے حسن قلی خاں نائب صوبیدار ڈھاکہ، اس کے نابینا بھائی حیدر قلی خاں اور برادر زادہ حسین الدین خاں کو محض اپنے خوشامدی مصاحبوں کے کہنے سے قتل کرادیا۔

علی وردی اپنے عقلائے دولت کا یہ حشر دیکھکر دم بخود تھا۔

علی وردی خاں کی عمر اب اسی سال کے قریب پہنچ گئی تھی۔ ان کے تینوں داماد یکے بعد دیگرے

انتقال کر چکے تھے، اپنے عزیزوں کے صدمات سے وہ نہایت شکستہ دل تھا۔ نالائق نواسے کی حرکات ناشائستہ سے اس کی افسردہ خاطری اور بھی بڑھ گئی، بلکہ وہ اپنے آپ کو اپنے نواسے کا قیدی تصور کرتا تھا، آخر اسی غم و الم میں گھل گھل کر ۹۔ اپریل ۱۷۵۶ء کو رنج و حسرت کے ساتھ اس جہان سے رخصت ہو گیا،

(۳)

نانا گو زندہ درگور تھا۔ مگر اس کی یہ نیم مردہ زندگی بھی نواسے کو کانٹے کی طرح کھٹکتی تھی، آخر علی وردی خان کی موت نے میدان بالکل صاف کر دیا۔ سراج الدولہ نے جلوس فرماتے ہی اپنے نانا کے ملازمان قدیم کو کسی نہ کسی بہانے سے معزول و موقوف کر کے انکی جگہ جوانانِ عیاش طبع مقرر کر کے فسق و فجور، جفاکرداری و بداعمالی کا بازار گرم کر دیا۔

مرشد آباد دارالحکومت تھا، وہاں شاید ہی کسی کی دولت و عزت بچ سکی ہو، سراج الدولہ کے خالو نوازش محمد خاں شہامت جنگ نے ڈھاکہ میں سولہ سال تک حکمرانی کی تھی، اس کی بیوہ گھسیٹی بیگم و سراج الدولہ کی خالہ خاوند کے مرنے کے بعد نواب جسارت خاں نائب حاکم ڈھاکہ کی حفاظت میں تھی، اور وہ کمال دلسوزی سے اس کی نگرانی کرتا تھا۔ سراج الدولہ نے جو عیاشیوں اور بدافعالیوں کی وجہ سے ہمیشہ محتاج رہتا تھا۔ اپنی خالہ کے لوٹنے کا ارادہ کر کے ڈھاکہ میں ایک فوج متعین کی اور اس کا سارا نقد و جنس اور مال و اسباب لوٹ لیا جس کی تعداد سات آٹھ کروڑ سے بھی زیادہ بیان کی جاتی ہے،

اس کارنمایاں کے بعد دوسری خالہ آمنہ بیگم کا خیال آیا۔ اس کو بھی ڈرا دھمکا کر نہ صرف سارا مال و اسباب اس سے چھین لیا۔ بلکہ اس کی لڑکی کو زبردستی حرم سرا میں داخل کر لیا۔ دونوں مظلوم بہنیں اپنے بھانجے کی ستم رانیوں پر صبر و شکر کے گھونٹ پی کر جو ہزار بددعاؤں سے بھی زیادہ با اثر تھے، اور آسمان کی طرف حسرت بھری نگاہیں ڈال کر خاموش رہ گئیں،

(۴)

نخوت و غرور کی وجہ سے کوئی نہ سمجھے تو اور بات ہے، لیکن حقیقت یہ ہے، کہ دنیا واقعی دارالمکافات ہے، بداعمالیوں اور ظلم رانیوں کی سزا عاقبت میں تو ملے ہی گی، اس سے کس کو انکار ہے، مگر یہاں بھی کچھ نہ کچھ اس کا نتیجہ مل ہی جاتا ہے، مظلوم بیوہ بہنوں کی آہیں خالی نہ گئیں، اس واقعہ سے تھوڑے عرصہ بعد ہی میرن کے حکم سے سراج الدولہ مرشد آباد میں قتل کیا گیا۔ اور اس کی نعش ہاتھی

پر رکھہ کر اسی دار الخلافہ میں جہاں اس نے صدہا اور ہزارہا لوگوں کی عزتیں خاک میں ملادی تھیں، تشہیر کی گئی،

(۵)

گھسیٹی بیگم اور آمنہ بیگم کے مصائب اگر سراج الدولہ کی دست درازیوں تک ہی ختم ہو جاتے تو غنیمت تھا۔ مگر ان بدنصیب بہنوں کے لئے ابھی اور بہت سی تکالیف باقی تھیں،

میرن اسی گھر کا پروردہ تھا۔ اس کا باپ میر محمد جعفر خاں نواب علی وردی خان کے زمانہ سے بخشی فوج چلا آتا تھا۔ سراج الدولہ نے اپنی خودسری و رعونت کے زمانہ میں اسے موقوف کردیا تھا،

اب انگریزوں (لارڈ کلائیو) کی مدد سے میر جعفر اور اس کے بیٹے میرن نے اپنی تذلیل کا انتقام لیا۔ تو گیہوں کے ساتھ گھن بھی پسنے لگا۔ یعنے میرن نے حرم سرا کی عورتوں اور سراج الدولہ کے متعلقین پر بھی ہاتھ صاف کرنا چاہا۔ گھسیٹی بیگم اور آمنہ بیگم ڈھاکہ میں تھیں، ان بچاریوں کے پاس سوائے آہ و زاری کے کیا رکھا تھا۔ لیکن میرن نے نواب جسارت خاں نائب حاکم ڈھاکہ کو لکھا۔ کہ ان کو ترکیب سے ٹھکانے لگا دو۔ کہ کسی کو شبہ نہ ہو سکے اور اگر ایسا نہ کرسکو تو ان کو مرشد آباد بھیجدو، یہاں یہ نظر بند رکھی جائینگی،

نواب نے ایسی خونریزی سے تو انکار کردیا۔ اور ان دونوں بدبخت بہنوں کو میرن کے آدمیوں کی حفاظت میں مرشد آباد روانہ کردیا،

(۶)

ڈھاکہ کا دریا (بوڑہی گنگا) زور شور سے بہ رہا ہے، دونوں بدنصیب بہنوں کو میرن کی حفاظت میں کشتی پر سوار ہوکر مرشد آباد جارہی ہیں۔ کشتی جب شہر سے دور کچھ فاصلہ پر نکل گئی۔ تو کشتی کے تختے توڑے جانے لگے، یہ حال دیکھکر دونوں بہنیں اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھیں، آمنہ بیگم نے زار و قطار رو رہی تھی، ہاتھ اٹھا کر دعا کی "خداوندا تو دانا و بینا ہے، اگر ہم گنہگار اور تقصیر میں تو نیستر ہیں، میرن محسن کش کا ہمنے کیا قصور کیا ہے؟ اے آب رواں کی لہرو، شاہد رہو! کہ ہم بیگناہ ہلاک ہوتی ہیں، اے طوفان خیز موجو! ہم تمہارا لقمہ بننے کو تیار ہیں، لیکن گواہ رہو کہ ہم بالکل بیجرم و بے قصور ہیں، خداوندا یہ کیا ہو رہا ہے اور کیوں ہو رہا ہے؟ دونوں بہنوں نے غسل کیا، وضو کیا اور کفن کی جگہ نئے کپڑے پہنکر غرق دریا ہوکر گوہر نایاب بننے کو تیار ہوگئیں،

اک بات سہل ہی تو مرگ ی آمیر لیکن دشوار سمجھتے ہیں سب دشوار ہوگئی ہے

آمنہ نے پھر دست دعا اٹھائے اور کہا۔ ابھی ہم بچیوں کی فریاد رسی کر۔ مظلوموں اور بے گناہوں کے ستانیوالے کو اپنی کڑکتی گرجتی اور چمکتی ہوئی مہیب اور ہولناک بجلی کا شکار بنا۔ خداوندا تجھ سے ہمارا کوئی کام مخفی نہیں، ہم بیگناہ اور مظلوم مرتی ہیں اور گنہگار بھی ہیں۔ تو اس قسم کی موت جو آج ہمارے پس وپیش منڈلا رہی ہے نجات کا وسیلہ ہے، اس اثنا میں کشتی کے کئی تختے ٹوٹ چکے تھے اور کشتی رفتہ رفتہ درون دریا ہو کر تہ آب ہو رہی تھی، آخر دونوں بہنیں کلمہ طیب پڑھتے پڑھتے غرق بحر رحمت ہو گئیں،

(۷)

یہ قیامت خیز واقعہ ۱۹، جون ۱۷۶۰ء کا ہے۔ ٹھیک ایک مہینے کے بعد جب میرن مع اپنی فوج کے پٹنہ کی طرف جا رہا تھا۔ کہ رستے میں بارش کی وجہ سے ایک جگہ خیمہ زن ہونا پڑا، بارش بڑے زور سے شروع تھی، میرن اپنے خیمہ میں اپنے مصاحبوں اور ندیموں کے ہمراہ ایک داستان گو سے قصہ سن رہا تھا۔ کہ غضب الٰہی خیمہ کو چیرتا ہوا بجلی کی صورت میں اس پر گرا جس سے وہ مع اپنے ہمراہیوں کے چشم زدن میں ہلاک ہو گیا۔ بجلی نے اس کے بدن پر اس قسم کی سیاہی پھیر دی تھی، کہ کوئی شخص بھی اس کی لاش کو پہچان نہ سکتا تھا،

گندم از گندم بروید جو ز جو
از مکافات عمل غافل مشو!

محمد الدین فوق مدیر کشمیری

(ریاکار محسن کشوں کا یہی انجام ہوا کرتا ہے، خدا کی تلوار بے نیام ہے، غور کرنے والوں کے لئے اس داستان میں درس عبرت موجود ہے، اور وہ جو ختم اللہ علی قلوبھم ..... الخ کے مصداق ہیں، انہیں اس سے کچھ حاصل نہیں، مفسدہ پردازوں اور نفس کے غلاموں کو احکم الحاکمین کی حکومت قادر مطلق کی قدرت اور جبار و قہار کی جباری و قہاری پر نگاہ رکھنی چاہیئے،)

فاعتبروا یا اولی الابصار

ایڈیٹر

عالمِ تنہائی

(از القاے نامی کوہ سوار نظامی دکنی)

اب باعثِ راحت ہے یہ گوشۂ تنہائی
باقی نہ رہی کچھ بھی وہ بادیہ پیمائی

احباب ہیں برگشتہ وارفتہ مزاجی سے
خود گوشۂ عزلت ہے اب عالمِ صحرائی

آسودہ ہوں عزلت میں بےفکر گذرتی ہے
کھلتی ہی نہیں مجھ پر اب چشمِ تمنائی

سازش کا نتیجہ ہے جو دل نے کیا مجھ سے
غیروں سے نہ تھی بالکل مجھ کو تو شناسائی

وحشت میں سوئے صحرا کس واسطے میں جاؤں
کافی ہے مجھے اپنا یہ گوشۂ تنہائی،

آرام سمجھتا ہوں میں اپنی خموشی کو
گو کوئی مجھے سمجھے دیوانہ و سودائی

غفلت نے سکھایا ہے بیدار مجھے ہونا
اب دیدۂ عبرت میں ہے سرمۂ بینائی

مقصد کے نکلنے سے مطلب بھی نکل آیا
اس طرح مقاصد کی ہوتی رہی یکجائی

انداز فقیرانہ اور شانِ امیرانہ
اس رنگ سے ظاہر ہے اب میری یکتائی

جاسوس کا کھٹکا ہے نے غیر کی کچھ پروا
چاہا تھا حریفوں نے کچھ ان کی نہ بن آئی

آتا ہے مزہ مجھکو دن رات کتابوں سے
یہ میرے لئے ہر دم ہیں مونسِ تنہائی

آغاز سے ظاہر ہے انجام مرا بالکل
عالم نظر آتا ہے یکساں مرا شیدائی

تجرید تصور میں کثرت کے خیال آئے
اس حال میں دل میرا تھا آپ تماشائی

کچھ غم ہی نہیں مجھکو اب ہجر و جدائی کا
مصروف خموشی ہوں اور عافیت آرائی

انداز بیاں نامی آئینۂ خودداری
گرمیٔ تخیل ہے گو مائلِ رسوائی

اپنے عین حسب حال ہے، اس لئے مطالعہ سے خوب لطف پایا، بعض وقت کی باتیں بھی الہام کا درجہ پا جاتی ہیں، یہ قدرتی بات ہے، ایڈیٹر،

صدر نشین نو مسلم کانفرنس کی نصیحتیں

نو مسلم کانفرنس لاہور منعقدہ اپریل کے فاضل صدر نشین مہارانا ناہر سنگھ ایشور سنگھ حال نواب نصیر خاں والئے ریاست آمود نے اپنے خطبۂ صدارت میں بعض باتیں ایسی بھی فرمائی ہیں، جو قومی نقطۂ نظر اور اخلاقی و اصلاحی اعتبار سے مسلمانوں کے لئے مفید ہیں، اس لئے آپکے ذاتی حالات کے علاوہ خطبۂ مذکور سے چند اقتباسات بھی ہدیۂ ناظرین کئے جاتے ہیں،

انجمن حمایت اسلام لاہور کے اکتالیسویں سالانہ اجلاس کے ساتھ ساتھ اب کے "نو مسلم کانفرنس" کا اجلاس بھی منعقد ہوا، مہارانا ناہر سنگھ ایشور سنگھ والئے ریاست آمود (ملک گجرات) جن کا اسلامی نام نواب نصر اللہ خان ہے، اس کے صدر تھے،

مولانا خواجہ حسن نظامی دہلوی آپ کے حالات حسب ذیل الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں،

آپ مولے اسلام گراسیہ راجپوت ہیں، آپکی ریاست ملک گجرات کے ضلع بھڑوچ میں واقع ہے، آپ بمبئی کونسل میں ممبر بھی ہیں، آپکی برادری یعنی گراسیہ مولے اسلام راجپوت ساڑھے پانچ لاکھ کی تعداد میں ہے، یہ قوم ضلع احمد آباد، ضلع کھیڑا، ریاست بڑودہ، ضلع بھڑوچ سورت میں آباد ہے اور اس قوم کی بڑی بڑی جاگیریں ہیں،

یہ قوم سلطان محمود بیگڑہ بادشاہ گجرات کے زمانہ میں اپنی مرضی اور اپنی خوشی سے مسلمان ہوئی تھی، اور بادشاہ مذکور نے اس کے سرداروں کو جاگیریں دیں، اس قوم میں دو لاکھ، ایک لاکھ، پچیس ہزار، دس ہزار، پانچ ہزار سالانہ آمدنی کی صدہا جاگیریں ہیں،

اس قوم کی اسلامی تعلیم و تربیت کا شاید گذشتہ زمانہ میں کچھ بندوبست نہ ہوا ہوگا، اس لئے قوم کے نام ہندوانہ رہے اور کام بھی اکثر ہندوانہ رہے،

اس لئے بڑودہ ریاست میں سنٹرل شدھی سبھا آریہ سماج نے قائم کرکے ساڑھے پانچ لاکھ کی اس جماعت کو مرتد کرنا چاہا۔ اور ہندو ریاستوں نے بھی اس قوم کے سرداروں پر زور ڈالنا شروع کیا، کہ اگر آپ لوگ شدھ ہو جائیں تو ہم آپ سے رشتہ داریاں شروع کر دینگے،

سنٹرل شدھی سبھا بڑودہ نے دو سال تک بیشمار روپیہ خرچ کیا۔ اور بکثرت کام کرنیوالے آدمیوں کو مسلسل اس قوم کے پاس بھیجتی رہی ،

میں بھی اس قوم کے بچاؤ کا کام کرتا رہا۔ مگر میرا کام شدھی سبھا کے مقابلہ میں بہت ہی کم تھا ،

سوامی سترانندجی اسی قوم کے لئے دوبارہ بڑودہ اور گجرات کے ملک میں تشریف لے گئے تھے اور میں بھی اسی قوم کی حفاظت کے لئے بار بار گجرات جاتا تھا۔

جناب نواب جہانگیر میاں صاحب والئے ریاست مانگروں کاٹھیاوار نے جو صدیقی شیخ ہیں اپنی صاحبزادی کا عقد مہارانا صاحب آمود کے ولیعہد سے کردیا اور اس قرابت کا گراسیا جپوت برادری پر بہت اچھا اثر ہوا ،

اسی طرح سورت کے نواب صاحب نے بھی جو سید ہیں، اس قوم کے ایک بڑے سردار ٹھاکر صاحب کبیرواڑہ کے لڑکے سے اپنی لڑکی کی شادی کردی، اس قرابتداری کا بھی بہت اچھا اثر ہوا

آخر ۸ مارچ ۱۹۲۶ء کو میری اور سنٹرل شدھی سبھا بڑودہ کی دماغی کشمکش کا ایک نتیجہ ظاہر ہوا اور تاپا ضلع کھیڑہ مقام پر گراسیہ قوم کے سات ہزار سردار جمع ہوئے، اور انہی مہارانا نارسنگھ نصراللہ خاں جی کی صدارت میں اس قوم کا عظیم الشان جلسہ ہوا ، میں بھی اس جلسہ میں شریک تھا۔ یہ جلسہ دو روز ہوتا رہا۔ جسمیں اس قوم کے سرداروں نے عہد کیا کہ وہ مسلمان رہینگے، اور آریہ مذہب قبول نہ کرینگے ، اور اسی جلسہ میں اس قوم کے سرداروں نے اپنی آمدنی پر ایک آنہ روپیہ ٹیکس لگاکر دو لاکھ روپیہ سالانہ چندہ کرلیا جس سے اسلامی درسگاہیں قائم کرنے کا فیصلہ ہوا۔

اس جلسہ میں سنٹرل شدھی سبھا بڑودہ کے ارکین بھی آئے تھے، اور انہوں نے پوری کوشش اس قوم کو مرتد کرنیکی جلسہ میں کی تھی۔ مگر مہارانا نصراللہ خاں جی اور دیگر باثر سرداروں کے سبب آریہ سماج کو کامیابی نہ ہوئی ،

مگر اس جلسہ کے بعد تین ریاستوں کو جس کے سردار جلسہ میں نہ آئے تھے، شدھی سبھا بڑودہ نے مرتد کرلیا۔

اس قوم کے نام اب بھی ہندوانہ ہیں، اور صرف مہارانا صاحب ممدوح نے اپنا نام بدلا ہے لیکن اب ساری قوم میں نام بدلنے اور اسلامی تعلیم حاصل کرنے کا جوش پیدا ہوگیا ہے ،

چونکہ یہ قوم جاگیردار ہے اور جاگیروں میں اس کے ہندوانہ نام درج ہیں، اس لئے موجودہ

نسل کے نام بدلنے دشوار ہیں، آئندہ نسل کے نام بدلے جائیں گے،
مہاراجا نصر اللہ خاں جی نے عربی تعلیم بھی حاصل کی ہے، انگریزی بھی جانتے ہیں، مگر ان کی مادری زبان گجراتی ہے، مہاراجا صاحب میں اسلامی جوش بہت زیادہ ہے، وہ بڑے دانشمند اور صلح کل ہیں اور اپنی قوم کی ترقی واصلاح و حفاظت میں رات دن معروف رہتے ہیں"

نو مسلم کانفرنس پر تشریف لے جاتے ہوئے ۱۴ اپریل کی شام آپ امرتسر سے گذرے ٹرین چند منٹ ریلوے سٹیشن امرتسر پر ٹھہری، ہزاروں مسلمان سٹیشن پر مہاراجا کے استقبال اور حصول زیارت کے لئے موجود تھے، پلیٹ فارم پر تل دھرنے کو جگہ نہ تھی، ٹرین آنے پر اللہ اکبر کے فلک شگاف نعروں سے خیر مقدم کیا گیا۔ اور معزز مہمان کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے گئے، خواجہ حسن نظامی دہلوی ساتھ تھے، ایک مطبوعہ پیغام بتعداد کثیر نواب صاحب کیطرف سے تقسیم کیا گیا۔ حسب ذیل تھا،

(۱) "اللہ تعالےٰ پر بھروسہ رکھو، کہ وہی ایک ذات ہمارے دین و دنیا کے مقاصد کی کارساز ہے،

(۲) دو جہان کے آقا محمد رسول اللہ پر نازل ہونیوالے قرآن مجید کے احکام پر عمل کرو اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہؐ کے خلاف کوئی کام نہ کرو،

(۳) آپس کی فرقہ بندیاں مٹا دو، اور اسلام کی حفاظت کے لئے سب ایک ہو جاؤ،

(۴) شادی غمی کی جسقدر رسمیں مشرکانہ اور فضول خرچی کی ہیں، ان کو دور کر دو،

(۵) کسی غیر مسلم قوم سے جھگڑا فساد کی بات نہ کرو، اور غصہ و اشتعال کیوقت صبر سے کام لو، کہ یہی قرآن مجید کی تعلیم ہے"

رات کو آپ لاہور پہنچے، ہزاروں مسلمانوں نے ریلوے سٹیشن پر استقبال کیا۔ ۱۵ اپریل کی صبح کو اسلامیہ کالج سے جلوس نکلا، شہر کے مختلف بازاروں سے ہوتا ہوا دوپہر کیوقت اسلامیہ کالج آکر ختم ہوا۔ جدھر سے جلوس گذرا تمام بازار آراستہ و پیراستہ تھے، جابجا محرابیں بنی ہوئی تھیں۔ بیان کیا جاتا ہے، کہ ایسا پُر شکوہ، شاندار اور بارونق جلوس اس سے پہلے لاہور میں کبھی نہیں نکلا۔ بعد نماز جمعہ انجمن حمایت اسلام کا اکتالیسواں سالانہ اجلاس ڈھائی بجے تلاوت قرآن مجید سے شروع ہوا۔ مہاراجا نصر اللہ خاں بہادر اس کے صدر تھے،

سب سے پہلے سر میاں محمد شفیع نے انجمن کی کارگذاری اور ضروریات کے متعلق ایک جامع تقریر کی، اس کے بعد صاحب صدر نے ارشاد فرمایا،

"میرے کلمہ گو مسلمان بھائی صاحبان! مجھے انجمن حمایت اسلام کی دعوت کے ذریعے پنجاب دیکھنے کا موقعہ ملا۔ میں انجمن اور دوسرے حضرات کا صدقدل سے شکریہ ادا کرتا ہوں، باقی مسلمان بھائیوں نے میرے ساتھ جس مہربانی اور خلوص کا اظہار کیا، اس کا شکریہ ادا کرنے سے قاصر ہوں، یہ اسلام کی سچائی کا ثبوت ہے، میں کیا چیز ہوں، مجھ جیسے ہزاروں رئیس گجرات (بمبئی) میں موجود ہیں، مگر الحمدللہ، کہ مجھ ناچیز پر میرے مسلمان بھائیوں نے یہ مہربانی کی اور مجھے اس اعزاز کا مستحق سمجھا،

خدا نے انسان کی فطرت کے ساتھ اسلام کو پیدا کیا ہے، دوسرے مذاہب میں ذات پات کی پابندیاں ہیں، مگر ہمارے اسلام میں مساوات ہی مساوات ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ اسلام خطرے میں ہے، یہ غلط ہے، ہمارا مذہب خطرے میں کیونکر ہو سکتا ہے خدا نے خود وعدہ فرمایا ہے کہ وہ اسلام کو محفوظ اور مستحکم رکھیگا،

افسوس ہے کہ ہم میں تبلیغ الاسلام کا کوئی معقول انتظام موجود نہیں، اگر ہم تبلیغ اسلام کی کوشش کریں، تو چند ہی سال میں ہر طرف اسلام ہی اسلام نظر آنے لگے، ہمارے لئے ضروری ہے۔ کہ اسلامی تعلیم کا عمدہ انتظام کریں، پہلے ہمارے بچے مسجدوں میں جاتے تھے، اور پیش امام انہیں یونہی کتابیں رٹا دیتے تھے، جس سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا تھا۔ ہمیں اس بات کی سخت ضرورت ہے۔ کہ بچوں کو اسلامی مسائل اچھی طرح سمجھا کر تعلیم دیں، ہمارے سامنے اور قومیں موجود ہیں، اور ان کی رفتار ترقی بھی ہمارے سامنے ہے، ہمیں لازم ہے۔ کہ ان قوموں کی طرف دیکھ کر اپنی اصلاح کریں، اور زمانہ کے ساتھ ساتھ چلیں، ہمیں اسلام اس بات سے نہیں روکتا۔ کہ زمانہ کے ساتھ نہ چلو، ہم نے اسلام کو خواہ مخواہ تنگ بنا رکھا ہے، رسول کریم صلعم، نے فرمایا۔ کہ علم حاصل کرو خواہ چین ہی میں کیوں نہ جانا پڑے،

انجمن حمایت اسلام لاہور کی ضروریات اور ذمہ داریاں نہایت اہم ہیں۔ ۱۹۳۰ء کے لئے اس کا میزانیہ دس لاکھ روپیہ ہے، اور واقعی اتنا بڑا خرچ ہونا چاہئیے، کیونکہ اس نے ایک کالج اور بہت سے سکولوں وغیرہ کا انتظام اپنے ذمے لے رکھا ہے، امید ہے کہ تمام مسلمان اس کی مدد کریں گے، میں چشتی ہوں اور خواجہ حسن نظامی صاحب بھی چشتی ہیں، یہ میرے

دوست ہیں ۔ اور تبلیغ اسلام کرتے ہیں ، یہ بہت اچھا کام ہے ، خواجہ کمال الدین صاحب بھی تبلیغ کا کام خوب کر رہے ہیں ۔

فی الحال مسلمانوں کے لیئے دینی اور دُنیوی تعلیم کی سخت ضرورت ہے ۔ اگر ہم نے اس ضرورت کو کما حقہٗ پورا نہ کیا تو اور قوموں کے ساتھ جو ترقی کر رہی ہیں ۔ ہمیں دوش بدوش چلنا مشکل ہو جائیگا انجمن ۱۳ سال سے جو کام کر رہی ہے اس سے ظاہر ہے ۔ کہ کس اعلیٰ پیمانے پر یہ کام کرنیکی ضرورت ہے ۔ خواجہ کمال الدین صاحب نے بیشمار لوگوں کو مسلمان بنایا ۔ انہوں نے جرمنی اور انگلستان میں مسجدیں بنوائیں ۔ ہمیں بھی یہی گرمی اور جوش پیدا کرنا چاہیئے ، دنیا میں جو کام ہوتے ہیں ان کے دو پہلو ہیں ۔ ایک اچھا اور ایک بُرا ۔ آپ کو چاہیئے کہ اچھائی لے لیں اور بُرائی کو چھوڑ دیں ۔

افسوس ہے کہ مسلمانوں میں دوستی اور اتفاق مفقود ہے ۔ انہیں تفریق و نفاق کو خیرباد کہکر متحد و متفق ہو جانا چاہیئے ۔ حضرت عیسیٰ مُردوں کو زندہ کرتے تھے ۔ حضرت سلیمان اور حضرت داؤد اور دوسرے پیغمبروں نے جو کام کئے ، وہ آپ کو معلوم ہونگے ، لیکن انصاف یہ ہی کہ جو کام حضرت رسول کریم صلعم نے کیا ہے ، وہ سب سے علیحدہ اور بے نظیر ہے ۔ ہمیں اخلاق درست کرنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے ۔ اس کے ساتھ سب باتیں خود بخود درست ہو جائینگی ۔

سرسیّد نے جب دیکھا کہ مسلمان گر رہے ہیں ۔ تو انہوں نے مسلم یونیورسٹی قائم کی ۔ جو مسلمان عمدہ کام کرے ۔ اس کی ہر طرح حوصلہ افزائی اور مدد کرو ، دل شکنی نہ کرو ، دیکھیے کہ سر آغا خان بہت بڑے لیڈر ہیں وہ اپنے پیروؤں کو جو حکم دیتے ہیں ۔ اس کی فوراً تعمیل ہوتی ہے ۔ افسوس ہے کہ ہم میں کوئی ایسا لیڈر موجود نہیں ہے ۔ جس کی بات سب مانیں ، ہمارے اکثر لیڈر مفرور پرست اور خود غرض ہیں ۔ خدا مسلمان کو نیک ہدایت دے اور ہمارے مذہب یعنی اسلام کو ترقی عطا فرمائے "

تربیتِ اولاد

والدین اور استادوں کے قابلِ توجہ

بچوں کے دلوں میں یہ ذہن نشین ہونا چاہیئے، کہ ان کے عیوب معلوم ہونے سے تمہیں خوشی نہیں، افسوس ہوتا ہے اور بجائے برائیوں کی تشہیر کے انکی خوبیوں کے اظہار میں تمہیں مسرت و راحت ہوتی ہے انکو ہش نہیں انکی ستائش میں تم زیادہ سرگرم مستعد اور مسرور معلوم ہوتے ہو مگر یہ بھی ملحوظ رہے۔ کہ خال جب حد سے بڑھا مسا ہوا،

بے موقع اور حد سے زیادہ تعریف بھی مضر ہوتی ہے، جو بچہ کو کاہل و مغرور بنا دیتی ہے اور اس کے ہمجولیوں میں حسد و کینہ پیدا کر دیتی ہے، بچے تعریف و تحسین سے بہت خوش ہوتے ہیں اور ابتدائی عمر میں ہمت افزائی کے لیے یہ وصف بہت مفید ہوتا ہے، مگر رفتہ رفتہ اسے گھٹانا چاہیئے، کیونکہ عموماً اس کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ یہ کمزور طبیعتوں کا خاصہ ہو جاتا ہے۔ کہ وہ اپنی تعریف سے خوش ہوتے اور اکثر اپنی تعریف سے مغرور ہو کر اپنے اصلی فرائض کو بھول جاتے ہیں، مناسب یہ ہے، کہ عمر کی زیادتی کے ساتھ بتدریج مستقبل کے منافع کی توقع دلاتے ہوئے ادائے فرض کا احساس پیدا کیا جائے، تاکہ خود کام کے سرانجام دینے میں اسے دلچسپی پیدا ہو جائے بچے میں عقل و شعور، پیش بینی و مآل اندیشی، عزم و استقلال نہیں ہوتا۔ تمام قوتیٰ خام و خفتہ ہوتے ہیں، انکی سب قوتیں ضعیف ہوتی ہیں، اپنی طبیعت پر انہیں اختیار و اقتدار نہیں ہوتا۔ پس ان کو مجرم گرداننا سخت غلطی ہے، حتی الوسع ان کی خطاؤں کو بہت خفیف بنا کر ظاہر کرنا چاہیئے، تاکہ اتفاقیہ اور ناسمجھی کا نتیجہ خیال کیا جائے اور ارادی خطا نہ سمجھی جائے، چشم پوشی کے قابل ہو تو بالکل نظرانداز کر دینا واجب ہے، بڑا گر یہ ہے کہ بری باتوں پر ملامت نہ کرو، اچھی باتوں کی ترغیب میں لگے رہو، جب کبھی کسی عمدہ صفت کا ظہور ہو، تو تحسین و آفرین سے ان کا دل بڑھایا جائے گویا وہ بالطبع اس کیطرف مائل ہے، کیونکہ بچہ اپنی نسبت عمدہ رائے معلوم ہونے سے بہت خوش ہوتا ہے، اور اپنے بزرگوں کی تعریف کے مطابق خود کو ویسا ہی ظاہر کرنا چاہتا ہے، اس کے خلاف

اپنی برائی سننے سے اس کے دل کی کلی مرجھا جاتی ہے، ہمت فوت ہو جاتی ہے، ہر وقت لعنت ملامت کرنے اور بار بار عیوب گنانے سے نتیجہ برعکس ہوتا ہے، وہ خود کو نالائق و ناقابل شخص سمجھنے لگتا اور بےحس ہو جاتا ہے، پست ہمتی چھا جاتی اور تحریک شوق جاتی ہے، اگر کوئی نیک و دانش مند مہربان و منصف مزاج معلم اکثر مناسب تعریف اور با موقع ملامت کا مادہ رکھتا ہے تو اس کے ہاتھ میں اطاعت حاصل کرنے اور طلباء کو صحیح راستے پر چلانے کا ایک مفید و موثر آلہ ہے، مگر سخت احتیاج اور نہایت احتیاط کے ساتھ ہی اس کا استعمال مناسب ہے،

کمزور کے ساتھ عملی ہمدردی اور غیر معمولی دستگیری واجب ہے، ہمیشہ ان سے زیادہ خطاب کرو مگر زیادہ عتاب نہ ہو، بلکہ ہمدردی سے انکے جواب پر غور کرو، صحیح بلکہ کسی قدر صحیح پر بھی آفرین کہو، غلطی پر مہربانی سے پیش آؤ، اور نرمی سے غلطی درست کرو، انہیں کبھی بے عزت نہ کرو، صبر و استقلال کے ساتھ اصلی سبب تلاش کرو، اور اس قدر مقبولیت کا خیال رکھو، خود کو ہوّا نہ بناؤ، مغلوب الغضب ہونا بدترین عیب ہے، غضب سے رعب کا گمان خیال خام ہے، نہ تو رعب ہی قائم ہوگا۔ نہ ضبط اچھا رہیگا۔ بلکہ خوف و نفرت کا جذبہ ترقی پا جائے گا۔ اور تمہارا ہر ایک فعل انکی نظر میں برا معلوم ہونے لگیگا۔ شرارت کو چھپانے کی کوشش کی جائیگی اور اس وجہ سے ضبط کی تمام کوشش درہم برہم ہو جائیگی، ناواجب جبر گویا زہر ہے، نفرت و حقارت تحقیر و تضحیک کی قبیح عادت ہرگز اختیار نہ کرو، ہمیشہ نرمی و مہربانی کی گفتگو ہو، ملائمت کے ساتھ بشاشت شامل ہو، خندہ جبیں ہونا بڑی طاقت ہے، ہمیشہ جھڑکتے رہنا نہایت مضر ہے، تلخ و ترش جھڑکیوں سے زیادہ کام نہ لو، فائدہ تو کچھ ہوگا نہیں، البتہ بےحیائی کا مادہ پیدا ہو جائیگا۔ فحش کلامی، بیہودہ گوئی پر نہ اتر آؤ، گالیوں کا بکنا انتہائی بدتمیزی، ناشائستگی بلکہ شیطانی حرکت ہے،

غرض انسان کے بچوں سے انسانیت کے ساتھ پیش آنا اور اپنے عملی نمونہ سے آدمیت کا سبق سکھلانا چاہیئے، ہر وقت انکی ہر ایک مشکل کے حل کرنے کے لئے تیار رہو، ہر کام میں پیر بن کر، مشیر ہو کر شریک عمل رہو، بہت سا کام خود ان سے کراؤ، ہمدردی سے پیش آنا اور دستگیری کرنا اپنا فرض سمجھو، مگر ہمدردی با موقع مناسب اور مفید ہو ورنہ بےموقع اور حد سے زیادہ اعانت درست نہ ہوگی، نتیجہ کے لحاظ سے دشمنی میں تبدیل ہو جائیگی۔ اور بجائے نفع کے نقصان پہنچائیگی،

بچوں کی تربیت کے وقت ان میں اطاعت کا مادہ پیدا کرنا پہلی ضرورت ہے، اور اس کے حاصل کرنیکے متعدد طریقے ہیں، مگر ابتدائی منزل میں بالخصوص ان چند امور کو پیش نظر رکھنا فرض ہے،

(۱) جہاں تک ممکن ہو شفیقانہ رویہ تمہارے رابطہ کی بنیاد ہو۔

(۲) تمام حالات میں ضرورت و مصلحت کے موافق سختی اور پابندی کے ساتھ سچا اور پورا انصاف کیا جائے۔ اور

(۳) کسی کے ساتھ کبھی بے جا اور علانیہ طرفداری کا اظہار نہ ہو۔

(۴) تحقیر و تضحیک سے دور رہو۔ اور تعریف و ملامت کو احتیاط و اعتدال کے ساتھ کام میں لاؤ۔

(۵) اگر چھوٹے چھوٹے قصوروں اور خطاؤں کے متوقع رہو۔ اور بجائے یاس و افسوس کے ان کی اصلاح کو اپنے روزانہ کام کا لازمی جزو سمجھو۔ (تجلّی)

مسالمتِ عثمانی

غیر مسلم رعایائے شہریارِ دکن کی رواداری

اپنی معلومات اور واقعات کی بناء پر "حضور نظام اور ہندو اخبارات" کے عنوان سے متعدد اشاعتوں میں ہم بہت کچھ لکھ چکے ہیں۔ لیکن حقیقت اور اصلیت دیکھنے سے عاجز ہو تو ہو ورنہ دنیا کے لئے تو اعلحضرت کی رعایا نوازی و انصاف شعاری کے اس سے زیادہ ثبوت بہم پہنچانے کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔

ہندوستانی ریاستوں میں تو حقوق مساوات کی یہ نظیر ملنی مشکل ہے۔ اور ایک بھی فرخندہ بنیاد حیدرآباد کا ہمسر اس بارے میں نہیں کہا جا سکتا۔ محض تعصب مذہبی اور رقابت قومی کی بنا پر انصاف و حقیقت کو جھٹلانا کوئی ایمانداری نہیں۔

"مسالمت عثمانی" وہ ضخیم کتاب ہے جس کا ذکر ہم کسی گزشتہ اشاعت میں کر چکے ہیں۔ اس میں قلمرو دکن کے مندروں، کلیساؤں، گرجاؤں اور دھرم شالاؤں نیز ان غیر مسلم جاگیرداروں اور مذہبی معاش داروں کے شمار و اعداد دئے گئے ہیں جو دولت آصفیہ عالیہ کی شاہانہ مراعات کے شرمندۂ احسان ہیں۔ مولانا عبدالوہاب عندلیب مدیر رسالہ "واعظ" حیدرآباد نے اسے پانچ جلدوں

میں شائع کرکے معترضین کو ایک مسکت جواب دیا ہے، تاکہ آئندہ اس باب میں کسی افترا پرداز کو لب کشائی کا موقع باقی نہ رہ جائے، اور اگر مفسدین نے اس پر بھی اپنی ہذیان سرائی کو جاری رکھا تو کوئی شخص جس کے دل میں ذرہ برابر بھی انصاف ہوگا ایک لمحہ کے لئے اسے باور نہ کریگا۔ سلطنت آصفیہ میں رعایا نوازی اور بندہ پروری کے مختلف طور و طریق جاری ہیں، جاگیر، منصب، معاش، معمول یومیہ، انعام داری، رسوم داری وغیرہ وغیرہ، ان پانچ ضخیم جلدوں میں شمار و اعداد سے دکھایا گیا ہے کہ ان تمام مراعات سے ہنود کس قدر مستفید ہورہے ہیں، اور خاصکر مذہبی خیرات و مبرات کے صیغہ سے ہنداوں کی عبادتگاہوں کے لئے کیا کیا رعائتیں جاری ہیں، اور اس میں بھی خصوصیت کے ساتھ یہ امر دیکھنے کے قابل ہے کہ یہ رعائتیں نہ صرف محکمہ دیوانی (مین گورنمنٹ) کیطرف سے جاری ہیں، بلکہ صرف خاص مبارک کے علاقہ جات اور مسلمان امراء و رسا کی جاگیروں میں بھی یکساں طور پر یہی طریق مروج ہے، اس سے بڑھ کر بے تعصبی کا ثبوت اور کیا چاہیئے،

اس سے واضح ہوتا ہے کہ کوئی صیغہ مراعات کا ایسا نہیں ہے جس سے ہنود بیش از بیش مستفید نہ ہوتے ہوں،

جو کیفیت صیغۂ مراعات کی ہے وہی کیفیت بلکہ اس سے کچھ بیشتر ملازمان ملکی و فوجی کی ہے، کہ ملازمت سرکاری کے ہر صیغہ اور ہر گریڈ میں ہنداوں کی کثیر تعداد موجود ہے،

ہم اس بحث میں مقابلہ کی بحث کو بالکل خارج کئے دیتے ہیں، کیونکہ ہندوستان کی دوسری ریاستوں سے سلطنت آصفیہ کا مقابلہ اس سلطنت کی کسر شان ہے،

شاہ را کو ند کسے جولاہ نیست

ایں چہ مدح است ایں مگر آگاہ نیست

مگر اتنا کبھی تمیز نہیں رکھ سکتے۔ کہ جو لوگ اس قسم کے بہتان تراشتے ہیں، وہ بھی آخر کسی قوم سے تعلق رکھتے ہیں، اور اس قوم کی بھی چھوٹی بڑی ریاستیں اس سرزمین ہندوستان پر موجود ہیں اور ان ریاستوں میں مسلمان بھی آباد ہیں۔ اور بعض ریاستوں کی نسبت تو یہ کہنا بجا ہوگا۔ کہ وہ خاصکر اسلامی آبادی پر مشتمل ہیں، کیا ان ریاستوں کے مسلمان محصول دہندگان بھی اصول عدل و انصاف کی رو سے کوئی حق رکھتے ہیں یا نہیں، اگر حق رکھتے ہیں تو وہ حق کہاں تک ادا ہوتا ہے؟ اور نہیں رکھتے ہیں تو کیوں؟ یک بام و دو ہوا کا اصول کیوں اختیار کیا گیا ہے،

حقیقت یہ ہے کہ یہ تمام شور و شر صرف اس لئے برپا گیا ہے۔ کہ بعض ہنداوں کے دلوں

میں یہ واہمہ جاگزیں ہوگیا ہے ، کہ وہ ہندوستان کو مسلمانوں سے پاک کر دیں گے ، اور چونکہ دولت آصفیہ کے ہنود نہایت امن و امان کے ساتھ زندگی بسر کر رہے ہیں اور ان پر ان ناپاک کوششوں کا اثر نہیں ہوتا ۔ اس لئے انہیں اپنے دام تزویر میں لانیکی بہترین تدبیر یہی ہے ، کہ ان کے ذہن میں یہ خیال باطل پیدا کر دیا جائے ۔ کہ ان کے حقوق تلف ہو رہے ہیں اور ان پر ظلم ہو رہا ہے اور اس طرح اس پُر امن سلطنت میں بھی وہی اضطراب پیدا ہو جائے ۔ جو برطانیہ ہند میں برپا ہے ، لیکن اس قسم کے خیال رکھنے والوں کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے ۔ کہ نہ انکی ان کوششوں سے مسلمان ہندوستان کو خالی کر دیں گے اور نہ سلطنت آصفیہ کے ہندو اس قدر فاترالعقل ہو جائیں گے ، کہ اپنی آنکھیں بند کر کے ان کے پیچھے چل نکلیں گے ، اگر کچھ ہوگا ۔ تو یہی کہ ہندوستان کی دونوں قوموں میں عداوت و منافرت کے جو اسباب پیدا کئے جارہے ہیں ، ان میں ایک مزید سبب کا اضافہ ہو جائیگا ۔ اور جو مسلمان اب تک اس خیال میں لگے ہوئے ہیں ، کہ کسی نہ کسی طرح اس خلیج منافرت کو پاٹنا چاہیئے وہ بھی ایک سعی لاحاصل سمجھ کر اس سے دست کش ہو جائیں گے ، اور ہندوستان کی ترقی کی تمام امیدیں خاک میں مل جائینگی ،

دراصل اس وقت سے کہ اعلیحضرت شہریار دکن خلد اللہ ملکہ نے واپسی برار کا پرزور مطالبہ کیا اور برار پر اپنا حق ایسے دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ سے ثابت کر دیا ۔ کہ حکومت ہند کو مجمل و مبہم جواب کے سوا کوئی چارہ کار نہ بن آیا ۔ اور اس جواب میں رعایائے برار کے استزاج کو بھی ایک جزو قرار دیا گیا ، پھر کیا تھا " دیوانہ را ہوئے بس ست " جن لوگوں کے دماغوں پر مسلمانوں کی تخریب عام کا سودا مسلط تھا ۔ انہیں شورانگیزی کا ایک نیا آلہ ہاتھ آگیا ۔ اول اول یہ آگ برار میں بھڑکائی گئی اور پھر کوشش یہ شروع ہوئی ، کہ کل سلطنت آصفیہ کو اس کی لپیٹ میں لے لیا جائے ، مگر یہ کوشش نہ اس وقت بارور ہوئی اور نہ انشاء اللہ آئندہ ہو گی ، سلطنت سے باہر کے جو ہنود ناصح مشفق بنکر اپنے مطالبہ حقوق پر توجہ دلائیں ۔ انہیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ فرمانروائے سلطنت اپنی وفادار و جاں نثار رعایا کا ان سے زیادہ بہی خواہ اور خیر طلب ہے اور رعایا بھی اسے اچھی طرح سمجھتی ہے ۔ سلطنت میں ہر قسم کی ترقی کے راستے کھولے جاتے ہیں اور تمام ترقیوں کی اصل یعنی تعلیم پر توجہ شاہانہ سب سے زیادہ مبذول ہے اور جسقدر رعایا تعلیمیافتہ ہوتی جاتی ہے وہ خود اپنے حقوق سے آگاہ ہوتی جاتی ہے ، اور فرمانروائے سلطنت

حکومت میں رعایا کی شرکت کو اسی انداز سے بڑھایا جا رہا ہے ،

پس جب بددلی کی اصل وجہ نہ پیدا ہو سکیگی ، تو ان بیرونی کوششوں سے خود بددلی بھی پیدا نہو سکیگی ۔ اور ایک وقت آئیگا اور جلد آئیگا ۔ کہ رعایائے دکن حکمرانی میں اسی طرح دخیل ہوگی جسطرح جاپانی اپنی حکومت کے شریک وسہیم ہیں ، اور رعایائے دکن کے جذبات شکر و احسان وہی ہونگے جو جاپانیوں کے اپنے شہنشاہ کی نسبت ہیں ،

اب ہم اس تمہید کے ساتھ حسب وعدہ اصل رسالہ کا اقتباس درج کرتے ہیں اور ناظرین سے توقع رکھتے ہیں ، کہ وہ ان شمار واعداد کو غور سے ملاحظہ فرمائیں ، اور خاصکر اس کے آخری خلاصہ کو بار بار پڑھیں اور سوچیں ۔ کہ ان مراعات کی نظیر دنیا میں کہیں اور بھی موجود نہیں یا ہیں ؟

سوچو اور غور کرو اور دعا کرو کہ دولت آصفیہ کی طرح ہندوستان کی ہر ریاست رواداری سے کام کرنے لگے ،

مجموعی تعداد غیر مسلم معاشداران مذہبی علاقہ سرکار عالی ، ضلع وار ، ان معاشوں سے خدمت دیول ومندر ودھرم سالہ وغیرہ مشروط ہے

میزان ضلع	معاش نقدی	معاش اراضی	جاگیر
اورنگ آباد	۱۲۸۰۹-۴-۷	۲۰۷۸۷ یکر ۱۳گ	۲۰
پربھنی	۵۳۳۰-۴-۱	۱۶۷۱۸ ،، ۱۵گ	۹۰
بیڑ	۵۰۳۵-۱۵-۱۰	۲۵۲۳۹ ،، ۴گ	۷
ناندیڑ	۲۷۱۲-۱۱-۰	۸۳۸۴ ،، ۱۴گ	۹
گلبرگہ	۵۷۸۷-۱-۹	۳۱۷۵۴ ،، ۸گ	۱۱
رائچور	۱۲۸۰-۱۳-۷	۴۹۸۴۲ ،، ۲۷گ	۶
بیدر	۱۳۲۹-۸-۵	۳۵۲۲ ،، ۲۲گ	۳
عثمان آباد	۲۲۶۱-۱۵-۳	۱۱۴۱۶ ،، ۶گ	۸
ورنگل	۱۰۲۲۶-۶-۳	۳۵۳۸ ،، ۲۵گ	۳
کریم نگر	۲۲۵۴-۷-۰	۳۳۳۳ ،، ۳گ	۳½
آصف آباد	۳۹۲۳-۱۳-۰	۳۳۸۰ ،، ۲۲گ	۱۵

میدک —	۹-۳-۴۹۶۹ —	۲۵۲۷ یکر ۱۹ گ —	—	۷
نظام آباد —	۶-۲-۱۶۸۹ —	۶۰۳۴ " ۲۱ "	—	۱۴
محبوب نگر —	۰-۱۴-۳۶۷۴ —	۸۸۴۸ " ۱۵ "	—	۱
نلگنڈہ —	۰-۰-۲۱۴۴ —	۶۴۸۸ " ۲۴ "	—	۰
صدر میزان	۲-۱۳-۵۲۴۵۸	۲۰۱۵۷ " ۳ "		۱۱۸

اخراجات کلیسائے مسیحی، تعداد ۶ رقم ۱۴۷۱۵ روپے

تعداد غیر مسلم جاگیرداران

جاگیر سے وہ موضع مراد ہے، جسکو ایک معطی مقتدر نے سند کے ذریعے سے معطی الہ کو عطا کیا خواہ وہ عطا مشروط بشرط خدمت ہو، یا بلا شرط خدمت بطور خیرات یا مدد معاش یا کسی کارگذاری کے کے صلہ میں،

جن کا محاصل سالانہ ۵۰ روپے سے زائد ہے ۶۴، جن کا محاصل سالانہ ۱۰۰ روپے سے زائد ہے ۶۴

" " " ۲۰۰ " " " ۴۳ " " " ۲۵۰ " " ۴۲

" " " ۳۰۰ " " " ۴۲ " " " ۴۰۰ " " ۴۰

" " " ۵۰۰ " " " ۳۷ " " " ۱۰۰۰ " " ۱۹

تعداد غیر مسلم معاش یابان مذہبی علاقہ صرف خاص مبارک

جن کی سالانہ یافت ۵۰ روپے سے زائد ہے ۵۵۴ جن کی سالانہ یافت ۱۰۰ روپے سے زائد ہے ۳۰۱

" " ۲۰۰ " " " ۳۱ " " ۲۵۰ " " ۲۳

" " ۳۰۰ " " " ۳۴ " " ۴۰۰ " " ۲۳

" " ۵۰۰ " " " ۸۵ ———— جملہ ۸۵۲

تعداد غیر مسلم معاشداران مذہبی علاقہ جاگیرات

جن کی یافت سالانہ ۵۰ روپے سے زائد ہے ۱۸۱ جن کی یافت سالانہ ۱۰۰ روپے سے زائد ہے ۸۱

" " ۲۰۰ " " ۱۱ " " ۲۵۰ " ۷

" " ۳۰۰ " " ۶ " " ۴۰۰ " ۲

" " ۵۰۰ " " ۱۶ ———— جملہ ۳۰۴

(باقی آئندہ)

ایک دردمند آواز
برادران قریش کی خاص توجہ کے قابل

تماشا گاہ عالم کی سٹیج پر یہ روزمرہ کا ایک کھیل ہے کہ ایک بنتا ہے اور دوسرا بگڑتا ہے ایک فنا ہوتا ہے اور دوسرا عالم وجود میں آتا ہے، پانی کا فنا ہونا دراصل آکسیجن اور نائٹروجن کا دوسرا نام ہے،

اسی طرح دنیا میں جماعتیں اور قومیں بھی اپنی اپنی باری پر بنتی بگڑتی ہیں اور تاریخ کی ورق گردانی سے یہ بات پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ کہ جو قوم کل تک پستی کے گڑھے میں تھی، آج وہ میدان ترقی میں پیش پیش ہے اور جو قوم کل تک برسرِ عروج واقبال تھی۔ آج وہ مٹ چکی یا مٹتی چلی جا رہی ہے۔ مگر یہ سب کچھ بدون سبب کے نہیں ہوتا۔ بلکہ ہر ہست کے نیست اور ہر نیست کے ہست ہونیکے لئے قدرت نے کچھ قاعدے اور قوانین مقرر کر رکھے ہیں، جن کے ماتحت ہر چیز پیدا ہوتی اور فنا ہوتی ہے اور انہیں قوانین کے ماتحت جب کسی چیز کے پیدا ہونیکے اسباب مہیا ہو جاتے ہیں تو وہ چیز پیدا ہونے سے رک نہیں سکتی، اور اسیطرح جب کسی چیز کے فنا ہونے کے ذرائع جمع ہو جاتے ہیں، تو وقت آجانے پر ایک لمحہ کی دیر یا سویر نہیں ہو سکتی، قوموں کے عروج و زوال کا فلسفہ بھی انہی قوانین الٰہیہ کے ماتحت ہے، کیونکہ جب کوئی قوم اپنے اندر وہ تمام صفات مہیا کر لیتی ہے، جو اسکی زندگی کے لئے لازمی اور ضروری ہوں، تو قوانین الٰہی کے مطابق وہ ایک زندہ اور ہونہار قوم کی طرح دنیا کے میدان عمل میں آجاتی ہے، پھر زمین اپنے خزانے اسکے سامنے اگل دیتی ہے اور آسمان اپنی برکتیں اس پر نچھاور کرتا ہے، اسی طرح جب کوئی ترقی یافتہ قوم اپنے اصلی فرائض کو بھلا دیتی ہے، جو اس کے سپرد کئے گئے تھے، اور مقصد حقیقی سے دور جا پڑتی ہے اور خواہشات و جذبات کی غلامی اختیار کر لیتی ہے، تو قوانین قدرت اسکو پستی کیطرف دھکیل دیتے ہیں اور اسکی جگہ اس سے زیادہ اچھی اور قابل قوم کو مل جاتی ہے،

عرب نے جب اسلام قبول کیا۔ تو صحرانشین قریش اصلاح دنیا کی انجمنوں کے بانی اور صدر بن گئے۔ عجم نے جب اس کے سامنے سر جھکایا۔ تو اسکی قسمت کا ستارہ اوج اقبال پر پہنچا تاتاری اور مغل جب اس کے سایہ میں آئے تو اقبالمندی کا آفتاب ان کے سر پر چمکا۔ ترک جب حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ تو دنیا بھر کے مخدوم بن گئے اور اس طرح سے کوہ فاران کی چوٹیوں سے جو چشمۂ فیضان جاری ہوا تھا۔ تھوڑی ہی

مدت میں اس نے اس قدر وسعت اختیار کر لی، کہ مشرق و مغرب سے آ آکر اسمیں ندی، نالے اور دریا گرنے لگے اور اپنی مخصوص اور جداگانہ ہستیوں کو اس کے اندر فنا کر کے زندہ جاوید ہو گئے،

مگر آہ، مسلسل کئی صدیوں تک دنیا کو علم و ادب اور اخلاق و تہذیب سے سیراب کرنے کے بعد بالآخر اس دریا میں بھی خشکی کے آثار نمودار ہونے لگے، اور وہ قریش جو جسم اسلام میں بمنزلہ دل اور دماغ کے تھے، اور تمام دنیا کی اصلاح کا بیڑا اٹھا کر اپنے گھروں سے نکلے تھے اور روئے زمین کے ایک وسیع حصہ پر چھا چکے تھے، بالآخر اسی قسم کے نقائص کا شکار ہوئے، جن میں انکی پیشرو قومیں مبتلا ہو کر نکبت و ادبار پا چکی تھیں، بس پھر کیا تھا؟ قوانینِ قدرت کی حد ان کے اعمال و افعال پر لگ گئی، اور اس تعزیرے نہ بچ سکے جس کے نتیجہ میں آج وہ زندہ درگور حالت میں سرزمین ہند پر ایام زیست بسر کر رہے ہیں،

ان کی زندگی کیا ہے؟ جہالت اور افلاس کا مجسمہ ہے، سانس کی آمد و رفت کا نام زندگی نہیں ہو سکتا، بلکہ زندگی وہ ہے جو باعزت زندگی ہو، اور اگر یہ میسر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر نہایت افسوس کیساتھ کہنا پڑتا ہے کہ انکی زندگی ایک ایسے مریض سے مشابہ ہے، جو بستر مرگ پر پڑا ہوا آخری سانس کے انتظار میں گھڑیاں شمار کر رہا ہو،

اَیُّہَا القوم! ہماری قومی صحت کو مدت ہوئی گھُن لگ چکا۔ اور اگر چندے اور بھی یہی حالت رہی تو پھر ہمارے انجام کے متعلق کسی پیشین گوئی کا کرنا چنداں مشکل نہ ہوگا۔

"ملت کے طبیب" "القریش امرتسر" نے بارہ برس تک متواتر بہت سے مجرب نسخے اس مریض قوم کے علاج کے لئے محنت اور جانفشانی سے لکھے، اور نسخے جس کسی نے بھی دیکھے، اچھے اور مفید کہے، مگر استعمال کرتا تو کون؟ بدقسمتی سے دق کے مریض کی طرح قوم قریش اپنی بیماری کو بیماری ہی نہیں سمجھتی اور اس کا نقشہ بعینہٖ اس امر کا مصداق ہے،

کسی نے یہ بقراط سے جا کے پوچھا — مرض تیرے نزدیک مہلک ہیں کیا کیا
کہا دکھ جہاں میں نہیں کوئی ایسا — کہ جسکی دوا حق نے کی ہو نہ پیدا
مگر وہ مرض جسکو آسان سمجھیں — کہے جو طبیب اس کو ہذیان سمجھیں
سبب یا علامت گر ان کو سجھائیں — تو تشخیص میں سو نکالیں خطائیں
دوا اور پرہیز سے جی چرائیں — یونہی رفتہ رفتہ مرض کو بڑھائیں
طبیبوں سے ہرگز نہ مانوس ہوں وہ — یہاں تک کہ جینے سے مایوس ہوں وہ

یا معشر القریش! کیا اس وقت ہماری یہ حالت نہیں؟ کہ نخبت اور پستی ہماری امتیازی خصوصیت ہو چکی، ہمارے دل ہمتوں سے خالی اور دماغ سوچنے سے عاری ہو چکے، کیا کوئی مقصد حیات بھی سامنے ہے؟

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

پس اگر گوشِ شنوا ہو تو کان کھول کر سن لیجئے، کہ قدرت کے قوانین آپ کیلئے بدل نہیں سکتے اس وقت ہندوستان بھر کی تمام مسلم و غیر مسلم اقوام اپنی اپنی جماعتی شیرازہ بندی کی تگ و دو میں مصروف ہیں اور اگر کوئی غافل ہے تو فقط آپ،

اندریں صورت اگر چندے یہی لیل و نہار رہے تو پھر کون کہہ سکتا ہے، کہ تباہی و بربادی یقینی نہیں،

مانا کہ ہمارا مرض مزمن ہو چکا اور ہم میدانِ عمل میں رو بترقی قوموں سے ہر حیثیت میں بہت پیچھے رہ چکے، لیکن اگر اب بھی خدا کا نام لے کر کھڑے ہو جائیں اور ایک مرکز پر مجتمع ہو کر اصلاحِ حال کی کوشش پر آمادہ ہوں تو منزل بہت دور نہیں رہ سکتی، صرف سچا عزم اور مضبوط ارادہ درکار ہے اور ہو سکتا ہے کہ پھر رحمتِ خداوندی جوش میں آئے، اور یہ مایوس العلاج قوم صحت یاب ہو کر پھر دنیا کو حیرت و استعجاب میں ڈالنے کا موجب بن سکے،

کشتی شکستگانیم اے باد شرطہ برخیز
باشد کہ باز بینیم آں یار آشنا را

احقر الکونین
قاضی نظیر حسین فاروقی آنریری جنرل سکرٹری
انجمن قریشیان پنجاب

گوجرانوالہ
۲۹- اپریل ۱۹۲۷ء

اشارات

(۱) شیطان سیرت انسانوں کی غوغا پر توجہ نہ دو، بلکہ کتے اور سؤر سمجھ کر خاموش رہو، اور اپنے وقت کی قدر کرو، (۲) محسن کش، احسان فراموش، بدعہد اور تندخو انسان سے گدھا اچھا۔ جو صبر و تحمل کے ساتھ دباط سے زیادہ بوجھ اٹھا نہیں بردباری سے کام لیتا ہے،

القریش کی مدد آپ کن طریقوں سے کر سکتے ہیں؟

جو حضرات "القریش" کو عزیز رکھتے ہیں اور اس کی ترقی کے خواہاں ہیں، ہم ان کے سامنے وہ وسائل و ذرائع پیش کرتے ہیں، جن سے زندہ اور متمدن قومیں اپنے قومی اخبارات و رسائل کی امداد و اعانت کرتی ہیں،

۱ رسالہ خود خرید کر،
۲ اعزا و احباب اور متوسلین کو خریدار بنا کر،
۳ برادری میں پرچوں کو تقسیم کرا کر،
۴ غیر مستطیع اصحاب کے نام رسالہ جاری کرا کر
۵ قوم کے مشہور و معروف اور ذی علم مضمون نگاروں کو القریش کے لئے مضامین لکھنے پر آمادہ کر کے،
۶ انگریزی، عربی، اور فارسی کی ایسی کتابیں رسالہ کے لئے مہیا کر کے جن کے تراجم کی اشاعت فی زمانہ مسلمانوں کے لئے دینی و دنیاوی نقطۂ نظر سے کچھ مفید ہو
۷ رسالہ کے صوری و معنوی نقائص کی اصلاح کے متعلق مشورہ دیکر،
۸ قوم کے معززین اور علم دوست حضرات کے مکمل پتے بھجوا کر،
۹ تذکرۂ برادری سے متعلق مضامین اور خبریں بھجوا کر،

اور نیز

اسی قسم کے دیگر وسائل اختیار فرما کر

نیازمند

منیجر

قواعد

۱ ایڈیشن ہر انگریزی مہینے کی ۱۶ تاریخ کو باحتیاط تمام پوسٹ کیا جاتا ہے، لہٰذا ۲۵ تاریخ تک اگر کسی بھائی کو موصول نہ ہوا تو وہ آئندہ مہینے کی پہلی تاریخ تک دفتر سے مکرر طلب کر سکتے ہیں، اس کے بعد پرچہ نہ ملنے کی شکایت نہ سنی جائیگی،

۲ نقل مکانی کی وجہ سے جن احباب کا ایڈریس تبدیل ہو جائے ان کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے جدید پتہ سے دفتر کو مطلع کر کے اپنے ایڈریس کی صحت کرالیں، ورنہ عدم رسیدی رسالہ کا دفتر ذمہ دار نہ ہوگا،

۳ جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیئے، ورنہ جواب نہ دیا جائیگا

۴ بیرنگ خطوط وصول نہ کئے جائیں گے،

۵ ناقابل اشاعت مضامین واپس نہ کئے جائیں گے،

۶ ہر قسم کی خط وکتابت میں "نمبر خریداری" کا حوالہ دینا ضروری ہے،

۷ نمونہ ملاحظہ کرنیوالے حضرات اگر منشائے خریداری یا عدم خریداری سے مطلع نہ کریں گے، تو دوسری اشاعت کا پرچہ انکی خدمتیں وی پی بھیجا جائیگا جس کا وصول کرنا ان کا قومی و اخلاقی فرض ہوگا،

۸ طلبا بشرط تصدیق سالانہ قیمت میں آٹھ آنہ کی رعائت لے سکتے ہیں مگر رقم بذریعہ منی آرڈر بھیجنی ہوگی،

مینیجر

آفتاب برقی پریس امرتسر میں باہتمام مولوی محمد عبد اللہ منہاس پرنٹر چھپا اور محمد علی صاحب رونق پبلشر نے رونق منزل امرتسر سے شائع کیا۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ

ایڈیٹر

محمد علی رونق صدیقی

تاریخ اشاعت ہر انگریزی مہینے کی ۱۶ مقرر ہے

قیمت سالانہ تین روپے نمونہ ۴ر

ضمیمہ اپریل نمبر ۱۹۲۶

قدیم تاریخ اسلام کو نئے رنگ میں پیش کر کے مسلمانوں کو اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی تاکید کرنا، معتبر تاریخی روایات کی شہادت سے شاہان اسلام کی صداقت نصفت شعاری اور حق جوئی کا ثبوت دینا، حالات حاضرہ پر دلچسپ و نتیجہ خیز بحث کر کے اتحاد بین المسلمین کی اہم تجاویز پیش کرنا اور قوم قریش کی شیرازہ بندی کے لئے اصلاحی و قومی مضامین کی اشاعت کرنا القریش کے اولین مقاصد ہیں،

سلطان العلوم ہز اگزالٹڈ ہائی نس فرمانروائے دکن (دام اقبالہ) کے تلطف شاہانہ سے مدارس محروسہ سرکار عالی کے لئے کثیر تعداد میں خرید جاتا ہے، ہر انگریزی مہینہ کی ۱۶ تاریخ کو امرتسر سے بپابندی وقت شائع ہوتا ہے، قیمت سالانہ تین روپے، فی پرچہ ۴ر

منیجر
القریش امرتسر (پنجاب)

ہر قسم کی عربی، فارسی، اردو، مذہبی، طبی، علمی، صنعتی اور تاریخی کتابیں سامان سٹیشنری اور دیگر ضروریات ہماری معرفت منگائیے،

منیجر "القریش" امرتسر

فہرست مضامین

جلد ۱۳ نمبر ۶	القریش امرتسر بابت ماہ جون سنہ ۱۹۲۷ء	قیمت سالانہ تین روپے فی پرچہ چار آنہ

شمار	عنوان	صاحب مضمون	صفحہ
(۱)	فہرست ہذا	.. ..	۳
(۲)	لطف رسول	جناب سید ہادی حسن صاحب وحید	۴
(۳)	شذرات	ایڈیٹر	۵
(۴)	کمزور چیونٹی	آغا شاعر قزلباش..	۱۲
(۵)	بعثت سے پہلے کی دنیا	ملخص از تاریخ التواریخ	۱۳
(۶)	قوم کی حالت زار	مولانا محمد عبدالکریم خانصاحب	۲۰
(۷)	تذکرۃ الصالحین	مولانا ابوالکلام صاحب آزاد	۲۱
(۸)	کبھی نہ کرنا	جناب سیف ٹونکی	۲۵
(۹)	بے مروتی کی سزا	ماخوذ	۲۶
(۱۰)	محسوسات باطنی	جناب القاسے نامی کوہ سوار نظامی	۳۰
(۱۱)	مانکردیم شما حذر بکنید ..	علامہ ابوالفضل محمد احسان اللہ صاحب عباسی	۳۱
(۱۲)	غزل	جناب شاکر صدیقی	۳۳
(۱۳)	سیواجی ایک ہندو کی نظر میں ..	مسٹر اے کے سوریہ بی اے وکیل بمبئی	۳۴
(۱۴)	نوحہ بر مشعر تاریخ وفات	جناب قاضی شاہ ولی صاحب صدیقی وکیل	۳۶
(۱۵)	مسالمت عثمانی	.. ..	۳۷
(۱۶)	متفرقات	ایڈیٹر	۳۹
(۱۷)	تذکرہ برادری	ایڈیٹر	۴۲

ظلِ رسولؐ

یوں ذی شرف ظہورِ نبی سے ہوئی زمیں — نامی ہو جیسے نقشِ خوش اسلوب سے زمیں
پڑتا نہ تھا جو سایۂ خورشید اوجِ دیں — باعث کروں وہ عرض کہ ہو شور آفریں
انکار تھا کہ میں نہ ملوث ہوں خاک سے
سایہ جدا نہ ہوتا تھا اس جسمِ پاک سے

۲

ظلِ خدا تھے خلق میں پیغمبرِ زماں — تھی اس میں مصلحت کہ مجسم ہوئی عیاں
ایسا ہوا نہ ہوگا کوئی زیرِ آسماں — قالب جہاں تھا روح تھی مولائے آسماں
جو امر ہو محال وہ ہوتا نہیں کبھی
سایہ کسی نے روح کا دیکھا نہیں کبھی

۳

وجہیں یہ سن کے ہو گئے محظوظ اگرچہ سب — آئی مگر خیال میں دو اور بھی سبب
دنیا سیاہ خانہ تھی بہرِ رسولِ رب — تاریک گھر میں دیکھا ہی سایہ کسی نے کب
یا یہ کہ خود بزرگ، جہاں کا شفیع تھا
وسعت نہ تھی جہاں میں کہ سایہ وسیع تھا

میر سید ہادی حسن وحید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جون ۱۹۲۷ء نمبر ۶ جلد ۱۳

القریش

امرتسر

شذرات

گورنمنٹ ہند اور حضور نظام

رسالہ کتابت کے لئے بالکل تیار ہوچکا تھا کہ مختلف جرائد میں دولت آصفیہ عالیہ کے متعلق تشویش انگیز اور انتہائی اضطراب انگیز خبریں نظر سے گذریں، اگرچہ ان وحشت زا تحریروں کی سرکاری طور پر کوئی تصدیق نہ تھی، مگر یہ خبریں کچھ ایسی نہ تھیں کہ سکون قلب اور اطمینان دل سے سنی جائیں، کلیجہ شل، ہاتھ سُن، اور قلم ساکت ہوگیا، کتابت روک لی گئی اور صحیح حالات کا بیصبری کیساتھ انتظار کھینچا جانے لگا،

تیسرے روز "پانیر" کے حوالہ سے بعض اخبارات نے ایک مجمل سا نوٹ شائع کیا جو ان جگر سوز خبروں کی سرکاری تردید بیان کی جاتی ہے، لیکن مسلمانان ہندوستان کے قلوب جو دولت آصفیہ کو اپنی اسلامی سلطنت سمجھتے ہیں، اور تاجدار دولت آصفیہ کے حسن انتظام، رعایا نوازی، علم دوستی اور انکے کرم و عطا کے محاسن پر اپنی جانیں قربان کرتے ہیں ایسے مبہم و مجمل بیانات سے مطمئن نہیں ہوتے، وہ چاہتے ہیں کہ گورنمنٹ انگریزی ایک مفصل و مشرح بیان کی اشاعت سے مسلمانان ہند کے دلوں کو تسخیر کرے، اور مفسدہ پردازوں کی سرزنش سے انہیں مزید شکر گذاری کا موقع دے،

رقابت مذہبی اور افتراق ملی نے فضا جو نکہ سخت مسموم کر رکھی ہے اس لئے اخبارات اور ان کے نمائندگان کے بیانات پر کچھ زیادہ اعتبار نہیں رہا۔ لہٰذا اس وقت تک کسی صحیح نتیجہ پر پہنچنا سخت مشکل ہے، جب تک کہ سرکار آصفیہ یا حکومت ہند کا کوئی واضح اعلان ہماری نظر سے نہ گذرے۔ عہود و مواثیق کی قدر کرنا اور ان پر ثبات قدمی کے ساتھ قائم رہنا اصول جہانداری و آئین وفاداری کے اولین اصول ہیں، اور جہاں دیکھتا دلی کا پیمان باندھا گیا ہو، وہاں تو ان میں سر مو فرق نہ آنا چاہیئے، امید ہے کہ گورنمنٹ ہند ان اصولوں کی پابندی سے "یار وفادار" کو دوستانہ شکریہ کا موقع دیتی رہیگی،

"بمبی کرانیکل" کے تشویش انگیز بیان کی "سول اینڈ ملٹری" نے تردید کر دی ہے، جو سرکاری بیان تعبیر کیا جاتا ہے، لیکن دنیائے اسلام حکومت ہند کے محکمہ اطلاعات و اشاعت کے اعلان کے بغیر اس مسئلہ میں اپنے آپکو مطمئن نہیں پاتی

مفسدہ پرداز اخبارات اور حکومت کا فرض

دور حاضر میں جسقدر بیچینیاں اور بدعنوانیاں خلق خدا کے لئے پیدا ہو گئی ہیں، شائد اس سے قبل ان کا عشر عشیر بھی کبھی نہ پیدا ہوا ہو، اموقت الشیوع جرائد کا فرض اولین ہر زمانہ میں قومی و ملی اور ملکی اصلاح اور انسانی حقوق کی حفاظت رہا ہے، لیکن آج اس کے بالکل برعکس اور سرتاسر خلاف دیکھا جاتا ہے، مدیران جرائد انسانی طبائع کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکانے اور باہمی منافرت و مغائرت پیدا کرنے میں اپنا سارا زور صرف کر رہے ہیں، تہذیب و شائستگی اور امن و سکون کے خلاف جہاد ہو رہا ہے، گندہ دہنی و بدزبانی کی دل کھولکر مدد کیجاتی ہے، دل آزاری کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں ہونے پاتا، اور پھر حفاظت ملکی کا دعویٰ اور حکومت خود اختیاری کا مطالبہ، فاعتبروا یا اولی الابصار،

موجودہ اخبارات میں کا بیشتر حصہ مفسدہ پردازی و شرانگیزی کا کمینہ فرض انجام دے رہا ہے اقوام عالم میں جنگ و جدل اور نفاق و شقاق پیدا کر کے باہمی دشمنی پھیلانا اخبار نویسی کا فرض اولین سمجھ لیا گیا ہے اور مدیران جرائد اسی میں اپنی کامیابی و کامرانی منحصر پاتے ہیں،

گر ہمیں مکتب است این ملّا

کار طفلان تمام خواہد شد

شیطان و لاحول، ملنگ و ننگ، چھچھوندر و بچھو اخبارات کے نام تجویز کئے جاتے ہیں اور

ان میں کچھ ایسا زہر اگلا جاتا ہے، کہ الامان والحفیظ، نہ وہ ذوقِ علمی نہ وہ شوق ادبی، شرافت ونجابت کا جنازہ اٹھ چکا۔ انانیت وشیطنت سر پر سوار ہے، لہٰذا انسانیت کا جی بھر کر ماتم کیا کیجیے، اور اخبار نویسی پر خون کے آنسو بہائیے، اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُون،

امن وچین، اتفاق وہمدردی کا گہوارہ ہندوستان آج اخبارات کے گمراہ کن رویہ سے ماتم کدہ بن رہا ہے، اور کوئی متنفس اپنے تئیں شورش وفتن سے محفوظ نہیں پاتا، مستقبل کا تاریک منظر آنکھوں کو خیرہ اور دلوں کو پژمردہ کر رہا ہے، اور اس میں ذرہ برابر شبہ کی گنجائش باقی نہیں، کہ چھچھوندر وبچھو کی نیش زنی کا یہ تواتر اسے دوزخ اور اس کے رہنے والوں کو اس کا ایندھن بنا کے رہیں گے، چونکہ گورنمنٹ کے فرائض ملک داری میں سے ایک اہم فرض یہ بھی ہے کہ رعایا برایا کو پرامن زندگی بسر کرنے کے لئے اسکی حفاظت کرے اور حوادثِ ارضی کی روک تھام کی غرض سے مفسدہ پرداز اخبارات کی سرزنش کا کما حقہٗ انتظام کرے، لہٰذا حکومت کو بہت جلد ادھر توجہ کرنیکی ضرورت ہے،

امرتسر کے بیدار مغز ڈپٹی کمشنر نے امرتسر کے اخبارات پر رؤسائے شہر کی ایک منتخب کمیٹی بطور سنسر مقرر کر کے مفسدہ اخبارات کی بدنگاہی کا کافی تدارک کر دیا ہے، لاہور کے شرفا کا بھی یہی مطالبہ ہے جو یقیناً پورا ہو جائیگا۔ مگر حالات اور ضرورت کا شدید تقاضہ یہ ہے۔ کہ ڈکلریشن دینے سے قبل درخواست کنندہ کے چال چلن اور عام حالات کی تصدیق کی جائے، غیر موزوں اور ایسے نو نام جن سے شرارت کا اظہار ہوتا ہو پر ڈکلریشن نہ دیا جائے، اغراض ومقاصد کی فہرست درخواست کے ساتھ شامل کرالیجائے اور درخواست کنندہ کو ہدایت کی جائے، کہ وہ اپنے مقاصد کے دائرہ سے باہر قدم رکھنے کی کوشش نہ کرے، موجودہ دل آزار اخبارات کو جانچ پڑتال کے بعد حکماً بند کر دیا جائے، تاکہ شورش وخونریزی کے اسباب نہ باقی رہیں اور نہ آئندہ پیدا ہونے کا احتمال ہو،

قریش پر دوسرا حملہ

ہندوستان بالخصوص پنجاب میں قومی امتیاز کا مرض اس طرح پھوٹ نکلا ہے، کہ اِنّ اکرمکم عند اللہ اتقاکم کا کچھ خیال نہیں رہا۔ قوم سازی وانجمن گری میں ہر متنفس مبتلا پایا جاتا ہے، اور اسی میں وہ اپنی فلاح ڈھونڈتا ہے، اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُون،

پنجاب کی ۳۰،۰۰۰ قومیں اعلیٰ قوموں میں مدغم ہونے کے لئے حیلے بہانے تلاش کرنے میں ہمہ وقت مصروف

پائی جاتی ہیں، مگر حقیقی اصلاح (اتقا) حاصل کرنے کی جانب بہت کم توجہ ہے۔

اس متعدی مرض کے جراثیم اقوام پنجاب کے رگ و ریشہ میں اس طرح حلول کر رہے ہیں، کہ کوئی اس کی زد سے محفوظ نظر نہیں آتا۔ مرض کی بڑھتی ہوئی رفتار سے بعض کی حالت تو اس قدر نازک و شرمناک ہوگئی ہے، کہ وہ خواہی نخواہی اپنے حسب و نسب کو بگاڑ کر اپنے مورث اعلیٰ کو ٹکا سا جواب دینے پر تل گئے ہیں، خدا رحم کرے۔

پچھلے سال اس مرض میں "مراسی" مبتلا ہوئے، ان کے دماغ میں بھی قریشیت کا سودا سما گیا، الٰہ پور کی قوم ساز کمیٹی نے "جمعیۃ القریش" کے قالب میں امرتسر کے مقام پر دھوم دھام سے جلسہ کیا۔ اپنی شرافت و نجابت کا اظہار فرماتے ہوئے مقررین نے ناکردہ گناہ "قریشیوں" پر جی بھر کر زہر اگلا، اور حسب عادت بے نقط سنائیں۔

مقامی انجمن قریش ذاتی رنجشوں اور باہمی خصومتوں میں مفلوج ہو چکی تھی، باہمی جنگ و جدل کے سوا اس کے سامنے کوئی کام نہ تھا، قوم کی تذلیل پر آنسو بہانے کے لئے اس کی آنکھیں خشک ہو گئی تھیں، اس لئے مراسی حضرات نے جو بھی چاہا کہا اور جو بھی چاہا کیا۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

قریش پر پہلی یورش تھی، جو مراسی برادری کی طرف سے ہوئی، اب "قصاب" برادری بیدار ہوئی ہے، جو اپنے آپ کو عربی النسل اور قریشی النسب بیان کرتی ہوئی میدان عمل میں آئی ہے، "آل انڈیا جمعیۃ القریش" کے نام سے اس برادری کا قومی مرکز قائم ہوگیا ہے، اخبارات میں اعلان کیا گیا ہے کہ "۱۵۔ ۱۶، اور ۱۷ مئی کو عربی النسل مشہور بہ قصاب قوم قریش کا مرادآباد میں پہلا سالانہ جلسہ ہوگا۔" (ہو چکا ہوگا، کارروائی کی خبر نہیں)

چودھویں صدی کے قصابوں کا دعویٰ قریشیت بالکل نئی نرالی بات ہے، ممکن ہے کوئی نئی صورت

---

[1] گذشتہ اشاعت میں ہمارا اشارہ یوپی کے اس مقام کی طرف نہ تھا۔ ایڈیٹر۔

پیدا کیگئی ہو، لیکن ہمارے کان اس سے پہلے "نصاب قریش" کے لفظ سے آشنا نہیں ہوئے۔ آزادی کا زمانہ ہے، اپنے گھر میں کوئی کچھ بنا پھرے کوئی پوچھنے والا نہیں، بہرکیف "سادات قریش" پر ایک تباہ کن حملہ ہے، جو اقوام غیر کیطرف سے ہو رہا ہے، اس سے تحفظ نسب سخت خطرہ میں ہے، کیونکہ مستقبل میں قدیم و جدید کا امتیاز باقی رہنے کی توقع نہیں ہو سکتی،

کیا سادات قریش کے لئے یہ نیا فتنہ تازیانہ عبرت و بصیرت کا حکم نہیں رکھتا؟ کیا یہ دعویٰ بے دلیل انکی خاندانی تحقیر و ذلالت کا موجب نہیں؟ کیا فرزندانِ قریش کی غیرت و حمیت اس ذلت و رسوائی کو گوارا کریگی؟ اگر نہیں تو کس وقت کا انتظار ہے، اٹھو! اپنے قومی وقار کو اس ہلاکت و تباہی کے سیلاب سے بچانے کے لئے کچھ کر کے دکھاؤ، وقت دمبدم نازک ترین صورت حالات اختیار کر رہا ہے، اور تم مزے کی میٹھی نیند سو رہے ہو، یاد رکھو کہ تم اگر اب نہیں تو پھر کبھی نہیں اور قیامت تک نہیں سنبھل سکتے، تمہاری قومیت و اصلیت مٹی جا رہی ہے، تمہاری بے پرواہی دھبۂ ننگِ خاندان بن رہی ہے، کیا غیرت اس بات کی مقتضی نہیں، کہ "تحفظ نسب" کی فکر کیجائے؟ کیا حالات حاضرہ کا یہ تقاضہ نہیں۔ کہ اصلاح امت کے لئے بزرگان سلف کی سعی مساعی عمل میں لائی جائیں؟ کیا اسلام و اسلامیاں کے موجودہ دینی و ملی مصائب کے کم کرنے میں قریش پر کوئی فرض عائد نہیں ہوتا؟ ان ضرورتوں سے انکار تو ہو نہیں سکتا، مگر دیکھنا یہ ہے، کہ بزرگانِ قریش کا احساسِ خودداری کیا کہتا ہے،

آخر یہہ بات کیا ہے؟

کہ ہندوستانی اقوام جب اپنی قومی و جماعتی اصلاح کیجانب متوجہہ ہوتی ہیں، تو وہ "عربی النسل و قریشی الاصل" بن کر میدانِ عمل میں آنا باعث صد افتخار سمجھتی ہیں، حالانکہ وہ انجمن بنانے سے قبل نہ قریشی ہوتی ہیں اور نہ عربی، لیکن جو قریشی ہیں، عربی نژاد ہیں انکے نام پر اقوام عالم اصلاحی قدم اٹھانا فخر و برکت سمجھتی ہیں، وہ اصلاح سے بھاگتے ہیں، اتحاد و یگانگت سے انہیں عداوت ہے، آخر یہ کیا بات ہے؟

قومی اصلاح اور اپنی شیرازہ بندی مطلوب ہے

تو

انجمن قریشیانِ پنجاب گوجرانوالہ کے ممبر بنئے بنائیے،

یہ ناتجربہ کاری ہے یا بخل؟

قریشی برادری ضلع جالندھر میں مولانا محمد شاہ صاحب پنشنر رئیس ایک حساس بزرگ تھے، آپ کا دل قومی درد سے لبریز تھا۔ اصلاحی امور سے آپ کو گہری دلچسپی و وابستگی تھی، اپنی برادری کی واماندگی جب آپ سے دیکھی نہ گئی، تو آپ نے جالندھر میں "انجمن قریش" کے نام سے ایک قومی مرکز کی طرح ڈال کر قوم کو اپنی اصلاح کی جانب متوجہ کیا۔ اور خود باوجود پیرانہ سالی کے اس قدر مساعی سے کام لیا۔ کہ بے حس دلوں میں احساس کا دریا موجزن ہو گیا۔ بدقسمتی سے انہی ایام میں آپ کا انتقال ہو گیا،
خدا مغفرت کرے کیا نیک مرد تھے

برادری کا جاب آسا جوش آپ کی وفات سے سرد پڑ گیا، افراد برادری ذاتی مشاغل میں آپ کی یادگار قائم رکھنے سے اس قدر غافل ہو گئے، کہ انجمن کی یاد دلوں سے اٹھ گئی،

اب مدت کے بعد مولانا مرحوم کے جواں ہمت صاحبزادگان کی ترغیب سے یہ انجمن پھر بیدار ہوئی ہے، پچھلے دنوں جالندھر کے مقام پر ایک جلسہ بھی ہوا، مگر یہ سنکر کمال افسوس ہوا۔ کہ اس میں جالندھر و مضافات جالندھر کے اکثر بھائی شامل نہیں ہوئے، حاضری کی تعداد پچیس تیس سے زیادہ نہ تھی، اس لا پرواہی و بے اعتنائی پر ہم نے بعض احباب سے زبانی اور بعض سے تحریری گفت و گو کی تو معلوم ہوا۔ کہ انہیں تاریخ جلسہ سے اطلاع ہی نہیں دی گئی، چونکہ ہمیں بھی انجمن مذکور کیطرف سے دعوتی مراسلہ موصول نہ ہوا تھا جو اصولاً ضروری تھا، اس لئے شامل نہ ہونیوالوں کا یہ عذر تسلیم کرنے میں ہمیں کوئی حجت باقی نہ رہی،

ہم کارکنان انجمن سے معلوم کرنا چاہتے ہیں، کہ قومی کام میں یہ تخصیص کیوں روا رکھی گئی،؟ مضافات جالندھر تو خیر، خاص شہریوں کو دعوت شرکت نہ دینے میں کون سی مصلحت تھی؟

کیا یہ اختصار پسندی اور تخصیص، قومی مقاصد کی انجام دہی میں رو براہ ہو سکتی ہے؟ ایسی کوئی مثال پیش کیجا سکتی ہے؟ ہرگز نہیں! یاد رہے کہ انجمنیں قومی ہوں یا ملی وہی کامیاب و بامراد ہو سکتی ہیں، جو کشادہ دلی کے ساتھ بے رو و رعایت اور بلا لاگ ولپیٹ کام کرنا اپنا عین اصول قرار دے لیں،

دعوتی مراسلات اجراکنندہ کے اس بخل یا ناتجربہ کاری سے انجمن کے مستقبل پر جو بُرا اثر ہوا اور پہلے ہی قدم پر اسے جو نقصان پہنچا ہے آخر اس کا کون ذمہ دار ہے؟

معلوم ہوا ہے کہ اس جلسہ کی کارروائی شائع کر کے تقسیم کر دیگئی ہے، اگر یہ صحیح ہے اور یقیناً صحیح ہے تو ہم کہیں گے، کہ سکرٹری صاحب نے اس موقع پر بھی اپنے غلط رویہ کو قائم رکھ کر ایک قومی جرم کا ارتکاب کیا ہے، یہ رپورٹ ہمیں موصول نہیں ہوئی، ممکن ہے، کہ جالندھر و مضافات جالندھر کے کئی دیگر احباب کو بھی نہ بھیجی گئی ہو، اگر دانستہ ایسا کیا گیا ہے، تو ہم پوچھتے ہیں کہ اسے بخل سمجھنا چاہیئے یا ناتجربہ کاری؟

سنا گیا ہے کہ میاں فقیراللہ صاحب (گھڑی ساز) کرتارپوری اس انجمن کے رُوح رواں (سکرٹری) ہیں، اس زمانہ میں بھی جبکہ مولانا مرحوم نے انجمن کی بنا ڈالی، یہی بزرگ قائمقام سکرٹری تھے، یہ آپ ہی کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ تھا۔ کہ پانچ سال تک مرحوم جنت مکان کے خونِ جگر کا سینچا ہوا پودا مرجھایا رہا۔ آپکی عملی کارروائی آپ کی ناتجربہ کاری کا بیّن ثبوت پیش کرتی ہے، لہٰذا ہم نہائت نیک دلی و خلوصِ قلبی کے ساتھ اراکین انجمن کو مشورہ دیتے ہیں۔ کہ سکرٹری شپ کے اہم فرائض کی انجام دہی کے لئے کوئی کہنہ مشق، تجربہ کار، فاضل تجویز کریں، اور میاں صاحب کو کوئی ایسی خدمت سپرد کریں، جسے وہ بوجہ احسن انجام دے سکیں، ہم مولوی برکت علیصاحب صدر انجمن، منشی سکندر علیصاحب رئیس فتوڈھینگا، مولوی حکیم علم الدین صاحب، مولوی عبدالقادر صاحب منیجر کورٹ آف وارڈس، بابو محمد بشیر صاحب کپورتھلوی اور صاحبزادگان مولانا مرحوم و دیگر اراکین انجمن کی نکتہ رسی و معاملہ فہمی سے امید کرتے ہیں، کہ وہ اس معاملہ پر فوری توجہ دیکر عملی کارروائی سے اہم قومی ضرورت کو پورا کر کے قوم کی شکرگذاری کا موجب ہونگے۔

انجمن قریشیان پنجاب کے نئے معاون

انجمن قریشیان پنجاب خدا کے فضل و کرم سے دمبدم بڑھ رہی ہے، سکرٹری صاحب اپنے تازہ گرامی نامہ میں لکھتے ہیں، کہ "مولانا محمد علی صاحب رونق صدیقی (مدیر القریش) وائس پریذیڈنٹ انجمن قریشیان پنجاب کے اشارہ پر حسب ذیل احباب نے رکنیت انجمن کو حال میں قبول فرمایا۔

کارکنان انجمن ان حضرات کا بدل شکریہ ادا کرتے ہوئے مستدعی ہیں۔ کہ وہ اپنے اعزا و اقربا کو شرکت انجمن کی ترغیب دیکر مزید شکر گذاری و حوصلہ افزائی کا موجب ہوں، (سکرٹری)

(۱) جناب رسالدار عبد المجید صاحب قریشی

(۲) جناب قاضی شاہ ولی صاحب صدیقی وکیل

(۳) جناب قاضی محفوظ الدین صاحب قریشی رئیس،

(۴) جناب منشی محمد رمضان صاحب صدیقی،

(۵) جناب منشی محمد چراغ صاحب صدیقی،

(۶) جناب منشی محمد جان عالم صاحب صدیقی

اگرچہ رفتار دھیمی ہے، مگر مایوس کن نہیں،

بسنداں می سزد باہمتِ مردانہ گردیدن
سرِ شمع عمل چوں طینتِ پروانہ گردیدن

آنریری جنرل سکرٹری انجمن ہذا

کمزور چیونٹی

خدا کی شان تو دیکھو! کہ ایک مورِ ضعیف
میں اس کے ذوقِ کشاکش کی کیا کروں تعریف

باایں قوائے نحیف و نزار و زارِ نحیف
پہاڑ سامنے ہو تو کہے مزاج شریف

نظر کا نقش جہاں ہے، اُٹھ نہیں سکتا
قدم ہے سُست مگر بڑھ کے ہٹ نہیں سکتا

سبک روی میں بھی مضبوط ہے قوی پیکر
سروں پہ بوجھ نہیں پھول رکھ لئے سر پر

قطار باندھ کے جاتا ہے اس طرح لشکر
کہ جیسے جا کے اُلٹ دیگا گنبدِ اخضر

جو پانی آئے تو، تنکوں کا پل بنا کے بڑھیں
ہزار فصل پہ ہو فصل پھیر کھا کے بڑھیں

یہ ایک سیلِ جری خیل سے نہیں رکتا
کہ جیسے شیر کا منہ سیل سے نہیں رکتا

آغا شاعر، قزلباش دہلوی

بعثت سے پہلے کی دُنیا

مذہب، اخلاق، سیاست و تمدن کے اعتبار سے

مذہبی و اخلاقی حالت

تمام سیہ کاریوں اور انواع و اقسام کی بدکرداریوں کا سرچشمہ شرک تمام روئے زمین پر مسلط
دنیا اشیاء پرست، نیچر پرست، مخلوق پرست اور بُت پرست تھی، باطل پرستیاں اپنے انتہائی
کمال کو پہنچ گئی تھیں، خدائے بلند و برتر معاذ اللہ تخت قدوسیت اور مسند الوہیت سے اتار دیا گیا تھا
اور اس کی جگہ وہم پرستوں نے جھوٹے معبودوں کو دے رکھی تھی،

بلحاظ عقائد تثلیث کا دور دورہ تھا، ہندوؤں میں برہما، وشنو اور شو کی تثلیث، عیسائیوں
میں باپ، بیٹا اور روح القدس کی تثلیث، بعض مورخ بیان کرتے ہیں، کہ بال نے مصریوں کی
اتباع میں جو اوسیس، ایسس اور ہورس یعنے دیوتا، دیوی اور ہورس کی تثلیث کو مانتے تھے، عیسائیوں
میں عقیدہ تثلیث جاری کیا، یونانی جیٹر، منروا اور بکس کی تثلیث کو مانتے تھے، ایرانیوں میں ثنویت
رائج تھی، یعنی یزدان اور اہرمن کا تثنیہ، یزدان نیکی اور اہرمن بدی کا خالق سمجھا جاتا تھا۔

مختصر یہ کہ چھٹی صدی میں دنیا کی تمام قومیں مذہباً مشرک اور بُت پرست تھیں، ہر ایک قوم اپنے
قومی بتوں کی پرستش اور ان کی تعظیم و تکریم میں مبالغہ آمیز بے سروپا کہانیاں بیان کرتی تھی،

بتوں پر انسانی قربانیوں کا دستور عالمگیر تھا۔ بادشاہ وقت بھی کبھی کبھی اپنی پرستش کراتے اور
اپنے آپ کو دیوتاؤں کی اولاد کہتے تھے، چندر بنسی اور سورج بنسی ہندوستان میں، فراعنہ مصر میں،
جمشید و کیکاؤس ایران میں، نمرود بابل اور نینوا میں اور سکندر اعظم یونان میں اپنا انتساب
سورج چاند یا کسی دوسرے دیوتا سے کیا کرتے تھے یا معاذ اللہ خود ہی خدائی کے دعویدار بن جاتے تھے

اس قسم کی جھوٹی شیخی اور بیجا تکبر سے غرور نسبی کی بنیاد پڑی، جس نے "وحدت انسان" کو صفحہ
ہستی سے مٹا دیا۔ انسان کو انسان سے جدا کر دیا۔ اور ذات پات کی پابندیوں سے انسان کی عزت

وعظمت کو بلحاظ انسانی خاک میں ملا دیا۔

ہندوؤں کے برہمن، مجوسیوں کے موبد، تورانیوں کے ماگی یہودیوں کے احبار اور عیسائیوں کے پوپ، اس کلیہ کے چند نظائر ہیں، انہی پجاریوں نے مخلوق خدا کو بہشت اور دوزخ میں بھیجنے کا ٹھیکہ لے رکھا تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ بنی نوع انسان کا کثیر حصہ شودر اور غلام بنا یا گیا۔

جب مساوات انسانی مفقود ہو گئی، تو ایک طرف عیاشی و تمرد اور دوسری طرف مسکنت و ذلت نے سوسائٹی میں توازن اور میانہ روی کو نیست و نابود کر دیا۔ اور یہی وجہ ہے کہ غلاموں کی کثرت اور امراکی عیاشی نے یونانیوں، رومانیوں اور ایرانیوں کی سلطنت کو تباہ و برباد کر دیا۔ اخلاق اور معاشرت کے لحاظ سے یہ زمانہ بدترین زمانوں میں شمار کیا جاتا ہے، شراب خواری، زنا کاری، اور قمار بازی عالمگیر اور طغرا امتیاز تھی، قریباً تمام دنیا میں دختر کشی اور اولاد کشی مستحسن خیال کیا جاتی تھی یونانیوں اور ایرانیوں میں خواجہ سراؤں لونڈوں اور بے تعداد عورتوں کے ساتھ نکاح کیا جاتا تھا۔ عورتیں نیلام یا قمار بازی میں ہاری یا جیتی جاتی تھیں، ہندوؤں میں شکتی اور شولنگ کی، یونانیوں میں الفروڈائٹ کی اور رومانیوں میں وینس کی، بابیوں، کلدانیوں اور اسوریوں اشادی اور مائی لتا کی، حیا سوز اور مخرب اخلاق پرستش جاری تھی،

اگر کالدیہ اور اسیریہ میں زنا کے مندر تھے، تو ہندوستان اور دیگر ممالک میں بھی انکی کمی نہ تھی، میگو زرتشت یعنی پارسیوں کے ہاں بخلاف دیگر اقوام دربارہ زنا ماں بہن اور دختر کا بھی امتیاز اٹھا دیا گیا تھا،

اخلاقی حالت یہاں تک بگڑ ہی ہو گئی تھی، کہ کرشن جی مہاراج جیسے بزرگوں کو گوپیوں کے ساتھ ناچتا کھیلتا، اور منبری بجاتا دکھایا گیا ہے،

مختصر یہ کہ یہ تینوں ام الخبائث، یعنی شراب، زنا، اور قمار سوسائٹیوں کے لئے موجب فخر و مباہات تھے،

رسول عربی صلے اللہ علیہ وسلم ۵۷۰ء میں پیدا ہوئے، یہ عہد نوشیرواں ساسانی کا تھا۔ اور قیصر جسٹی نی ان ۵۶۵ء میں وفات پا چکا تھا۔ بلحاظ سیاست اسوقت دنیا میں طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا۔ دنیا میں صرف دو سلطنتیں یعنی ساسانیوں اور رومانیوں کی تھیں، جو باہم برسر پیکار تھیں، ایرانی میگو زرتشت یعنی مجوسی تھے، اور یونانی مذہباً عیسائی تھے،

مجوسی اپنی مسیحی رعایا پر اور رومانی مجوسیوں پر سخت گیری کیا کرتے تھے، دونوں سلطنتوں

میں رعایا کی بہائت ردّی حالت تھی، شاہی ٹیکس، امرائی ٹیکس، فوجی ٹیکس جاری تھے۔ اور انواع واقسام کے جبر و قہر سے روپیہ وصول کیا جاتا تھا جس سے رعایا غریب اور مفلوک الحال ہوگئی تھی۔

ساسانیوں میں وراثت سلطنت کا کوئی قاعدہ نہ تھا۔ جب بادشاہ مرتا تو خانہ جنگی ہوتی تھی، جس سے جانشینی کا فیصلہ کیا جاتا تھا۔ نوشیرواں کیقباد کا سب سے چھوٹا لڑکا ہے، جو تخت پر بٹھایا گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے عدل وانصاف کے ساتھ سلطنت کی مگر حالات کے لحاظ سے اس پر یہ مثل صادق آتی ہے، کہ "اندھوں میں کانا راجا"

ایک شخص "مزدک" نے جو ایران کا ایپکیورس یونانی حکیم تھا جس کا اصول مذہب عیاشی تھا نوشیرواں کے باپ کو اپنا پیرو بنالیا تھا۔ یہ شخص اپنے آپ کو زرتشت کا جانشیں کہتا تھا۔ عورت اور جائداد میں سب آدمیوں کو حصہ دار بناتا تھا اور کہتا تھا۔ کہ جب سب انسان آگ، پانی اور ہوا سے یکساں مستفید ہوتے ہیں۔ تو کیوں جائداد اور عورت سے بھی ساری عطا نہ اٹھائیں، نوشیرواں نے اس کو اور اس کے اسی ہزار پیرؤں کو قتل کرایا۔

نوشیرواں با اقتدار بادشاہ گزرا ہے، اس نے جبش فی ان قیصر روم سے خراج لیا اور عرب میں یمن کے حصہ پر اپنی فضیلت قائم کی، مگر ذاتوں کی درجہ بندی کے اثر سے جو جمشید کے وقت سے ایران میں رائج تھی، یہ بھی محفوظ نہ رہ سکا۔ فردوسی شاہنامہ میں لکھتے ہیں۔ کہ ایک موچی نے درخواست دی، کہ اس کے بیٹے کو پڑھنے کی اجازت دیجائے، کیونکہ ہندو شودروں کی طرح ادنیٰ قوم کے لڑکے لکھ پڑھ نہ سکتے تھے، نوشیرواں نے اس کی درخواست نامنظور کی اور لکھا۔

ہنر یابد از مرد موزہ فروش ... سپارد بدو چشم بینا و گوش

بدستِ خردمند مرد نژاد ... چہ ماند بجز حسرت وسرد باد

نوشیرواں کے ہمعصر جسٹی فی ان ۵۲۷ء تا ۵۶۸ء نے ایک مجموعہ قوانین بنایا۔ جس میں یہ دفعات تھیں، کہ ہیٹ عیسائیوں کے سوا کوئی شخص فوجی یا پولیٹکل عہدے حاصل نہ کرے، یہود کو حقوق نہ دئے جائیں، ان کا کوئی مجمع نہ ہو، اور ان کی کتابیں جلائی جائیں (گرین وڈ ہسٹری)

گویا تنگدلی اور تنگ خیالی کا دور دورہ تھا۔ ہندو اپنے سوا ساری دنیا کو ملیچھ اور یونانی سب دنیا کو باربرس، وحشی، اور انکی اتباع میں رومانی بھی سب دنیا کو وحشی کہتے تھے، یہودی مرمٹے مگر اپنے آپ کو برگزیدگان خدا ہی کہتے رہے،

موبد کاروبار سلطنت میں دخیل تھے، ایک ہزار سپاہی پر ایک موبد تعینات ہوتا تھا

جو لڑائیوں میں حسن کارگذاری کی رپورٹ کیا کرتا تھا۔

نوشیرواں متوفی سنہ ۵۷۸ء کے بعد ہرمز اس کا لڑکا تخت سے اتار کر قتل کیا گیا، ہرمز کے بعد اس کا بیٹا خسرو پرویز کے لقب سے سنہ ۵۹۰ء میں تخت نشین ہوا۔ ہرمز کی وفات پر حسب معمول خانہ جنگی ہوئی خسرو پرویز۔ ماریس قیصر روم کی مدد سے غالب آیا۔

ماریس کو فوکس نے فریب سے قتل کر دیا، فوکس غاصب تھا خسرو پرویز نے انتقام لینے کے لئے رومیوں سے جنگ شروع کی، سنہ ۶۱۰ء میں، ملک شام پر حملہ کیا اور سنہ ۶۱۴ء میں دمشق اور یوروشلم کو فتح کر لیا۔ یروشلم کے مقدس تصویریں اور مذہبی تبرکات کی سخت توہین کی، لوگوں کو آفتاب پرستی پر مجبور کیا۔ سنہ ۶۱۶ء میں اسکندریہ پر فوجکشی کر کے اسے لے لیا۔ سنہ ۶۱۷ء میں ایرانیوں کا قبضہ چالسڈال اور ایشیا کوچک پر ہو گیا،

قیصر ہرقل روم نے سنہ ۶۲۲ء میں اسے شکست دی، اور سنہ ۶۲۷ء میں فارسیوں کی دار السلطنت پر جو مدائن کے قریب تھا۔ قبضہ کر لیا۔ خسرو پرویز نے ایک عالی شان محل عیش و عشرت کے لئے بنایا۔ اور "طاق بستان" نام رکھا۔ بارہ ہزار مغنیہ کنیزیں ہمیشہ اس کے ساتھ رہتی تھیں،

علم ادب میں اس بادشاہ کے متعلق تین نادرۂ روزگار چیزیں مشہور ہیں،

(۱) شبدیز گھوڑا (۲) شیریں معشوقہ (۳) اور باربد مطرب،

شکارگاہوں اور کشتیوں کی سیر کے وقت ارباب نشاط، رباب، بنسری، اور بارہ مغنیہ جمیلہ عورتیں اس کے ہمراہ رہتی تھیں،

حضرت نظامی کی مثنوی شیریں خسرو اسی بادشاہ کے حالات میں ہے، ناصر الدین قاچار شاہ ایران اپنے سفرنامہ میں رقمطراز ہیں کہ اگر ملاد مشرانہ اور سوسیانہ کی سیاحت صرف طاق بستان کے کھنڈر اور شبدیز کی تصویر دیکھنے کے لئے کیجائے تو یہ تکالیف سفر کا کافی سے زیادہ معاوضہ ہے،

یہاں یہ لکھ دینا مناسب ہوگا۔ کہ خسرو پرویز اور قیصر ہرقل کیطرف ہمارے نبی کریمؐ نے دعوۃ اسلام کے خطوط لکھے تھے،

شیرویہ نے اپنے باپ خسرو کو سنہ ۶۲۸ء قتل کر دیا۔ اور کیقباد دوم کے لقب سے تخت سلطنت پر بیٹھ گیا حسب معمول خانہ جنگیاں شروع ہوئیں، جو سنہ ۶۳۴ء میں یزدجرد کی تخت نشینی پر ختم ہوئیں قادسیہ کے میدان میں یزدجرد کے سپہ سالار رستم ساسانی کو حضرت عمر فاروقؓ کے عہد میں سعد بن وقاص نے سنہ ۶۳۵ء میں شکست دی، اس کے بعد نہاوند کے میدان میں مسلمانوں نے سلطنت

ساسانیہ کا خاتمہ کر دیا۔ اور یزدجرد ۶۵۱ء میں کہیں بھاگ کر گمنامی کی حالت میں مرگیا ؎

یاد ہیں وہ کارنامے سعد بن وقاص کے ۔۔۔ "نوش آذر" میں سنائی جب نوید خانداں

یاد ہے تاریخدانوں کو فرار یزدجرد ۔۔۔ مرگیا آوارگی میں بیکس و بے خانماں

یہاں یہ بیان کر دینا بھی مناسب موقعہ معلوم ہوتا ہے، کہ ۵۳۷ء میں نوشیرواں کے عہد میں ابرہہ حبشہ کے عیسائی بادشاہ نے یمن پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور بنو حمیر کو نکالدیا۔ کعبہ پر بھی حملہ آور ہوا۔ سورۂ اصحابِ فیل میں اس حملہ کیطرف اشارہ ہے،

معدی کرب ایک بہادر عرب نے نوشیرواں سے مدد لیکر ۵۷۵ء میں بنو حمیر کو پھر یمن لے دیا۔ ۵۹۷ء میں عیسائیوں نے معدی کرب کو مار ڈالا۔ اس پر یمن فارس کے ماتحت ہوگیا۔ اور اس کا نائب السلطنت جس کو "مرزبان" کہتے تھے، مدائن سے مقرر ہو کر آتا تھا۔ آخر مرزبان بازان نام کو خسرو پرویز نے ۶۰۶ء میں مقرر کیا تھا۔ بازان کے عہد میں یمن مسلمانوں کے قبضہ میں آیا۔ اور خود بازان نے بھی اسلام قبول کیا۔

جب ساسانیوں اور رومانیوں میں یہ لڑائیاں ہو رہی تھیں، اور قوم غسان اور حیرہ والی ان دونوں سلطنتوں کے حلیف تھے۔ غسانی رومیوں کی اور حیرہ والی ایرانیوں کے معاون اور عراق عرب میں رہتے تھے، بعض مورخ خصوصاً عیسائی لکھتے ہیں، کہ پیغمبر خدا نے اپنے چچا ابو طالب کے ہمراہ ۵۹۲ء میں سفر شام کیا۔ اور یہ تباہ کن اور خانہ برانداز مناظر اپنی آنکھ سے دیکھے، دوسرا سفر حضور انورؐ نے بحیثیت تاجر غالباً ۵۹۷ء میں کیا۔ جبکہ خسرو پرویز اور قیصران روم کے مابین سخت لڑائیاں ہو رہی تھیں۔، عرب جہالت میں سب کے سرگروہ تھے، باہم قبائل میں کشت و خون، فساد و خونریزی کا بازار گرم تھا اور یہ بھی اندیشہ تھا۔ کہ عراق عرب کی قومیں بامداد ساسانیاں یا رومانیاں جیسی کہ صورت ہو عرب پر حملہ آور ہوں،

اس پر آپ نے ایک کونسل بنائی، جو تاریخ میں حلف الفضول کے نام سے مشہور ہے۔ مقصود یہ تھا۔ کہ امن اندرونی اور بیرونی قائم کیا جائے، حجاج کی حفاظت اور انکی مال و جان کی صیانت کی جائے، جن کو شورہ پشت عرب لوٹ لیا کرتے تھے، یہاں ترتیب واقعات قائم رکھنے کے لئے ہم بیان کرنا چاہتے ہیں، کہ اس زمانہ میں عورتوں کی کیا حالت و حیثیت تھی،

ہندوؤں میں عورت کی کوئی حیثیت تسلیم نہیں کیگئی، وہ بعد شادی اپنے خاوند کی گوتر میں مستغرق ہو جاتی ہے، اور یہی حال رومانیہ میں تھا۔ کہ عورت کی کوئی علیحدہ حیثیت قانون روما میں تسلیم نہیں کی

گئی، اسی قانون کی اتباع میں عیسائیوں نے بھی عورت کی علیحدہ شخصیت سے انکار کیا۔ وہ بعد شادی اپنے نام سے بھی محروم ہو جاتی ہے اور مسس فلاں اور فلاں کہلاتی ہے جس کی تقلید کر کے ہمارے نوجوان انگریزی خواں بیگم حسینؔ و بیگم مجیدؔ وغیرہ لکھتے ہیں،

ہندوؤں میں عورت وراثت سے محروم اور خاندان اگر مشترک نہ ہو تو حین حیات گذارہ کی مستحق ہے، دختر پسر کے ہوتے محروم ہے، وہ اپنی یوگی اور ستی کی رسوم سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ عورت کا وجود محض خاوند کے آرام و آسائش کے لئے بنایا گیا ہے، لڑکیاں مندروں پر نذر چڑھائی جاتی ہیں، چنانچہ مدراس کے مندروں میں عموماً یہ لڑکیاں ناچنی گاتی اور زناکاری میں مبتلا رہتی ہیں،

چینی سیاحوں نے جن میں بڑا مشہور ہیونگ سانگ ہے، جو ۶۲۵ء میں ہندوستان آیا، وہ ان رسومات ستی اور دیگر امور پر معتد بہا روشنی ڈالتا ہے، شاعر بہو بہوتی اور اس کا ڈرامہ متعلق کالی دیوی اسی زمانہ میں بنایا گیا تھا۔ ہندوؤں میں عورتوں اور انکے تعلقات میں مردوں کی محش تصاویر کے متعلق مذہبی احساسات کو قائم رکھنے کے لئے واضعان قانون کو تعزیرات ہند کی دفعہ ۲۹۲ میں ایک استثنا قائم کرنا پڑا،

ایک عورت کئی ایک خاوند کر سکتی ہے اور نیوگ کا بھی جواز بڑی شدومد کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے،

ایرانیوں کے خیالات فردوسی کے دو شعروں سے جو انہوں نے دقیقی ایک متقدم شاعر کی سند پر لکھے ہیں، ظاہر ہوتے ہیں، ؎

کسے کہ بود مہتر انجمن	کفن بہتر اورا ز فرمان زن
نکو گفت دانا کہ دختر مباد	چو باشد بجز خاکش افسر مباد

یہودی بھی عورات کی کچھ قدر نہیں کرتے اور اپنی مذہبی روایات کی بنا پر بڑی تعداد میں عورتوں کے ساتھ نکاح کرتے ہیں،

عورتوں کی حالت کا اندازہ کرنے کے لئے ہم قارئین کرام کی توجہ لفظ "وومین" کی طرف منعطف کراتے ہیں، جو انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں درج ہے،

اس میں لکھا ہے کہ ۵۸۶ء میں عیسائیوں نے ایک کونسل منعقد کی اور بحث تھی۔ کہ آیا عورتوں میں روح ہے یا نہیں، بڑے سرگرم مباحثوں کے بعد کثرت رائے سے یہ قرار پایا کہ عورت میں روح ہے، ورنہ یہ بیچاری اس سے پہلے روح سے محروم تھی،

مختصر یہ کہ دُنیا میں بہ لحاظ مذہب اخلاق، سیاست، تمدن تیرہ و تاریکی، فسق و فجور کا بازار گرم تھا، غلامی کا رواج ہر ایک ملک میں پایا جاتا تھا،

پیغمبر خدا کا نکاح جب حضرت خدیجہ سے ہوا تو انہوں نے ایک غلام زید نام آپ کو دیا، آپ نے سنہ ۵۹۵ء میں آزاد کر دیا۔ مگر یہ غلام آپ کی حسنِ سیرت اور حسنِ سلوک کا گرویدہ تھا۔ کبھی آپ سے جدا نہ ہوا، اور اسی کا مشہور محدث اسامہ ہے، جو سلتہ میں سپہ سالار عساکرِ اسلامیہ بنایا گیا، اور حضرت ابوبکر رض اور حضرت عمر رض جیسے جلیل القدر بزرگ اس کے ماتحت کیے گئے، یہ سب واقعات جو زید حلف الفضول اور کعبہ میں حجر اسود کے نصب کرنے پر باہم قبائل کے تنازعہ کے متعلق ہیں، قبل از نبوت ہیں،

عرب قوم نے جو کسی کی فضیلت تسلیم نہ کرتے تھے، آپ کو صداقت اور راستبازی کی وجہ سے لقب "امین" دیا تھا جس سے اُن "محبوبِ انسانیت کبریٰ" کی سیرت کا پتہ چلتا ہے،

جب آپ کی صداقت اور راستبازی کا شہرہ حضرت خدیجہ نے سنا، تو آپ کو اپنے مال سے تجارت کرنے کے لئے مقرر کیا، اور آپ نے وہ تعداد منافع کثیر اپنی دیانت و امانت کی وجہ سے بڑھائی۔ کہ اس کا عشر عشیر بھی کبھی پہلے وصول نہ ہوا تھا۔

اس پر حضرت خدیجہ نے نکاح کی درخواست کی جو منظور کی گئی، ووجدک عائلاً فاغنیٰ،

وہ یتیمی اور یہ لقب جو اس صادق مصدوق کو ملا، دنیا جہاں کے لئے اس میں ایک بہترین نمونہ ہے،

صداقت سے اعتبار بڑھتا ہے، اعتبار سے مال ملتا ہے، اور مال سے فراغ حاصل ہوتا ہے، اور فراغ خاطر سے حضورِ قلب اور حضورِ قلب سے خاصانِ خدا کو نبوت عطا ہوتی ہے، اور پھر وہ دنیا و مافیہا کو بقعۂ نور بنا دیتی ہے

مگر یاد رہے کہ یہ سب مراحل معاملات میں صداقت اور راستبازی پر مبنی ہیں پس تزکیۂ نفس اور صفائی قلب کا پہلا زینہ صداقت ہے، (ملخص)

جن احباب کا سالِ خریداری اس اشاعت کے ساتھ ختم ہوتا ہے، وہ سال آئندہ کا زرِ چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیج کر مشکور فرمائیں، (مینجر)

قوم کی حالتِ زار

(از جناب مولوی محمد عبد الکریم خانصاحب کسیلوی)

انکی کیا عزت ہے یارو قوم ہے جنکی ذلیل
انکو کیا راحت ہے جنکی قوم ہے خستہ حال

ہے وہ ایسا غول میں قلیوں کے جیسے ایک سیٹھ
ہے ہزاروں مفلسوں میں ایک گر آسودہ حال

شال گدڑی سے ہے وال سو مرتبہ بدتر جہاں
ہوں ہزاروں گدڑیاں اور ایک کے کندھے پہ شال

یاد رکھو ہے بہت دامن فراخ اسلام کا
دی ہے بنیادِ اخوت اسنے کل امت میں ڈال

ہیں اسی امت میں جو ڈھوتے ہیں بن بن ٹوکری
ہیں اسی امت میں جو ہیں دیکھتے دزرات کہاں

ہیں انہی میں خواب میں جنکی نہیں آیا سماں
جب سے آنکھ انکی کھلی دیکھا ہے گھر میں انکے کال

ہیں انہی میں جو کہ بہر نفقۂ فرزند و زن
سامنے ایک ایک کے پھیلاتے ہیں دستِ سوال

ان عزیزوں کی اخوت سے جنہیں آتا ہو ننگ
نام لیں فہرست سے اسلام کی اپنا نکال

ورنہ ذلت سے نکالیں انکو اور یہ جان لیں
انکی ذلت میں انہیں عزت سے رہنا ہے محال

گھر میں اپنے بیٹھ کر جو چاہے سو بن لے کوئی
غیر قوموں میں نہیں حاصل اسے جز انفعال

ہیں یہی گر قوم کے ساتھ آج بے پروائیاں
تو یہ سن لو کل بڑھینگی اور یہ رسوائیاں

تصحیح، مارچ اپریل سے رسالہ کی نظم "نوائے درد" میں ناظرین حسب ذیل اصلاح کر لیں،
شعر ۳ مصرعہ ۲ ، بہت ہی سہل ہے اگر مجھے ڈوب جانا ، صحیح ہے،
شعر ۸ مصرعہ اول مجھے ہے ساز حیات ان کا مرثیہ دل میں صحیح ہے،

تذکرۃ الصالحین

تاریخ عباسیہ کا ایک صفحہ

حضرت شیخ عبدالعزیز الکنانی

مسئلہ خلق قرآن اور مناظرہ دربار مامون الرشید

(نمبر ۴)

(سلسلہ کے لئے اپریل کا رسالہ دیکھئے)

شیخ اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں کہ عمرو کو میری ہلاکت کا اس درجہ یقین تھا۔ کہ باوجود میری طرف سے مایوس ہو نیکے ضبط نہ کر سکا۔ اور آخر میں یہ نصیحت کی

(ترجمہ) میں نے تمہاری نجات و سلامتی کے لئے وہاں تک کوشش کی جہاں تک میرے امکان میں تھا۔ مگر افسوس کہ تم اپنا خون بہانے کے لئے حریص ہو۔ اور اس کے لئے اپنی پوری قوت سعی صرف کر رہے ہو۔ میں نے کہا اے عمرو! اللہ کی اعانت اس سے زیادہ بڑی اور مہربانی رکھنے والی ہے، کہ مجھے بہلاوے اور جس نے اللہ پر بھروسہ کیا۔ اس کو خدا بس کرتا ہے

مامون الرشید نے مناظرے کی تیاری کے لئے غیر معمولی احکام جاری کر دئے تھے، اپنی نوعیت کے لحاظ سے یہ ایک عجیب و غریب مناظرہ تھا۔ اس لئے تمام امراؤ رؤسا علماؤ فقہاء ارکان و وزراء افسران فوجی و ملکی اپنے تمام ساز و سامان جاہ و جلال کے ساتھ اس میں شریک ہونے کیلئے نکلے، عبدالعزیز الکنانی نے ڈیوڑھی میں بیٹھے ہوئے دیکھا۔ کہ انسانی جاہ و جلال اور سطوت و جبروت کے بڑے بڑے مناظر یکے بعد دیگرے ان کے سامنے سے گذر رہے ہیں، وہ اپنے رسالے میں لکھتے ہیں،

عمرو بن مسعدہ نے مجھے ایسی جگہ بٹھایا، جہاں میں تمام آنیوالوں کو اچھیطرح دیکھ سکوں،

بعد کو مجھے معلوم ہوا کہ خاص امیر المومنین کے حکم سے ایسا کیا گیا تھا۔ اس سے مقصد یہ تھا۔ کہ دربار میں جانے سے پہلے ہی دربار کے جاہ و جلال کی ہیبت مجھ پر طاری ہو جائے اور میں دیکھ لوں کہ کیسے پر ہیبت و سطوت مجمع کے سامنے مجھ جانا پڑے گا۔ اور آزادی و بیباکی کی زبان کھولنی پڑیگی لیکن افسوس کہ وہ انسانی جاہ و جلال کے جلوے دکھلا کر ایک ایسے شخص کی آنکھوں میں ڈر اور ہیبت پیدا کرنا چاہتے تھے جسکی نگاہوں کے سامنے رب السموات والارض کا لازوال جاہ و جلال موجود تھا۔ اور جو نگاہ خدا کی عظمت و قدوسیت کے جلوہ میں محو ہوچکی ہو، اسے انسانوں اور انسانوں کے قیمتی کپڑوں اور آہنی تلواروں کی قطاریں کیا ڈرا سکتی ہیں،

شیخ عبدالعزیز نے دیکھا۔ کہ سب سے پہلے امرا بنو ہاشم کا گروہ نمودار ہوا، جن کے سیاہ عماموں کے طلائی شملے ہوا میں اُڑ رہے تھے، اور آفتاب کی روشنی میں انکا سنہری رنگ اس طرح درخشندہ تھا۔ کہ نگاہیں زیادہ دیر تک نظارہ کی تاب نہ لاسکتی تھیں، انکی عبائیں بھی سیاہ تھیں جن کو خلفائے عباسیہ نے اپنا قومی لباس قرار دیا تھا۔ اور عباؤں کی سیاہی کے اندر سنہری ساز و یراق اور طلائی قبضہ و میان شمشیر کی متحرک چمک نظر آتی تھی، گویا ابر آلود آسمان پر بجلیوں کی مضطرب لہریں کوند رہی ہیں، اس کے بعد علماء و فضلاء دار الخلافت کا مقدس جلوس تھا۔ جن کے لباس اور ساز و سامان سواری میں اگرچہ سونے چاندی کے تکلفات نہ تھے اور ہر چیز سے سادگی اور بے تکلفی نمایاں تھی، تاہم ان کا عظیم الشان گروہ غلاموں کے حلقے، خدام کا جاہ و حشم، مذہبی زندگی کا مقدس جاہ و جلال اور پر ہیبت و وقار چہرے بجائے خود ایک ایسی ہیبت رکھتے تھے، جو مصنوعی تکلفات اور آرائش کے ساز و سامان سے بے نیاز تھی۔ اس جلوس میں سب سے پہلے بشر مریسی کی سواری تھی، جو اس وقت فرقہ معتزلہ کا سب سے زیادہ نامور رئیس تھا۔ اس کے بعد دار الخلافہ کا قاضی القضاۃ اپنے جاہ و حشم، ریاست کے ساتھ جلوہ آرا تھا۔ پھر تمام قضاۃ ارباب افتا کی جماعت تھی، ان کے بعد متکلمین و فقہا اور ارباب درس و علوم کا سلسلہ، لیکن ان سب میں نمایاں حصہ فرقہ معتزلہ کے علماء کا تھا۔ اور جو علماء گروہ معتزلہ میں نہ تھے وہ بھی اقلا مسئلہ خلق قرآن میں سرکاری حکم آگے سر اطاعت جھکا چکے تھے،

اس نظارۂ تقدس کے بعد وزرا و ارکان سلطنت کا پرعظمت نظارہ تھا۔ ان کے عمامے بھی سیاہ تھے۔ اگر طلائی شملوں کی جگہ عماموں کے بالائے پیچ پر ایک مطلا حاشیہ لگا تھا۔ اور وہ اس احتیاط سے لپیٹا گیا تھا۔ کہ عمامہ کے نصف زیریں تقطرار شعاعیں کا ایک سنہری دائرہ بن گیا تھا۔ ان کے

گھوڑوں کے ساز و یراق بھی مطلا تھے اور سنہری وردیوں سے ملبوس غلاموں کا شاندار حلقہ ہر سوار کے گرد و پیش جلوہ فروشِ عظمت و اجلال تھا۔ اعیانِ حکومت کے بعد افسرانِ فوجی کی سب سے زیادہ مؤثر اور ہولناک ہیبت تھی جو اپنی اپنی فوجوں کے ساتھ محلِ شاہی کی طرف آ رہے تھے، اور ان کی برہنہ تلواریں رو بہ آسمان، نیزے طرح طرح کے اسلحہ جنگ ایک آہنی سمندر کی طرح متلاطم نظر آتے تھے۔ شیخ عبدالعزیز اس فوجی نظارے کی دہشت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں، ورکب المقصود بالسلاح لاحداث الهيبة في نفسي وسائر للناس الدين يرشك ان نفسهم، اور مسلح فوج کی اس لئے نمائش کی گئی تھی، تاکہ میرے دل پر دہشت و ہیبت طاری ہو، نیز اس خیال سے بھی کہ میں حکم سلطانی کو ٹھکرا کر عام رعایا کے اندر مفسدانہ جوش پیدا کر دیا ہو تو وہ بھی اس فوجی نمائش سے مرعوب ہو کر دب جائے،

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومت نے وہ ساز و سامان صرف شیخ کو ڈرانے ہی کے لئے نہیں کیا تھا، بلکہ عام رعایا کے اندر مخالفانہ جوش پیدا ہو جانے کا بھی اسے اندیشہ تھا۔

داخلہ

جب تمام ارکان دستور کا مجلس مناظرہ آ چکے، تو شیخ عبدالعزیز کی بھی طلبی ہوئی، ایک کے ایک متعدد دہلیزیں تھیں جن سے شیخ کو گذرنا پڑا۔ سلطانی دہلیزوں کے مرحلے کے بعد ایوانہائے خلافت کا ایک سلسلہ شروع ہوا، جن میں سے ہر ایوان ایک پوری شہنشاہی کے ساز و سامان شوکت و ہیبت سے معمور تھا۔ اور ہر ایوان کے خاتمہ پر اس کا پہلا رہنما رخصت ہو جاتا اور نیا ہاتھ اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتا تھا۔ اس کے بعد اور بھی بہت سے مرحلے آئے جن کی تمام جزئیات شیخ نے لکھی ہیں، اور ان سے زیادہ خطیب بغدادی وغیرہ مورخین عہدِ عباسیہ کی روایتوں سے واضح ہوتی ہے لیکن سرگذشت کا یہ تمام حصہ دولتِ عباسیہ کے جاہ و جلال سلطنت کے کارخانوں سے تعلق رکھتا ہے، مگر ہم اس وقت مضطرب ہیں کہ مجلس مناظرہ تک جلد سے جلد پہنچیں اور انسانی حکومتوں کے جاہ و جلال کی جگہ ایک داعیِ حق کے جاہ و جلالِ خداوندی کا جلوہ دیکھیں،

صاحب الستر

یہاں تک کہ صاحب الستر یعنی رئیس حجاب کا ایوان خاص آ گیا، عہد عباسیہ میں صاحب الستر کا عہدہ بالکل ویسا ہی تھا۔ جیسا آجکل یورپ میں لارڈ چیمبر لائن یا ٹرکی میں وزیر تشریفات کا ہے، یعنی شاہی ملاقات و حضور کا متوسط و وسیلہ اس کو حاجب بھی کہتے ہیں، یہ قصر شاہی کا آخری

برزخ ہوتا تھا جس کے بعد خلیفہ کے حضور میں کوئی شخص پہنچ سکتا تھا۔ اسلام نے جب خلیفہ وقت کے لئے کوئی محل ہی نہ بنایا تو اس کے دروازے کے لئے دربان کہاں سے آتا۔ اس لئے خلفائے راشدین کے تمام عہد اس عہدے سے خالی رہا۔ سب سے پہلے امیر معاویہ نے دہلیز شاہی کی بنیاد ڈالی، اور شاہان عجم کی روایتیں سنکر حاجب کا عہدہ اس کے لئے قرار دیا۔

حاجب صحن دربار تک لے گیا۔ صحن کے دونوں جانب کمروں کا ایک سلسلہ تھا جس میں مخصوص وزراء و ندما اذن حضور تک ٹھیرتے اور انتظار کرتے تھے۔ یہاں پہنچکر شیخ سے حاجب نے پوچھا آپ کو وضو کی تجدید کی خواہش ہے؟ شیخ نے کہا نہیں تو حاجب نے کہا، کہ قبل اس کے کہ آپ امیر المومنین کے حضور میں پہنچیں، دو رکعت نماز پڑھ لیں۔

شیخ نے نماز پڑھی اور جب نماز پڑھی، تو یہ کہنا غیر ضروری ہے کہ کس عالم میں پڑھی اور کس خداوند قدوس کے حضور میں کیونکر کھڑے رہے جس کے کلمۂ حق کے لئے عنقریب ایک کمرۂ شہنشاہی کے حضور میں جانیوالے تھے۔

بجرم عشق تو ام می کشند غوغائیست
تو نیز بر سر بام آ کہ خوش تماشائیست

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّونَ وَمَا تُعْلِنُونَ

(باقی آئندہ)

تاریخ وفات گرامی

حضور نظام الملک آصف جاہ ادام اللہ اقبالہ فرمانفرمائے دکن کے شاعر خاص مولانا غلام قادر صاحب گرامی ۲۶ مئی ساڑھے تین بجے صبح رہگرائے عالم جاودانی ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

مولانا قاضی شاہ ولی صاحب صدیقی وکیل نے تاریخ وفات ارسال فرمائی ہے جو درج ذیل ہے

سر شاعران فصیح البیاں	مثیل نظامئے شیریں زباں
نہ کم از غنیمت بہ فخر پنجاب	بہ قادر کلامی و ندرت عیاں
نمک خوار سرکار دکن مدام	گرامی گرامی بہ رطب اللساں
دریغا ز دار فنا رخت بست	بدار البقا رفتہ اندر جناں
چو جستم ز تاریخ سال وصال	ندائے ز عیسیٰ رسیدہ چناں
بگو قاضی تاریخ رحلت ہمیں	برفتی رہ راست اندر جناں
	۱۹ ۲ ۲۷

کبھی نہ کرنا

یہ بات میری بھی ہی رکھنا کسی سی یہ بات ہی نکرنا
عدو ہی کرتا ہوں دوستی میں تم ان سی اب دشمنی نکرنا

نگر کرا انکے ستم کی اے دل شکایتیں ہر گھڑی نکرنا
مزا ہی شکووں کا کچھ اسی میں کبھی تو کرنا کبھی نکرنا

کبھی الم کا الم نکرنا کبھی خوشی کی خوشی نہ کرنا
جو انکی مرضی کو چاہتا ہی تو اپنی مرضی کبھی نکرنا

جفاؤں پر ہوں جفائیں بیحد وفا کا کچھ ذکر ہی نکرنا
کمی میں کرنا زیادتی پر زیادتی میں کمی نہ کرنا

نہ سر اٹھانا نہ حد سی بڑھنا اسی سی بچنا یہی نہ کرنا
خدا کے بندے خدا کا بننا خدا سی ڈرنا خودی نکرنا

بلند ہمت رہے ہمیشہ ذرا بھی کم ہمتی نہ کرنا،
بُری سے بھی تم بھلائی کرنا بدی کا بدلہ بدی نکرنا

خلاف تہذیب گفتگو سی کسی کی بےعزتی نکرنا
جو بات ہو ناگوارِ خاطر وہ بات ہی تم کبھی نہ کرنا

غلط نکلجائے بات منہ سی تو اسپہ اڑ تم کبھی نکرنا
جو بات ہو منصفی سی کہنا ذرا سخن پروری نکرنا

اسی بھلائی میں ہے برائی یہی بھلائی کبھی نہ کرنا
جو خوف ہے دشمنی کا اے دل تو بھولکر دوستی نہ کرنا

ہماری گھر میں کبھی نہ رہنا ہماری خاطر کبھی نکرنا
خوشی میں دشمن کی ہر طرح سی کسر نہ رکھنا کمی نکرنا

غضب ہے پہلے پہل کسی کی نگاہیں لڑکر یہ کہہ گئی ہیں
کہ تم سی پھر اسطرح ملیں ہم خیال ہی یہ کبھی نہ کرنا

مجھے یہ زیبا تمہیں وہ زیبا مجھے یہ شایاں تمہیں شایاں
جو تم کہو میں وہی کرونگا جو میں کہوں تم وہی نکرنا

ہر ایک سے کہہ رہی ہے ہر دم یہی زمانے کی ثباتی
کسی سے امید ہی نہ رکھنا کسی سے امید ہی نہ کرنا

کمال انسان کا سخن ہے شرف اسی سے ہو سیفؔ کو
جو چاہتے ہو وقار اپنا تو بات ہلکی کبھی نہ کرنا

سیفؔ، ٹونکی

بے مروّتی کی سزا

جب بنی امیہ کی سلطنت کا خاتمہ ہوگیا، اس بدنصیب خاندان کے تمام لوگ چن چن کے مار ڈالے گئے، نئی خلافت عباسیہ کے دو تاجدار کامرانی و اطمینان سے حکومت کرکے دنیا سے رخصت بھی ہو گئے اور بنی امیہ کا مشرق میں کہیں نام و نشان نہ تھا، تو تیسرے عباسی خلیفہ مہدی کے زمانہ کا واقعہ ہے، کہ اس کی لونڈی خیزران (جسے خاص محل کا رتبہ حاصل تھا، سارے حرم کی مالک اور ولیعہد سلطنت کی ماں تھی) ایکدن محل میں شان و شوکت سے بیٹھی حکومت کر رہی تھی، کہ ایک لونڈی نے آکر ادب سے عرض کیا "خدا ملکہ عالم کو سلامت رکھے، ڈیوڑھی پر ایک حسین عورت کھڑی ہے اور باریابی کی امیدوار ہے، ہزار پوچھا نہ اپنا نام و نشان بتاتی ہے نہ نسب و خاندان کا پتہ دیتی ہے، اور نہ یہ کہتی ہے کہ عرض کیا ہے، عبداللہ بن عباس کی پڑپوتی زینب بنت سلیمان جو خاتونان بنی عباس میں صاحب ذہن و رسا مانی جاتی تھیں پاس بیٹھی تھیں، خیزران نے ان سے کہا "تم اس عورت کے بارے میں کیا کہتی ہو؟ آنے دوں یا نہ آنے دوں"؟ زینب نے کہا بلوائیے، کوئی مفید ہی بات ہوگی، اس مشورے کے موافق لونڈی کو حکم دیا گیا۔ کہ جاؤ بلا لاؤ،

چند منٹ گذرے ہونگے، کہ اس لونڈی کے ساتھ ایک نہایت ہی حسین و صاحب جمال مگر فلاکت زدہ اور شکستہ حال عورت شریف زادیوں کے انداز سے آئی، اگر خیزران کا سامنا ہوتے ہی دروازے کے دونوں پٹوں کے درمیان ہی ٹھٹک کے کھڑی ہوگئی، اور وہیں سے کہا "اے ملکہ عالم! آپ کی خدمت میں آداب عرض کرکے التماس ہے، کہ میں آخری تاجدار بنی امیہ مروان بن محمد کی بیٹی مزنہ ہوں" یہ نام سنتے ہی خیزران کے بدن بدن میں آگ لگ گئی، اور جھنجلا کے کہا، تیرے لئے نہ مرحبا ہے اور نہ سلام کا جواب، خدا تجھے غارت کرے، وہ گھڑی بھی تجھے یاد ہے، جب ابراہیم بن محمد عباسی کی لاش بے گور و کفن پڑی تھی، اور بنی عباس کی بوڑھی عورتوں نے تیری خدمت میں حاضر ہو کے التجا کی تھی، کہ اپنے باپ سے سفارش کرکے انکے دفن کی اجازت دلوا دے، لیکن بجائے ترس کھانے کے تو غصہ سے انہیں مارنے کو دوڑی، انہیں گالیاں دیں اور اپنے محل سے نکلوا دیا۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے اپنی نعمت تجھ سے چھین لی اور تجھے ذلیل و خوار کرکے اس

دہاڑے کو پہنچا دیا۔" خیزران کی زبان سے یہ طیش کا جواب اور یہ کلمات غیض و غضب سن کے مزنہ نے بجائے اس کے کہ ڈرے یا کچھ مرعوب ہو، زور سے ایک قہقہہ لگایا اور بولی "بہن آپے سے باہر نہ ہو، اچھا، تو یہ بتاؤ کہ اس بے مروتی پر خدا نے مجھے جو ایذائیں دی ہیں، انہیں سے تمہیں کون سی سزا پسند ہے، جو میرا ہی سا سلوک تم بھی میرے ساتھ کر رہی ہو، تم جو کچھ کہتی ہو سچ ہے، خدا کی قسم میں نے یہی کیا تھا اور اس کی سزا یہ ملی کہ خدا مجھے ذلیل و خوار اور ننگا بھوکا کر کے تمہارے سامنے لایا ہے کہ جو سلوک چاہو کرو، اس وقت تم نے میرے اس سلوک پر جو صبر و شکر کیا تھا اس کا انعام تمہیں یہ ملا کہ ملکۂ عالم ہو اور میں تمہارے سامنے عاجز و خوار بنی کھڑی ہوں، اتنا کہتے ہی مزنہ نے کہا، "تو بہن خدا حافظ جاتے ہیں اور پیٹھ پھیر کے چلی کہ جھپٹ کے محل سے نکل جائے،

"اس کی باتوں کا خیزران کے دل پر کچھ ایسا اثر پڑا تھا کہ بے تحاشا دوڑی، لپک کے روکا اور چاہا کہ گلے لگا لے، مگر مزنہ نے دونوں ہاتھوں سے الگ کر کے کہا، "میں اس قابل ہی نہیں ہوں، کہ تم سی ملکہ مجھے گلے لگائے، چیتھڑے لگائے ہوں اور ان کپڑوں میں ایسی تعفن آ رہی ہے، کہ آپکا دماغ خراب ہو جائیگا۔ یہ سنکر خیزران نے لونڈیوں کو حکم دیا کہ فوراً انہیں حمام میں لیجا کے غسل کراؤ، اس کے بعد پُر تکلف جوڑا پہنا کے اور عطر میں بسا کے لے آؤ،

یہ کہہ کے خیزران چلی آئی اور محل کی لونڈیوں نے نہایت ہی تعظیم و تکریم سے مزنہ کو نہلایا۔ کپڑے پہنائے، عطر لگایا اور خوب بنا چنا کے لے آئیں،

صورت دیکھتے ہی خیزران اس کے سینے سے لپٹ گئی، پھر اپنے برابر مسند پر جہاں خود خلیفہ مہدی بیٹھا کرتا تھا بٹھایا اور پوچھا، دسترخوان بچھواؤں؟ مزنہ نے صاف صاف کہا، آپ پوچھتی ہیں، شاید مجھ سے زیادہ بھوکا سارے محل میں کوئی نہ ہوگا، فوراً دسترخوان بچھا۔ قسم قسم کے کھانے لا کے چن دئے گئے، اور مزنہ نے خوب سیر ہو کے کھایا، خواصوں نے ہاتھ دھلوائے، اور جب ہر طرح کی خاطر داریوں سے فراغت ہوئی، تو خیزران نے کہا، اب بہن بتاؤ تمہارا خبر گیران کون ہے بولی، خبر گیران! جو کچھ قرابت ہے ابھی کہہ سے ہے، اس کے سوا میں ساری دنیا میں کوئی عزیز قریب نہیں رکھتی، یہ جواب سن کے خیزران بولی، تو پھر تم یہیں رہو، چلو میں اپنے محل تمہیں دکھاتی ہوں، ان میں سے جو محل پسند آئے لے لو، اور اس میں رہو،

اس تجویز کے مطابق خیزران نے اسے اپنے سارے محل دکھائے، جن میں سے ایک خوبصورت وسیع اور پُر فضا قصر اس نے پسند کیا۔ خیزران نے وہیں کھڑے کھڑے فرنیچر سے خوب آراستہ کرایا

اور ہر طرح کا سامانِ زندگی فراہم کراکے کہا۔ تو بی تم آرام سے یہاں رہو سہو۔ اور آج سے مجھ میں تم میں بہناپا ہوگیا۔ جب تک جیتے ہیں ساتھ نہ چھوڑینگے، مزنہ نے شکریہ ادا کیا۔ اور خیزران اسے وہاں چھوڑ کے اپنے محل میں آئی، پھر دل میں کہنے لگی کبھی اس عورت کی جو شان و شوکت تھی، تھی، لیکن مآ نے سرد مہری کی اور دل شکستہ ہوگئی، اب اس کے دل کی کلفت صرف دولت سے دور ہو سکتی ہے یہ خیال کرتے ہی پانچ لاکھ درہم اس کے پاس بھجوا دئے،

خیزران ان کاموں سے فارغ ہوکے بیٹھی ہی تھیں۔ کہ اس کا صاحب تاج و تخت شوہر خلیفہ مہدی آگیا۔ اور حالات پوچھنے لگا۔ خیزران نے مسکرا کے کہا، آج عجیب واقعہ پیش آیا۔ ایک لونڈی دوڑتی ہوئی آئی اور کہا۔ کہ کوئی عورت اندر آنا چاہتی ہے۔ میں نے بلوا لیا۔ کیا دیکھتی ہوں۔ کہ ایک جوان اور خوبرو مگر نہایت ہی شکستہ حال عورت ہے۔ آتے ہی اس نے مجھے ملکۂ عالم کے لقب سے خطاب کرکے سلام کیا اور بتایا کہ مروان بن محمد کی بیٹی مزنہ ہوں، نام سنتے ہی میں مارے غصہ کے آپے سے باہر ہوگئی، خوب گالیاں دیں اور کہا وہ وقت یاد کرو کہ ابراہیم ابن محمد کی لاش پڑی تھی، اور عباسی گھرانے کی بڑھیوں نے تجھ سے تجہیز و تکفین کی اجازت دلوانے کی درخواست کی، تو تو انہیں مارنیکو دوڑی، خوب ہوا جو خدا نے تجھے اس واڑے کو پہنچا دیا۔ یہ سن کے وہ قہقہہ مار کے ہنسی اور کہا،

”میں نے بے شک یہی کیا تھا، اور خدا سے اس کا بدلہ بھی پایا۔ اب کیا تم بھی خدا سے ایسا ہی بدلہ لینا چاہتی ہو جو میرے ساتھ یہ سلوک کر رہی ہو، یہ کہہ کے وہ واپس چلی“

خیزران یہیں تک کہنے پائی تھی، کہ مہدی کو زیادہ سننے کی تاب نہ رہی، بات کاٹ کے بولا،

”افسوس خدا نے تمہیں ان نعمتوں پر شکر گذار ہونیکا موقعہ دیا تھا۔ مگر تم نے وہ موقع ہاتھ سے کھو دیا۔ میرے دل میں تمہاری اس قدر جگہ نہ ہوتی تو قسم کھا کے کہتا ہوں۔ کہ تمہاری اس حرکت پر پھر کبھی زندگی بھر تم سے بات نہ کرتا۔“

خیزران نے کہا ”امیر المومنین! آپ سنیں تو سہی، میں نے یہ سن کے اس سے بے انتہا معذرت کی، روک کے اسے حمام میں نہلوایا، اچھے کپڑے پہنائے، عطر لگایا۔ کھلایا پلایا، پھر راضی کرکے اس سے بہناپا کر لیا، اور اپنے سارے محل دکھا کے جس محل کو اس نے پسند کیا اس کے حوالے کیا۔ اس کو آراستہ اور ضروری سامان سے مرتب کر دیا۔ یہ وعدہ کرکے آئی کہ اب زندگی بھر تمہارا ساتھ نہ چھوڑونگی، اور یہاں آتے ہی خرچ کے لئے اس کے پاس پانچ لاکھ درہم بھیجے،

یہ سُن کے مہدی بہت خوش ہوا۔ خیزران کے حسنِ سلوک کی تعریف کی اور اپنے ایک خادم کو بلا کے حکم دیا کہ اسی وقت جاکے اشرفیوں کے سو توڑے میری طرف سے بھی اسے دے آؤ، میرا سلام کہو اور کہو، کہ تمہاری خدمت کرنیکی وجہ سے جس قدر میں آج خوش ہوا ہوں کبھی زندگی بھر میں نہ ہوا تھا۔ کہنا تمہاری قدر و منزلت کرنا امیرالمومنین پر واجب ہو گیا ہے، اور اگر تمہارے ناراض ہونیکا اندیشہ نہ ہوتا۔ تو وہ خود تمہارے سلام کو حاضر ہوتے، یہ پیام سنتے ہی مزنہ خود چلی آئی، ادب سے سلام کیا۔ خیزران کے احسانات بیان کرکے اس کی محبت و شرافت کی تعریف کی اور بولی، میں بھلا حضور سے کیا ناراض ہونگی میری حیثیت ہی کیا ہے، محل کی لونڈیوں میں ایک میں بھی ہوں، مہدی اس پر بہت خوش ہوا اور مزنہ اپنے نئے قصر میں واپس گئی،

اس کے بعد مزنہ ہمیشہ خیزران ہی کے ساتھ رہی، یہاں تک کہ مہدی کے سفر آخرت کے بعد اس کے بیٹے ہادی کے عہدِ خلافت میں بھی اسی سے وابستہ تھی، پھر جب خیزران کے دوسرے نامور فرزند ہارون الرشید کا عہد شروع ہوا تو رشید بھی مزنہ کی بڑی خاطر داشت کرتا تھا۔ جو پاسِ خاطر تمام عباسیہ اور ہاشمیہ خاتونوں کا تھا وہی اس کا بھی تھا۔ اور خلافت رشید کے آوائل میں جب مزنہ کا انتقال ہوا تو رشید اس کے جنازے پر زار و قطار رویا اور شاہانہ کروفر سے جنازے کو قبرستان میں لیگیا،

آہ! خدا کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے میں کبھی ہمارا یہ سلوک دشمنوں کے ساتھ تھا۔ کاش اب اتنا نہیں تو اس کا عشر عشیر دوستوں کے ساتھ ہوتا، مگر نہیں، اب ہم نفس کے بندے ہیں، صرف اپنے نفس کو دیکھتے ہیں اور نہیں پتہ لگتا۔ کہ ہم میں اور بہائم میں کیا فرق رہ گیا ہے؟

محسوساتِ باطنی

(از جناب آغائے نامی کوہ سوار نظامی دکنی)

نغمۂ تشترِ ازل باعثِ اثرات من است   جلوۂ ارض و سما مصدرِ برکات من است

لوحِ محفوظ کجا عکسِ خیالاتِ من است   لامکاں خمکدۂ دورِ کمالات من است

طاقتِ دید نیاورد چو موسیٰ برِ طور   آں تجلّی کہ ربود از سرِ لمعات من است

قدسیاں را نبود مشغلہ جز ذکرِ خدا   ایں ہمہ طرزِ عمل داخلِ حسنات من است

شانِ ما چیست مرا پرس بگویم آری   آنکہ مسجودِ ملائک بود آں ذاتِ من است

دورۂ شمس و قمر گردشِ ہر لیل و نہار   جملہ نیرنگِ جہاں مظہرِ حرکاتِ من است

تو چہ دانی کہ چرا بود زلیخا حیران   حسنِ یوسف بخدا نقشِ کرامات من است

چہ مقام است کرا خلدِ بریں نام نہند   آں یکے گوشۂ ویران زخرابات من است

ہر چہ اعجازِ مسیحا بشنید آغائے
کہ از آں جنبشِ مژگان اشارات من است

دنیا کے لئے ہیں سب ہمارے دھندے   ظاہر طاہر ہیں اور باطن گندے

ہیں صرف زبان سے خدا کے قائل   دل کی پوچھو تو خواہشوں کے بندے

یہ قول کسی بزرگ کا سچا ہے   ڈالی سے جدا نہ ہو تو پھل کچا ہے

چھوڑی نہیں حبِّ دنیا جس نے دل سے   گو ریش سفید ہے، مگر بچہ ہے

اسمٰعیل

مانہ کردم شما حذر بکنید

انسان دنیا میں کیا کرے اس کا فیصلہ کرنا مشکل ہے، اور چالیس برس کے بعد جب نمو
اور سکون کا زمانہ ختم ہوتا ہے، یہ سوال خواہ مخواہ پیدا ہوتا ہے۔ لڑکپن میں لہو ولعب اور کھانے پینے
کے سامنے اور کسی شے کی پرواہ نہیں ہوتی، پھر شباب کے ساتھ جنون شروع ہوتا ہے۔ جو تیس برس
کی عمر تک بڑھتا ہی رہتا ہے اور اترتے اترتے بھی چالیس سال تک رہتا ہے۔ اب یہیں سے تکمیل
عقل انسانی کا زمانہ شروع ہوتا ہے۔ اور اسی لئے مشہور ہے کہ پیغمبری یا نبوت کا اعلان اکثر اس عمر کے
پہلے بہت کم ہوا ہے۔ چالیس برس سے کم عمر والے خوب سمجھ نہیں سکتے، کہ میں کیا کہتا ہوں لیکن
چالیس برس سے زائد عمر والے یہ سمجھ سکتے ہیں۔ میرا سوال ہر انسان سے ہے کہ اُسے دنیا میں کیا کرنا
چاہیئے۔ ہندو اور مسلمانوں میں بہت سے زر پرست ایسے ہیں جو اکتساب زر کو نتیجہ زندگانی سمجھتے
ہیں، یہ جانتے ہیں کہ زر کتنا ہی جمع ہو ایک دن اسے چھوڑنا ہے اور زر کے بڑھنے سے کھانے کی خواہش
اور پینے کی خواہش بھی گھٹتی ہے اور زردار اور بے زر اپنے پیٹ اور تن پر برابر ہی خرچ کرتا ہے،
اور دوسروں کے لئے جمع کرنا نہایت بے دانشی ہے۔ لیکن زر کے حریص مرتے دم تک زر ہی کی دھن
میں لگے رہتے ہیں، زمین کے خواہشمند زمیندار ہوں یا بادشاہ تمام عمر "ہل من مزید" کی فکر میں
رہتے ہیں اور آسودہ نہیں ہوتے، اور ذات ستونی کی طرح دنیا اس وقت تک نہیں چھوڑتے۔ کہ دنیا
ان کو خود چھوڑ دے، حریص دنیا کی سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ جس چیز کو خواہ مخواہ دس بیس برس میں چھوڑنا
ہے اس میں کیوں دل لگائے، بعضوں کا خیال شہرت حاصل کرنے کی طرف مائل ہوتا ہے، کوئی چاہتا
ہے، کہ خلائق اس کی گرویدہ ہو کوئی بزور حکومت مخلوق خدا کو اپنے زیر اثر پاکر خوش ہوتا ہے اور
کوئی اسی پر نازاں ہے کہ حاکم وقت نے نہایت کشادہ پیشانی سے اس کا سلام قبول کیا، غور کیجئے
کہ یہ خوشیاں بے سروپا ہیں، اگر لوگوں نے ہمارا ادب کیا، ہمارا خوف کیا، یا حاکم وقت نے
ہماری قدر کی تو ان باتوں میں کیا رکھا ہے؟ نہ پیٹ بھرا نہ منہ میٹھا ہوا، خیالی مضمون رہا۔ ہم
بجائے خود اپنے کو بادشاہ سمجھ لیں، تمام دنیا کو اپنا مطیع سمجھیں اور سب کو زیر حکم سمجھ لیں۔ تو اس
میں زیادہ راحت ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ لوگ ہمارا ادب کریں، ڈریں یا ہماری قدر کریں، مانا

سب میں ایک قید یا بندی ہے، جب پابندی ہے تو آزادی نہیں ہے، کتا زنجیر میں بندھا ہوا مہتر کے ہاتھ میں ہے، لوگ سمجھتے ہیں کہ مہتر نے کتے کو پکڑ رکھا ہے، لیکن کتا حیوان ہے اس کو کچھ فکر نہیں کیونکہ اس کے پاس مادۂ فکر نہیں، مہتر البتہ بدتر حالت میں ہے کہ عقل انسانی رکھ کر کتے کے بس میں ہے، ہر قدم پر کتا اچھلتا ہے اور مہتر کے بازو کو ہلاتا ہے اور مہتر اس کے اشارہ پر ناچتا ہوا جاتا ہے، یہی حالت مرغ رشتہ بر پاکی ہے، لوگ سمجھتے ہیں کہ چڑیا دھاگے میں بندھی ہوئی ہے اور فی الواقع ایک مشتِ پر نے ۵ ہاتھ کے جوان ۲ من وزنی حیوان ناطق کو اندھی بیل کی طرح اپنے قبضہ میں کر رکھا ہے، طائر رشتہ بر پا نہیں ہے بلکہ رشتہ گویا پالنے والے کی ناک میں نکیل ہے، بنیا بنا بڑا زمیندار یا بادشاہ بنا بڑا سپاہی یا حاکم بنا سب میں ایک نہ ایک عیب کے پہلو موجود ہیں، تو پھر مشکل ہے یہ کہنا کہ چالیس برس کے بعد انسان کو کیا کرنا چاہیئے، دُنیا دَلدَل ہے، جتنا بھی اس میں زور مارے دھنستا ہوا چلا جائیگا، اور جب حباب کھڑا رہے، جب بھی چھٹکارا نہیں لوگ کہتے ہیں، کہ قومی ترقی کرو، اسباب ترقی پر غور کرو، ذاتی اور قومی نمود حاصل کرو، یہ کرو، وہ کرو، حالانکہ کوئی یہ نہیں سوچتا کہ جسے چھوڑنا ہے، اُسے آراستہ کیوں کرے، اسی پردۂ غفلت کا نام دُنیا ہے، دنیا میں خوشی سب ہی چاہتے ہیں، لیکن یہ نہیں سوچتے کہ خوشی کس طرح حاصل ہوگی، ہاں کسی اہل دل سے ملئے تو تشفی بخش جواب مل سکتا ہے، کہ تسلی خاطر اور مسرت جاودانی ذکر الہٰی میں ہے، مجھ سگِ دنیا کے لئے یہ مضمون لکھنا مناسب نہیں ہے، لیکن

ما نکردیم شما حذر بکنید

(علامہ، ابوالفضل محمد احسان اللہ صاحب، عباسی)

غزل

میرے پیچھے یہ گردش یوں پڑی ہے
کہ نت آفت نئی سر پر کھڑی ہے

ترے ہوتے ہو فکرِ آرزو کیا
تو خود نعمت مجھے سب سے بڑی ہے

نظر رحمت کی ہو اُس پر ندامت
سرِ مژگاں جو موتی کی لڑی ہے

جفا پیشہ ہیں مانندِ فلک وہ
مری قسمت کہاں جا کر لڑی ہے

انہیں سے میں طلب کرتا ہوں انکو
غرض کیا اور سی مجھ کو پڑی ہے

جسے یکساں ایاز و غزنوی ہیں
وہ زنجیرِ محبت کی کڑی ہے

رہِ الفت کو میں آساں سمجھا
مگر ثابت ہوا منزل کڑی ہے

سدا کرتے رہیں خونِ تمنا
عنایت اِک یہی انکی بڑی ہے

گلِ رعنا نہ ہو مغرور صورت
کمر بستہ خزاں سر پر کھڑی ہے

مِرے دل کو ہے غم ابرِ بہاری
کہ رونق اس سے سینے میں بڑی ہے

خدا جوئی بھی اور عشقِ بتاں بھی
تو اے شاکر مگر کوئی سڑی ہے

شاکر صدیقی

"سیواجی" ایک ہندو کی نظر میں

(مسٹراے کے سوریہ، بی اے، ایل ایل بی، وکیل بمبئی کے مضمون سے ماخوذ)

ہندو آج ۲۰ مئی کو سیواجی کی سہ صد سالہ برسی منا رہے ہیں، حکومت بمبئی نے اس دن عام تعطیل بھی کر دی، لیکن صرف مرہٹوں نے اس جشنِ مسرت میں سرگرمی سے حصہ لیا۔ ... ... عام آبادی شریک جشن نہ ہوئی، اور انتہا پسند ہندوؤں کی یہ آرزو پوری ہونے پائی، کہ سیواجی کی برسی ہندوؤں کا ایک مذہبی تیوہار ہو جائے، یہ تقریب سنگھٹن اور سنگھٹن والوں کی ایک مفسدانہ ایجاد ہے، جسے وہ اپنے جارحانہ پراپگنڈا کا آلہ بنانا چاہتے ہیں، یہی لوگ اس نفاق اور فرقہ وارانہ کشمکش کے ذمہ دار ہیں، جس نے اس وقت آتش فساد مشتعل کر رکھی ہے،

تین سو سال گذر چکنے کے بعد آج دفعتہً ہندوؤں کو خیال آتا ہے، کہ سیواجی ایک عظیم الشان انسان تھا جس کے نقش قدم پر جاتی کو چلنا چاہیئے، اس کی ذات سے وہ وہ اوصاف منسوب کئے جاتے ہیں، جو ہرگز اس میں موجود نہ تھے، اور اگر آج وہ زندہ ہوتا۔ تو حیران و ششدر رہ جاتا۔ کہ میں کیا تھا، اور ان لوگوں نے مجھے کیا بنا دیا،

سیواجی کو جو ہندو اتنی عزت دے رہے ہیں، تو اس کی وجہ بجز اس کے اور کچھ نہیں، کہ وہ سخت متعصب اور مذہب اسلام کا شدید دشمن تھا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ بہت بڑا ماہر سیاست تھا، مگر اس کی ملکی سیاست اس کے مذہبی تعصب سے دبی ہوئی ہے، باور نہ آئے تو وہ خطوط پڑھ لو، جو سیواجی نے راجہ جے سنگھ والئے جے پور کے نام بھیجے تھے، ان کا تھوڑا سا اقتباس پیش کیا جاتا ہے،

"میری تلوار مسلمانوں کے خون کی پیاسی ہے، افسوس صد ہزار افسوس! کہ یہ تلوار مجھے ایک اور ہی مہم کے لئے میان سے نکالنی پڑی، اسے مسلمانوں کے سر پر بجلی بن کر گرنا چاہیئے تھا۔ جن کا نہ کوئی مذہب ہے اور نہ جنہیں انصاف کرنا آتا ہے..... میری بادلوں کی طرح گرجنے والی فوجیں مسلمانوں پر تلواروں کا وہ خونی مینہ برسائینگی کہ دکن کے ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک سارے مسلمان اس سیلاب خون میں بہ جائینگے، اور ایک مسلمان کا نشان بھی باقی نہ رہیگا۔"

سیواجی کے یہ الفاظ اسے اپنے اصلی رنگ میں ظاہر کر رہے ہیں، وہ اسلام کو مٹا کر اس ملک کا عام مذہب ہندو دھرم بنانا چاہتا تھا۔ اس کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد یہی تھا کہ مسلمانوں کو حوالۂ شمشیر و آتش کر کے ہندوستان سے اس کا نام و نشان مٹا دے۔ جو مرتبہ اپنی اس اسلام دشمنی سے سیواجی حاصل کیا وہی پنڈت مالوی، ڈاکٹر مونجی اور لالہ لاجپت رائے کو حاصل ہے، یہ لوگ قوم پرست ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، لیکن رات دن اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ ہندوستان کی اقوام میں منافرت اور کشیدگی پیدا کی جائے،

شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر سے سیواجی کو کوئی نسبت نہیں، سیواجی محض ایک ڈاکو تھا اور اس کی ابتدائی زندگی لوٹ مار میں گذری، اوجِ ترقی پر پہنچ کر بھی اس نے اپنی یہ غارت گرانہ روش نہ چھوڑی، اور اسلامی فوج کی نظر بچا کر اسلامی علاقہ میں برابر ڈاکے ڈالتا رہا۔ شائستہ خاں اور افضل خاں کے ساتھ اس کا بےرحمانہ سلوک اسکی فطرت کی سفاکی کا پتہ دیتا ہے، اپنی اس بےرحمی اور سفاکی پر اسے کبھی ندامت نہ ہوئی، یہ اوصاف ایسے نہیں ہیں جن کے لحاظ سے سیواجی ہندوؤں میں قومی اعزاز کا مستحق ٹھہرے، بخلاف اس کے اورنگ زیب ایک قابل تقلید مسلمان فرمانروا ہے، اور مسلمان بجا طور پر اسے اپنا واجب التعظیم ہیرو کہہ سکتے ہیں، اس کے عہد میں چاروں طرف علم بغاوت بلند تھا۔ لیکن ان ساری مشکلات کا مقابلہ اس نے غیر دانہ تمکنت سے کیا، اور اس کے پائے ثبات میں ذرا لغزش نہ آنے پائی،

ہندو اپنے مذہبی زاویۂ نگاہ سے سیواجی کو اگر ایک بطلِ کبیر تصوّر کرتے ہیں، تو مسلمانوں کے پاس اورنگ زیب کو ایک بطلِ اکبر ماننے کے لئے ان سے بہت زیادہ قوی دلائل موجود ہیں،

پس اگر وہ سیواجی کا جلوس نکالنا ہی چاہتے ہیں، تو اس کو بین الاقوامی رنگ دینے سے پرہیز کریں بلکہ خاص اپنے ہی ہمخیالوں تک محدود رکھیں، ورنہ مسلمان اورنگزیب اور دوسرے مشاہیر اسلام کے جلوس نکالینگے، پھر کیا ان کا یہ مطالبہ حق بجانب ہوگا، کہ انکی ایسی کسی تقریب کی تاریخ بھی عام تعطیلوں میں شمار ہو، اس لئے سیواجی کی سہ صد سالہ برسی کا دن کبھی عام تعطیل قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کے تعلقات پہلے ہی کچھ کم کشیدہ نہیں ہیں اور یہ کشیدگی اس قسم کی تعطیلوں اور جشنوں سے کبھی دور نہیں ہوگی،

بعض غیر ہندوؤں نے سیواجی کی شان میں چند دن ہوئے جو قصائد تصنیف کئے تھے، انکی تصنع اور نمائش پر ہنسی آتی ہے، اس قصیدہ نگاری سے ان بزرگواروں کا مقصد بجز اس

کے اور کچھ نہ تھا۔ کہ ہندوؤں میں تھوڑی دیر کے لئے واہ واہ ہو جائے، (مسلم راجپوت)

نوحہ مشعر بر تاریخ وفات

فرزند جناب صاحبزادہ صاحب میاں فیاز محمد خاں برکی سداخیل سجادہ نشین دربار قادریہ عالیہ فاضلیہ بستی غزان شہر جالندھر، واقعہ در شب یکشنبہ بوقت ۴ بجے صبح باندرونِ صدر ہسپتال بمورخہ ۲۷، فروری سنہ ۱۹۲۷ء مطابق ۲۴ شعبان سنہ ۱۳۴۵ھ و ۱۶ پھاگن سمت ۱۹۸۳ بکرم در عمر ۳۴ سالہ از مرض اخراج خون بدن کلیتہً، کہ بقیہ مرض دو سالہ ذبلِ جگر بود، قاضی شاہ ولی کنوزی پلیڈر نکودر،

بر سرِ بیکار گردش می نماید آسماں — جامہ نیلی در برش امروز کردہ کج رواں

خوں جاری از دو چشمِ آفتاب و ماہتاب — سرخ رنگ و لرزہ بر تن دم بخود بس کہکشاں

خنیا گر خاموش یکدم ہم عطارد سرنگوں — زحل جنباں پے بہ پے پُر از نحوست بیدلاں

رفتہ راحت رنج و وحشت میدمد بس حلقہ زن — وا چہ قہرِ حق بہ مایاں نازل اندر ایں زماں

بارشے از قہرِ غضبش در گرفتہ عالمے، — برق شد بر خرمنم آہ سوزاں رختِ جاں

ہائے طوفاں از مصیبت در گرفتہ شور حشر — شد موثر بر جوان و پیر یکساں بیگماں

خاک بر سر ہر تنفس خون بر سر خاک پاک — وا دریغا ایں قیامت حشر محشر در جہاں

آفتاب از غرب آمد بسکہ گوئی در طلوع — بس زمانہ دار و گیر یوم دیں شد ہم عیاں

شور و غوغا بر فلک اندریں عالم بہم — بر کلان و خورد گریاں مرد و زن بس تفتہ جاں

خاک بر سر در کشیدہ زیں مصائب ہر بشر — رو نقے پژمردہ شد در باغِ عالم بس خزاں

آسماں خود خوں چکاں شد بر زمینِ لالہ زار — زالِ دنیا نوحہ آور با پریشاں گیسواں

آنکہ گل سر سبد بودہ نزد مایاں مایہ ناز — در ربودہ وائے حسرت وا دریغا آسماں

بشنو از من چیست صدمہ ناگہانی بر بلا — ہاں کہ رفتہ زیب مسند قادری خانداں

یادگارِ خواجہ صاحب پیرِ پیراں قادری — نونہالِ باغِ احمد رفتہ امروز از جہاں

شکل و صورت قد و قامت حسن و خوبی دلپذیر — ہمچو صورت نیک سیرت تکیہ گاہِ بیکساں

نور پورِ قطب آحمد جگر پارہ اسش نیاز ‌ ‌ از دو سالہ مرضِ دنبال جگر خوردہ انجوان

بابر کی نسل نسبت ہم سدا خیلی اصل ‌ ‌ بس فقیر و ہم امیر و ہم رئیسِ جاوداں

خورد سالہ دو پسر بگذاشت از خود یادگار ‌ ‌ یک نثار و دیگرے ریاض احمد جانِ جاں

عمر وے درسی چہار است عین وقت پر شباب ‌ ‌ بست و چہارم ماہِ ہشتم سال ہجری ہم بداں

یک ہزار سہ صد و ہم چہل و پنج ہجری مگر ‌ ‌ در شب یکشنبہ از من زیست بکسی خستہ جاں

درد و دل کے باز گردد از وفات ایں جواں ‌ ‌ درد مندان درد دانند ہمچنیں و آنچناں

فاضیا خاموش برگو سال عیسیٰ ماہِ دوم ،

بست ہفتم روز برما کم کہ آمد آف گراں

تو پوری مصرعہ سے تاریخ ۱۹۲۷ء برآمد ہوتی ہے ، شاہ ولی ،

مسالمتِ عثمانی

غیر مسلم رعایا سے شہریارِ دکن کی رواداری

(گذشتہ سے پیوستہ)

تعداد غیر مسلم معمولداران مذہبی حیدرآباد ، دکن ،

معمول سے مراد وہ عطا نقدی ہے ، جو ایک رقم معینہ میں معمولاً ایک وقت خاص میں ادا ہوتی ہے جیسے معمول سہرہ وغیرہ ، اس کیلئے بھی معطی کے مقتدر ہونے اور وجوہ سند کی شرط ہے ،

تعداد معمولداران .. .. .. ۱۵ ، رقم سالانہ ، چار ہزار ایکسو ستتر روپے

تعداد غیر مسلم معمولداران سالانہ حیدرآباد ، دکن ،

تعداد .. .. ۳ ، رقم ۷۶۶ روپے ۱۴ آنہ ۶ پائی

تعداد غیر مسلم معمولداران جوماہا ، حیدرآباد ، دکن ،

تعداد .. .. ۲ ، رقم ۲۰ روپے ایک آنہ ۹ پائی

تعداد غیر مسلم تنخواہ داران خاص مذہبی ، حیدرآباد ، دکن ،

ماہوار خاص ، جس کے معاوضہ میں کسی خدمت کا انجام دینا مشروط نہ ہو ،

تعداد .. .. .. ۲ ، رقم ۷۵ روپے ماہانہ ،

عطیہ سلطنت آصفیہ بہ امرائے غیر مسلم

تعداد مواضعات ۴۸۵ ، مربع میل ۵۲۴۴ ، رقم آمدنی سالانہ ۱۶۶۰۸۶۰ روپے

عطیہ سلطنت آصفیہ بہ مستانات

تعداد مواضعات ۸۱۲ ، مزرعہ جات ۶۰ ، مربع میل ۱۳۵۲۱ بیگہ ۲۵۹۰ ، بام ۵ ، محاصل ۲۴۷۴۵۲۴ روپے ،

غیر مسلم گزیٹڈ عہدیدار

تعداد ۲۹۹ ، ماہوار ۱۵۵۵۸۷ روپے ، مختلف الاؤنس ۷۰۲۳ روپے ماہانہ ،

غیر مسلم خطاب یافتگان

راجہ راجایاں مہاراجہ بہادر (۱) ، راجۂ راجایان بہادر (۱) ، بجری بلونت مہابہادر (۱) جیونت بہادر (۱) ونت بہادر (۴) راجہ بہادر (۱۷) راجہ (۲) ملک (۱) رانی (۱) جملہ ۳۱

تعداد غیر مسلم جاگیرداران ممالک محروسہ سرکار عالی

جاگیر سے وہ موضع مراد ہے جسکو ایک معطی مقتدر نے سند کے ذریعہ سے معطی الیہ کو عطا کیا ہو خواہ وہ عطا مشروط بشرط خدمت ہو ، یا بلا شرط خدمت البطور خیرات یا مدد معاش یا کسی کار گذاری کے صلہ میں

نام تعلقہ	تعداد موضع	رقم محاصل سالانہ
میزان تعلقہ اورنگ آباد	۴۷	۳۴۳۸۵۸ ۱۱ روپے ۲ پائے
″ ″ پربھنی	۲۴	۶۴۴۷۶۵ ″ ۱۱ر۸ ″
″ ″ ناندیر	۹۲	۱۷۲۵۲۹ ″ ۱۴ ″ ۱ر۱۱
″ ″ میدک	۸۲	۷۹۳۰۱ ″ ″ ۰ر۲ ″
″ ″ نظام آباد	۲۶½	۱۷۷۸۸۹ ″ ۱۳ر۶ ″
″ ″ نلگنڈہ	۶۰	۱۴۹۸۸۷ ″ ۸ر۱۱ ″
″ ″ محبوب نگر	۱۵۰	۲۱۴۶۰۷ ″ ۱ر۹ ″
″ گلبرگہ	۷۱	۱۴۵۹۴۴ ″ ۱۱ر
″ رائچور	۳۰۲	۴۰۱۱۰۷ ″ ۱ر۱۰½
″ عثمان آباد	۴۴	۶۷۳۷۹ ″
″ بیدر	۵۳	۱۰۹۶۷۱ ″ ۹ر۱½
″ ورنگل	۹۵	۷۷۹۰۲ ″ ۱۰ر
کریم نگر	۷۰	۱۵۸۹۰۵ ″ ۱۴ آ ۳
عادل آباد	۷۸	۴۴۱۵۰ ″ ۶ر
صد میزان	۱۳۱۵½	۲۰۹۶۹۳۶ ″ ۳ر½

تعداد غیر مسلم منصبداران علاقہ صرفخاص مبارک

یافت سالانہ	تعداد
جنکی یافت سالانہ ۲۵۰ روپے تک ہے	۵
″ ″ ″ ۳۰۰ ″ ″	۶
″ ″ ″ ۴۰۰ ″ ″	۸
″ ″ ″ ۵۰۰ ″ ″	۱۱
″ ″ ″ ۶۰۰ ″ ″	۶
″ ″ ″ ۹۰۰ ″ ″	۶
″ ″ ″ ۱۲۰۰	۵
″ ″ ″ ۱۲۰۰ سے زائد ہے	۴
جملہ	۵۱

متفرقات

انجمن قریشیان پنجاب

انجمن قریشیان پنجاب (گوجرانوالہ) نے اپنے اجلاس خصوصی منعقدہ ۵ جون ۱۹۲۷ء میں جو بزیر صدارت مولانا عبدالحق صاحب علوی ایم اے ایل ایل بی وکیل منعقد ہوا ، حسب ذیل رزولیشن پاس کئے ،

(۱) انجمن قریشیان پنجاب (گوجرانوالہ) کا یہ غیر معمولی جلسہ ان اخبارات کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتا ہے جو گمراہ کن اور تشویش انگیز بیانات کی اشاعت سے ہیجان و اضطراب پیدا کرنے کا موجب ہوتے اور اعلیحضرت محی الملت والدین سلطان العلوم ہز اگزالٹڈ ہائی نس فرمانفرمائے دکن ادام اللہ سلطنتہ وحشمتہ کے متعلق غلط افواہیں پھیلا کر مسلمانان ہند کے دلوں کو مجروح کرنے کا ناپاک فرض انجام دیتے ہیں ، محرک مولانا محمد علی صاحب رونق صدیقی (مدیر القریش امرتسر) سینئر وائس پریذیڈنٹ انجمن قریشیان پنجاب ، موید قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی (ریٹائرڈ مستوفی) آنریری جنرل سکرٹری انجمن قریشیان پنجاب ،

(۲) انجمن کا یہ غیر معمولی اجلاس گورنمنٹ ہند کی اس نیکدلی کا جو اس نے اعلیحضرت حضور نظام خلد اللہ ملکہ والئے دکن کے خلاف بیانات کی تردید میں ظاہر فرمائی ہے دلی شکریہ ادا کرتا ہوا پرزور استدعا کرتا ہے ، کہ گورنمنٹ عالیہ اپنے "یار وفادار" کے معاملہ پر ایک مشرح و جامع اعلان کے ذریعے روشنی ڈال کر گمراہ کن اور غلط بیانات کی اشاعت کا سد باب کرتی ہوئی مسلمانان ہند کو سپاس گذاری کا موقع دے ، محرک ، قاضی مظفر حسین صاحب فاروقی (ریڈر ،) آڈیٹر انجمن قریشیان پنجاب موید ، شیخ پیر محمد صاحب فاروقی (ضلعدار نہر) جونیئر وائس پریذیڈنٹ " " "

(۳) انجمن کا یہ جلسہ تجویز کرتا ہے ، کہ کارروائی کی نقول بغرض اشاعت اخبارات میں بھجوائی جائیں محرک ، ماسٹر محمد شاہ صاحب فاروقی (انگلش ماسٹر) فنانشل سکرٹری انجمن قریشیان پنجاب موید ، مولانا غلام غوث صاحب صدیقی پنشنر ، نائب ناظم " " "

گوجرانوالہ ، ۶ جون ۱۹۲۷ء آنریری جنرل سکرٹری

شاہانہ نوازشیں

حکومت ابد مدت حیدرآباد مستحق طلبا اور سرکاری ملازموں کو قرضے عطا فرما رہی ہے ۔ تاکہ وہ

ممالک غیر میں جاکر علوم و فنون کی تعلیم حاصل کریں، اس سال مسٹر اکبر علی بی اے ایل ٹی چیف اسسٹنٹ پروفیسر عثمانیہ یونیورسٹی کو دیوانی قانون کی ڈگری حاصل کرنے کے لئے آٹھ ہزار روپے بطور قرض عطا ہوئے ہیں، مسٹر ڈی آر نرکی ڈی ایس اسسٹنٹ کالج جاگیرداران کو سائنس کی اعلیٰ تعلیم پانے کے لئے ساڑھے نو ہزار روپے قرض ملے، مسٹر امام الدین ملازم دفتر پوسٹ ماسٹر جنرل کو سول انجنیرنگ کی تعلیم کے لئے دس ہزار، مسٹر رشید احمد اگزکٹو انجنیر اورنگ آباد کے مختلف طلبا کو سول انجنیرنگ کی تعلیم کے لئے ساڑھے چار ہزار، نواب فخر یار جنگ بہادر کے فرزند کو سول انجنیرنگ کی تعلیم کے لئے ساڑھے چار ہزار، اور بہرام الدولہ کے فرزند کو جو آجکل انگلستان میں زیر تعلیم ہیں تکمیل تعلیم کے لئے ساڑھے سات ہزار روپے بطور قرض حسنہ عطا ہوئے ہیں،

کیا اور ریاست بھی اس قدر علم دوستی اور معارف پروری کا ثبوت دے رہی ہے، اور کیا ایک ایسے تاجدار پر جو اس راہ میں اس طرح زر و سیم لٹا رہا ہو، یہ الزام لگایا جا سکتا ہے۔ کہ اس کی حکومت بدنظمی کا مرقع ہے،

دھلی کی مشہور خوشنویس خاتون محترمہ فاطمۃ الکبریٰ کو تیس روپے ماہوار کا منصب تاحیات عطا فرمایا ہے

پندرہ لاکھ روپیہ کی رقم ڈیرہ دون کے ایک پبلک سکول کو عطا کی ہے، اور پندرہ ہزار ماہوار کا عطیہ دہلی چیمبر آف پرنسز کے اخراجات کے لئے منظور فرمایا ہے،

کرم و عطا کی یہ عدیم النظیر مثالیں کسی دوسری ریاست میں بھی پائی جاتی ہیں، ہرگز نہیں،

شریعت سے روگردانی کے نتائج

حرص و آز اور طمع و لالچ نے مسلمانوں کو شریعت اور احکام شریعت سے بالکل بیگانہ کر رکھا ہے روپیہ پیسہ ایسی چیز نے بھائیوں کو غاصب اور بہنوں کو محروم وراثت ہی نہیں بلکہ بھائیوں کی نگاہ میں انہیں اس قدر حقیر و ذلیل کر رکھا ہے۔ کہ بیچاریوں کو اپنے باپ کے برتن میں پانی تک پینا نصیب نہیں، وائے بر حال ما،

امرتسر میں وراثت کا ایک مقدمہ چل رہا ہے جس میں ایک مسلمان خاتون مدعیہ ہے اور شریعت کے مطابق ترکہ تقسیم کرانا چاہتی ہے، اس کے بھائی مدعا علیہم ہیں۔ جن میں اکثر رواج کے مطابق تقسیم جائداد کرنا چاہتے ہیں، مدعیہ کے گواہ پیش ہو چکے ہیں، اور مدعا علیہم

کے گواہ ۹ جولائی کو پیش ہونگے،

بہنوں کو بھائیوں سے بڑی محبت ہوتی ہے اور ان پر اپنی جان تک نثار کرنے پر آمادہ ہوجاتی ہیں، مگر شریعت پر رواج کی ترجیح نے ان کو بھی بھائیوں کے خلاف کردیا۔ اور آج ایک مسلمان خاتون اپنے بھائیوں کے خلاف عدالت میں چارہ جوئی کرنے پر مجبور ہوئی ہے، مسلمانوں کو شرم کرنی چاہیئے، کہ ان کی خلافِ شریعت حرکات اور رواج دوستی نے بہنوں کو بھائیوں کے خلاف عدالت کا دروازہ کھٹکانے پر مجبور کیا ہے،

رسالہ "ورتمان" میں حضرت رسول مقبول صلعم، کی شان میں نہایت گستاخانہ تحریر شائع ہوئی ہے، اس کے خلاف اظہار ناراضی کرنیکے لئے مسلمانان امرتسر کا عظیم الشان جلسہ شیخ صادق حسن صاحب بیرسٹر صدر انجمن اسلامیہ کی صدارت میں منعقد ہوا، جلسہ نے اس قسم کی تحریروں کو دفعہ ۱۵۳ الف کے غیر صحیح استعمال کا براہ راست نتیجہ قرار دیا جو پنجاب ہائیکورٹ نے روا رکھا ہے، متعدد مقرروں نے گورنمنٹ کو ان خطرات عظیم کیطرف توجہ دلائی، جو ایسی تحریروں میں مضمر ہیں، اور ہندوؤں کے سمجھدار طبقہ کو تاکید کی کہ وہ اس قسم کے پراپیگنڈے کا جو ہولناک نتائج کا موجب ہوسکتا ہے، رد کردیں،

"ورتمان" کا ایڈیٹر زیر احکام پنجاب گورنمنٹ گرفتار ہوچکا ہے، غالباً مقدمہ بھی چلایا جائیگا۔

مسلم پریس ایسوسی ایشن امرتسر کے رزولیوشن

(۱) مسلم پریس ایسوسی ایشن امرتسر کا یہ جلسہ رسالہ "ورتمان" مطبوعہ ۱۵ مئی ۱۹۲۷ء کے مضمون "سیر دوزخ" کو جو اس نے نہایت دیدہ دلیری سے مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنے کے لئے شائع کیا ہے نفرت و حقارت سے دیکھتا ہوا اسکو "رنگیلا رسول" کے مقدمہ کے غیر منصفانہ فیصلے کا ایک لازمی نتیجہ قرار دیتا ہے، ملک کے امن و امان کے لئے اسے نہایت خطرناک سمجھتا ہے اور اس امر کا اظہار کرتا ہے کہ جب تک حکومت کیطرف سے اس قسم کے مضامین کی موثر طریق پر روک تھام نہ کیجائیگی، ملک کے اندر کسی طرح بھی امن و سکون کی فضا قائم نہیں رہ سکتی،

"حمایت اسلام" لاہور کا عید نمبر چالیس صفحات پر شاندار صورت میں شائع ہوا ہے۔ مضامین عجیب مفید اور قابلقدر ہیں۔ قیمت فی پرچہ ۲ ر ا، ملاحظہ دوست احباب ضرور پڑھیں،

تذکرۂ برادری

فدائے قوم، جاں نثارِ میگزین خریدار نمبر ۳۴۳۶ کی توجہات خصوصی امتنان و تشکر کے دائرہ سے اس قدر وسعت پذیر ہو رہی ہیں، کہ آپکی قدر دانیوں کی سپاس گذاری کیلئے ہمیں موزوں الفاظ نہیں ملتے، مئی کے آخری عشرہ میں اپریل اور مئی دو ماہ کا چندہ (پانچ روپے ماہوار کے حساب سے) دس روپے ارسال فرماتے ہوئے دس روپے کی رقم علی الحساب امداداً ارسال فرمائی، گویا بیس کا منی آرڈر موصول ہوا، آپکے قومی احساس درد کا یہ عالم ہے کہ قومی ضروریات کے سامنے ذاتی ضروریات ہیچ ہیں، خدائے برتر و اکبر جزائے خیر دے، کاش دیگر احباب کی اشاعت ہی کے مسئلہ کیجانب توجہ فرمالیتے، القریش کی تعداد اشاعت ایکہزار تک پہنچا دینا ہمت و کوشش کے سامنے کوئی بڑی بات نہیں، ع

ہمت کرے انساں تو کیا ہو نہیں سکتا

القریش کے قدیم معاون و کرم فرما قاضی عبد العزیز صاحب بٹالوی کی والدہ محترمہ چند روز علیل رہکر آواخر مئی میں انتقال کر گئیں، انا للّٰہ و انا الیہ راجعون، دعا ہے کہ خدائے تبارک تعالےٰ مرحومہ کو جنت فردوس عطا کرے، اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے، آمین!

مولانا قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی کے برادر زادہ قاضی خورشید عالم فاروقی امتحان انٹرنس میں کامیاب ہوئے، قاضی صاحب کو بھتیجہ کی کامیابی کی مبارک ہو،

جن احباب نے القریش کی اعانت قبول فرمائی، ان کے اسمائے گرامی بشکریہ درج ذیل ہیں۔ ایک سہ ماہی میں نو خریداران کا اضافہ نہایت حوصلہ شکن ہے، اصلاحی امور سے دلچسپی رکھنے والے احباب کب متوجہ ہونگے،

(۱) میاں دین محمد صاحب صدر میونسپلٹی گوجرانوالہ (۲) خان بہادر میاں محمد حیات صاحب ایم، ایل، سی (۳) منشی عبد الغنی صاحب محرر پولیس، (۴) قاضی محمد یوسف صاحب فاروقی ناظر چیف کمشنر، (۵) میاں عبد الغفور عبد الرحمن صاحبان (۶) معتمد صاحب انجمن اتحادی (۷) مولوی عبد القدیر صاحب سوداگر،

(۸) جناب [illegible] صاحب [illegible] (۹) جناب [illegible]

القریش کی مدد آپ کن طریقوں سے کر سکتے ہیں؟

جو حضرات القریش کو عزیز رکھتے ہیں اور اس کی ترقی کے خواہاں ہیں، ہم ان کے سامنے وہ وسائل و ذرائع پیش کرتے ہیں، جن سے زندہ اور مہذب قومیں اپنے قومی اخبارات و رسائل کی امداد و اعانت کرتی ہیں،

۱ رسالہ خود خرید کر،
۲ اعزا و احباب اور متوسلین کو خریدار بنا کر،
۳ برادری میں پرچوں کو تقسیم کرا کر،
۴ غیر مستطیع اصحاب کے نام رسالہ جاری کرا کر،
۵ قوم کے مشہور و معروف اور ذی علم مضمون نگاروں کو القریش کے لئے مضامین لکھنے پر آمادہ کر کے،
۶ انگریزی، عربی، اور فارسی کی ایسی کتابیں رسالہ کے لئے مہیا کر کے جن کے تراجم کی اشاعت فی زمانہ مسلمانوں کے لئے دینی و دنیاوی نقطۂ نظر سے کچھ مفید ہو
۷ رسالہ کے صوری و معنوی نقائص کی اصلاح کے متعلق مشورہ دیکر،
۸ قوم کے معززین اور علم دوست حضرات کے مکمل پتے بھجوا کر،
۹ تذکرہ برادری سے متعلق مضامین اور خبریں بھجوا کر،

اور نیز

اسی قسم کے دیگر وسائل اختیار فرما کر

نیازمند

منیجر

قواعد

۱ الفیرس ہر انگریزی مہینے کی ۱۶ تاریخ کو باحتیاط تمام پوسٹ کیا جاتا ہے، لہٰذا ۲۵ تاریخ تک اگر کسی صاحب کو موصول نہ ہو تو وہ آئندہ مہینے کی پہلی تاریخ تک دفتر سے مکرر طلب کر سکتے ہیں، اس کے بعد پرچہ نہ ملنے کی شکایت نہ سنی جائیگی،

۲ نقل مکانی کی وجہ سے جن احباب کا ایڈریس تبدیل ہو جائے، ان کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے جدید پتہ سے دفتر کو مطلع کر کے اپنے ایڈریس کی صحت کرالیں، ورنہ عدم رسی رسالہ کا دفتر ذمہ دار نہ ہوگا،

۳ جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیئے، ورنہ جواب نہ دیا جائیگا

۴ بیرنگ خطوط وصول نہ کئے جائیں گے،

۵ ناقابل اشاعت مضامین واپس نہ کئے جائیں گے،

۶ ہر قسم کی خط و کتابت میں "خریداری نمبر" کا حوالہ دینا ضروری ہے،

۷ نمونہ ملاحظہ کرنیوالے حضرات اگر منشائے خریداری یا عدم خریداری سے مطلع نہ کریں گے، تو دوسری اشاعت کا پرچہ انکی خدمت میں وی پی بھیجا جائیگا جس کا وصول کرنا ان کا قومی اخلاقی فرض ہوگا،

۸ طلباء بشرط تصدیق سالانہ قیمت میں آٹھ آنہ کی رعائت لے سکتے ہیں قیمت بذریعہ منی آرڈر بھیجنی ہوگی،

منیجر

آفتاب برقی پریس امرتسر میں باہتمام مولوی محمد عبد اللہ منہاس پرنٹر چھپا اور محمد علی صاحب رونق پبلشر نے رونق منزل امرتسر سے شائع کیا۔

بابتہ ماہِ جولائی سنہ ۱۹۲۷ء — جلد ۱۳ نمبر ۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسالہ القریش امرتسر

شذرات

اللہ تبارک تعالےٰ کے فضل و کرم کے بھروسہ پر ہم ایک اہم ترین قومی و ملی خدمت میں مصروف ہیں اس مصروفیت میں اپنے رسالہ کو پوری حجم اور اپنی شان میں نکالنے کیلئے ہم وقت نہیں پاسکے ، چونکہ عنقریب ہم اپنی کارگذاری اور شبانہ روز کی محنت و کاوش کو عملی صورت میں ناظرین کرام مسلمانانِ عالم اور حکمران طبقہ کی مقتدر جماعت کے سامنے پیش کرنیوالے ہیں ، بنا بریں ہم اپنے وقت کی قدر کرتے ہوئے اس کی توضیح و تشریح میں نہیں جانا چاہتے ، ناظرین کرام شوق و ذوق کے ساتھ انتظار کریں ، اور چند صفحات پر جو دررِ حقیقت .... ان کی اطلاع کے لئے شائع کئے جاتے ہیں ملاحظہ کریں ، ہمیں کامل یقین ہے کہ اس اہم ملی خدمت کے شہود و ظہور پر احباب ہماری مصروفیت کا اندازہ اور کارگذاری کی ضرورت و اہمیت کا موازنہ کرلیں گے ، دعا فرمائیں کہ خدائے برتر و اکبر ہماری مدد فرمائے ،

القریش نے گذشتہ بارہ سال میں بیش قیمت مضامین کی اعلیٰ کاغذ پر عمدہ کتابت و طباعت کے ساتھ دیدہ زیب صورت میں اشاعت کرکے جو علمی و قومی خدمت انجام دی ہے وہ کسی وضاحت و صراحت کی محتاج نہیں ، یہ امر واقعہ ہے کہ قارئین کرام کا بیشتر حصہ ہماری دماغ سوزی اور محنت و کوفت کا معترف ہے مگر ہم اس زبانی اعتراف و تحسین کو کیا کریں ، جب عملی طور پر ان خدمات کی بجا آوری میں ہمارا ہاتھ نہ بٹایا جائے ، مالی کمزوری کا رونا بارہا رویا گیا کبھی اشاعت کا دکھڑا کئی بار دہرایا گیا . اور بتلایا گیا کہ موجودہ اشاعت اخراجات کی متحمل و کفیل نہیں ہو سکتی ، لہٰذا کم از کم پانچ پانچ خریداروں سے مدد کیجئے مگر افسوس کہ معدودے چند کے سوا کبھی کسی بھائی نے اس ضرورت کو پورا کرنیکی زحمت گوارا نہیں کی ، درانحالیکہ وہ القریش کو اپنی قومی ضرورتوں کے لئے ایک مفید و کارآمد چیز سمجھتے ہیں اور تاجر پیشہ

کا صدمہ انہیں گوارا نہیں ،

ھندو قومی اخبارات کا کیا ذکر ، مسلمان قومی اخبارات بھی کامیاب صورت میں اچھے خاصے منافع کے ساتھ چل رہے ہیں ، افراد قوم قومی اخبار و رسائل کی خریداری اپنا قومی فرض سمجھتے ہیں۔ توسیع اشاعت کے لئے انکی کوششیں جاری وساری رہتی ہیں ، مگر یہاں یہ حال ہے ، کہ اپیل پر اپیل کرنیکے باوصف ضرورت کا احساس نہیں ہوتا۔ ہم اتنے مالدار نہیں ، ہماری آمدنی کے ذرائع اتنے وسیع نہیں کہ دماغی کاوش و محنت کے علاوہ ہزاروں کی تعداد میں چھپوا کر اسے مفت تقسیم کریں ورنہ ہم اس سے بھی دریغ نہ کرتے ،

قوم میں دولت مندوں کی کمی نہیں ، جاگیرداروں اور رئیسوں کی کمی نہیں ، ہاں احساس کی کمی ضرور ہے ، وہ درد نہیں ، وہ تڑپ نہیں ، جو ایک کو ایک ، کثرت کو وحدت اور وحدت کو کثرت کے رنج میں دوچار کیا کرتی ہے ، جس سے قومیں بنتی اور ظلمتکدۂ گمنامی سے ابھرنے میں کامیاب ہوا کرتی ہیں ، امیر غریبوں کے درد میں لوٹنے کی ضرورت نہیں سمجھتے ، وہ اپنے حال میں مست اور یہ اپنے حال پہ شاکر ،

قومی و ملّی تنظیم اور اصلاح امت کا فرض تمام و کمال قریش پر عائد ہوتا ہے ، بالخصوص اب جبکہ امت آشوب حوادث زمن اور شورش فتن کے گوناگوں مصائب میں مبتلا ہے قریش کا پہلا فرض تھا کہ اپنے اہم ترین فرض کو مردانہ وار انجام دیتے مگر آہ ! آج ان سے زیادہ کوئی غافل کوئی بےحس و حرکت اور ساکت و صامت نہ ہوگا۔ امت کی اصلاح وہ کیا کریں گے جنکی اپنی حالت سخت نازک اور قابل رحم ہو ، انکی قومی مجالس بیکسی کی نذر ہو گئیں ، ان کا واحد قومی میگزین بے پرواہی کے ہاتھوں تنگ ہے ، کاش انہیں اپنے فرض کا احساس ہوتا اور کچھ نہیں تو اپنی اندرونی اصلاح کی جانب ہی متوجہ ہوتے ،

ہم پوچھتے ہیں اپنے امرائے عظام سے ، ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں رؤسائے قریش سے ، کہ کیا صدیق اکبرؓ ، فاروق اعظمؓ اور ان سردارانِ قریش کا جن سے تمہیں نسبت ہے اپنی قوم سے یہی برتاؤ تھا جو تمہارا ہے ؟ اسوۂ رسول مقبول (روحی فداہ) صلعم دیکھو اور اپنے گریبان میں منہ ڈالو ،

دولت اترانے کی چیز نہیں، دنیا کی شوکت عظمت ہمیشہ ساتھ نہیں رہیگی، یہ جاہ وجلال کام نہیں آئیگا
پھر کیا وجہ ہے کہ یتیموں، بے ماں باپ بچوں اور کمزور بیانیوں کی تم خبر نہیں لیتے، قومی خادموں سے
ملکر کام کرنہیں نہیں عار، اصلاحی امور سے تمہیں نفرت، آخر یہ نخوت کس کام آئیگی؟ غریبوں اور
مسکینوں سے تمہاری بڑائی رہ سکتی ہے، تمہارا فخر انہی کمزور ہستیوں سے قائم ہے ورنہ کچھ نہیں۔ یہ
مال و دولت تمہارے کسی کام نہ آئیگی، یاد رکھو، کہ

بچو گے نہ تم اور نہ ساتھی تمہارے
اگر ناؤ ڈوبی تو ڈوبینگے سارے

ہم پوچھتے ہیں اپنے ناظرین کرام سے کہ آپ جبکہ "القریش" کو اپنی اور اپنی قومی ضرورتوں کے
لئے مفید سمجھتے ہیں، اس کی جدائی آپ کو گوارا نہیں، تاخیر اشاعت سے آپ کو صدمہ ہوتا ہے۔ تو
پھر کیا وجہ ہے کہ آپ کی اشاعت کے خوفناک بھنور سے اسے نکالنے کی کوشش نہیں کرتے۔ کیا
آپ اتنا بھی نہیں کر سکتے کہ اپنے اپنے حلقۂ اثر سے پانچ پانچ خریدار مہیا کر دیں، تاکہ اس کی آواز دور دراز
قوم کے کانوں تک پہونچے اور کوئی صورت اصلاح حالات کی ہونیکی امید ہو، اگر نہیں، تو

فرمائیے!

کہ کیا القریش بند کر دیا جائے؟ اس بے مائیگی میں تو اس کا جاری رکھنا عنوان تنخواہ کی زیر باری، کوفت
دماغ سوزی اور دیدہ ریزی کے سوا کچھ نہیں، ہمارا خطاب فرداً فرداً ہر ایک ناظر القریش سے ہے
لہٰذا تمام احباب کا فرض ہے کہ وہ بذریعہ ڈاک الگ الگ ہمیں جواب دیکر مشکوری کا موقع دیں،
وباللہ التوفیق!

سرور کائنات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں دریدہ دہن اور شقی القلب ہندوں
کی گستاخیاں! اس کی تشریح کی اب ضرورت نہیں، کتاب "رنگیلا رسول" کے بد باطن مصنف
کی شیطنت اور اس پر عدالت عالیہ کا غیر صحیح فیصلہ کچھ ایسی باتیں نہ تھیں کہ صبر وسکون سے برداشت
کی جاتیں، عالم اسلام درد وکرب میں لوٹنے لگا۔ شورشوں کی آگ سینوں میں جلنے لگی۔ گوشہ
گوشہ ملک سے صدائے احتجاج بلند ہوئی،
مسلم آؤٹ لک کے مالک و مدیر "مستعفی ہو جاؤ" کے عنوان سے ایک نوٹ لکھنے پر قید وجرمانہ کے مستوجب

قرار دیکر زندان میں ڈال دئے گئے، جس سے مسلمانوں کے اضطراب میں گونہ اضافہ ہوگیا۔

امرتسر کے رسالہ "ورتمان" مطبوعہ مئی ۱۹۲۷ء کا مضمون "سیر دوزخ" تازہ زخموں پر نمک پاشی کا موجب ہوکر ہیجان عظیم کا باعث ہوا۔ غم و غصہ کا ایک طوفان بپا ہوگیا۔ رنج و الم کی ایک لہر اٹھی جس نے مسلمانوں کے لئے عرصہ حیات تنگ کر دیا۔ غرض حالات نازک صورت اختیار کرگئے، تو عمال گورنمنٹ نے "ورتمان" کے مقدمہ کے فیصلہ تک انتظار کرنے کا مشورہ دیا۔ اسلام صبر و سکون اور برداشت کی تعلیم دیتا ہے، اس لئے مسلمان بے صبری کے ساتھ "ورتمان" کے مقدمہ کے فیصلہ کے منتظر ہیں، جسکی ۱۵ تاریخ سے عدالت عالیہ لاہور میں سماعت ہورہی ہے۔

تاریخ وفات حضرت گرامی

مولانا میر کرامت اللہ صاحب ان شعرائے زماں میں سے ہیں جن کے کلام بلاغت نظام پر دنیائے ادب بجا فخر کرسکتی ہے، مولانا غلام قادر صاحب گرامی شاعر خاص حضور نظام کی وفات پر آپ نے جس قدر تاریخی قطعات لکھے، ان میں سے ایک کو ایک پر فوقیت اور امتیاز حاصل ہے، القریش کے لئے آپ نے ذیل کا قطعہ عطا فرمایا ہے جو بشکریہ درج کیا جاتا ہے،

ملاحظہ ہو،

چوں گرامی شاعر شاہ دکن | ارجعی بشنید از رب تعال
سال نقلش ہاتف غیبی نوشت | انتقال طوطی شیریں مقال

۱۳ ۵ ۴۵

انجمن قریشیان پنجاب

(گوجرانوالہ)

کارکنان انجمن سرگرم عمل ہیں۔ قومی و اصلاحی امور کے علاوہ ملکی و مذہبی معاملات میں خاصی دلچسپی لی جاتی ہے، ذیل کی کارروائی اخبارات میں شائع ہو چکی، اور ناظرین القریش کی واقفیت کے لیے درج کی جاتی ہے،

۱۸ ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۹ جون ۱۹۲۷ء کو انجمن قریشیان پنجاب کا اجلاس زیر صدارت مولانا عبدالحق صاحب علوی ایم اے، ایل وکیل منعقد ہوا، اور حسب ذیل رزولیوشن پاس ہوئے:

(۱) انجمن قریشیان پنجاب کا یہ جلسہ آنریبل مسٹر جسٹس کنور دلیپ سنگھ جج عدالت عالیہ لاہور کے اس حیرت انگیز فیصلہ پر جو انہوں نے رنگیلا رسول ایسی دل آزار کتاب کے مقدمہ میں صادر کیا ہے انتہائی رنج و اکراہ کا اظہار کرتا ہوا بڑے زور سے اس رائے کا اظہار کرتا ہے کہ اس فیصلہ سے مذہب اسلام کا احترام و تقدس ہندوستان میں محفوظ نہیں رہا۔ ایسی توہین آمیز تصانیف کے انسداد کے لیے اگر جسٹس موصوف کی رائے کے مطابق قانون موجودہ میں کمی ہے تو اس کمی کیطرف فوراً واضعان قانون کی مجالس کو تحریک کرنا اشد ضروری ہے، اور جب تک ایسا قانون نافذ نہ ہو وائسرائے باجلاس کونسل خاص آرڈیننس نافذ فرمائیں،

محرک، قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی ایم بی ایچ ریٹائرڈ مستوفی آنریری جنرل سکرٹری انجمن قریشیان پنجاب،

مؤید، مولانا محمد علی صاحب رونق صدیقی ایڈیٹر القریش امرتسر، سینئر وائس پریزیڈنٹ انجمن قریشیان پنجاب،

(۲) یہ جلسہ کرپان کے ناجائز استعمال اور مسلمانوں کی بے بسی کا احساس کرتا ہوا اپنے تحفظ کے لئے تلوار کی شدید ضرورت محسوس کرتا ہے اور حکومت پنجاب کی مشروط اجازت کو ناکافی خیال کرتا ہوا گورنمنٹ سے پرزور استدعا کرتا ہے۔ کہ اہل اسلام کے لیے تلوار کو اکیٹ اسلحہ کے اثرات سے غیر مشروط طور پر بالکل مستثنیٰ کیا جائے،

محرک ، سید اظہار الحق صاحب عباسی ، منشی فاضل

موید ، میاں عبدالمجید صاحب قریشی پنشنر رسالدار و ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ ،

(۳) یہ جلسہ بالاتفاق تجویز کرتا ہے کہ مسلمانان گوجرانوالہ کے نمائندہ جناب شیخ دین محمد صاحب ایم ، اے ، ایڈوکیٹ ممبر لیجیسلیٹو کونسل پنجاب کی خدمت میں پرزور درخواست کی جائے ، کہ ان رزولیوشنوں کے متعلق پنجاب کونسل کی توجہ جلد تر منعطف کرائیں ، اور ہمارے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے ہمارے حقوق کی حفاظت و نگہداشت کا حق ادا کریں ،

محرک ، قاضی مظفر حسین صاحب فاروقی (ریڈر) آڈیٹر انجمن قریشیان پنجاب

موید ، مولوی غلام غوث صاحب صدیقی پنشنر نائب ناظم ،، ،،

(۴) انجمن کا یہ جلسہ حکومت پنجاب کے اس فعل کو نظر استحسان دیکھتا ہوا ایک حد تک اس پر اظہار اطمینان کرتا ہے ، کہ رسالہ "ورتمان" کی ضبطی کے احکام صادر کئے گئے اور ایڈیٹر ، پرنٹر اور پبلشر کے خلاف کارروائی شروع کیگئی ہے ،

محرک ، ماسٹر محمد شاہ صاحب فاروقی انگلش ماسٹر ، فنانشل سکرٹری انجمن ہذا

موید ، شیخ پیر محمد صاحب قریشی ضلعدار نہر ، جونیئر وائس پریزیڈنٹ

---

۳ جولائی کی کارروائی

(۱) انجمن قریشیان پنجاب کا یہ جلسہ مسلم آوٹ لک کے مدیر و مالک کی اس جرأت ایمانی اور عدیم النظیر سرفروشی کا جو انہوں نے اعلائے کلمۃ الحق اور الفت رسول میں ظاہر کی ہے اعتراف کرتا ہوا ہدیۂ تہنیت و تبریک پیش کرتا ہے ،

محرک ، حکیم محمد حسین صاحب عباسی

موید ، مولانا محمد علی صاحب ترنم صدیقی ایڈیٹر القریش امرتسر ، سکرٹری مسلم پریس ایسوسی ایشن امرتسر ، وائس پریزیڈنٹ انجمن قریشیان پنجاب ،

(۲) یہ جلسہ پرتاپ ، ملاپ ، بندے ماترم اور گروگھنٹال کی اس جارحانہ اور معاندانہ روش کے خلاف جو آئے دن اسلام اور پیغمبر اسلام کی ذات بابرکات کے متعلق ظاہر کر رہے ہیں ، شدید غیض و غضب اور سخت نفرت و حقارت کا اظہار کرتا ہے ،

محرک ، قاضی مظفر حسین صاحب فاروقی ، آڈیٹر انجمن قریشیان پنجاب ،

موئد ، ماسٹر محمد شاہ صاحب فاروقی انگلش ماسٹر ، فنانشل سکریٹری انجمن ہذا ،

(۳) یہ جلسہ مسلم آؤٹ لک ، روزانہ زمیندار ، انقلاب اور اخبار مدینہ کی ان مدافعانہ قابلقدر اسلامی خدمات کو جو وہ مسٹر راج پال جیسے بدزبان اشخاص کی ہرزہ سرائیوں کے جواب میں جناب محمد مصطفی صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت و حرمت کی حفاظت و صیانت کے متعلق ایسے نازک اور صعب ترین وقت میں سرانجام دے رہے ہیں ، بنظر استحسان دیکھتا اور قابل تعریف وتحسین قرار دیتا ہے ،

محرک ، قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی ایم ، بی ای ایچ ریٹائرڈ مستوفی ، وائس پریذیڈنٹ ڈسٹرکٹ مسلم لیگ ، جنرل سکریٹری انجمن قریشیان پنجاب ،

موید ، ڈاکٹر محمد افضل صاحب صدیقی ، سب اسسٹنٹ سرجن ،

سکریٹری

القریش کے ایک نامہ نگار اطلاع دیتے ہیں کہ انجمن قریشیان پنجاب (گوجرانوالہ) کی کوشش سے پنجاب کونسل کے آئیندہ اجلاس میں قریشیوں کے زراعتی حقوق کا مسئلہ پیش ہونے والا ہے ، معاملہ اہم اور نہایت ضروری ہے ، اس لئے انجمن قریشیان پنجاب کی یہ کارگذاری قدر و وقعت کی نظر سے دیکھی جائیگی ،

جن برادران قریش نے ان دنوں انجمن قریشیان پنجاب کی رکنیت قبول فرمائی ، ان کے اسمائے گرامی بشکریہ درج ذیل ہیں ،

(۱) مسٹر عبداللطیف خانصاحب صدیقی ضلعدار نہر ،

(۲) ڈاکٹر محمد افضل صاحب صدیقی سب اسسٹنٹ سرجن

(۳) قاضی عبدالحق صاحب صدیقی ہیڈ کلرک ،

(۴) قاضی غلام مصطفےٰ صاحب فاروقی مدرس ،

انجمن مذکور کا دستورالعمل کتابی سائز پر طبع ہو رہا ہے ، عنقریب احباب تک پہونچایا جائے گا ۔ برادران قریش سے استدعا ہے کہ انجمن کی وسعت و ترقی میں کارکنان کا ہاتھ بٹاکر عنداللہ ماجور ہوں ، سکریٹری ،

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۴۷۴

متفرقات

ایام محرم میں مختلف مقامات پر ہندو مسلم فساد ہو گیا، ملتان میں خونریزی و قتل و غارتگری تک نوبت پہنچ گئی ہے، افسوس!

ہندوستان کے طول و عرض میں ہندو مسلم کشیدگی نے بدامنی، شورش اور فتنہ و فساد برپا کر رکھا ہے. مذہبی رقابت اور ملی عداوت جوش و ہیجان پیدا کرنے میں ہمہ تن مصروف عمل ہے، کلکتہ شولاپور لاہور اور ملتان کے تازہ خونچکاں حوادث ملک و اہل ملک کے مستقبل کی کھلی ہوئی تفسیر پیش کرتے ہیں، قتل و غارت اور تباہی و بربادی کے طوفان بے تمیزی میں امن و امان قائم رکھنا حکومت اور عمال حکومت کا مقدم و اولین فرض ہے لیکن اس فرض کی انجام دہی کیلئے مسلمہ قابلیت اور حسن تدبر کی بڑی ضرورت ہے

امرتسر ایسے شہر میں جو فتنہ فساد کی مختلف منازل طے کر چکا ہو، رقابت مذہبی کی دبی آگ اپنے اندر پنہاں رکھتا ہو، جو کلکتہ و ملتان وغیرہ کو خاکستر بنا رہی ہے، کامل چار سال تک امن قائم رہنا اسی تدبر اور حسن قابلیت کا نتیجہ ہے، گذشتہ عید الضحی پر کچھ کم خطرات کا سامنا نہ تھا لیکن ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور سپرنٹنڈنٹ پولیس بالخصوص انچارج کوتوالی کی مساعی جمیلہ اور حسن قابلیت سے یہ موقع نہایت امن و امان سے گذر گیا، اب محرم کی تقریب بھی باوجود نازک ترین صورت حالات کے بخیریت تمام گذر گئی، میر سید فیض الحسن انچارج کوتوالی کی ہوشمندی و فرزانگی سے کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا جو باعث و رعایا کی پریشانی کا موجب ہوتا. ہمیں کسی کی تعریف و توصیف مقصود نہیں، یہ امر واقعہ ہے کہ گذشتہ چار سال سے میر صاحب موصوف کی صلح جویانہ روش اور قابلیت بروئے کار آ رہی ہے

پبلک اور حکومت دونو کا فرض ہے کہ وہ ایسے لوگوں کی خدمات جلیلہ کی قدر کرے دیگر ذمہ دار افسران کی حوصلہ افزائی کریں،

اگست کا ایڈیشن

نظام نمبر

ہوگا. اور یہی وہ خدمت ہے جس کا افتتاحیہ میں ذکر کیا گیا ہے. عکسی تصویر کیا بہ کم و بیش سو صفحات پر مشتمل ہوگا. انشاء اللہ

برادر عزیز قریشی محمد یوسف صاحب، بدر بی اے کا علمی شغف قابل تعریف ہے. آپ امسال ایم اے فارسی کے امتحان میں کامیاب ہو کر گورنمنٹ کالج جھنگ کے فارسی پروفیسری کے عہدہ پر فائز ہوئے ہیں، اس خوشی میں آپکی طرف سے ایک سال کیلئے ایک مستحق کے نام رسالہ جاری کیا جائیگا

ہم جناب بدر کو ان کی کامیابی پر دلی مبارکباد دیتے ہیں،

آفتاب برقی پریس امرتسر میں باہتمام مولوی محمد عبد اللہ منہاس پرنٹر محمد علی رونق ایڈیٹر و پبلشر کے لئے چھپا اور شائع ہوا

القریش

ایڈیٹر
محمد علی توفیق صدیقی

قیمت فی پرچہ عہ

اطلاع

خدائے تبارک وتعالیٰ عز اسمہ وسبحانہ کا فضل وکرم شامل حال ہوا اور وقت نے مساعدت کی تو

جنوری ۱۹۲۸ء کا الفریش

"دکن نمبر"

کے نام سے شائع کیا جائیگا جو سلاطین[1]، وزراء وامراء[2] اور مشاہیر[3] دکن کے خصوصی و عمومی حالات ونیز دکن وبرار[4] کے تاریخی واقعات کا سرمایہ دار ہوگا۔ عکسی تصاویر[5] کا بھی اہتمام کیا جائے گا۔

"نظام نمبر" تمام وکمال ہمنے خود مرتب کیا ہے لیکن "دکن نمبر" کے لئے اہل قلم حضرات کی قلمی اعانت بکار ہوگی۔ جو احباب مورخانہ حیثیت سے کسی موضوع پر بطریق احسن قلم اٹھانے کی قدرت رکھتے ہوں ہماری مدد فرمائیں۔ والسلام۔

ایڈیٹر

---

[1] آصف جاہ اوّل سے آصف جاہ ہفتم تک۔

[2] قدیم وجدید۔

[3] دکنی اور غیر دکنی اور یہ کہ غیر دکنی مشاہیر کون کون اور کس کس زمانہ میں دکن میں آئے۔

[4] مستاجری اور مسئلہ استرداد۔ مطالبہ اور اس کا جواب وغیرہ امور پر تفصیلی تذکرہ وبحث۔

[5] سلاطین ووزراء کی عکسی شبیہات کے علاوہ قابل دید اور مشہور مقامات کے عکسی فوٹو۔

(نوٹ) کسی ایک موضوع پر قلم اٹھانے سے قبل ہمارا مشورہ لے لیا جائے۔ تاکہ ایک ہی موضوع پر کئی مضامین لکھے جانے کا احتمال نہ رہے۔

ایک تجویز کی تکمیل

مولانا محمد نذیر شاہ ہاشمی نے مطالبۂ حق اور خواہش موزون یعنے استرداد برار کے تلخ جواب سے متاثر ہوکر جولائی ۱۹۲۳ء کے اخبارات میں اپنے قیمتی خیالات کا اظہار کرتے ہوئے لکھا کہ :-

"آجکل معمولی وفود پذیرائی اور معروضہ نگاری سے کچھ نہیں بنتا، لہٰذا اعلیحضرت شہریار دکن حرسہا اللہ عن الشر والفتن اور آپ کے ارکان سلطنت کی طرف سے ایک مصور اردو، انگریزی رسالہ جس میں ان تمام خدمات جلیلہ کا تذکرہ ہو جو گورنمنٹ انگریزی کی اعلیحضرت اور آپ کے خاندان علوشان نے انجام دی ہیں شائع ہو اور وہ ارکان پارلیمنٹ اور اخبارات کو بھیجکر اپنے جائز حق کا پر زور مطالبہ کیا جائے"

تجویز کی معقولیت کو تمام سیاسی وغیر سیاسی اخبارات نے قدر کی نظر سے دیکھا اور شائع کیا۔ مگر افسوس کہ اس پر عمل نہ ہو سکا۔

خدائے تبارک وتعالی عز اسمہٗ کا شکر ہے کہ اس تجویز کی تکمیل "القریش" کے حصہ میں آئی۔ اور "نظام نمبر" کی صورت میں ظہور پذیر ہو رہی ہے۔ مالی مشکلات مانع نہ ہوتیں تو ہم اسے انگریزی زبان میں شائع کرنے سے بھی دریغ نہ کرتے۔ حالات نے مساعدت کی تو انشاء اللہ تعالی یہ کمی بھی ضرور پوری کردیجائیگی۔

بالتخصیص ایسی صورت میں جبکہ حکومت برطانیہ ہند کی طرف سے ریاست کے اندرونی انتظامات میں مداخلت کی جارہی ہے، سلاطین آصفیہ کے احسانات عظیمہ کی یاد دلاکر معاملات کو روبراہ لانا مقتضائے وقت سمجھ کر ہم اسے ارباب بست وکشاد کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ خدا کرے کہ ہماری محنت ٹھکانے لگے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

ایڈیٹر

معاصرین کرام سے خطاب

"نظام نمبر" سلاطین آصفیہ کے عدل وانصاف، رواداری ورعایا نوازی کا مرقع، اور ان مراسم خویشی و یگانگی کا آئینہ دار ہے جو سلطان ابن سلطان اعلیحضرت تاجدارِ دکن اور آپ کے خاندان علوشان نے گورنمنٹ انگلشیہ کی ہر مشکل سے مشکل اور دشوار سے دشوار منازل کے عبور کرنے میں سہیم عدیل رہکر مرۃً بعد اولیٰ وکرۃً بعد اخریٰ روا رکھیں۔

گورنمنٹ برطانیہ اپنے عہود و مواثیق اور یار وفادار کی ان فقید النظیر وفا کیشیوں کو پس پشت رکھ کر جو کارروائی عمل میں لا رہی ہے وہ "نظام نمبر" کی اشاعت کا باعث ہوئی ہے۔

بنابریں

ہم اپنے جملہ معاصرین کرام سے مخلصانہ ومعاصرانہ مستدعی ہیں کہ وہ "نظام نمبر" کو شروع سے اخیر تک ملاحظہ فرمادیں۔ اور ان حالات وکوائف کو جو دولت آصفیہ کے خلاف گورنمنٹ ہند کی طرف سے رونما ہو رہے ہیں، بے نقاب کرنے کے لئے متفقہ آواز سے ایک ایسی گونج پیدا کردیں جو ایوان شہنشاہی اور ارکان پارلیمنٹ تک پہونچ کر صورت حالات کے اصلاح کی موجب ہو۔

ایڈیٹر

"نظام نمبر" "خاندانِ سلطنتِ برطانیہ" کی مختصر تاریخ اور "یار وفادار سلطنتِ برطانیہ" کی اہم ترین وفادارانہ خدمات کا بہترین مرقع ہونے کی حیثیت سے چونکہ جلالت پناہ رفعت و شوکت دستگاہ **ملک معظم حضور جارج پنجم شہنشاہ ہند** ادام اللہ سلطنتہ وحشمتہ سے خاص نسبت رکھتا ہے،

بنابریں

ہم اسے ممدوح الشان ہی کے نام نامی و اسم گرامی سے معنون کرتے ہوئے "یار وفادار سلطنت برطانیہ" ہز اگزالٹڈ ہائی نس **محی الملت والدین** سلطان العلوم **اعلیحضرت سر میر عثمان علی خان بہادر** آصف جاہ ہفتم تاجدار دکن ادام اللہ اقبالہ واجلالہ کی بارگاہ قدسی اساس میں بطور

"ارمغان"

پیش کرنے کی عزت حاصل کرتے ہیں۔ ع

گر قبول افتد زہے قسمت

امرتسر
۱۶ اگست سنہ ۱۹۲۷ء

احقر الناس
محمد علی رونق صدیقی
مالک و ایڈیٹر "القریش"۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلام الملوک ملک الکلام

"القریش" کی اس اشاعت کو چونکہ "نظام نمبر" کے نام سے ممتاز کر کے اعلیٰحضرت سلطان العلوم نظام عالیمقام کی بارگاہِ گیتی پناہ میں بطور "ارمغان" گزرانا گیا ہے' بنابریں صفحۂ اولیں کو آپ ہی کے نعتیہ کلام بلاغت نظام کی زیب و زینت سے مزیّن کیا جاتا ہے۔ خدا کرے یہ افتتاح "القریش" اور "نظام نمبر" کیلئے الطاف و اکرام اور خوش کامی و فائز المرامی کا موجب ہو' آمین!
ایڈیٹر

حمد و نعت

در مدینہ تو بیا مسکنِ ایماں اینجاست
رحمتِ ہر دو جہاں مظہرِ رحماں اینجاست

دیدۂ دل بکشا۔ نورِ ازل را بنگر
کز فروغِ نبوی جلوۂ یزداں اینجاست

مسند آرائے دنا۔ صدر نشینِ طٰہٰ
مہبطِ روحِ امیں حاملِ قرآں اینجاست

گوید ایں گنبدِ خضرا کہ۔ بہ طورِ سینا
آنچہ تو می طلبی موسیِ عمراں اینجاست

تیرگی گر شدہ کافور چہ جائے عجب است
کہ ضیا بخشِ جہاں مہرِ درخشاں اینجاست

تو کہ اے ختمِ رسل مہرِ نبوت داری
ہیچ۔ صد خاتمِ انگشتِ سلیماں اینجاست

بدہ اے بادِ صبا تشنہ لباں را مژدہ
جامِ توحید بکف ساقیِ دوراں اینجاست

رفعتِ روضۂ پر نور چہ پرسی از من
بر افقِ کنگرہ اش نیّرِ رخشاں اینجاست

ہمچو جبریلِ امیں خادم و جاروب کشے
بر درِ پاکِ تو عثمان علیخاں اینجاست

قطعہ

محمدؐ گر نبودے کس نبودے
نبودے ہر دو عالم را وجودے

بہ ہر ساعت۔ بہ ہر لحظہ۔ بہر دم
بخواں عثماں بنامِ او درودے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

القریش نظام نمبر

مقدمہ

ریاست حیدرآباد فرخندہ بنیاد خود مختار حکومت ہے اور بفضل خدائے تبارک وتعالےٰ ہندوستان کی تمام ریاستوں اور بلحاظ رقبہ و آبادی یورپ کی کئی سلطنتوں سے بڑی ہے۔

ریاست کی دو صد سالہ یادگار کی تقریب سعید پر مغلائی دربار منعقدہ ۲۹ رجب المرجب ۱۳۴۲ھ میں اعلیحضرت فرماں فرمانے جو فاضلانہ اسپیچ ارشاد فرمائی' اس سے سلاطین دکن کے حسن تدبر اور آئین ملکداری ونیز شجاعت وسخاوت اور شہرت کے گوناگون تاریخی واقعات اور اہم ترین حالات کا انکشاف ہوتا ہے۔ اسلئے ناظرین کرام کی واقفیت اور دلچسپی کے لئے بجنسہ درج ذیل کی جاتی ہے'

اعلیحضرت خلد اللہ ملکہ نے فرمایا۔ کہ

تمہید

"حضار دربار کو غالباً معلوم ہوگا کہ ہماری آج یہاں جمع ہونے کی غرض یہ ہے کہ ہم ایک ایسے عظیم الشان اور دلچسپ تاریخی واقعہ کی دوسری صدی کی یادگار منائیں جو خاص میرے خاندان سے نیز اس ملک سے متعلق ہے جس پر سلاطین آصفیہ نے دو سو سال تک حکمرانی کی ہے۔ نظام الملک اولیٰ کو اللہ تعالیٰ نے عجیب اوصاف ودیعت کئے تھے یعنی ان میں ذاتی شجاعت اور اعلیٰ تدبر کے جوہر موجود تھے اسکے سوا انہوں نے فن سپہ سالاری میں درجۂ کمال حاصل کیا تھا' انہی اوصاف کی وجہ سے انکی پُر رعب شخصیت اٹھارہویں صدی عیسوی میں نمایاں تھی۔ اُس زمانہ میں مغلیہ سلطنت دہلی سُرعت کے ساتھ رُوبزوال تھی۔ لیکن یہ سمجھا جاتا تھا کہ اگر کوئی قوت اُسکے زوال کو روکنے اور سلطنت میں از سرِ نو استحکام پیدا کرنے کی قدرت رکھتی ہے تو وہ نظام الملک اُولیٰ کی قوت ہے۔ ہندوستان اور دکن میں دُور دراز کے صوبہ جات نے اُنکی زورِ شمشیر کو مان لیا تھا اور

وہاں اُنکی شجاعت اور سخاوت کی شہرت پھیل گئی تھی۔ جہاں کہیں وہ گئے وہاں فساد و بغاوت کی کالی گھٹائیں منتشر ہوگئیں اور سلطنت کا کوئی ایسا حصہ نہیں تھا جس نے انکی اطاعت اور فرمانبرداری میں سرِ تسلیم خم نہ کیا ہو۔ مگر باوجود اِن باتوں کے اُن کا دل دکن نے لبھا لیا تھا کیونکہ وہ اس ملک سے اپنے پیارے بچے کی طرح محبت کرتے تھے۔ انکی حکومت بہمہ وجوہ مطلق العنان اور خود مختارانہ تھی۔ تاہم انہوں نے کُل ذاتی اغراض کو بالائے طاق رکھکر اُسوقت تک تختِ دہلی سے قطع تعلق نہیں کیا جبتک کہ شہنشاہِ اکبر کے عہد اور اُن کے خاندان کی اصلی شان و شوکت کے از سرِ نو قایم ہونے کی موہوم سی اُمید باقی تھی۔ اِس مقصد کی تکمیل میں وہ ایسے منہمک ہوئے کہ اُنہوں نے بڑے ایثارِ نفس سے کام لیکر دکن کو ایک عرصہ کے لئے خیرباد کہا اور دہلی کی طرف روانہ ہوئے تاکہ وہاں کے مہامِ سلطنت کو اپنے قوی ہاتھوں میں لیں۔ وہ شرافت و شجاعت کے روحِ رواں تھے لیکن وفاداری کے ساتھ ساتھ اس کے فرائض بھی ہوتے ہیں۔ اُن کو جلد معلوم ہوگیا کہ سلطنت کا مرکزِ عمل کمزور ہوگیا ہے۔ اور بابر و تیمور کی نسل کی حالت اس قدر خراب ہوگئی ہے کہ اُن میں وفاداری کی قدر کرنے کا مادّہ زائل ہوگیا ہے اور وہ اپنی وقعت بھی کھو بیٹھے ہیں۔ شاہی دربار میں اپنی حالت کو مایوس کُن پاکر انہوں نے پھر جنوب کا رُخ کیا اور دکن کو جس سے اُنھیں پہلے ہی اُنس تھا واپس آئے۔ اُن کی خود مختاری میں کسی کو کلام نہیں تھا مگر جب تک استحکام سلطنت کی اُمید تھی وہ اپنے پُرانے تعلق منقطع کرنا نہیں چاہتے تھے۔ اِس دفعہ جب وہ دکن کو واپس آئے تو اُن کو خیال ہوا کہ خاندانِ مغلیہ معدوم ہوگیا ہے اور شاہی شجر جس کی ڈالیاں ہندوستان پر اتنبک سایہ افگن تھیں وہ جڑ تک پژمُردہ اور خُشک ہوگیا ہے۔ تاریخ ہم کو بتلاتی ہے کہ انکا یہ اندازہ کس قدر صحیح تھا۔ تختِ دہلی پر یکے بعد دیگرے پادشاہ تخت نشین ہوتے گئے اور غیر وفادار فریقوں کی بانی سازشوں نے انکو اپنی خواہش پر معزول بھی کردیا۔ ذاتی وقعت اور خود داری اس امر کو روا نہیں رکھ سکتی تھی کہ ایک ایسے تخت و تاج کے ساتھ تعلق قایم رکھے جو قعرِ مذلت میں گر چکا تھا اور آصف جاہِ اول کے لئے مقتضائے شرافت یہی تھا کہ وہ اپنے خاندان اور مُلک کے مفاد کی غرض سے جس پر وہ حکمرانی کر رہے تھے خود مختاری کا اعلان کردیں۔ انہوں نے اِس کام کو خلوصِ نیّت کے ساتھ کیا۔ کوئی اتحاد یکطرفہ ہو نہیں سکتا اور استحکام صرف اُسی وقت حاصل ہوسکتا ہے کہ باہمی فرائض اور ذمّہ داریوں کا طرفین سے اعتراف کیا جائے۔ تاریخی واقعات نے اِن کو اِس منصب پر پہنچایا تھا لیکن مشیّتِ ایزدی نے اس کی تکمیل کردی۔ دکن کی خود مختاری کے اعلان کے ساتھ

گورنمنٹ بھی مستحکم بن گئی جس میں دہلی کے سے سازشوں کا شائبہ نہیں تھا اور نظام الملک کی رعایا کے لئے دوامی طور پر فلاح و بہبود کی صورت پیدا ہوگئی۔ اُسوقت سے ابتک دو صدیاں گزر چکیں اور دکن کی پادشاہت پر میرے خاندان کا اقتدار قائم ہوتے ہوئے اب تیسری صدی آغاز ہو رہی ہے۔ یہ بات میرے لئے کچھ کم باعثِ فخر و مُباہات نہیں ہے کہ سلاطینِ آصفجاہی نے صرف اس خیال سے حکمرانی کی ہے کہ اِس مُلک کی رعایا کو خوشحالی اور قناعت حاصل ہو۔ آصف جاہِ اوّل کے اعلانِ خود مختاری سے وفاداری کی زنجیر میں اور کڑیوں کا اضافہ ہوگیا ہے۔ جنہوں نے حاکم اور محکوم دونوں کو ایکسان حبُّ الوطنی میں جکڑ دیا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ میری عزیز رعایا کو اس اعلان کے متعلق ایسا ہی فخر و ناز ہے جیسا کہ مجھے ہے۔ اس عظیم الشان واقعہ کی یاد ہم سب کو عزیز ہے کیونکہ وہ حبُّ الوطنی کی علامت اور نشانی ہے۔ ممالک محروسہ کی سرسبزی اور تہذیب کو درجۂ کمال کو پہنچانے کے لئے ہم سب کا ایک ہی نصب العین ہے۔ اگر ہم اس کے حاصل کرنے میں کامیاب ہُوں تو ہم کو نظام الملک اُولٰے کا ممنون ہونا چاہئے۔ جنہوں نے اپنی اعلیٰ فراست سے اپنے خاندان اور رعایا کو بیرونی مداخلتوں سے محفوظ و مامُون کر کے خود مختار بنایا۔ اس عظیم الشان واقعہ کی یاد اِس قابل ہے کہ ہم اس کو دائمًا تازہ رکھیں اور قومی زندگی کے اظہار کے لئے مزید کوششیں عمل میں لائیں۔ چونکہ مملکت سرکارِ عالی بیرونی دراز دستیوں سے محفوظ ہے اِس لئے اُس کو زرّین موقع حاصل ہے کہ رعایا کو خوشحال اور مطمئن بنائے۔ مجھے اپنی عزیز رعایا پر کامل اعتماد ہے اور یہ امر محتاجِ بیان نہیں ہے کہ ان کی عقیدت فرمانروا کے تخت اور اُسکی ذات کے ساتھ پختہ اور غیر متزلزل ہے لہذا اس موقع کی جتنی زیادہ قدر و قیمت کی جائے کم ہے کیونکہ حُبّ الوطنی حاکم اور محکوم کے لئے ایک عام وِرثہ ہے۔ باہر کے اجنبی و بدخواہ۔ خواہ کتنا ہی یہاں کے نظم و نسق پر نکتہ چینی کریں مگر جبتک ہم اپنے مسلک پر ثابت قدم ہیں۔ اور شاہراہ ترقی پر گامزن ہیں اُنکی ایسی خُردہ گیری ہم پر کچھ اثر نہیں کر سکتی۔ بقول

قطعہ

سزاوارِ محبت بُوالہوس نیست | کہ ہمرنگِ گُلِ تر خار و خس نیست
بُود پروانہ بھرِ عشق۔ ورنہ | بر آتش سوختن کارِ مگس نیست

آخر میں میری دُعا ہے کہ خدا اِس ریاست کو دُنیا کے شر و فساد سے محفوظ رکھے اور اسکو روز افزوں ترقی و سرسبزی نصیب ہو۔

اور دوست شاد و سُرخرو رہے و بدخواہ ناشاد و سیاہ رُو۔ آمین بجاہِ طٰہٰ و یٰسین۔ "فقط"

شرح دستخط مبارک

اعلیٰحضرت بندگان عالی متعالی مدظلہم العالی

نسب

حیدرآباد کے شاہی خاندان کو حضرت سیدنا ابابکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے جو پہلے مسلمان رسول خدا صلعم کے پہلے دوست اور یار غار تھے اور جنھیں "ثانی اثنین اذھما فی الغار" کا شرف حاصل ہے، اور جو جود و سخا بذل و بخشش میں اتنے دلیر اور صاحب حوصلہ تھے۔ کہ چالیس ہزار درہم اور اپنا تمام اثاث البیت قبول اسلام کے وقت خدا کی راہ میں دے ڈالا، نسبی تعلق ہے۔

آپ کے احسان و مروت، خلق و حلم، تحمل و برداشت، عزم و ثبات، ایثار و لطف، عصمت و عفاف اور غیرت و استغنا سے اسلام کا بچّہ بچّہ واقف ہے۔

خاندانی اوصاف

سلاطین آصفیہ نے جود و کرم اور رواداری و وفاکیشی کے جوہر ورثتہً پائے ہیں۔ اور وہ ان خاندانی خوبیوں اور نسبی شرافتوں کی روایات کو برقرار رکھنے میں اپنا نظیر نہیں رکھتے۔

حیدرآباد دکن کے موجودہ جواں ہمت و بلند حوصلہ شہریار نے اپنے ان خاندانی اوصاف کو اور بھی درخشاں و تاباں کر دیا ہے اور زمانہ آپ کے تلطفات و تفقدات کا مرہون احسان ہے۔

رواداری و بخشش

ہندو ہو یا مسلم، عیسائی ہو یا موسائی آپ سب سے یکساں ہمدردی و مروت سے پیش آتے اور اُن کے مذہبی حقوق و جذبات کی دل سے قدر کرتے ہیں۔ کسی کی دل آزاری اور تکلیف و مصیبت آپ کو گوارا نہیں۔ آنکھ کے ایک اشارہ۔ زبان کی ایک حرکت اور قلم کی ایک جنبش سے گرفتاران بلا کی مصیبت ٹال دیتے اور تیرہ بختوں کو اشراقات کرم سے آن واحد میں شادان و فرحاں کر دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ زبانِ خلق آپ کے قصائد و محامد میں رطب اللّسان رہتی ہے۔ اللّٰھم زد فزد۔

سادگی

اعلیٰحضرت باوصف ایک جلیل المرتبت بادشاہ ہونے کے خود اس قدر سادہ زندگی بسر کرتے ہیں کہ قرون اولےٰ کے مسلمانوں کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ تکبر و تفاخر نام کو نہیں، شاہانہ کرّ و فر سے آپکو دلی اجتناب ہے۔ لباس اس قدر کم قیمت اور معمولی زیب تن فرماتے ہیں کہ اس پر عوام کو حیرت ہوتی ہے۔ چنانچہ سنت نہال سنگھ مشہور سیاح و مورخ آپ کے حالات

"ماڈرن ریویو" میں لکھتے ہوئے آپکی سادگی اور سادہ مزاجی کا ان الفاظ میں ذکر کرتا ہے۔ کہ

سادگی پر ایک مسلم سیاح کی رائے

"شہریار دکن کی زندگی کا نمایاں ترین پہلو یہ ہے۔ کہ وہ ایک کروڑ تیس لاکھ باشندوں کے فرماں فرما اور کثیر آبادی کے تاجدار ہونے کے باوصف نہایت سادہ لباس زیب تن فرماتے ہیں۔ آپ کنگ کوٹھی میں رہتے ہیں۔ جو سرکاری دفاتر اور شرفا کی کوٹھیوں سے تھوڑے فاصلہ پر واقع ہے۔ میں جب آپکے حضور میں پیش کیا گیا۔ تو یہ دیکھ کر دنگ رہگیا۔ کہ حضور اس وقت جو لباس زیب تن کئے ہوئے تھے۔ اس کی قیمت دس روپے سے زیادہ نہ ہوگی۔"

معلوم ہوا ہے کہ ایک درباری نے حضور ممدوح کی خدمت میں عرض کی۔ کہ آپ لباس فاخرہ زیب تن فرمایا کریں۔ تو جواب میں آپ نے فرمایا۔ کہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مجھ سے بدرجہا بہتر و برتر اور سب کے آقا و مولا ہونے کے باوصف لباس سادہ پہنا کرتے تھے۔"

ذاتی محنت و کاوش

اس انتہائی سادگی اور میانہ روی کے علاوہ آپ کی ذاتی محنت و کاوش اور دماغ سوزی کا یہ عالم ہے کہ رعایا کی بہتری و برتری، خوشحالی و فارغ البالی و نیز ملکی ارتفاع و ارتقا کے لئے آپ نے پانچ سال تک مدار المہامی کی خدمات جلیلہ بنفس نفیس انجام دیں۔ اور رعایا و ملک کی خاطر اپنا آرام و چین تج دیا۔

حق رسی۔ احسان عظیم

جمہوریت کے افتتاح سے حقوق و مساوات اور انصاف و حق رسی کا توازن قائم فرمایا۔ گوناگون اصلاحات کے اجرا اور یونیورسٹی کے قیام سے رعایا برایا کو از خود وہ نعمت لازوال عطا فرمائی جس کے لئے اہل دکن خصوصًا اور اہل ہند عمومًا خسرو ذی جاہ کے رہین منت ہیں اور ہمیشہ کے لئے اس احسان عظیم کے بار سے ان کی گردنیں خم رہیں گی۔

رفاہ عام

رفاہ عام کے کاموں میں آپنے کروڑوں روپے پانی کی طرح بہا دیئے۔ کئی سکول اور درسگاہیں اکثر یتیم خانے اور ہسپتال آپ کی شاہانہ عنایات کے گرویدہ احسان ہیں، حال ہی میں مسٹر آرسی داس کی جدید سکیم "تعلیم کی تکمیل" کے لئے اعلیحضرت ممدوح الشان نے دو لاکھ روپے کا گرانقدر عطیہ اور ڈاکٹر ٹیگور کی درسگاہ" وسوا ورتی" کے لئے ایک لاکھ روپیہ کا بیش قدر عطیہ منظور فرمایا ہے۔ اگر یہ تشویش ناک واقعات پیش نہ آتے جو ریاست سے متعلق بیان کئے جاتے ہیں تو بلا شبہ آپ جدّہ و مکہ اور مکہ و مدینہ کی ریلوے لائن جس کی بہت عرصہ

قبل سے عزم مصمم فرما چکے ہیں' اب تک تیار کروا دیتے '۔

آپ کی شاہانہ مراعات وخسروانہ عنایات کا تفصیلی تذکرہ محال ہے۔ تاہم آئیندہ صفحات کے ملاحظہ سے ناظرین کرام پر اعلیحضرت کی فیاضی وہنر گستری' رواداری و رعایا پروری' نصفت شعاری و حق پژوہی' مساوات وبے تعصبی' حلم وبردباری اور وفاکیشی ودستداری روشن ہوجائے گی۔ قارئین کرام ذرا غور وتعمق کی نظر سے ان حالات وکوائف کا ملاحظہ فرمائیں اور انصاف سے کہیں کہ ایک ایسے بیدار مغز وروشن ضمیر حکمران کے خلاف جس کی ضیا گستری ملک واہل ملک کو منور کر رہی ہو' یاران وطن کی منصوبہ بازیاں کہاں تک حق بجانب ہوسکتی ہیں ؟

آریہ جماعت کا تعصب مذہبی

آریہ جماعت کی مخالفت بالکل تعصب مذہبی اور رقابت ملی پر موقوف ہے اور اسکی ابتدا جون ۱۹۲۵ء سے ہوئی ہے۔ جبکہ حیدر آباد کے ہندؤں نے "ہندو مہا سبھا" کے اجلاس پر مالوی جی کو بطور صدر طلب کیا اور حکومت حیدر آباد نے اپنی رعایا کی بہتری اور امن وعافیت کے خیال سے حکم دیا۔ کہ وہ "شدھی اور سنگھٹن پر ولولہ انگیز تقریروں سے دو قوموں میں مغائرت ومنافرت پیدا کرنے کی کوشش نہ کریں"۔ حکومت کا یہ حکم بہر نوع قابل تعریف اور لائق عمل تھا مگر مالوی جی کو منظور نہوا اور وہ واپس چلے آئے۔ اس پر سنگھٹنی برافروختہ ہوکر حکومت آصفیہ کے خلاف ژاژ خائی پر اُتر آئے۔ چنانچہ ۵ اگست

ٹریبیون کی افترا پردازی

۱۹۲۶ء کے "ٹریبیون" نے "گورنمنٹ انگریزی اور حضور نظام" کے عنوان سے ایک اضطراب انگیز آرٹیکل کی اشاعت سے دو حکومتوں کے تصادم اور مسلمانان عالم کی بیچینی کی طرح ڈالی۔ لیکن دولتِ آصفیہ کی طرف سے فوراً ہی اس افواہ کی تردید کردی گئی ۔ اگرچہ اس سے سنگھٹنی لوگوں کے منصوبے ایک حد تک خاک میں مل گئے۔ مگر مفسدانہ پروپیگنڈا برابر جاری رہا۔

ہندو اکابرین سے سوال

ہم معاملہ فہم۔ نکتہ رس اور انصاف پسند ہندو اکابرین سے معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ کہ کیا ایک ایسے رعایا نواز اور نیک دل حکمران جو مذہبی تہواروں کی تقاریب کی انجام دہی کرلئے بلاتمیز مذہب وملت زر ودولت عطا کرے۔ منادر بابٹ شالاؤں اور گوردواروں کے احترام میں برہنہ پا پیادہ چل کر مذہبی جذبات وحسیات کی قدر کا عملی ثبوت پیش کرے خستہ وشکستہ مندروں کی تعمیر ومرمت کیلئے بیش قدر رقوم منظور فرمائے۔ چار مسجدوں کے مقابلہ میں بارہ مندروں کی تعمیر کا حکم صادر کرے۔ مذہبی تصادم کے خیال سے مساجد کی

تعمیر از خود روکدے، جاگیرات و مناصب اور مختلف النوع وظائف کے اجرا سے رعایا کو مالا مال کرنے میں عدیم النظیر ہو۔ اور تعصبات کی آلائش سے اس قدر پاک وصاف کہ خدمات شرعیہ اسلامیہ کی معاشیں غیر مسلموں کے نام جاری کرنے میں دریغ نہ کرے کے خلاف زہریلا پراپیگنڈا جاری رکھنے میں آپ کی قوم کہاں تک حق بجانب ہے؟ اور کیا آپ کی قوم کا یہ رویہ جو محض رقابت مذہبی کی بنا پر قائم ہے مستحسن خیال کیا جاسکتا ہے؟ اگر نہیں تو اس مسئلہ میں آپ کی خاموشی کس مصلحت پر مبنی ہے؟

"ٹریبون" "ڈیلی میل" اور ہمچو قسم ہندو اخبارات دولتِ آصفیہ کے خلاف تا اثر خائی

گورنمنٹ ہند کی مداخلت

پر اپنا پورا زور صرف کرتے رہے۔ گورنمنٹ ہند کیلئے جو پہلے ہی مطالبہ حق (معاملہ برار) کی وجہ سے خشم ناک تھی "یارو فادار سلطنت برطانیہ" کے اندرونی معاملات میں دخل درمعقول ہونے کا یہ ایک بہانہ بن گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایوانِ دولتِ آصفیہ میں تزلزل کی صورت پیدا ہوگئی۔ حالات کی نزاکت نے مسلمانانِ ہند کو بے چین کردیا۔ چنانچہ اکتوبر ۱۹۲۶ء میں لاہور کے مقام پر "نظام کانفرنس" کے نام سے ایک عظیم الشان اجتماع ہوا جس کے صدر نے اعلیٰحضرت حضور نظام انار اللہ برہانہٗ کی فیاضی، علم دوستی، ہنر گستری،

صدر نظام کانفرنس کی تقریر و تقسیم کار

رعایا نوازی، نصفت شعاری، حق پژوہی اور رواداری کا تذکرہ کرتے ہوئے مسلمانوں کے جمود وسکوت کو بدترین جرم قرار دیا۔ اور فرمایا کہ "ایسی حالت میں ایک زبردست منظم ومرتب مدافعتی کوشش کی شدید ترین ضرورت ہے۔"
تقسیم کار پر گفت وگو کرتے ہوئے آپ نے "انتہا پسند طبقہ کو زبردست احتجاجی پروگرام مرتب کرنے کا مشورہ دیا" اور توقع کی کہ "ان کا ہر فعل اور طریق ایسا دانشمندانہ ہونا چاہئے جس سے سرکارِ عالی کو مزید پیچیدگیوں میں اُلجھنا نہ پڑے"۔ اسی طرح معتدل جماعت، ممبرانِ کونسل واسمبلی اور سرکاری اعزاز یافتہ طبقہ کو علیٰ قدر مراتب خدمات سپرد کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ "اگر اس پر بھی گورنمنٹ انڈیا میں کچھ شنوائی نہ ہو تو ایک ڈیپوٹیشن انگلستان جائے۔"

اس کے علاوہ آپ نے "مشترکہ قومیت کی روح کا فقدان، حکومتِ ہند کی بچکدار پالیسی، انگریزوں کی نظام سے خود غرضانہ دوستی۔ ۱۸۵۹ء کا معاہدہ برطانیہ ونظام، شمالی سرکار کس طرح انگریزوں کے قبضہ میں آیا۔ ہندوستانی ریاستوں میں عدم مداخلت کا معاہدہ۔ آصف جاہ ثانی کا کرناٹک پر حملہ اور ناکامی۔ معاہدہ کی خلاف ورزی۔ لارڈ کارنوالس کا خط یا صلح نامہ،

اور نیز

۱۷۹۸ء لارڈ ولزلی کا معاہدہ۔ سلطان ٹیپو کے خلاف انگریزوں کی رفاقت کا صلہ، ۱۷۹۹ء کا معاہدہ۔ ۱۸۰۰ء کا معاہدہ، نظام گورنمنٹ اور مرہٹوں کی جنگ میں انگریزوں کی بے رخی۔ مسئلہ برار، مطالبہ برار کے جواب میں لارڈ ریڈنگ کا غیر منصفانہ خط اور دباؤ ۱۸۹۲ء کی سند۔" وغیرہم امور پر شرح و بسط کے ساتھ روشنی ڈالی، اور اس قدر جوش کا اظہار کیا کہ گویا جبال وتراکم مذلقہ کو پاش پاش کر دیں گے؛ لیکن عملی کارروائی کے لئے ایسے سوئے اور اتنی غنودگی طاری ہوئی۔ کہ اب ان کی زندگی میں شبہ ہے۔ ۳ رمئی سے دولت آصفیہ کی نسبت پھر تشویش انگیز اور اضطراب افزا خبریں آرہی ہیں۔ حالات گومگو کی صورت میں ہیں۔ شرائط جو اخبارات میں اشاعت پا چکی ہیں۔ اس قدر کڑی اور پریشان کن ہیں کہ زبانِ قلم اس کے اعادہ سے کانپتی ہے۔ واقعات کی نسبت کچھ کہا نہیں جاتا۔ مگر ہمارے لیڈر ہمارے رہنما، ہمارے ماہران سیاست۔ اور اکابران ملک و ملت۔ ہماری انجمنیں، اسلامی جماعتیں، علمائے کرام، امرائے عظام اور بانیان نظام کانفرنس اور اس کے صدر اس قدر خاموش اور ساکت و صامت ہیں کہ گویا وہ اپنے نصب العین میں کامیاب و کامران ہو چکے۔ اپنے مقصود بالذات کو انھوں نے پالیا۔ اور اب کوئی ضرورت باقی نہیں، جس کے لئے کسی جد و جہد اور سعی و عمل کی ضرورت ہو۔ کیا اعلیحضرت کی مذہبی و ملی، قومی و ملکی، علمی و تجارتی خدمات کا اعتراف ہو چکا؟ مسلمانو! کیا تم اپنا حق ادا کر چکے؟ وہ ریزولیوشن اور پر مغز جوشیلی تقریریں اسی لئے تھیں کہ طاق نسیان پر رکھدی جاتیں، تمھارے وہ ڈیپوٹیشن کیا ہوئے۔ تمھاری معتدل جماعت، تمھارا سرکاری اعزاز یافتہ طبقہ، تمھارے انتہا پسند لیڈر کیوں خاموش ہیں؟ کیا انہیں دولت آصفیہ کی مشکلات نظر نہیں آتیں؟ اخبارات کی چہ میگویاں وہ نہیں دیکھتے؟ حکومت انگریزی کی خاموشی سے وہ متاثر نہیں ہوئے؟ کہ اپنے حقوق و مطالبات سے بے پروا ہاتھ پر ہاتھ رکھے خاموش بیٹھے ہیں، کیا اب کی خاموشی "مجرمانہ سکوت" نہیں؟ آنکھیں کھولو اور ان چودہ شرائط پر غور کرو جو حکومت برطانیہ ہند کی طرف سے دولت آصفیہ کے مفلس نواز اور رعایا پرور حکمران کے سامنے پیش کی گئی ہیں۔ اور اخبارات میں تمھارے غور و تعمق کے لئے شائع ہو چکی ہیں۔

بانیان نظام کانفرنس اور عامۃ المسلمین کی ۔۔۔۔

سلاطین دکن کے احسانات کی فہرست بہت طویل ہے۔ تم ہی نہیں گورنمنٹ انگلشیہ بھی انکی دوستانہ امداد و اعانت کی مرہون احسان ہے۔ نہ حق عقیدت ادا کرنے میں تمہاری روگردانی روا

اور نہ سرکار انگریزی کی وفادارانہ خدمات سے چشم پوشی مناسب۔

سلاطین دکن کی وفاداری

۱۸۵۷ء کے مہیب و خوفناک غدر کے زمانہ سے ۱۹۱۴ء کے جنگ عظیم اور ۱۹۱۹ء کے سرحدی خطرات تک دولتِ آصفیہ اور اسکے وفادار تاجداران نے اسرار مصادقت و غوامض موافقت کی راہ سے خویشی و یگانگی کا جو عملی ثبوت بہم پہونچا کر گورنمنٹ انگریزی کو مرہون احسان فرمایا ہے، وہ تاریخ حکومت برطانیہ کے صفحات پر جلی حروف میں منقش و مرتسم رہے گا۔

اور ملک معظم کا اعتراف اور حضور کی تصدیق

دکن کے موجودہ فرمانفرما اعلیحضرت آصف جاہ ہفتم کی ان نہ بھولنے والی خدمات جلیلہ کو ملک معظم شہنشاہ ذی جاہ حضور جارج پنجم ادام اللہ ملکہ و حشمتہ، نے سُراہا اور اعلیحضرت انار اللہ برہانہ، کو "یار وفادار سلطنت برطانیہ" کے معزز خطاب سے ممتاز فرماکر آپ کی دوستی و یگانگت پر مہر تصدیق ثبت کردی، لیکن جب ہم واقعات حاضرہ اور ارکان برطانیہ ہند کے افعال پر نظر ڈالتے ہیں تو تخالف و تضاد کا ایک بھیانک منظر ہمیں حیرت و استعجاب کا مجسمہ بنا دیتا ہے۔

ملک معظم کا اعلان شہنشاہی اور ارکان دولت کا استغنا اس بعد المشرقین سے رعایائے

وائسرائے بہادر ہند اور رزیڈنٹ بہادر کا طرزعمل

ہند عموماً اور دنیائے اسلام خصوصاً مُذَبْذَبِیْنَ بَیْنَ ذٰلِكَ کی مصداق ہے۔ شہنشاہ معظم کے روابط و ضوابطِ دوستی و یگانگی اور عہود و مواثیق برطانیہ ہند میں جس بیدردی سے ٹھکرائے جاتے ہیں اس کی تفصیل و تشریح کے لئے وائسرائے بہادر ہند اور رزیڈنٹ بہادر متعینہ حیدرآباد (دکن) کا وہ طریق عمل پیش کیا جاسکتا ہے۔ جو "یار وفادار سلطنت برطانیہ" سے روا رکھا جاتا ہے۔ یہ طرز عمل چونکہ آئین ملکداری و قوانین جہانداری کے منافی اور فرمان شہنشاہی مجریہ ۱۹۱۱ء کے سراسر خلاف ہے۔ اور اس سے مسلم رعایائے ہند کے قلوب کو صدمہ پونچتا ہے۔ اسلئے ہم وائسرائے بہادر ہند سے استدعا کرتے ہیں۔ کہ وہ مسلمانان ہند کے جذبات کی قدر کرتے ہوئے دولت آصفیہ سے متعلقہ حالات کو جو صیغہ راز میں رکھے جاتے ہیں اور جن کا ذکر تشویش انگیز الفاظ میں اخبارات کبھی کبھی کردیتے ہیں عیاں فرماکر مشکور کریں۔ و نیز اپنے موجودہ رویہ کی اصلاح سے مزید شکرگذاری کا موقع دیں۔

ملک معظم سے آخری التجا

اخیر یہ ہم ملک معظم شہنشاہ ہند ادام اللہ حشمتہ، کی رعایا کے ایک وفادار فرد ہونے کی حیثیت سے ان امور کی جانب شہنشاہ عالی وقار کی توجہ عالی

معطوف کراتے ہوئے نہائت ادب و احترام کے ساتھ بارگاہِ خسروی میں بزور اپیل کرتے ہیں۔ کہ حضور ممدوح صورت حالات کی اصلاح پر توجہ عالی جلد از جلد معطوف و مبذول فرماکر مسلم رعایائے ہند کو سپاس گذاری کا موقع دیں۔

گر قبول افتد زہے عزو شرف

ایڈیٹر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دولتِ آصفیہ اور سرکارِ انگریزی

تعلقات اور دوستی کی ابتدا

پہلا معاہدہ

نظام الملک آصف جاہ اوّل کے بعد نواب نظام علی خان بہادر آصف جاہ ثانی جانشین ہوئے جنہوں نے ۱۷۶۵ء کے اہم حملہ کرناٹک کے بعد ۱۷۶۶ء میں انگریزوں کے ساتھ دوستی کی ابتداء کرکے پہلا معاہدہ کیا جس کے بعد کئی اور معاہدے بھی ہوئے اور آخر کار انگریزوں اور نظام عالی مقام میں ایسے مستحکم اور گہرے دوستانہ تعلقات قائم ہو گئے۔ کہ گورنمنٹ ہند کے سب... ...سسٹم کو سب سے پہلے نواب نظام علی خان بہادر ہی نے منظور کرکے گورنمنٹ کی تجویز کو عملی جامہ پہنایا۔ اور ۱۸۰۰ء کا عہد نامہ جس نے پہلے تمام معاہدوں پر خط نسخ کھینچ دیا تھا۔ نظام دکن بھی انگریزی ملکداری کی پالیسی کے حلقہ میں آ گئے۔ ان کے بعد

آصف جاہ ثالث

نواب سکندر جاہ بہادر مسند آرائے حکومت ہوئے تو آپ نے بھی گورنمنٹ انگریزی کی امداد و اعانت کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ ہونے دیا۔

آصف جاہ رابع

نواب میر فرخندہ علی خان ناصر الدولہ جانشین آصف جاہ ثالث ہر دلعزیز، صلح کل، نیک نہاد اور پیروئے شریعت حکمران تھے ۱۸۵۳ء میں انگریزوں سے آپکا ایک جدید معاہدہ ہوا جسکے مطابق فوجی اخراجات بڑھا کر سابقہ اضلاع کے علاوہ چند اور اضلاع برار وغیرہ گورنمنٹ کے حوالے کئے گئے۔ ۱۶ مئی ۱۸۵۷ء کو ۶۶ برس کی عمر میں نواب ممدوح نے اپنے ولیعہد کو یہ وصیت فرما کر انتقال کیا کہ:۔

"انگریز میرے دوست ہیں ان کے ساتھ ہمیشہ وفادار رہنا۔"

آصف جاہ خامس

غدر ۱۸۵۷ء کا زمانہ

سرکارِ انگریزی کی پریشانی اور دولت آصفیہ کی دستگیری

نواب میر افضل الدولہ بہادر آصف جاہ خامس کے سریر آرائے حکومت ہوتے ہی گورنمنٹ انگلشیہ کو ۱۸۵۷ء کے خوفناک و وحشت زا ہنگامہ غدر (جسکی یاد سے ابتک بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں) کا سامنا ہوا۔ حکومت انگریزی کے لئے یہ وقت اس قدر نازک تھا۔ کہ اراکین سلطنت کے دل کانپ گئے۔ چنانچہ حالات کی نزاکت سے مجبور ہو کر گورنر جنرل نے رزیڈنٹ کو کہا کہ اگر

"نظام اس وقت باغی ہو جائیں۔ تو پھر ہمارے پاس کچھ نہیں رہتا"

مگر ایک سچے مسلمان کی یہ شان نہیں کہ وہ مراسم دوستی کو کسی دنیوی لالچ کے لئے بھولجائے اور عہود و مواثیق کو ٹھکرا دے۔ آصف جاہ خامس نے اس آڑے وقت میں وہ بیش بہا مدد دی۔ کہ جس کی نظیر دنیا میں ملنی محال و مشکل ہے۔ تاریخ حکومت انگلشیہ کے اوراق دولت آصفیہ کی اس امداد کے زبانِ حال سے معترف ہیں۔ چنانچہ خدماتِ غدر کے اعتراف و شکریہ میں گورنمنٹ انگریزی کی طرف سے

دس ہزار پونڈ کے تحائف

حضور نظام کی خدمت میں پیش کئے گئے۔ اور اسی سال جی۔ سی۔ ایس۔ آئی کا معزز خطاب عطا کرنے کے علاوہ پچاس لاکھ روپے کا قرضہ معاف کیا گیا۔ اور بعض اضلاع بھی واپس کر دیئے

اعلیٰحضرت میر محبوب علیخان بہادر

نواب افضل الدولہ بہادر کے انتقال پر آپ کے پیارے بیٹے اعلیٰحضرت میر محبوب علی خان بہادر صرف اڑھائی سال اور کچھ دن کی عمر میں اورنگ نشین حکومت ہوئے۔ آپکا شاندار عہدِ حکومت نہ صرف تاریخ دکن بلکہ تاریخ ہند میں ہمیشہ ممتاز رہیگا۔ آپ رعایائے دکن سے پدرانہ شفقت و رافت سے پیش آتے۔ اور انتظام ملکداری نہایت فرزانگی و ہوشمندی سے انجام دیتے۔ گورنمنٹ ہند سے آپکو دلی محبت و مودت رہی۔ خیر خواہی و وفاداری کا دل

سے فرض انجام دینا آپ کا شیوہ رہا۔ چنانچہ وفاداریٔ گورنمنٹ کے متعلق آپکا یہ شعر مشہور ہے

تم خیر خواہِ دولت برطانیہ رہو
سمجھیں جناب قیصر ہند اپنا جان نثار

۱۸۸۵ء میں عطائے اختیارات کاملہ کے ایک سال بعد آپ نے مہم مصر کے لئے گورنمنٹ کا ہاتھ بٹانا چاہا۔ ۱۸۸۷ء میں ملکہ وکٹوریہ آنجہانی کے جشن جوبلی کی تقریب پر اعلیٰحضرت ممدوح الشان نے سرحد کی مشکلات کو پیش نظر رکھکر فرمایا تھا۔ کہ

"حالت امن میں تو تین سال تک بیس لاکھ روپیہ سالانہ نذر کرتا ہوں اور حالت جنگ میں آپ میری تلوار پر بھروسہ رکھیں"

امپیریل سروس افواج کے اصل مجوزہ محرک ہونے کا بھی آپ ہی کو افتخار حاصل ہے۔

شمال مغربی سرحد کے استحکام میں جبکہ روسی حملہ کا سخت اندیشہ تھا۔ تو اعلیٰحضرت نے سرکار انگریزی کو امداداً ساٹھ لاکھ روپے نقد کی گراں بہا رقم دی ۱۹۰۰ء کے غدر و بغاوت میں بھی اعلیٰحضرت نے ہمدردی اور امداد کا نمایاں ثبوت پیش کیا۔ غرضیکہ ہر موقع پر گورنمنٹ کی خوشی میں خوشی اور رنج میں رنج کر کے اپنے تئیں ایک ایسا پکا اور سچا دوست ثابت کیا۔ کہ گورنمنٹ انگریزی کی تاریخ میں ان کا نام نامی ہمیشہ تابان و درخشان رہیگا۔ آپکی قومی فیاضیاں اور علمی سرپرستیاں بھی اظہر من الشمس ہیں۔ امرأ و وزراء سے بے تکلف مراسم رکھتے اور رعایا کے ساتھ پرلے درجے کی ہمدردی فرماتے۔ ملک و حکومت میں آپ کے خاص اقتدار و ہر دلعزیزی کو دیکھتے ہوئے یقین تھا۔ کہ دربار تاجپوشی ۱۹۱۱ء کے موقع پر آپ ہز مجسٹی کے معزز خطاب سے ممتاز فرمائے جائیں گے مگر افسوس کہ آپ دربار سے پہلے ہی ۲۹۔ اگست ۱۹۱۱ء کو دفعۃً فالج سے انتقال فرما گئے جس سے ہندوستان میں رنج و ملال پیدا ہو گیا۔ اور تاریکی چھا گئی۔ حضور ملک معظم نے آپ کی وفات پر رنج و افسوس کا اظہار فرمایا۔

اعلیٰحضرت سر میر عثمان علیخان بہادر انار اللہ برھانہٗ

ولادت۔ تعلیم اور تخت

۵۔ اپریل ۱۸۸۶ء مطابق ۲۹ جمادی الثانی ۱۳۰۳ھ کو آپکی ولادت باسعادت کی تقریب سعید

پر دولت آصفیہ کی شہرت نہ ہر دلعزیزی کی وجہ سے نہ صرف دکن بلکہ تمام ہندوستان اور اطراف و اکناف عالم میں مسرت و شادمانی پھیل گئی۔ بلکہ سلطنت آصفیہ عالیہ کے اطراف و جوانب میں طرح طرح کی خوشیاں منائی گئیں۔

جب آپ نے پانچویں سال میں قدم رکھا۔ تو مولانا مولوی حاجی محمد انوار اللہ خانصاحب صدر ناظم امور مذہبی کے سامنے تقریب "بسم اللہ شریف" شاہانہ تزک و احتشام کے ساتھ ادا ہوئی انگریزی تعلیم کیلئے مسٹر ایجرٹن، مذہبی تعلیم پر مولوی محمد انوار اللہ خان، اور فارسی پر سید علی شوستری اور نواب عماد الملک جیسے مشہور ترین وحید عالم مامور کئے گئے۔ جن کی بہترین علمی و اتالیقی سے آپ نے انگریزی، فارسی، عربی، جرمنی، فرنچ، مرہٹی و تلنگو میں پوری قابلیت حاصل فرماکر ہر ایک زبان کی تحریر و تقریر میں مہارت تامہ پیدا کی۔ شاہانہ فنون شہسواری۔ سپہ گری فوٹوگرافی و ڈرائنگ وغیرہ میں بھی آپ اعلیٰ درجہ کے ماہر ہیں۔ اعلیٰ حضرت سر میر محبوب علیخان بہادر بالقابہٗ مرحوم و مغفور نے آپکو امور سلطنت کا عملی تجربہ حاصل کرانے کے لئے خاص انتظامات فرمائے تھے۔ اور اپنی اکثر سیاحتوں میں آپکو اپنے ساتھ رکھا جس سے آپ نے مفید و کارآمد تجربے حاصل کئے۔

تخت نشینی اور ملکداری

۱۹۔ اگست ۱۹۱۱ئہ مطابق ۸۔ رمضان المبارک ۱۳۲۹ھ کو اعلیحضرت تخت سلطنت آصفیہ پر متمکن ہوئے۔ اراکین سلطنت کے علاوہ رزیڈنٹ صاحب نے اپنی اور گورنمنٹ برطانیہ کی طرف سے مبارکباد پیش کی۔ یکم ستمبر کو اعلیٰ حضرت کا پہلا دربار مسند نشینی منعقد ہوا جس میں رزیڈنٹ صاحب کی حوصلہ افزا تقریر کے جواب میں آپنے ارشاد فرمایا کہ :۔

"میری بہترین کوشش ہوگی۔ کہ اپنے پیارے باپ اور ہز مجسٹی کی خلیفانہ روایات کو نہ صرف برقرار رکھوں بلکہ مستحکم کردوں۔ کیونکہ یہ استحکام درحقیقت رعایائے دکن اور سلطنت ہند کی فلاح کیلئے ازبس ضروری ہے"

اکتوبر ۱۹۱۱ئہ میں لارڈ ہارڈنگ بہادر وائسرائے نے حیدرآباد رونق افروز ہوکر اعلحضرت میر محبوب علی خان بہادر بالقابہٗ مرحوم کی وفات حسرت آیات پر اظہار افسوس کرتے ہوئے حضور سے ان کے نقش قدم پر چلنے کی توقع کی۔

دینداری و معارف نوازی

اعلیحضرت ایک دیندار و متشرع مسلمان ہیں تخت سلطنت پر متمکن ہوتے ہی آپکا سب سے پہلا یہ کام تھا کہ آپ نے حرم کی اصلاح فرمائی۔ اور شریعت اسلام کی اجازت کے ماتحت صرف چار نکاح کئے۔ آپنے فریضۂ نماز جمعہ کی تجدید کی۔ اور جمعہ کی نماز با جماعت عام نمازیوں کے ساتھ ملکر مسجد میں ادا کرنے کی رسم کو زندہ کیا۔ ریاست کے امور مذہبی کے انجام دینے کے لئے "معین المہامی امور مذہبی" مقرر فرمائی۔ اور دین الفطرۃ کے بہترین عالموں اور عاملوں کی تلاش کر کے اس عہدہ پر فائز کیا۔ کافۃ المسلمین کی اصلاح و فلاح کے لئے واعظ مقرر کئے۔ دینی مدرسے کھولے۔ مذہبی انجمنوں کو دریا دلی سے امداد دی۔ اور رشد و ہدایت کے چشمے چاروں طرف پھیلائے۔ دارالعلوم دیوبند کی قدیم امداد میں اضافہ فرمایا۔ اجمیر شریف میں ایک عظیم القدر دینی مدرسہ قائم کیا۔ الہ آباد، بدایوں، کولاپور کے دینی مدارس کی طرف ہمدردی و اعانت کا ہاتھ بڑھایا۔ انگلستان میں تبلیغ اسلام کی غرض سے باوجود اختلاف عقائد خواجہ کمال الدین کو خزانۂ عامرہ سے معقول امداد دی۔ درگاہ حضرت محبوب الہٰی (دہلی) کی مرمت میں حصہ لیا۔ نادار حجاج فنڈ بمبئی کی مدد فرمائی۔ جامع مسجد الہ آباد کی تکمیل کی صورت پیدا کی۔

اسلامی تعلیمی کانفرنس حضور کی آبیاری کی رہین منت، انجمن ترقی اردو آپکی معارف پروری کی مرہون احسان۔ مدارس عثمانیہ کالج آپ کی فیاضی کا معترف، ڈیرہ دون کالج آپ کا مداح مدرسۃ المسلمین علی گڈھ، مدرسہ اسلامیہ سکندر آباد، دارالاقامت اسلامی برار، اسلامی ہائی سکول اٹاوہ، مسلم لیبوریٹری انبالہ، دارالمصنفین اعظمگڈھ، حالی ہیوریل ہائی سکول پانی پت، انجمن اسلامیہ بمبئی، ٹاٹا انسٹیٹیوٹ لیڈی ہارڈنگ کالج۔ انجمن حمایت اسلام لاہور، انجمن اسلامیہ مدراس، انجمن ترقی تعلیم امرت سر، غرضیکہ بر اعظم ہند کی بیشتر ملکی و قومی تحریکیں تاجدار دکن کے بذل و سخا سے شرف اندوز ہو رہی ہیں۔ آپ کا قول ہے ؎

نام رہجائیگا عثمان خلق میں
جاں نثاری کر گذر اسلام پر

"جامعہ عثمانیہ" کے افتتاح سے اعلیحضرت نے علوم و فنون کی بنیادیں اور مستحکم و استوار کر دیں۔ اور وہ معارف و حقائق جن کو قرطبہ و بغداد اور دہلی کے کھنڈروں میں آنکھیں تلاش،

کرتی ہیں۔ حیدرآباد دکن میں از سر نو زندہ کیے گئے۔ حضور کی دینداری نے مذہبی روایات کے احیاء کیلئے اصحاب تقویٰ کو اور آپکی معارف نوازی نے تنویر علم کے لئے ارباب علم کو فکر معاش سے آزاد کرکے شاہان اسلام کی سنت قدیم کی تجدید فرمائی۔ اعلیٰحضرت نے تعلیم نسواں کے لئے ۲۰ ہزار سالانہ کا گراں بہا عطیہ منظور فرما کر حیدرآباد۔ اورنگ آباد۔ اور ورنگل میں استانیوں کے لئے ایک ایک نارمل سکول قائم کیا۔

اعلیٰحضرت آصف جاہ سابع کا سلسلہ فیض وکرم یہیں پربس نہیں۔ آپ کا جذبہ ہمدردی انسانی کسی کی مصیبت کو نہیں دیکھ سکتا۔ کہیں زلزلہ باشندوں کو بے خانمان کردے دریا کی طغیانی آبادیوں کو ویران کردے۔ قحط وخشک سالی ان کو قوت لایموت سے محروم کردے۔ تو سب سے پہلے حضور ہی انکی دستگیری پر آمادہ ہوتے ہیں مصیبت زدگان بہار کیلئے ایک لاکھ روپیہ کی گرانقدر رقم حضور نے مرحمت فرمائی اور کئی دیگر مقامات کے لاکھوں فلاکت زدوں پر ترحم فرمایا۔

حضرت اقدس واعلیٰ کی یہ علم پروری و دینداری اور خیرخواہی بنی نوع انسان اس رحمت الٰہی کا نتیجہ ہے۔ جو دین الفطرۃ کی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیل میں دنیا کو حاصل ہوئی۔ اور جس سے حضور ممدوح بحصۂ وافی بہرہ اندوز ہیں۔

مذہب کی دوات سے آپ کا دل و دماغ کس حد تک مالا مال ہے۔ اس کا اندازہ ذیل کے دو چھوٹے چھوٹے واقعات سے لگتا ہے۔ (۱) حیدرآباد دکن میں قدیم دستور کے مطابق بعض حامیان شایان دولت اس قدر جھک جایا کرتے تھے کہ رکوع کی حد تک پہونچ جاتے۔ حضور نے ایک دفعہ جب جشن نوروز کے بعد اعیان وارکان دولت کو اس طرح دیکھا۔ تو بآواز بلند اس سے منع کیا اور فرمایا کہ:-

"مجھے سلام کیا جائے لیکن بطریق شرعی۔ عبد و معبود کے فرق و مراتب کو ملحوظ رکھکر۔ نہ اس طرح کہ اس میں شان رکوع پیدا ہو جائے"

اس رسم کے امتناع کیلئے اعلیٰحضرت نے بعد میں ایک خاص فرمان بھی جاری فرمایا چنانچہ اب وہاں شرعی سلام پر ہی اکتفا ہوتا ہے۔

(۲) پہلی شب معراج پر آپ جب مکہ مسجد تشریف لیگئے۔ تو ندیموں نے برعایت آداب شاہی کہیں ٹپکا باندھنا چاہا۔ آپ نے اسی وقت ان کو ٹوکا۔ آپ کے اس ارشاد کو شاعر

نے یوں نظم کیا ؎

یہ گھر اللہ کا ہے جسمیں ہم تم سب برابر ہیں
یہ وہ دربار ہے جسمیں گدا ہے شاہ کا ہمتا

کسی کو گر کسی پر کچھ فضیلت ہے تو اتنی ہے
کہ عند اللہ اکرم ہیں وہی ہم میں جو اتقیٰ [۱]

اُسی معبود برحق کو یہاں تعظیم کا حق ہے
خداوندانِ عالم کا یہاں سکہ نہیں چلتا

یہ مذہبی روح حضور ممدوح کے تمام اقوال و اعمال میں یکساں نمایاں ہے۔ اور یہی وہ شئے ہے جسکی ہمیں اس وقت سب سے زیادہ ضرورت اور احتیاج ہے حقیقت یہ ہے کہ اعلیٰحضرت کی دینداری و دین پروری سے مسلمانوں کی رُوحانی۔ اخلاقی اور علمی زندگی میں نشو و ارتقا کے خوشگوار آثار پیدا ہو رہے ہیں۔ اور ملت و دین کا احیا رفتہ رفتہ عمل میں آرہا ہے۔

اعلیٰ حضرت قومی و مذہبی تقاریب خصوصاً محفل میلاد شریف وغیرہ میں بے تکلف نہایت خلوص سے شرکت فرماتے ہیں۔ اور ایسے مواقع پر آپ اپنے شاہی مراتب کی کچھ پرواہ نہیں کرتے حضور کے مذہبی احساس اور پاک جذبات کا اندازہ حضور ہی کے اشعار سے ہو سکتا ہے فرمایا ہے ؎

دل کو خدا نے اپنی محبت سے بھر دیا
تسبیح کو زبان دی سجدہ کو سر دیا

نازاں ہوں اس عطا پہ غلامانِ مصطفیٰ
ہمکو دیا رسولؐ تو خیر البشر دیا

غرضیکہ اعلیٰ حضرت ایک نہایت پاکباز ستودہ صفات۔ عادل۔ مہذب۔ ہمدرد اور شریعت پسند بادشاہ ہیں۔ جو اپنی دینداری اور اتقا سے خلاف شرع بدعات و قبائح کا مستعدی سے قلع قمع فرما رہے ہیں۔ آپکی توجہ سے دینیات اور مذہبی و قومی علوم کی اشاعت روز افزوں ترقی پر ہے دکن کے ہزاروں وظائف منصب و پنشنوں کے علاوہ ہندوستان کے ہر گوشہ میں آپکے علمی۔ مذہبی و قومی وظیفہ خوار موجود ہیں۔

[۱] اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ ۱۲

حضور نظام اور دولتِ برطانیہ

وفاداری

اعلیٰ حضرت اپنی وفادارانہ خاندانی روایات کے بموجب گورنمنٹ انگریزی کے سچے معاون اور حضور ملک معظم کے مخلص خیر خواہ اور نمایاں امداد دینے والے دوست ہیں۔ گذشتہ جنگ عظیم میں حضور نے جس فراخدلی سے امداد دی ہے۔ اس کی نظیر موجودہ زمانہ میں ملنی محال و ناممکن ہے ۶۰ لاکھ ۱۵ لاکھ ۵۔ ۷ لاکھ۔ ۵۰ لاکھ اور ۱/۲ ۳ لاکھ کے بڑے بڑے عطیات کے علاوہ بیش قرار فوجی جمعیت جنگ شروع ہوتے ہی بہم پہونچائی۔ اور اس کے لاکھوں روپے ماہوار کے مصارف خود برداشت فرمائے۔ حضور کی بہادر و شجاع فوج نے میدان جنگ میں انگریزی افواج کے پہلو بہ پہلو وہ شاندار خدمات انجام دیں۔ جن کا اعتراف خود برٹش فوجی افسران نے وقتاً فوقتاً کیا۔ ان تمام اہم ترین جنگی خدمات کے علاوہ اعلیٰ حضرت نے مسلمانانِ ہند کو ایک خاص پیغام کے ذریعے وفاداری کی تلقین کر کے گورنمنٹ انگریزی کی ایک ایسی عظیم الشان خدمت انجام دی۔ جو اعلیحضرت کے علاوہ کوئی اور نہ دے سکتا تھا۔ اعلیٰ حضرت کے اس مشفقانہ پیغام کو مسلمانوں نے نہایت عزت و احترام کی نظر سے دیکھا اور اس کا ان پر خاص اثر ہوا۔ جس کا بدیہی ثبوت مسلمانان ہند کا وہ متفقہ طرز عمل ہے جس پر وہ ابتک قائم ہیں۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ رہیں گے۔

لارڈ ہارڈنگ بالقابہ کا اعتراف

اکتوبر ۱۹۱۳ئہ میں لارڈ ہارڈنگ دوبارہ حیدرآباد تشریف لائے۔ اور حضور کی شاہانہ خاطر و مدارات سے محظوظ ہو کر اور یہ دیکھکر کہ اعلیٰ حضرت کاروبار سلطنت کی بنفس نفیس نگرانی فرماتے اور حکومت کے ہر کام میں گہری دلچسپی رکھتے ہیں معدلت گستری اور بے تعصبی۔ قومی ہمدردی وعلمی فیاضی۔ گورنمنٹ کی دوستی اور ملکی اصلاح و ترقی کی ہر بات میں اپنے پدر بزرگوار کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ حضور کے عہد مبارک کی مادی و اخلاقی ترقی کا اعتراف فرمایا ؂

اعلیٰحضرت کی جنگی امداد

فوجی اعانت

جنگ شروع ہوتے ہی ۱۹۱۴ء میں حیدرآباد امپیریل سروس رجمنٹ رسالہ مصر روانہ کردیا گیا۔ جس نے عرب و فلسطین میں انگریزی حکومت کی اعانت میں جان توڑ جنگی خدمات انجام دیں۔ ۱۹۱۵ء میں ایک سو چابک سوار، دو قابل ترین افسروں کی ماتحتی میں منجملہ اس رسالہ کے گھوڑوں کی اصلاح و تربیت پر مامور کئے گئے۔ فوجی بھرتی کی طرف اعلیٰ حضرت کی توجہ مبذول ہوئی۔ تو چند ہی دنوں میں ۴۹۰۰۔ افراد بھرتی ہوئے۔ اور ماہانہ بھرتی کی رفتار ۲۱۷ سے ۵۰۰ تک پہونچ گئی۔ ریکروٹنگ و اسسٹنٹ ریکروٹنگ افسران کی تنخواہ کے مصارف اعلیٰحضرت نے خود برداشت فرمائے۔ ایک خاص فرمان جاری کیا گیا کہ:۔

"سلطنت آصفیہ کے یورپین اور انگلو انڈین افسران بھی جنگی خدمات انجام دے سکتے ہیں۔ اور انہیں معقول سہولیت و رعایت ہوگی۔ یعنے ان کے عہدے انہیں کے لئے محفوظ رکھے جائیں گے۔ اور بقدر نصف تنخواہ الاؤنس بھی دیا جائے گا"

سپاہ تحفظِ ہند میں شامل ہونے والوں کو خاص مراعات دی گئیں بستم دکن ہارس کو رزمگاہ بھیجنے سے پیشتر نئی تلواروں سے دس ہزار روپیہ کے صرفہ سے از سر نو مسلح کیا گیا۔ رسالہ کے کمانڈنگ افسر اور پانچ دیگر افسران کو گھوڑے بھی اعلیٰ حضرت کی طرف سے دیئے گئے۔

مالی امداد

قرضہ جنگ میں اعلیٰحضرت نے ایک کروڑ چوسٹھ لاکھ روپے۔ بہ تفصیل ذیل عطا کئے:۔

۴ فیصدی سود والے قرضہ ۱۶-۱۹۱۷ء میں	۳۹ لاکھ
۵ " " " ۱۹۱۷ء میں	۷۵ لاکھ
۵½ " " " ۱۹۱۸ء میں	۵۰ لاکھ
تکمیل جنگ کے لئے بطور امداد	ایک کروڑ ۲۰ لاکھ ۹ ہزار ۶ سو

بستم دکن ہارس اور فرسٹ حیدرآباد امپیریل سروس کے مصارف	ایک کروڑ ۲۴-لاکھ

یہ خرچ بحساب ۲ لاکھ روپے ماہانہ آغاز جنگ سے شروع ہوا۔ اور تا اختتام جنگ جاری رہا۔

سرانجام جنگ کیلئے خاص عطیہ	۱۵ لاکھ
آبدوزی حملوں کے انسداد کے لئے	۱۵ لاکھ
ہز میجسٹیز کی شادی کی ۲۵ سالہ تقریب پر	۳ لاکھ ۵، ہزار
پرنس آف ویلز ریلیف فنڈ	ایک لاکھ
امپیریل ریلیف فنڈ آف انڈیا	ایک لاکھ
اڈورڈ ے فنڈ برائے صلیب احمر	ایک لاکھ
متفرق	ایک لاکھ ۴۴ ہزار ۶ سو

ہنگامی الاؤنس کا اجراء

اعلیٰ حضرت ممدوح خلد اللہ ملکہ نے گرانی اشیاء کی وجہ سے سرکاری ملازمین کے نام جنکی تنخواہ ایک سو روپیہ تک تھی۔ ایک ہنگامی الاؤنس جاری کرنے کی منظوری صادر فرمائی جو خاتمہ جنگ تک برابر جاری رہا۔ اس الاؤنس پر دولتِ آصفیہ کے خزانہ پر **گیارہ لاکھ سالانہ** کے حساب سے زائد خرچ پڑتا رہا۔

ہندوستانی والیان ریاست کی طرف سے جو ہسپتالی جہاز بنام "لائلٹی" پیش کیا گیا تھا۔ اس میں بھی اعلیٰ حضرت حضور نظام نے گرانقدر چندہ عطا فرمایا۔ اور گورنمنٹ ہند کو پچاس لاکھ روپیہ کی چاندی کی اینٹیں (امریکہ سے چاندی آنے تک کے عرصہ کیلئے) مستعار دیکر مالی حالت کو ایسے نازک موقع پر سنبھالا جبکہ ہندوستان میں روپیہ کی کمی کے باعث سخت دقت پیدا ہو رہی تھی۔ دولت آصفیہ عالیہ کی ٹکسال گورنمنٹ ہند کے لئے دوآنی چونی اور اٹھنی کے سکے سرگرمی سے تیار کرتی رہی۔ مدراس وار فنڈ کے اسٹامپ اور حیدرآباد لیڈیز وار ایسوسی ایشن کے ٹکٹ دار الضرب کی شاخ سے مفت چھاپ کر دیئے۔

سامانِ حرب

سامان حرب کی فراہمی میں بھی دولت آصفیہ نے فراخدلی سے ہاتھ بٹایا۔ سرکار عالی کے تمام کارخانے آغاز جنگ سے سامان حرب کی تیاری میں ہمہ تن مصروف رہے اور

۹ لاکھ روپیہ سے زائد رقم کی چیزیں بنائی گئیں۔

سرکارِ عالی کی ورکشاپ سے جو سامان حرب تیار ہوا۔ اس کی تفصیل بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگی۔

اشیاء	مقدار	مالیت
توڑوں کے ڈبے	۱۴۶۹۳	۲۱۶۳۲۴ روپیہ
گولے ۱۳ پی آر	۸۶۲۶	۱۰۶۵۲۷ ״
آتش افروز (توپخانہ)	۴۵۸۳	۳۸۴۳ ״
اوزار قاطع	۳۰۰۰	۹۳۱۹ روپے ۸ آنے ۳ پائی
زینیں مع تفنگ آویز	۳۴۰۰	۱۳۱۲۸ ״ ۱۰ ״ ۹ ״
گاڑیوں کے چاکوں کے اڈے	۵۳۰	۱۱۵۶۸ ״ ۴ ״ ۶ ״
ایرس درجہ دوم	۵۴۰	۱۳۰۱۶ ״ ۷ ״ ۳ ״
عراوہ ہائے باربرداری	۱۰۲۲۵	۲۵۵۲۱۵ ״ ۱۳ ״ ۶ ״
آتش افروز	۱۰۵۳۶	۲۰۵۴ ״ ۱۴ ״ ۴ ״
رسیوں کے لئے فولادی تھیلے	۵۲۰۰۰	۵۰۵۵ ״ ۸ ״ ۱۰ ״
رمنوں کے لئے تختیاں	۵۲۰۰۰	۶۵۰۷ ״ ۶ ״
گاڑی کے چاک خاص نشان	۲۳۰	۳۱۶۵ ״ ۹ ״ ۱۰ ״
آلات حساب توپخانہ	۳۰۰	۴۸۹ ״

علاوہ ازیں چار رمنے ۲۲ ہزار روپیہ سالانہ آمدنی کے صیغۂ ریمونٹ کو بلا معاوضہ عطا ہوئے۔ سرکاری بنگلے اور کوٹھیاں بھی افسران ریمونٹ کی رہائش کیلئے دیئے گئے۔ ریمونٹ ڈپو اورنگ آباد کے لئے گھاس کی کٹائی اور باربرداری کے جملہ مصارف بقدر ۲۲ ہزار روپے گورنمنٹ نظام نے خود ادا کئے۔

بحری امداد

اعلیٰ حضرت ادام اللہ اقبالہ نے ، مارچ ۱۹۳۸ء کو وائسرائے ہند کی خدمت میں بحری امداد پیش کرتے ہوئے جو مراسلت لکھی اور جن الفاظ میں "یار وفادار" کی یہ پیشکش قبول ہوئی۔ ناظرین کی واقفیت کے لئے درج ذیل کی جاتی ہے۔

مراسلت

چونکہ حال میں عالیجناب نے فرمایا تھا کہ اب وقت آگیا ہے۔ کہ اس جنگ کو ختم کرنے کیلئے تمام قلمرو متحدہ کوشش کرے۔ اس لئے مجھے اس بات کی فکر ہے۔ کہ مزید جدوجہد میں میری ریاست حیدرآباد بھی جو کچھ ہو سکے حصہ لے۔ اب تک جو مدد میں نے شاہی سلطنت کو دی۔ وہ قطعی بری جنگ کو جاری رکھنے کیلئے تھی۔ میری ریاست بحری نہیں۔ تاہم حیدرآباد میں ہمکو بیڑے کی اہمیت کا احساس ہے۔ خاصکر جبکہ آبدوزی خطرات پھر زیادہ ہو گئے ہوں۔ میری دلی خواہش ہے۔ کہ آبدوزی کے خلاف جدوجہد میں کوئی ناچیز حصہ لے سکوں۔ اپنی موجودہ حالت کے لحاظ سے میں جہاز یا بحری فوج مہیا کرنے سے قاصر ہوں۔ لہذا میں محکمۂ بحری میں پندرہ لاکھ روپیہ نذر کرنا چاہتا ہوں تاکہ یہ رقم آبدوزوں کے سدباب کے لئے ان خفیہ انتظامات میں صرف ہو جو گذشتہ زمانہ میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ اور آئندہ زیادہ تر کامیاب ہونگے۔ لہذا میں ممنون ہونگا۔ اگر عالی جناب اس نذرانہ کے متعلق ہز امپیریل میجسٹی کے بحری مشیروں کو مطلع کریں۔ اگر وہ اس کو شرفِ قبولیت بخشیں تو میں اس رقم کی ادائیگی کا انتظام لندن میں کردوں اس امر کے اعادہ کی تو چنداں ضرورت نہیں کہ میں اپنے تین لاکھ روپے ماہوار کا نذرانہ جو ستمبر ۱۹۱۴ء سے بری جنگ کیلئے دیا جاتا ہے تا اختتامِ جنگ جاری رکھونگا۔"

وائسرائے بہادر نے یہ مکتوب وزیر ہند کی خدمت میں بھیجتے ہوئے لکھا کہ "نظام حیدرآباد ۱۵ لاکھ روپیہ محکمۂ بحری آبدوزی استحکامات کے لئے نذر کرتے ہیں۔ مہربانی فرماکر جواب بذریعہ تار دیں۔ چنانچہ جواب حسب ذیل موصول ہوا:-

جواب

ہز مجسٹی کی گورنمنٹ نے نظام حیدرآباد کا ۱۵ لاکھ روپے کا شاندار عطیہ محکمہ بحری کے آبدوزی استحکامات کے لئے شکریہ کیساتھ قبول کیا۔ براہ مہربانی

ہزہائی نس کی خدمت میں ہزمیجسٹی اور محکمہ بحری کے لارڈ کمشنروں کیطرف سے اس شاندار فیاضی کا تہ دل سے شکریہ ادا کیجئے محکمہ بحری اس عطیہ کو ہزہائی نس کی خواہش کے مطابق نہایت خوشی کیساتھ صرف کریگا "

غرضیکہ جنگ کو کامیاب خاتمہ پر پہونچانے کیلئے اعلیٰحضرت خلد اللہ ملکہ نے فوج، روپیہ اور سامان سے گورنمنٹ برطانیہ کو امداد دینے میں کوئی کسر نہ رکھی۔ اور ہر پہلو سے نمایاں امداد دیکر ثابت کردیا کہ ہندوستانی والیانِ ریاست میں گورنمنٹ کا سب سے زیادہ ہاتھ بٹانے والے اور بہی خواہ اعلیٰ حضرت ہی ہیں۔

رزیڈنٹ بہادر کا اعترافِ خدمات

جولائی ۱۹۱۸ء کو "یار وفادار گورنمنٹ برطانیہ" اعلیٰ حضرت ہزاگزالٹڈ ہائی نس حضور نظام کی تقریب سالگرہ مبارک پر رزیڈنٹ بہادر نے ایک طویل تقریر میں "یار وفادار گورنمنٹ برطانیہ" کا جام صحت تجویز کرتے ہوئے ان کی بیش بہا جنگی خدمات کا ذکر کیا۔ جو میدانِ جنگ میں بری و بحری سامان جنگ اور روپیہ کی فراہمی سے حضور ممدوح نے گورنمنٹ برطانیہ کی انجام دیں۔"

گورنمنٹ برطانیہ کا اعلانِ وفاداری

ان اہم جنگی خدمات کے شکریہ میں گورنمنٹ برطانیہ نے اعلان کیا کہ:۔

"اعلیٰ حضرت حضور نظام فرمانروائے دکن کو آئندہ سرکار انگریزی کے مراسلات میں "یار وفادار" کی بجائے "**یار وفادار سلطنت برطانیہ**" لکھا جایا کرے "

انہی ایام میں اعلیٰ حضرت ممدوح کو "ہزاگزالٹڈ ہائی نس" کا خطاب دیا گیا۔ چنانچہ اس اعلان کے موافق سرکار انگریزی کے مراسلات میں

"فیتھ فل آلائی آف برٹش گورنمنٹ ہزاگزالٹڈ ہائی نس"

لکھا جاتا ہے۔

قومی خطاب کی عقیدتمندانہ پیشکش!

مسلمانان ہندوستان کیطرف سے

مولانا محمد عبد اللہ صاحب منہاس نے ۱۵ جون ۱۹۱۸ء کے اخبار وکیل میں اعلیحضرت حضور نظام خلد اللہ ملکہٗ کی بے نظیر شاہانہ فیاضیوں علمی سرپرستیوں بالخصوص عثمانیہ یونیورسٹی کے اجرا اور اہم اسلامی خدمات کا پر زور تذکرہ کرتے ہوئے ایک جامع و بسیط مضمون میں تحریک کی کہ قوم کیطرف سے اعلیٰ حضرت کی عدیم المثال خدمات کے صلہ میں "محی الملت والدین" کا خطاب پیش کیا جائے۔ اس معقول و مناسب اور زبردست تحریک کے پیش ہوتے ہی قوم کیطرف سے "لبیک" "لبیک" کی گونج پیدا ہوگئی۔ اور شہر بہ شہر قصبہ بہ قصبہ مولانا موصوف کی تحریک کی تائید میں آوازیں اُٹھنے لگیں۔ ہر حصۂ ملک میں تائیدی جلسے بھی منعقد ہوئے۔ لیکن کلکتہ کے ایک اخبار نے اس خیال سے کہ حضور نظام کی ہر دلعزیزی میں اس سے کچھ بھی اضافہ نہیں ہو سکتا۔ اور کہ اس پر زیادہ زور صرف کرنا قطعاً افراط و تفریط ہے۔ ایک معمولی اور سطحی چیز قرار دیا جسکا جواب مولانا منہاس نے، ۱ جولائی ۱۹۱۸ء کے وکیل میں ذیل کے معقول و مبرہن الفاظ میں دیکر معترض کو ساکت و صامت رہنے پر مجبور کر دیا۔ آپ نے لکھا کہ :-

"اس اخبار کو معلوم ہونا چاہئیے کہ یہ خطاب ہز اگز الٹڈ ہائی نس کی ہر دلعزیزی میں اضافہ کی غرض سے نہیں سوچا گیا۔ بلکہ یہ اس **گہری عزت و وقعت کے اظہار کی ایک صورت** ہے۔ جو میر عثمان علی خان بہادر بالقابہٗ کی **فیض گستری** نے مسلمانوں کے دلوں میں پیدا کر دی ہے۔ اگر مسلمانوں کا ہدیۂ شکر گذاری حضور ممدوح کے نام کے ساتھ چند الفاظ کا اضافہ کرنا چاہتا ہے۔ تو یہ تاریخ اسلام میں کوئی نئی بات نہیں ہے۔ البتہ اس امر پر ہم اپنے ہمعصر سے متفق ہیں کہ اس پر زیادہ زور قلم صرف کرنے کی ضرورت نہیں لیکن کیا اس کو یقین ہے کہ وہ جن مسائل پر خود قلم اٹھایا کرتا ہے۔ وہ ہمیشہ "معمولی اور سطحی چیزوں" کی حدود سے باہر ہوتے ہیں اور وہ اپنے زور قلم کو اس "قطعاً افراط تفریط" سے بچانے میں

ہمیشہ کامیاب ہوتا ہے۔

اخبار مذکور چاہتا ہے کہ اس کی بجائے اس تحریک پر زور دینا چاہئیے کہ صوبہ برآر دوبارہ قلمرو ئے نظام میں شامل ہو جائے ۔۔۔ اس تحریک کو ایک نئی تحریک قرار دیتا ہے اور لکھتا ہے:"اب وقت آگیا ہے کہ ..... حکومت برطانیہ ریاست حیدرآباد کی دو صد سالہ خدمات کا فدیہ ادا کرے"

ہمارے لئے یہ کوئی نئی تجویز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ مسئلہ اسلامی و ملکی پریس میں مدتوں زیر بحث رہا ہے۔ البتہ خدمات "فدیہ" ضرور ایک نئی چیز ہے۔ شاید ہمارے ہمعصر کا یہ خیال ہے۔ کہ برار کا علاقہ لارڈ کرزن کی استبدادیت نے مملکت آصفیہ سے اس لئے چھین لیا تھا۔ کہ ریاست مذکور خدمات کی بجاآوری سے غافل تھی۔ ورنہ اس کی کیا ضرورت تھی۔ کہ ایک علاقہ کی واپسی کے لئے دو صد سالہ خدمات کی یاد دلائی جائے۔ اور ان خدمات کا "فدیہ" اور "انعام" دولت برطانیہ سے مانگا جائے؟

انعام اور بخشش طلب کرنے کی عادت جبتک مسلمانوں میں قائم ہے۔ اور ایک قانونی اور فطری حق کی وقعت کو خدمات کے "فدیہ" میں چھپا کر کم کرنے کی عادت جبتک ان میں موجود ہے۔ خودداری و عزت نفس کے جذبات ہمیشہ اُن سے دُور رہیں گے۔ اور خیالات کی پستی ارادوں کی سستی اور نظروں کی تنگی انکو زوال و انحطاط کے گڑھے سے کبھی نہیں نکلنے دیگی۔

جس طرح الحاق برار کے تاریخی واقعہ کو قلمرو نظام کی خدمات یا عدم خدمات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسی طرح صوبہ برار کی واپسی کی راہ میں "محی الملت والدین" کا خطاب حائل نہیں ہے۔ کہ اس سے قطع نظر کرکے واپسی کا مطالبہ کیا جائے۔ ایک کو برٹش گورنمنٹ سے طلب کرو بطور حق، اور دوسرے کو خود حضور نظام کی خدمت میں پیش کرو بطور ہدیہ، تضاد کہاں ہے؟

مولانا مہاس ایسے فاضل محرک نے اس مبارک تحریک کو نہایت شدومد اور جوش کیساتھ جاری رکھا۔ اور اس وقت تک آپ کا قلم پُرمغز مضامین کی تحریر سے نہیں رُکا۔ جبتک کہ تحریک متفقہ تائید کے ساتھ پاس کراکر منزل مقصود پر نہ پہونچا لیگئی۔ چنانچہ مختلف جماعتوں اور انجمنوں

کی پُرزور و متفقہ تائید کے بعد قوم کی نمائندہ جماعت ندوۃ العلماء کے عظیم الشان جلسہ منعقدہ ۲۹۔ ستمبر ۱۹۱۸ء کی متفقہ آواز سے آپکی تحریک کامیابی کے ساتھ پاس ہوئی۔ اور تجویز ہوا کہ اعلیٰحضرت حضور نظام کی خدمت میں "محی الملّت والدین" کا معزز قومی خطاب بذریعہ خاص وفد پیش کیا جائے۔ چنانچہ اس پیشکش کو حضور ممدوح نے ازراہِ قدردانی قبول و منظور فرماکر مسلمانانِ ہند کو تشکر و امتنان کا موقع دیا۔

برطانوی فتح پر قلمرو آصفیہ میں چراغان

کم و بیش دو لاکھ روپیہ کا صرفہ

خاتمہ جنگِ عظیم کی تقریب پر اعلیٰ حضرت کے فرمان عالی نشان کی تعمیل میں ۱۶ نومبر ۱۹۱۸ء کو قلمرو حیدرآباد میں چراغان کیا گیا۔ مساجد میں نوافلِ شکرانہ ادا ہوئے۔ اور خزانہ آصفیہ سے غربا میں غلہ و کپڑا تقسیم کیا گیا۔ ایک لاکھ روپے کے خرچ سے "سرائے بیادگار صلح" تعمیر کرنے کی تجویز ہوئی۔

حضور نظام کا ایک اور اعلانِ وفاداری

جون ۱۹۱۹ء میں جبکہ گورنمنٹ برطانیہ کے خلاف ایجی ٹیشن کا طوفان بپا تھا۔ سرحدی واقعات کو مدنظر رکھتے ہوئے اعلیٰحضرت حضور نظام عالی مقام نے جو اعلان وفاداری فرمایا۔ اس کے الفاظ حسب ذیل ہیں:۔

> "سرحدی واقعات پر غور کرتے ہوئے میں بہ حیثیت ایک خیرخواہ ریاست برٹش گورنمنٹ کے اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اپنی امپیریل سروس فوج و اپنی ریاست کے ذرائع گورنمنٹ آف انڈیا کے کام میں دیدوں۔ میری استدعا ہے کہ ہز ایکسیلنسی براہِ مہربانی میرا ناچیز رقت ہز امپیریل مجسٹی شہنشاہ معظم کے حضور میں پیش کرکے مشکور کریں"۔

حیدرآباد دکن کی تعلیمی ترقی

مہیب وخوفناک جنگ کا زمانہ ہے۔ اعلیحضرت سلطان دکن (دام اللہ سلطنتہ وحشمتہ) اپنی تمام توجہ گورنمنٹ برطانیہ کی جنگی امداد اور اس کے کامیاب خاتمہ کے اسباب وعلل اور عواقب ونتائج پر غور کرنے میں صرف فرمانے کے علاوہ ریاست کی علمی و اقتصادی ترقی پر مبذول فرمارہے ہیں چنانچہ انہی ایام یعنی ۱۹۱۵ء تا ۱۹۱۶ء کی تعلیمی رپورٹ کے شمار و اعداد جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں بتلاتے ہیں کہ مصروفیت کے اس عالم میں بھی اعلیحضرت کی ریاست نے کسقدر تعلیمی ترقی کی۔

علوم وفنون کی ضروری کتابوں کا اردو ترجمہ کرنے کی غرض سے "دارالترجمہ" کے نام سے ایک صیغہ قائم کرنے کے علاوہ صاحب ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم کے پیش کردہ شمار واعداد سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر قسم کے مدارس کی تعداد میں ۱۳۲۵۔ اور طلباء کی تعداد میں ۴۰۳۴۷ کی زیادتی ہوئی حالانکہ سال ماسبق میں اعداد ہذا بترتیب ۵۸۰۔ اور ۱۰۳۳۷ تھے۔ اضافہ کا باعث بہت کچھ ۸۳۹ لوکل بورڈ سکولوں کا اجراء ہے جو ہر ایک گاؤں میں ایک ایک پرائمری سکول کی سکیم کے مطابق عمل میں لایا جارہا ہے۔

اعداد وشمار

جنگ عظیم اور پلیگ کا زمانہ

۱۹۱۵ء تا ۱۹۱۶ء

تعلیم پر تمام وسائل سے ۲۲۳۳۱۷۵ روپے بخلاف ۲۱۹۲۹۹۸ روپے سال ماسبق کے صرف ہوئے۔ از انجملہ اعلیٰ حضرت سرکار نظام ادام اللہ اجلالہ نے ۱۲۷۷۶۴ روپیہ مرحمت فرمائے ۴۲۲۳۰ روپے صرف خاص ۱۹۸۵۵۸ روپے لوکل بورڈوں اور ۶۲۳۱۳۴ روپے امدادی و غیر امدادی پبلک انسٹی ٹیوشنوں کی منتظم جماعتوں نے ادا کئے۔ باوصف پلیگ کے دور دورہ اور جنگ کی پریشانی کے افسران سررشتہ تعلیم کو نئے پرائمری مدارس کے اجراء میں بہت بڑی کامیابی ہوئی۔ انگریزی ہائی سکولوں کی تعداد ۱۹ سے ۲۰ ہوگئی۔ متذکرہ صدر ۹۳۸ لوکل بورڈ سکولوں کے علاوہ سرکاری ایجنسیوں نے ۲۱۹ نئے شاہی ۲۰۳ دیوانی اور ۱۶ صرف خاص کے مدارس جاری کئے

شاہی و دیوانی مدارس کی تعداد ۱۰۴۱ بخلاف ۹۰۱ سال ماسبق کے تھی بسنہ ۱۳۳۲ ف میں ۲۰۰ سرکاری پرائمری مدارس اور ۴۶ ۳۸۶ طلبا تھے سنہ ۱۳۳۵ ف میں یہ تعداد بہ ترتیب تین سالوں میں ۴۴۳ اور ۴۰۹۴۳ ہوگئی۔ جو ۱۱۵ مدارس ۲۲۰ ۱۵ طلبا کے اضافہ کی مظہر ہے سال زیر رپورٹ میں ابتدائی سرکاری مدارس و طلبا کی تعداد ۲ ہزار اور ۹۲۳۹۴ ہے۔ جو ایک سال میں ۱۱۵۷ مدارس اور ۲۴۱۹ طلبا کے اضافہ کی مظہر ہے۔ پبلک سرمایوں سے ابتدائی تعلیم پر ۲۹۴۳۲۲ روپے بخلاف ۲۰۴۸۴۹ روپے سال گذشتہ کے صرف ہوا۔ اضافہ ہذا میں شاہی یا دیوانی صیغہ نے ۲۵۸۴ ۸ روپے لوکل بورڈوں نے ۹۸۸ ۱۰ روپے دیئے۔ ہر دو اقسام کے مدارس کے اخراجات بہت زیادہ نظر آتے ہیں کیونکہ سکول دیر سے سال کے خاتمہ پر کھلے۔ چونکہ اب ابتدائی سکولوں میں اچھی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس لئے پاس شدگان کی تعداد میں بھی زیادتی کی توقع کی جاتی ہے سنہ ۱۳۳۶ ف میں زنانہ سکولوں اور متعلمات کی تعداد تقریباً المضاعف یعنی ۳۰۴۔ اور ۱۵۰۱۰ ہوگئی جس کی وجہ گورنمنٹ آصفیہ عالیہ اور پرائیویٹ ایجنسیوں کی طرف سے بہت سے زنانہ مکاتب کا اجراء ہے۔ اس وقت ریاست میں ۲ زنانہ ہائی سکول ہیں جن میں سے ۲ سرکاری اور ۴ پرائیویٹ جماعتوں کے۔ اور ۱۰ زنانہ مڈل سکول۔ وظائف کا کل خرچ ۱۱۴۷۹ روپے ہے۔

سنہ ۱۹۱۸ء

اس سال میں ۱۱۵ پرائمری مدارس کا اضافہ ہوا۔ اور اسی حساب سے طلبا میں ترقی ہوئی چنانچہ طلباء کی تعداد ۳۸۶۴۰ کی بجائے ۴۰۹۳۵ ہوگئی۔

سنہ ۱۹۱۹ء

۹۳۰ لوکل بورڈ سکولوں کے علاوہ ۲۱۹ نئے شاہی اور ۲۰۳ دیوانی۔ اور ۱۲ صرف خاص کے مدارس جاری فرمائے گئے۔

سنہ ۱۹۲۰ء

قدیم و نادر الوجود کتب کی طبع و اشاعت کے لئے ایک جدید سررشتہ قائم کیا گیا جس کے لئے ایک لاکھ روپے کا گرانبہا عطیہ منظور فرمایا۔

علاوہ ازیں

ابتدائی مدارس کھولنے کیلئے سوا لاکھ روپیہ کی اور رقم عطا کی گئی۔ یعنے جامعہ عثمانیہ کے بجٹ میں کا سوا لاکھ روپیہ ابتدائی مدارس کی مد میں منتقل کیا گیا جس سے ۹۱ سرکاری مدارس تحتانیہ اور

کھولے گئے۔

ایسے نازک زمانہ میں جبکہ جنگ یورپ کی افراتفری اور پلیگ کی وجہ سے ملک میں سخت پریشانی کا عالم تھا۔ ارکانِ دولت کی مساعی جمیلہ سے یہ شاندار علمی ترقی ہوئی۔ تو خیال کیا جا سکتا ہے کہ امن و اطمینان کے زمانہ میں کس قدر نشو و ارتقا ہوا ہوگا۔

ریاست حیدرآباد کا گوشہ گوشہ علمی شعاعوں سے منور ہو رہا ہے اور اس پر بھی مزید اصلاحات اور کوششیں جاری و ساری ہیں۔ اللھم زد فزد۔

علمی اعزاز کی نیاز مندانہ پیشکش

ارکانِ جامعہ عثمانیہ کیطرف سے

اعلیٰ حضرت کی علمی فیاضی و ہنر گستری اظہر من الشمس ہے۔ "جامعہ عثمانیہ" کے قیام سے حضور نے جو ضیا پاشی فرمائی۔ اس کے شکریہ میں جامعہ عثمانیہ کی طرف سے فخر و مسرت کیساتھ ستمبر ۱۹۲۳ء میں اعلیٰحضرت کی خدمت میں حسب ذیل الفاظ کے ساتھ مجمع عام میں بموجودگی وزراء و اراکین دولت عالیہ آصفیہ کیخدمت میں "سلطان العلوم" کی اعزازی ڈگری پیش کیگئی۔ جسے حضور ممدوح نے مختصر مگر جامع الفاظ میں قبول فرما کر خدام جامعہ عثمانیہ کی کمال عزت افزائی فرمائی۔

"الحمد للہ کہ آج وہ مبارک دن ہے۔ جو نہ صرف جامعہ عثمانیہ بلکہ تمام جامعات عالم کی تاریخ میں یادگار رہیگا۔ کہ خود فرمانروائے سلطنت نے جو اس کے بانی اور سرپرست اعلیٰ ہیں۔ اسکی اعزازی ڈگری قبول فرمانے کیلئے مجلس رفقاء کو عزت بخشی ہے۔

تاریخ عالم سے واضح ہے کہ سلاطین اسلام نے ہمیشہ علم کی سرپرستی میں خاص حصہ لیا ہے لیکن حضرت جہاں پناہی کو جو انہماک و دلچسپی ترویج علم سے ہے۔ اور بندگان حضرت نے اپنی علم پروری اور ہنر گستری سے حصول علم کے لئے جو مناسب اور مفید طریقہ اس جامعہ کے قیام سے جاری فرمایا ہے اس کی مثال کہیں نہیں ملتی۔ اور اس کے اعلیٰ نتائج اور

فوائد محتاجِ بیان نہیں ہیں۔

اہل ملک کے فخر و مسرت کا اس سے بڑھ کر اور کیا موقع ہو سکتا ہے۔ اور خود جامع کی اس سے زیادہ اور کیا خوش نصیبی ہو سکتی ہے کہ وہ ایسے سرپرست وحامئ علم کے حضور عالی میں اپنی سب سے پہلی اور اعلیٰ ترین اعزازی ڈگری پیش کرے

لہٰذا

بکمالِ منت و حسنِ عقیدت "جامعہ عثمانیہ" کی جانب سے اس کے ارکین مجلس رفقا "سلطان العلوم" کی اعزازی ڈگری بارگاہ ملازمانِ خسروی جہاں پناہی میں پیش کرنے کی عزت حاصل کرتے ہیں۔

"گر قبول افتد زہے عز و شرف"

علامہ سر اقبال کی پیشکش

حضور کے محاسن و مکارم اور مراتب و فضائل کی جس قدر تعریف کی جائے، بجا ہے۔ مشہور ترجمانِ حقیقت علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب اقبال ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی نے حضور کی شان میں جو اشعار لکھے اور اپنی معرکۃ الآرا تصنیف "رموز بیخودی" کے ساتھ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں ارسال کئے۔ قابلِ ملاحظہ ہیں۔ لکھا ہے:۔

اے مقامت برتر از چرخِ بریں　　از تو باقی سطوتِ دینِ مبیں!
حلقۂ صدیق از سیمائے تو　　حافظِ ما تیغ جوشن فائے تو
از تو ما را صبح خنداں شامِ ہند　　استعانت مرکزِ اسلامِ ہند
دوشِ ملت زندہ از امروزِ تو　　تابِ ایں برقِ کہن از سوزِ تو
بندگانیم ما، تو خواجۂ　　از پئے فردائے ما دیباچۂ
گوہرم را شوخیش بیباک کرد　　تا گریبانِ صدف را چاک کرد

پیش سلطانِ دیں گہر آوردہ ام
قطرۂ خونِ جگر آوردہ ام

دولتِ آصفیہ میں جمہوریت

اعلیحضرت کی روشن ضمیری و رعایا نوازی

چونکہ شخصی طرزِ حکومت میں تمام دار و مدار شخصِ واحد کی ذات سے مختص ہوتا ہے۔ اور

(۱) بجائے اس کے کہ ملک کے تمام قابل اشخاص کی قابلیتیں کام آئیں۔ صرف چند ارکانِ سلطنت کی عقل و تدبیر پر کام چلتا ہے۔

(۲) عوام کو ملکی انتظامات سے کچھ سروکار نہیں ہوتا۔ اس لئے قوم کے اکثر افراد کی انتظامی قوت و قابلیت رفتہ رفتہ معدوم ہو جاتی ہے۔

(۳) مختلف فرقوں اور جماعتوں کے خاص حقوق کی (اگرچہ سلاطین آصفیہ کی انتظامی قابلیت سے عوام کے حقوق کی بوجہ احسن نگہداشت ہوتی رہی) اچھی طرح حفاظت نہیں ہو سکتی اور قومی کاموں کا مذاق معدوم ہو جاتا ہے۔ اس لئے دکن کے روشن ضمیر حکمران نے اپنی قلمرو میں اگزکٹو کونسل کے قیام سے جمہوریت کیطرف قدم بڑھاتے ہوئے وزارت کے قدیم و دیرینہ طلسم کو توڑ کر انصاف و مساوات، اور عدل گستری و رعایا نوازی کا ثبوت دیا۔

ریاست کی روایات قدیمہ کے خلاف انتظامی مجلس قائم کر کے اپنی ذمہ داریوں میں رعایا کی شمولیت کو انسب قرار دیا۔ جو اعلیحضرت کے اعلیٰ تدبر اور روشن ضمیری کا بیّن ثبوت ہے۔ رعایا کی فلاح و بہبود کے وسائل سوچنے کی جو فضیلت اعلیٰ حضرت کو نصیب ہوئی۔ وہ بہت کم تاجداران کو حاصل ہوئی ہے۔

تنظیم بابِ حکومت

فرمان واجب الوقت نشان

یہ فرمان اس بات کا مظہر ہے کہ اعلیٰ حضرت سر میر عثمان علی خان بہادر بالقابہٗ فرمانروائے دکن نے اپنی رعایا کی فلاح و بہبود، آرام و آسائش، طمانیت و خوشحالی کیلئے کس قدر درد و محبت کا اظہار فرمایا۔ اور قدیم طرزِ حکومت میں کیسی کیسی شاندار اور قابلِ تعریف نمایاں

تبدیلیوں سے اپنی دانشمندی و دُور اندیشی کا ثبوت بہم پہونچایا۔ ملک میں امن و امان اور عدالت و مساوات قائم رکھنے کے لئے کس قدر دماغ سوزی اور محنت و کاوش سے قوانین و ضوابط کی تدوین فرمائی۔ فوائد عامہ کے لئے آپ نے کیا کیا کیا۔ اور ملکی ترقی کے لئے آپ کیا کچھ چاہتے ہیں فرمانِ عطوفت نشان آپ کے عدل و انصاف کا مظہر ہے۔ ناظرین کرام بغور مطالعہ فرمادیں:-

فرمان

"۱۹۱۹ء میں غفران مکان حضرت والد مرحوم نے اس مملکت کی نظم کے لئے ایک جدید ضابطہ مرتب فرماکر بنام "قانونچہ مبارک" جاری فرمایا۔ اس تاریخی سرکاری کاغذات میں حضرت غفران مکان نے ان اصول پر نظر ڈالی۔ جو اس ملک کی نظم کا قدیم دستور تھا۔ اور اس میں ان نقائص پر بھی غور فرمایا جو سر سالار جنگ اول کے انتظامی اصلاحات میں موجود تھے۔ اور جنکی برائیاں دور فرماکر اپنے ارشادات کو الفاظِ ذیل پر ختم کیا۔

"اس مملکت کا ابتدائی طرزِ حکومت محض شخصی حکمرانی تھا۔ سالار جنگ اول نے اسے تقریباً سلطنت منضبطہ (کانسٹی ٹیوشنل) سے مبدل کیا۔ سالار جنگ دوم کی پیش روی سے زمام اختیار چند غیر مستحق ہاتھوں میں آگئی۔ اور آسمان جاہ کی نظریں ان کے مددگار کی ذاتی حکومت اس خود سری تک پہونچی کہ بدولت کو احساس ہوا کہ بلا تاخیر اس کا انسداد کیا جائے"

پھر اس طرزِ حکومت کے تین نقائص کی جو محتاجِ اصلاح تھے صراحت کیگئی۔ جدید طرزِ عمل میں بعض اصول تاکیداً واجب التعمیل قرار دیکر اپنی عزیز رعایا کے آرام و طمانیت اور خوشحالی کے لئے ایک بہتر سلسلہ نظم کی تجویز کا خیال ظاہر فرمایا۔ حضرت غفران مکان کا یہ ارشاد ہوا کہ "امن و امان۔ رعایا کی بہبودی اور سرکاری خزانہ کا مستقیم رہنا حکومت کی قابلیت کے معیار ہیں"۔ الغرض اس وقت انصرام نظم کے قواعد کی تدوین میں حضرت غفران مکان کے متذکرہ صدر عالی خیالات کی کامل تقلید کیگئی اور ان کی تعمیل پر تمہید کی اس جدید طرزِ حکومت میں جو نمایاں تبدیلیاں ہوئیں۔ وہ یہ تھیں کہ قدیم کونسل آف اسٹیٹ (مجلس سلطنت) کی جگہ جو عرصہ کار بیکار آمد ثابت نہ ہوئی اگزیکٹیو کونسل (مجلس وزراء) قائم کیگئی اور مجلس وضع قوانین کا انعقاد اس غرض سے کیا گیا کہ قوانین و ضوابط کی تدوین قابل

و تجربہ کار ملازمین و غیر ملازمین کی مدد و مشورہ سے کی جائے اور ہر دو کونسل و نیز مدار المہام و وزرائے صیغہ کے اختیارات و فرائض منصبی معین کئے گئے؛

۱۹۰۵ء میں مرتبہ قواعد موسوم بہ قواعد قانونچہ اس غرض سے شائع کئے گئے۔ کہ اصول قانونچہ مبارک کی بلحاظ تجربہ مابعد توضیح کی جائے۔ یہ توضیح شدہ نظم حضرت غفران مکان کی پیش از وقت وفات حسرت آیات تک اور نیز بعد تخت نشینی مابدولت تا یکم دسمبر ۱۹۱۴ء قائم رہی۔ مابدولت نے اس روز بلا توسط غیرے نظم حکومت کی ذمہ داریاں اختیار کیں۔ اور جب سے ابتک بغیر معاونت مدارالمہام اپنی جانب بہ نفس نفیس کارفرما ہیں۔ انصرام کار حکومت میں اینجانب نے وہی روش برابر اختیار کی۔ جو حضرت والد مرحوم غفران مکان کی جلیل القدر رہنمائی سے پائی۔ اور جنکا ذکر نہایت خوبی سے "قانونچہ مبارک" کے ابتدائی حصہ میں آیا ہے۔ باہمہ سابق کے طرز عمل سے اینجانب نے صرف ایک امر میں تجاوز کیا ہے۔ دفاتر کے معمولی روزمرہ کام سے سبکدوشی حاصل کرنے کیلئے معین المہامان و صدر المہامان کے اختیارات میں توسیع کیگئی۔ اس ملک کے نظم و نسق میں متعدد گوناگوں اصلاحات جو اس وقت تک ہوئے ہیں۔ ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ دانشمندی اور دوراندیشی نے قواعد قانونچہ مبارک میں کس قدر روح پھونکی ہے۔ اور سلطنت کی مالی حالت میں استحکام کا مادہ پیدا ہوگیا ہے۔ اور سکہ جو اس ملک کا طغرائے امتیاز کہا جاسکتا ہے۔ اس کی بنیاد بھی مستحکم ہوگئی ہے۔ غور کردہ تدابیر وقتاً فوقتاً عمل میں آئی ہیں۔ جدید صیغہ جات جیسے ادارۂ زراعت، اور انجمن ہائے فرقہ امداد باہمی رعایا کی مادی و مالی حالت کی ترقی کی غرض سے قائم کئے گئے ہیں۔

حکومت کے کام کے ساتھ ذاتی تجربہ نے اپنی جانب کو صحیح اندازہ کرنیکا موقع دیا۔ کہ تغیرات و حالات نے کیا کیا نئی ضرورتیں اور محتاجیاں پیدا کردیں۔ اور ہر امر جو رعایا کی فلاح بہبودی میں معین پایا گیا۔ اس نے مابدولت کو مزید کوششوں کی طرف راغب کیا۔ ساتھ ہی اینجانب کو ان اہم مسائل کا بھی پورا احساس ہوا جن کے حل و عقد کے لئے بڑی حکمت و دانائی درکار ہے۔ اور ملک کے مادی ذرائع میں ابتک خاطر خواہ ترقی نہیں ہوئی۔ صنعت و حرفت کی توسیع اور عام تعلیم کی ترقی ہنوز کامل توجہ کی محتاج ہے۔

وہ حقیقی ہمدردی اور شفقت آمیز فکر جو اپنی رعایا کی فلاح و بہبود سے متعلق ہے۔ ہمیشہ مابدولت کے مطمح نظر رہی ہے۔ اس کا صحیح اندازہ ان کارروائیوں سے جو ابتک عمل میں آئی ہیں۔ کافی طور

پر نہیں ہوا۔ مابدولت کو ہر وقت خیال رہا۔ کہ جلد کوئی ایسی صورت نکالی جائے جس سے مابدولت کی رعایا زیادہ خوشحال نظر آئے۔ اور نیز یہ کہ وقتاً فوقتاً قحط کے نمایاں ہونے سے جن مصائب کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے جتی المقدور ان کا سدِ باب ہوجائے جب کوئی اہم طرزِ عمل فوائدِ عامہ کے لئے اختیار کیا جائے۔ تو اول شرط کامیابی یہ ہے کہ اس خاص مقصد کے واسطے ایسے طریقے عمل میں لائے جائیں۔ جو اس کے حصول کے لئے ضروری ہوں کیونکہ اچھی حکومت کی بنیاد کا انحصار زیادہ تر سلسلۂ سیاسیات پر ہے۔ نہ کہ ذاتی اوصاف حکمرانی پر۔ اس ستائیس برس کے ممتد زمانہ میں یعنی جب سے کہ ۱۸۹۲ء کے کانسٹی ٹیوشنل پر عمل ہونا شروع ہوا ہے اس میں بھی بہت سی خرابیاں جو ہر انسان کے اعمال کا خاصہ ہیں بتدریج داخل ہوکر رہ گئیں؛ اور جس وقت سے کہ فرائض مدار المہامی اینجانب خود انجام دے رہے ہیں۔ متعدد اقسام کے نقائص اور کمزوریاں مابدولت پر آشکارا ہوئیں؛

نظرِ غائر نے ان نقائص کو عیاں کر کے یہ بھی دکھادیا کہ کہاں تک وہ اصل مقاصد حاصل ہوئے جو حضرت مرحوم کے مرکوزِ خاطر تھے۔ اور جن کے واسطے انہوں نے متعدد تاکیدی احکام جاری فرمائے تھے۔ اولاً صیغہ جات کی مدد اور امداد کی کمی ایک ایسا نقص ہے جس سے وقت و محنت کی بربادی اور جس کا لازمی نتیجہ کام کی فضولی ہے۔ ثانیاً یہ کہ معمولی مقامات کے انفصال میں بھی غیر معمولی تعویق ہوتی ہے۔ اور یہ بھی کہ حکومت کے اصلی فرائض کا مفہوم بعض صیغوں میں ناکافی ہونے سے دوسرے صیغوں کے کام میں بیجا دست اندازی ہوتی ہے جس کا نتیجہ کارروائی میں پیچیدگی و مراسلت میں طوالت ہے۔ اور یہ بھی ایک سخت خرابی ہے کہ معین المہامان و صدر المہامان کے کاموں میں تحتجاب ازروئے قانونچہ مبارک وقت مقررہ پر پیش کرنا عادتاً ترک کرادیا گیا ہے خرابیاں جو اس طرح منتج ہوئیں ان کا الزام موجودہ طریقہ کار پر غالباً اسی قدر عاید ہوتا ہے جتنا کہ اور اسباب پر؛ بہرصورت ماحصل یہ ہے کہ طریقۂ مذکورہ درستی نظم کے لئے مظہر ثابت ہوا صیغہ جات کے کام کی سہولت اور ان کے باہمی تعلقات میں درستی پیدا کرنے کیلئے قانونچہ مبارک کے دوسرے فقرہ کے دوسرے حصہ میں قواعد کی تدوین کی ہدایت غالباً اس غرض سے کیگئی تھی۔ کہ ان کا طریقہ عمل ترقی پاکر زمانہ حال کی ضروریات کو پورا کرسکے۔ لیکن بدقسمتی سے ان قواعد کی تدوین نظرانداز کیگئی۔ اور نظم و نسق کا کام اسی قدیم طریقہ پر چلتا رہا ہے۔ امتداد زمانہ اور تجربے نے غلط ثابت کردیا۔ اگرچہ بعض اوقات کیبنٹ کونسل میں روح پھونکنے کی کوشش کیگئی۔ مگر یہ بھی وہ حکومت کی

مشین میں اپنا کام کرنے سے باز رہگئی۔ اس سے عملاً بیکار ہوجانے کی یہ وجہ پائی جاتی ہے کہ اس کی حیثیت صرف ایک مجلس شوریٰ کی تھی۔ اس کو نہ تو اپنے احکام کی تعمیل کرانیکا اختیار تھا اور نہ وہ اپنے احکام کے عملی نتائج کی ذمہ دار تھی۔ اس کا بہ حیثیت جزو حکومت تقریباً محو ہوجانا کامیابی کے ان شرائط کی تکمیل میں ہارج ہوا ہے۔ جو ہر ایسی سیاسی تعمیر کی لازمی بنیادیں ہیں جن کے استحکام سے رفاہِ عام کی ترقی کے بڑے مقاصد فروغ پاتے ہیں، اور اعلیٰ نتائج حاصل ہوتے ہیں؛

موجودہ طرز عمل کے نقائص اور ان کے استیصال کی بہترین تدابیر اور رعایا کی بہبودی کے واسطے نظم مملکت کی ترکیب اور موزونیت کے مسائل نے ایک عرصہ سے مابدولت کے خیال وفکر کو اپنی طرف متوجہ رکھا ہے۔ اور اب مابدولت کو یہ ضرورت محسوس ہوئی ہے کہ فرائض مدارالمہامی کا بڑا حصہ جو گذشتہ پانچ سال سے اس جانب کے دست خاص سے انجام پا رہا ہے۔ اب اس سے مابدولت سبکدوش ہوجائیں اور مابدولت کے قطعی و کامل اقتدار کے تحت حکومت کا کام اور اس کی ذمہ داریاں ایک مجلس کے سپرد کئے جائیں۔ مملکت کی بہترین نظم کے لئے مابدولت کا مصمم ارادہ ہے کہ ایک بڑا حصہ ان فرائض کا جسے مدارالمہام نے انجام دیا ہے۔ جلد سے جلد اگزیکٹو یعنی باب حکومت کے تفویض کیا جائے۔ اس "باب حکومت" کے اراکین تجربہ کار عہدہ دار ہونگے اور صدر اعظم ہونگے۔ جو مسلمہ لیاقت و قابلیت و وقعت رکھتے ہوں۔ مزید اختیارات مدارالمہامی و صدر المہامان جو وقتی لحاظ سے تفویض ہوئے تھے۔ اور ایسے ہی مزید اختیارات جو معتمدین کو مجلس وضع قوانین و صیغہ عدالت کے دفاتر کے متعلق دیئے گئے تھے۔ وہ فی الحال فسخ کئے گئے اراکین باب حکومت کو (جن کا ہر فرد بلقب صدر المہام ملقب ہوگا) اس وقت سے منفرداً وہی اختیارات حاصل ہونگے۔ جو زمانہ مدارالمہامی میں معین المہامان کو حاصل تھے۔ الا وہ اختیارات جنکی ترمیم واضح طور سے صیغہ ... باب حکومت متعلقہ فرمان ہذا میں کیگئی ہے۔ مجلس وضع قوانین ... شامل ... ۔

باب حکومت کے علاوہ صدر اعظم کے ... صدر المہامان صیغہ جات اور ایک صدر المہام (اختصاص) پر شامل ہوگا۔ اگر اراکین کی تعداد میں سے ایک نائب صدر اعظم (جنکا تقرر مابدولت کریںگے) صدر اعظم کی غیر موجودگی میں ان کے فرائض انجام دیگا۔ ان خدمات کی اشتہ جنکا فیصلہ صدر المہام صیغہ (ممبر انچارج) کے اختیارات سے باہر ہو۔ تو معتمد صیغہ اپنے صدر المہام کی رائے کے ساتھ صدر اعظم کے معائنہ کے واسطے ارسال کرے گا

صدر اعظم حکم مناسب کے بعد ایسے امثلہ کو صدر المہام صیغہ کے توسط سے محکمہ متعلقہ کو واپس کر دینگے۔ بپابندئ قواعد نافذہ صدر اعظم اس کے مجاز ہونگے۔ کہ کل امور مندرجہ ضمیمہ الف کا فیصلہ خود کریں۔ اور ان کو اختیار ہوگا۔ کہ ایسے امور میں اراکین باب حکومت کی رائے طلب کریں یا نہ کریں کسی امر محولہ ضمیمہ (ب) کو صدر اعظم جب باب حکومت میں پیش کریں۔ اسکا فیصلہ بہ غلبۂ آراء کرینگے اور وہ فیصلہ حکم قطعی سرکاری سمجھا جائیگا۔ اور فی الفور صدر اعظم باب حکومت کے نام سے جاری ہوگا۔ ایسی حالت میں کہ صدر اعظم کیطرف غلبہ آراء نہ ہو۔ وہ اس کے مجاز ہونگے کہ بلا تاخیر اپنی رائے کے ساتھ مقدمہ مابدولت کے ملاحظہ میں بغرض حکم مناسب پیش کردیں۔ اور تا صدور حکم اپنی جانب باب حکومت کی اجرائی ملتوی رکھیں۔ صدر اعظم کا فرض ہوگا۔ کہ امور مندرجہ ضمیمہ (ج) کو غور کے لئے باب حکومت میں پیش کریں۔ اور مابعد نتائج و مباحث آراء اراکین اور خود اپنی توجیہات کو حکم آخر کیلئے مابدولت کے ملاحظہ میں پیش کریں۔

تقررات کے معاملہ میں ہمیشہ یہ امر مابدولت کا مطمح نظر رہا ہے کہ **اس ملک کی رعایا کو غیر ملکیوں پر لازماً ہمیشہ ترجیح دی جائے**۔ کیونکہ یہ اُنکا واجبی حق ہے۔ جسکو پورے طور سے ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ بشرطیکہ وہ ادائے فرائض منصبی کیلئے کافی لیاقت و قابلیت رکھتے ہوں البتہ خاص صورتوں میں جبکہ خاص صفات کے اشخاص کی ضرورت محسوس ہو۔ اس کلیہ سے اغماض ہوسکتا ہے۔ اسلئے آیندہ جبکہ اس قسم کا معاملہ پیش آئے تو قبل تقرر مابدولت کی منظوری حاصل کرنا لابد ہوگا۔

کل ایسے قواعد و ضوابط جو اس وقت نافذ مگر قواعد منسلکہ فرمان ہذا کے متناقض ہیں۔ وہ بقدر تخالف منسوخ کئے گئے۔ اینجانب کے اقتدارات شاہی اور قطعی اختیارات تنسیخ پر اس فرمان کا یا اس کے ذیلی قواعد کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ اور ان اقتدارات و اختیارات کو اینجانب جس وقت اور جس طرح مناسب سمجھیں استعمال فرمائیں گے۔

مابدولت کا منشا اس فرمان کے اعلان سے یہ ہے۔ کہ ان اختیارات و اقتدارات منتقلہ کے فوائد سے جو ایک **اچھی گورنمنٹ** کی ضروریات کے موافق ہوں بہ حتی الوسع اپنی **عزیز رعایا کو بہرہ اندوز** کیا جائے۔ اور سرکاری ملازمین کی انتظامی ذمہ داریوں کے دائرہ کی توسیع اور ان کی نوعیت کی اصلاح کی جائے۔ مابدولت کے عہدہ دار اور غیر عہدہ داروں کے مابین ارتباط کے زیادہ مواقع پیدا کئے جائیں۔ تاکہ **رعایا کی فلاح و بہبود** کے مشترکہ کام میں سہولت اور اس

قدیم حکومت کی کامیابی و نیکنامی ہو۔ ما بدولت اپنے تمام ملازمین کو بطور فرض متنبہ کرتے ہیں کہ وہ اپنی خدمات کی انجام دہی میں احساسِ فرائض و حُبّ الوطنی اور رعائت دلچسپی و انہماک سے کام لیں۔ اور ہر فرد کو (خواہ عہدہ دار سرکار ہو یا نہ ہو) سمجھ لینا چاہیئے کہ ما بدولت کی رعایا کو خوش و خورم رکھنے اور فارغ البال بنانے میں جہانتک اُسے موقع ہو حصہ لے۔

دستخط مبارک ۱۲ صفر ۱۳۳۸ھ (شنبہ)

جمہوریت کا افتتاح

اعلیٰ حضرت نے ۲۱۔ نومبر ۱۹۱۹ء کو قصرِ شاہی میں ایک دربار منعقد کر کے "اگزکٹو کونسل" (مجلس انتظامیہ) کی رسمِ افتتاح انجام دی۔ دربار میں تمام سر برآوردہ و جلیل القدر مشیران اور حکام سلطنت اور سر سٹوارٹ ریزر رزیڈنٹ موجود تھے۔ اس موقع پر تاجدارِ دکن نے جو دزنی تقریر فرمائی۔ اس کا ایک ایک لفظ خاص اہمیت رکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا :-

"آج کا دربار اس لئے منعقد کیا گیا ہے کہ ہماری حکومت کی تاریخ میں ایک اہم واقعہ کی یادگار رہے۔ غالباً آپ بزرگوں کو معلوم ہے کہ اصل میں اس ملک کی حکومت کا طریقہ خودسر رہا ہے۔ فقط ایک وزیر اعظم ہوتا تھا۔ یہ تاریخی واقعہ ہے کہ چند قابلِ عزت و احترام وزراءِ عظام کے سوا جتنے وزیر اعظم تھے۔ ان سب کی پالیسی یہی رہی کہ جن فرمانرواؤں کے وہ ملازم تھے جنکی رعایا تھے۔ اور جس سلطنت کے نمکخوار تھے ہمیشہ اُسی کی بیخکنی کی فکر میں رہے۔ سرکاری محافظ خانہ ان بیقاعدگیوں کی مثالوں سے بھرا پڑا ہے۔ ان بیقاعدگیوں کا نتیجہ یہ بھی ہوا کہ آپس میں اختلاف ہو گیا اور نظامِ سلطنت میں فرق آ گیا۔ جو رفاہ عام کے حق میں مضر ہے۔ اس نظم و نسق کی خامی کا پتہ یوں چلا کہ لوگوں کے دلوں میں خلاف آئین اور ناجائز طریقوں سے اقتدار حاصل کرنیکا شوق پیدا ہو گیا۔ اور یکے بعد دیگرے وزرا نے کچھ اپنے طور پر اصلاحات کیں۔ میرے پدر بزرگوار نے سرسالار جنگ اول کی وفات کے بعد سلطنت کے نظم و نسق کو پورے طور پر بدل دینے کا تجربہ اچھی طرح کیا۔ اور ان کو خرابی نظم و نسق کا حال کھلا جس سے وہ بہت متاثر ہوئے۔ آخر میں مجبور ہو کر ۱۸۹۲ء میں قانونچہ مبارک شائع کیا جن میں انہوں نے وزیر اعظم اور ان کے اسسٹنٹوں کے اختیارات اور ذمہ داریوں کی حدیں مقرر کیں۔ اس کے بعد درستی نظم و نسق کی مزید کوشش یہ کی کہ قانونچہ کے قواعد شائع کئے گئے۔

جب میں تخت نشین ہوا۔ اور میں نے اپنی حکومت کے نظم و نسق کی جانچ پڑتال کی تو مجھے یقین

ہو گیا کہ جبتک گورنمنٹ میں سراسر تغیر نہ کیا جائے۔ یہ سب خامیاں رفع نہیں ہو سکتیں۔ میں نے نہایت محنت اور دماغ سوزی سے غور و فکر کرنے کے بعد یہ طے کیا کہ تمام نظم و نسق کا باربراہ راست اپنے ہاتھ میں لے لوں۔ وزیر اعظم کی استعانت کا محتاج نہ رہوں۔ پانچ سال تک میں محنتِ شاقہ کرتا رہا۔ اور ان تدابیر و قواعد کو ہمیشہ ملحوظِ خاطر رکھا۔ کہ جن میں میری عزیز رعایا کی فلاح و بہبود کا یقین تھا۔ کیونکہ رعایا کی خوشنودی و ترقی کا مجھے اس حد تک خیال ہے۔ جتنا کسی باپ کو اپنی اولاد کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ انتظامِ حکومت پر سب میں نے بذاتِ خود غائر نظر ڈالی، تو مجھے یہ تجربہ ہوا کہ موجودہ طریقہ کو بھی بدل دینے کی ضرورت ہے۔ زمانہ بدل گیا۔ نئی زندگی کی پیچیدگیاں بڑھتی جاتی ہیں۔ مشرق میں نئے پولیٹکل احساسات پیدا ہو گئے ہیں۔ ان باتوں کے علاوہ میری حکومت کے خارجی تعلقات نے مجھ پر کچھ ایسا بار ڈالا ہے کہ مجھے جلد سے جلد اس بارگراں سے ایک معقول حد تک سبکدوش ہونیکی ضرورت ہے۔ میرے نزدیک یہ غیر ممکن معلوم ہوا۔ کہ پھر وہی پرانا انتظام کیا جائے جو برابر غیر مفید ثابت ہو۔ لہذا میں نے بعد غور و فکر یہ طے کر لیا کہ اپنی گورنمنٹ کی ایک نئی صورت قائم کروں جس کی انتظامی قابلیت پختہ ہو۔ اور آیندہ مزید ترقی کا یقین ہو سکے۔ ہر جگہ تجربہ سے یہ ثابت ہو چکی ہے کہ کونسل کے ذریعہ تمام انتظام حکومت کرنا اکثر اعتبار سے مفید ہے بجائے اس کے کہ کسی ایک افسر (خواہ وہ کتنا ہی عالی دماغ ہو) کے ہاتھ میں دیدیا جائے۔ لہذا میری دلی تمنا یہ ہے کہ میں اپنی رعایا کے لئے یہ فوائد بہم پہنچاؤں اس مقصد پر نظر رکھکر میں نے ایک اگزکٹو کونسل قائم کی ہے (جس کا بذریعہ فرمان آج اعلان کیا گیا ہے) جس کا ایک صدر ہوگا۔ سات ممبر ہونگے۔ اور ایک غیر معمولی ہوگا۔ اور اس کے ماتحت کوئی صیغہ نہ ہوگا۔ نہایت سوچے سمجھے قانون بنائے گئے ہیں۔ جن کے مطابق کونسل کے صدر ہونگے اور ممبروں کے اختیارات بتائے گئے ہیں۔ اور ان کی ذمہ داریاں بحیثیت مجموعی و بحیثیت انفرادی مقرر کر دی گئی ہیں۔ اس کے ارکان جو مقرر ہوئے ہیں۔ وہ نہایت احتیاط و ہوشیاری کے ساتھ منتخب کئے گئے ہیں۔ یہ سب حضرات اعلیٰ درجہ کی قابلیت اور اعلیٰ درجہ کا تجربہ رکھتے ہیں۔ اس کے صدر سر علی امام جن کے تعارف کرانے کی کوئی ضرورت نہیں، برٹش انڈیا کی حکومت میں جو آپ نے خدمتیں کی ہیں، وہ اور ان کے کارنامے سب جانتے ہیں۔ اس طور پر جو کونسل بنائی جائے گی۔ یقیناً انتظامِ حکومت کی تمام شاخوں کو مضبوط کر دیگی۔ اور ریاست کے اہم سے اہم مسائل میں اپنی صائب رائے دیگی۔ وہ مسائل جو محض میرے حد اختیار میں ہیں۔

یہ کونسل اتحادِ عمل کے ذریعہ سے اجزائے انتظامی کو ایک دوسرے سے پیوستہ کر دیگی۔ جس کا نتیجہ ہماری رعایا کے حق میں نہایت مفید ثابت ہوگا تعلیم کی اشاعت۔ اقتصادی ذرائع کی ترقی۔ تجارتی و صنعتی کاروبار کی ترقی۔ قانون حفظِ صحت کی ترقی پائے ہوئے قاعدے جاری کرنا۔ سڑکیں نکالنا۔ اور دیگر رسل و رسائل کے سلسلے قائم کرنا۔ ان کے علاوہ اور بہت سے مسائل ہیں جنکے حل کرنے کی ضرورت ہے۔ ان معاملات میں اور نیز اندرونی اصلاحات کے معاملات میں کونسل جو کام کریگی۔ وہ ان معاملات سے کم گراں قدر نہ ہونگے جو

> ہماری گورنمنٹ اور گورنمنٹ آف انڈیا سے ہمارے تعلقات اسی دوستانہ طور پر قائم ہیں جیسے پہلے تھے۔ جب سے ہندوستان میں برطانوی حکومت قائم ہوئی ہے۔ اس وقت سے آجتک ہمارے گھرانے اور برٹش گورنمنٹ کے درمیان دوستانہ اور وفادارانہ مراسم قائم رہے ہیں۔ کبھی اس کے خلاف کوئی امر ظہور میں نہیں آیا۔ ایک نہیں کئی بار ایسے نازک واقعہ پیش آچکے ہیں کہ **آصف جاہی تیغ** نے برٹش گورنمنٹ کی عزت و سلامتی کی حفاظت کی ہے۔ مَیں نے بھی اس عالمگیر جنگ کے زمانہ میں برٹش حکومت کو جو چندے دیئے ہیں وہ سب کو معلوم ہیں۔ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ لہذا اس کونسل کو معقول موقع ملیگا۔ کہ وہ **صوبہ برار** کے واپس کرنے کے مسئلہ پر غور کرے۔ کیونکہ یہ مسئلہ اہم ترین ہے۔ یہ صوبہ میری حکومت کا ایک جزو ہے۔ مَیں اس صوبہ کے متعلق جو اپنا حق جتاتا ہوں وہ بالکل انصاف پر مبنی ہے اور یہ نہیں تصوّر کیا جاسکتا۔ کہ اگر غور کیا جائے تو میرا یہ مطالبہ مسترد کر دیا جائے گا۔

لہذا مَیں نہایت شوق و اضطراب کے ساتھ اس اہم ترین مسئلہ پر اس کونسل کے مشورہ کا انتظار کرونگا۔ مَیں اپنے تمام امراء۔ حکّام۔ جاگیرداروں اور اپنی رعایا کے سامنے اس نئی کونسل کو پیش کرتا ہوں۔ اور نہایت شوق سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ نہایت صدق دل سے اس کونسل کی حمایت کریں۔ اور وفادارانہ طریق پر اس کی مدد کریں۔ کوئی انسٹی ٹیوشن اپنے فرائض پورے طور پر انجام نہیں دے سکتی۔ تاوقتیکہ قواعد کی پورے طور پر سختی سے پابندی نہ کی جائے۔ ان الفاظ کے ساتھ مَیں سر علی امام اور مشیروں کی کامیابی کی دعا کرتا ہوں۔ تاکہ ان حضرات کو جو خدمات تفویض کی گئی ہیں اُنہیں کما حقہٗ انجام دے سکیں ‘‘

اس تقریر میں ہزاگزالٹڈ ہائی نس نے مشرق میں نئے پولیٹیکل احساسات کا ذکر فرمایا جس سے ممدوح نے متاثر ہوکر قدیم طریقِ حکومت کو خیر باد کہنا اور کونسل کے ذریعے حکومت کرنا ضروری قرار دیا۔ انہی پولیٹیکل احساسات کا غالباً یہ نتیجہ تھا کہ حضور ممدوح نے اگزکٹو کونسل کے افتتاح کے ساتھ صوبہ برار کی واپسی کا مطالبہ بھی ضروری خیال کیا ہے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ یہ سند نہایت اہم ہے۔ یہ صوبہ میری حکومت کا ایک جزو ہے مَیں اس صوبہ کے متعلق جو اپنا حق جانتا ہُوں وہ بالکل انصاف پر مبنی ہے۔ اعلیٰحضرت کو اپنے مطالبہ کے مبنی برانصاف ہونے کا اس درجہ یقین تھا کہ آپکو اس کے مسترد کئے جانے کا ذرا بھی احتمال نہ تھا۔ اور حقیقت میں اگر کسی اَور بات کے خیال سے نہیں تو صرف آصف جاہی تیغ کی یارنگیری اور بالخصوص اعلیٰحضرت کی اعانت ہی کے خیال سے یہ مطالبہ پورا کیا جانا چاہیئے تھا۔ مگر افسوس کہ اعیان وارکانِ سلطنت برطانیہ نے ان خصوصیات کی کچھ بھی پرواہ نہ کی۔

نظرِ انتخاب

صدرِ جمہوریہ

اعلیٰحضرت حضور نظام کی نظرِ انتخاب اپنی اگزکٹو کونسل کی صدارت کیلئے سر علی امام ایسے تجربہ کار وہوشمند فاضل بیرسٹری جن کی سیاسی وانتظامی قابلیت ملک کے اکثر ہوشمند و فرزانہ لوگوں پر فضیلت و برتری رکھتی تھی۔

سر علی امام کی خاندانی و ذاتی فضیلت

سر علی امام بیرسٹرایٹ لاء ایک ممتاز خاندان سادات سے تعلق رکھتے ہیں آپکے اسلاف سلطنت مغلیہ کے قیام سے پہلے ہندوستان آئے جنہیں سے ایک سربرآوردہ سید حسن جنگ سوار اجمیر شریف میں پہاڑ پر مدفون ہوئے۔ آپکے مزار کو لوگ ابتک ایک ولی اللہ کی زیارت گاہ سمجھتے ہیں حضرت جنگ سوار کی اولاد سلاطین مغلیہ کے سلسلۂ ملازمت میں داخل ہوئی اور بہت سے افرادِ سلطنت کے معزز عہدوں پر فائز ہوئے۔ چنانچہ مُلا سعید شہنشاہ اورنگزیبؒ کے استاد تھے۔ شہنشاہ اورنگزیبؒ نے ملا سعید کے فرزندوں کو فوجی عہدے مرحمت فرمائے۔ ان کے ایک فرزند نواب سعید خان نے سلطنت میں وزارت کا رتبہ پایا۔ اور دوسرے فرزند

دربار دہلی کے ممتاز امیروں سے تھے منجملہ ان کے احفاد کے نواب میر عسکری لارڈ کلائیو کے عہد میں سلطنت کے چیف کمانیروں میں شامل تھے۔ اس کے ایک فرزند نے صوبجات بہار، بنگال و اڑیسہ میں کمپنی بہادر کی افضلیت وعظمت قائم کرنے کیلئے وارن ہیسٹنگز کو مدد دی تھی۔

انگلستان کی سکونت کے زمانہ میں سر علی امام ممدوح نے اپنے وطن کی سیاسی حالت کے متعلق بیحد دلچسپی ظاہر کی۔ کانگرس کے نمائندوں کو جو سنہ ۱۸۹ء میں انگلستان پہونچے۔ آپ سے بڑی مدد ملی آپ اُن نمائندوں کے ہمراہ انگلینڈ اور ویلز کے مختلف مقاموں پر گئے۔ ہندوستانی مسائل پر فصاحت کے ساتھ تقریریں کیں۔

بہار میں سر انڈریوز کی یادگار قائم کرنے کی تحریک آپ ہی کی تھی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بہار کے طلبا کی بود و ماند کے لئے مکانات کی تعمیر ہوئی۔ اپریل سنہ ۱۹۰۹ء میں آپ بہار پراونشل کانفرنس کے دوسرے اجلاس میں شریک ہوئے اور اس تحریک کی تائید کی۔ جو مختلف طبقوں کے متفقہ انتخاب کے متعلق تجویز کردہ سکیم کی مدد کرنے کے لئے پیش ہوئی تھی۔ نومبر سنہ ۱۹۰۹ء میں جب اصلاحی قوانین کا اعلان کیا گیا۔ تو انہیں یہ دیکھ کر کہ اکثر ابواب اپنے حسب دلخواہ طے ہوئے، خوشی ہوئی!

سنہ ۱۹۰۹ء میں آپ پھر راہی انگلستان ہوئے۔ اور لارڈ مارلے سے ملاقات کی۔ کیمبرج میں ہندوستان کی قومیت پر اور کیکسٹن ہال لندن میں انڈین یونین سوسائٹی کے ایک جلسہ میں "ہمارے روبرو کیا کام ہے" کے مضمون پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ ان دونوں ایڈریسوں سے حریت وجمہوریت نمایاں تھی۔ سر علی امام بالقابہ سیاسی مسائل پر وسیع اور عام اصول کی بنا پر غور کیا کرتے ہیں۔ سنہ ۱۹۱۰ء سے سنہ ۱۹۱۵ء تک وہ وائسرائے کی مجلس انتظامیہ کے رکن تھے۔ سنہ ۱۹۱۷ء میں پٹنہ ہائیکورٹ کے جج مقرر ہوئے۔ اور سنہ ۱۹۱۹ء تک اس خدمت پر مامور رہے۔ زاں بعدہ بہار واڑیسہ کی اگزکٹو کونسل (مجلس انتظامی) کے ممبر تھے۔ کہ والئے دکن کی نگاہ نکتہ بین نے ان کو اپنی اگزکٹو کونسل کے لئے چن لیا۔ چنانچہ آپ اس اہم خدمت کی انجام دہی کے لئے ۱۰۔ اگست سنہ ۱۹۱۹ء کو صبح ۱۰ بجے حیدرآباد پہونچ گئے۔

مجلسِ وضعِ قوانین کی توسیع

محی الملۃ والدین ہز اگزالٹڈ ہائی نس اعلیٰ حضرت حضور نظام نے اپنی قلمرو میں باب حکومت (اگزکٹو کونسل) قائم کر کے آئین پسندی اور جمہور نوازی کا جو اعلیٰ ثبوت بہم پہونچایا اس کو اعلیٰحضرت ممدوح نے "مجلس وضع قوانین" کی توسیع سے اور بھی تقویت دی۔ "اگزکٹو کونسل" کی نعمت بھی اعلیٰحضرت نے بلا طلب اپنی محبوب رعایا کو عطا کی۔ اور "مجلس وضع قوانین" کی توسیع بھی اعلیٰ حضرت نے بلا کسی قسم کی تحریک کے از خود منظور فرما کر اپنی رعایا برایا کو گوناگوں نوازشات شاہانہ سے نوازا۔ یہ امر اس بات کی بین دلیل ہے۔ کہ حضور ممدوح دنیا کی رفتار حالات پر نہایت گہری نظر رکھتے اور اس سے اپنی سلطنت کے نظم و نسق کیلئے کس قدر مستعد رہتے ہیں۔ اسی سلسلے میں اعلیٰحضرت نے جو فرمان نافذ فرمایا۔ وہ حضور کی رعایا نوازی وحق پژدہی کا بین ثبوت پیش کرتا ہے۔ لہذا اس کی نقل ناظرین کرام کی واقفیت کیلئے درج ذیل کی جاتی ہے :۔

فرمان

"فرمان مجریہ ۲۲ صفر المظفر ۱۳۳۸ھ میں جس کے ذریعے میں نے اپنی قلمرو کے بہتر انتظام کے لئے ایک انتظامی کونسل قائم کی تھی، میں نے حکم دیا تھا کہ میری مجلس وضع قوانین موجودہ قواعد کی پابند رہکر اس وقت تک کام کرتی رہے۔ جبتک ان قواعد کی ترمیم نہ ہوجائے۔

یہ کونسل منجملہ ان باقی ماندہ اصلاحات کے ہے جنہیں میرے پدر بزرگوار نے جاری فرمایا تھا اس کے قائم ہونے کے وقت سے ابتک بعض معمولی رد و بدل ہوئے ہیں مگر نہ تو وہ زمانہ حال کی ضروریات سے عہدہ برآ ہونے کیلئے کافی ہے اور نہ ان کے ذریعہ سے اُن فرائض اور خدمات کی انجام دہی کی امید پائی جاتی ہے جنہیں میں اپنی عزیز رعایا کی ترقی اور فارغ البالی کے لئے ضروری خیال کرتا ہوں میں نے اپنی انتظامی کونسل کے لئے جو قوانین نافذ کئے ہیں۔ ان کے ذریعہ سے وہ انتظامی قابلیت کی رفیع شاہراہ پر پہونچگئی ہے اسکا آغاز نہایت ہی شاندار پیمانہ پر عمل میں آیا ہے اور مجھے یقین کامل ہے کہ اس کے کام شروع کرنے پر کونسل قائم کرنے کی معقولیت ثابت ہوجائیگی۔

اصلاحات کی جانب دوسری اہم پیش قدمی جو زیر تجویز ہے وہ یہ ہے کہ ان حالات کی کامل اور قرار واقعی تحقیقات کیجائے جو توسیع کونسل وضع قوانین کیلئے اور نیز بحیثیت ارکونسل کے نظام گورنمنٹ کے ایک زندہ

اور اہم جز ہونے کے اسکی توسیع کے لئے بھی بیحد مفید ثابت ہوسکیں۔ لہذا میں اپنے صدر اعظم سر علی امام کو ہدایت کرتا ہوں کہ تمام ایسا سامان مہیا کرنے کیلئے فوری تدابیر اختیار کریں جن پر حصول مقاصد بالا کی غرض سے ایک مفید عام سکیم کی بنیاد قائم ہوسکے میری یہ خواہش ہے کہ رعایا کی اجتماعی اور تعلیمی ترقی پر پوری نظر رکھکر تحقیقات کرتے وقت امور ذیل پر خاص توجہ مبذول کیجائے۔

(الف) منتخب شدہ عنصر بتعداد معقول داخل کرلیا جائے۔

(ب) ووٹ (رائے) براہِ راست دیئے جایا کریں۔

(ج) تمام اہم فرقوں اور فوائد کی نمائندگی ہو۔

(د) قلیل التعداد فرقوں کے حقوق کا پورا تحفظ کیا جائے۔

(ہ) اختیارات رائے دہندگی عطا کرنے کے شرائط پر کامل توجہ کی جائے۔

(و) سرکاری عنصر

(ز) اختیارات اور خدمات۔

صدر اعظم کو اختیار عطا کیا گیا ہے کہ وہ خاص افسر مقرر کریں۔ اور کمیٹیاں قائم کریں۔ رپورٹ پر ایک مفصل اور مدلل سکیم جس کے اندر مشرح تجویزات ہوں۔ میری انتظامی کونسل کے سامنے پیش ہونے کے لئے تیار کی جائے۔ کہ وہ اس پر اظہار خیالات کرکے میرے پاس بغرض غور وصدور حکم بھیجدے"

اس اعلان سے ظاہر ہے کہ انتظامی کونسل کی ابتدا نہایت امید افزا طریق پر عمل میں آئی۔ اس کونسل کے تجربہ میں جو کامیابی ہوئی وہ مجلس وضع قوانین کی توسیع کے لئے ترغیب بنگئی اور اس طریق سے اصلاحات کی جانب اسقدر اہم اور کامیاب قدم اٹھایا گیا کہ اصلاح و توسیع حد تکمیل کو پہنچکر قلمرو ئے نظام کی تاریخ میں ایک اور روشن ترین باب کا اضافہ ہوا جس نے انصاف و الطاف کی دولت سے رعایائے دکن کو مالامال کردیا۔

انصاف و مساوات

کسی حکمران کی نیکدلی اور روشن خیالی کی اس سے زیادہ کیا شہادت ہوسکتی ہے کہ "وہ اپنی رعایا کے حقوق و مساوات کی خاطر ذاتی اختیارات کونسل کے سپرد کردے اور شخصی حکومت کو جمہوریت میں بدل کر خوش ہو۔ غیر مذاہب کی مذہبی توقیر و عزت کیلئے محکمہ امور مذہبی قایم کرے اور اسے ہدایت کرے کہ وہ معابد و منادر کی شکست و ریخت اور انکے احترام و اقتدار کا خاص خیال

رکھے۔ پبلک عامہ کے مفاد کیلئے محکمہ جنگلات آبکاری۔ کروڑگیری۔ معدنیات۔ آب رسانی آثار قدیمہ۔ سیاسیات۔ خفیہ پولیس۔ شمار و اعداد وغیرہ سینکڑوں محکمے قائم کرے۔ اور ان کی نگرانی کے لئے خاص الخاص انتظامات بہم پہونچائے۔

حیدرآباد (دکن) میں یہ سب کچھ موجود ہے اور روز افزوں اسپر مزید اضافہ ہو رہا ہے۔ مدارس و مکاتب کا اجرا۔ اعلیٰ تعلیم کیلئے بلا تمیز مذہب و ملت وظائف کی عطائیگی جس کشادہ دلی سے کی جارہی ہے وہ کسی تشریح کی محتاج نہیں۔ محکمہ مال۔ عدالت و پولیس تعلیمات تعمیرات۔ آبپاشی۔ شفاخانہ جات طب یونانی و ڈاکٹری۔ محکمہ فینانس۔ بندوبست صحت و صفائی۔ صنعت و حرفت و تجارت وغیرہ محکمے قائم ہیں۔ اور اس خوش اسلوبی سے کام کر رہے ہیں کہ اس کی نظیر دوسری ریاستوں میں یقیناً نہیں مل سکتی۔

یہ ان برکات و عنایات ہمایونی کی مختصر فہرست ہے۔ جو اعلیٰ حضرت حضور نظام کی توجہ کا نتیجہ ہیں اور رعایا برایا کی ترقی و خوشحالی کا نتیجہ بنی ہوئی ہیں۔ اگر اس پر بھی حرف شکایت زبان پر آتا ہے تو اسے کوتہ چشمی و سیاہ قلبی کے سوا کیا کہا جاسکتا ہے۔

اعلیٰ حضرت حضور نظام کی رعایا نوازی۔ علم دوستی۔ غریب پروری۔ نصفت شعاری۔ حق پژوہی اور عدل گستری شہرۂ آفاق ہے۔ آپ کی مراعات شاہانہ سے رعایا مالامال ہو رہی ہے آپ بنفس نفیس رونق افروز ہوکر اپنی رعایا کی حالت کا ملاحظہ فرماتے ہیں۔ عہدیداران کی کارگذاری کی رپورٹیں باب حکومت کی معرفت آپ تک پہنچتی ہیں جن سے تمام رعایا کی حالت عمومی آپکے زیر نظر رہنے سے کوئی دادخواہ دادرسی سے محروم نہیں رہتا۔

"مجلس واضع قوانین" جسمیں قابل ترین سرکاری و غیر سرکاری ممبر شامل ہیں اور جو ریاست اور اہل ریاست کی فلاح و بہبود کو پیش نظر رکھکر قانون وضع کرتی ہے۔ اہل ریاست کیلئے آیۂ رحمت سے کم نہیں۔

عدالتی اور انتظامی حکام علیحدہ علیحدہ ہیں جن سے انصاف و عدل گستری کے مسلمہ و مقررہ ضابطوں کے ماتحت مقدمات کا فیصلہ ہوتا ہے۔ ماتحت عدالتوں کے سہو و ستم اور فروگذاشتیں رفع کرنے کیلئے اعلیٰ عدالتیں سشن، ہائیکورٹ اور پریوی کونسل تک موجود ہونے سے بے انصافی اور حق ناشناسی کا خیال تک نہیں کیا جاسکتا۔

انتظامی حکام جس شرافت و دیانت اور قابلیت سے انتظام کرتے ہیں۔ اس کا ثبوت ریاست حیدرآباد کی موجودہ علمی و صنعتی اور تجارتی ترقی سے بیّن طور پر ملتا ہے۔

مجسٹریٹ سشن جج اور دیگر عہدیدار و اراکین اعلیٰ تعلیمیافتہ اور دولتِ علم سے مالامال ہونیکی وجہ سے نہایت قابلیت کیساتھ مقدمات کی سماعت کرتے اور حق بحقدار رسید کیلئے ہمہ تن کوشاں رہتے ہیں۔ ان حالات وکوائف کی موجودگی میں اگر اعلیٰ حضرت کے نظام حکومت اور انتظام ملکداری پر حرف گیری کی جائے تو کورباطنی وسیاہ دلی نہیں تو کیا ہے ؟

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

قابل غور اعداد و شمار

معابد و منادر کی تجدید اور ترمیم و توسیع

یہ امر واقعہ ہے۔ کاغذات شہادت مسلہ پیش کرتے ہیں کہ اکتوبر ۱۹۱۶ء میں ریاست حیدرآباد میں منادر کی تعداد ۵۳۵۳ تھی جن میں ۱۱۰ نئے تعمیر شدہ بھی شامل تھے۔ اور انکے علاوہ ۱۰۹ کی مرمت و توسیع بھی کیگئی تھی۔ ۱۶۰ مندروں کا براہِ راست انتظام محکمہ امور مذہبی کے ہاتھ میں تھا۔ اور اب تک ہے جس سے ہنود خوشنود و خورم ہیں۔

جولائی ۱۹۱۶ء میں ۴ مساجد اور ۴ منادر اور ۲۰ گرجوں کی تعمیر کے احکام نافذ ہوئے۔ ۱۲۰ منادر کی ترمیم اور ۲ گرجوں کی مرمت کا کام حکومت نے اپنے ہاتھ میں لیا۔

منصف مزاج انصاف دوست احباب ان اعداد و شمار سے خرچ و صرفہ کا اندازہ لگا کر اعلیحضرت کی بے تعصبی اور رواداری کا موازنہ کرکے دنیا میں اس کی مثال تلاش کریں۔

ذیل میں مذہبی آزادی اور رواداری کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔ ذرا غور سے ملاحظہ فرمائیے

اعلیحضرت کی بے تعصبی

مذہبی آزادی اور رواداری کی عدیم النظیر مثالیں

(۱) موسیٰ ندی کے کنارے عدالت عالیہ اور شفاخانہ کی عمارتوں میں منہدم شدہ کھنڈروں پر نئے مندر تعمیر کرا دیئے گئے ہیں۔ آرائش شہر کے سلسلے میں اگر کسی جگہ کوئی دیول آگیا ہے تو اُسے ہندوؤں کے مذہبی احکام کے عین مطابق دوسری جگہ منتقل کیا گیا اور نیا دیول بنا دیا گیا !

(۲) ویکاجی کے رستاوان کے سامنے عالی جناب نواب افسر جنگ بہادر کمانڈر اعظم افواج دولت

آصفیہ نے مسجد تعمیر کرانی شروع کردی۔ مسجد کے نزدیک ہی ایک چھوٹا سا دیول بھی تھا مسجد کی عمارت تیار ہوچکی تھی۔ اوپر کے گنبد بننے باقی تھے۔ کہ حکومت کی طرف سے احکام امتناعی صادر ہوگئے۔ اور کمانڈر اعظم افواج نے مسجد کی تعمیر بند کردی۔ آج کل اس عمارت میں مدرسہ دینیات ہے۔ کیا کوئی ریاست یا برطانی ہند کا کوئی حصہ اس قسم کی مثال پیش کرسکتا ہے؟ کیا یہ حقایق تاجداران دکن کے تعصب کی مثالیں ہیں؟ کیا مذہبی آزادی اور رواداری کسی اور چیز کو کہتے ہیں۔ انصاف دوست ہندو ان سوالات کا جواب دیں اور غور فرمائیں کہ جو افراد ان روشن حقائق کی موجودگی میں بھی شاہان دکن کو متعصب کہیں۔ وہ خود تعصب کے جوش میں اندھے ہیں یا نہیں؟

ہمیں یقین ہے کہ ہندوستان بھر میں کوئی ہندو یہ شکایت نہیں کرسکتا۔ کہ دولت عالیہ آصفیہ نے کسی دور میں بھی ہندو کو محض اسلئے نظر انداز کیا ہو کہ وہ ہندو ہے۔

(۳) موجودہ دور میں جب ہندوں کو اپنی آبادی بڑھانے کا خیال پیدا ہوا۔ اور شدھی کی تحریک شروع کیگئی تو اس کے اثرات ممالک محروسہ سرکار عالی تک پہنچے۔ ادھر آریاؤں کے پرچارک اچھوتوں اور غریب مسلمانوں کو "ہندو جاتی" میں ملانے کیلئے گئے۔ ادھر اسلامی انجمنوں نے تبلیغ اسلام کی اجازت حاصل کرنی چاہی۔ لیکن ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ محکمہ امور مذہبی نے کسی بیرونی جماعت کو بلا تمیز اس کے کہ وہ ہندو ہو یا مسلمان ممالک محروسہ سرکار عالی میں اس تصادم و تقابل کی اجازت نہیں دی! ہندؤں کی مقتدر ترین جماعت ہندو مہا سبھا کی شاخوں کا جال ہندوستان کے طول و عرض میں بچھا ہوا ہے۔ ہر جگہ کارندے موجود ہیں اور وہ خوب جانتے ہیں کہ ممالک محروسہ سرکار عالی میں ہندؤں کے معابد کی بے حرمتی یا مندروں کے پوجاریوں سے کسی قسم کا ناروا سلوک نہیں ہوا۔ ہم دعویٰ سے کہہ سکتے ہیں کہ ہندو مہا سبھا کے دفتر کے کاغذات پچھلے دنوں تک اس قسم کی کسی شکایت کا کوئی ثبوت پیش نہیں کرسکتے۔

شہادتیں

ایک سکھ کی آواز

کچھ زیادہ عرصہ نہیں ہوا کہ ایک منصف مزاج سکھ نے اعلیحضرت کی بے تعصبی و رواداری پر حسب ذیل الفاظ میں اپنے خیالات ظاہر کئے تھے جس کا ریکارڈ اخبارات میں موجود ہے۔

"تاجدارانِ دکن نے سکھوں سے جو سلوک روا رکھا ہے۔ اس کی نظیر کسی سکھ ریاست میں بھی نہیں ملتی۔ سکھوں کے بچوں کی تعلیم کے لئے خاص انتظام ہے انکی تنخواہیں مقرر ہیں۔ اگر کوئی سکھ لاولد مرجاتا ہے تو پنجاب میں انکے اعزا واقربا میں سے اسکا جائز وارث اور قریب ترین رشتہ دار تلاش کیا جاتا ہے اور متوفی سکھ کی جگہ اُسے مقرر کیا جاتا ہے۔ اگروہ وارث یا رشتہ دار نابالغ ہوتا ہے۔ تو سن بلوغت تک متوفی کی نصف تنخواہ بطور وظیفہ اسے ملتی رہتی ہے۔ بالغ ہونیپر اسے متوفی کی جگہ مقرر کیا جاتا ہے۔" (کیا ایسی کوئی نظیر کہیں اور بھی پائی جاتی ہے؟)

"ناندیر کے گوردوارہ کے لئے جاگیر وقف ہے۔ اہتمام سکھوں کے ہاتھ میں ہے اس کا اس قدر احترام کیا جاتا ہے کہ اعلیٰحضرت تاجدار دکن گوردوارہ تک برہنہ پا پیادہ تشریف لیجاتے ہیں۔"

المختصر اعلیٰحضرت نے اپنی سکھ رعایا کے فلاح وبہبود کیلئے جو سامان مہیا فرمائے ہیں انہیں دیکھکر ہر انصاف دوست کہدیگا کہ سکھوں کو سکھ ریاستوں میں بھی یہ چیزیں میسر نہیں ہیں۔

سکھ پنجاب کے باشندے ہیں۔ انکی آبادی کا بیشتر حصہ پنجاب میں موجود ہے۔ ہندوستان کے دیگر حصص میں سے صرف ممالک محروسہ سرکار عالی ہی میں سکھوں کی تعداد کثیر آباد ہے۔ شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی اور سکھوں کی دیگر مقتدر انجمنیں خوب جانتی ہیں کہ سکھوں کو ممالک محروسہ سرکار عالی میں کبھی کسی قسم کی تکلیف کا سامنا نہیں ہوا۔ اور وہ ہر قسم کی مذہبی آزادی کے ساتھ وہاں نہایت چین واطمینان کی زندگی بسر کررہے ہیں۔

ایک مسیحی مبلغ کے خیالات

۱۹۲۲ء میں ایک مسیحی مبلغ حیدرآباد کے حالات وکوائف عمومی اور خسرو دکن کی مراعاتِ خصوصی سے متاثر ہوکر لکھتا ہے کہ:-

"باوجود اس کے کہ حیدرآباد ایک مسلمان حکومت ہے لیکن وہاں کے نوجوان تعلیم یافتہ عیسائیت کیطرف مائل ہورہے ہیں اور جوں جوں تعلیم پھیلتی جاتی ہے۔ عیسائیت ترقی کرتی جاتی ہے۔ اس لحاظ سے کون ہے جو ریاست مذکور پر تنگدلی کا الزام لگا سکتا ہے اور کیا باشندگانِ برار ایسے نظام حکومت سے جو مذاہب اقوام کے ساتھ یکساں اور انصاف کا برتاؤ کرتا ہے عہدوں سے کے

عطا کرنے میں مذہب و ملت کی امتیاز نہیں کرتا۔ اور جہاں حقیقی معنوں میں شیر اور بکری ایک گھاٹ پانی پیتے ہیں کسی اور نظام حکومت کو ترجیح دے سکتے ہیں"

تصدیق

اعلیٰ حضرت بندگانِ عالی کی بے تعصبی کے ثبوت میں اور متذکرہ خیالات کی تصدیق میں ہم یمین السلطنت مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر شاد بالقابہ سابق مدارالمہام وحال صدر اعظم باب حکومت کی اس نظم کے چند بند پیش کرتے ہیں جو "طبقۂ خدامِ علم" کے جلسہ منعقدہ ۱۹۱۰ء میں پڑھی گئی۔ فرمایا ہے:-

اسلاف کے ہیں جانشین — سب کے لئے ہے افتخار
علم و عمل عدل و کرم — جود و سخا ہیں آشکار
کرتے ہیں محنت روز و شب — یہ آصفِ جم اقتدار
عقل و فراست میں فرید — عدل و کرم میں نامدار
حاصل کیا وہ تجربہ — واقف ہے جس سے روزگار
خلق و مروت میں ہیں شاہ — بے شک فرید روزگار
صبر و تحمل کیا کہوں — کیسے ہیں شاہ ذی وقار
محنت سے شہ تھکتے نہیں — دن رات ہیں مشغولِ کار
ہر کام میں ہیں مستعد! — ہر بات میں ہیں ہوشیار
وعدہ وفا کرنے میں خوب — ملکِ دکن کے تاجدار
آئینہ دل صاف ہے — کچھ بھی نہیں گرد و غبار
کرتے ہدایت ہیں مگر — رکھتے نہیں کچھ دل میں خار
دل میں تعصب کچھ نہیں — یہ ہے یقین و آشکار!
ہر ایک سے ہے اُنس اُنہیں، — مومن ہو، یا زنار دار،
یہ بھی ہے اک نعمت عجیب — ہے خاص لطفِ کردگار
عیسائی ہو موسائی ہو — اس در کے ہیں سب زلہ خوار
دل سے فدا اس واسطے — ہے شہ کا ہر جاں نثار

تعریف ہو کیا خلق کی !	دشمن ہوشہ کا دوستدار
عہدِ ہمایوں میں ہیں جمع	اہلِ کمال وذی وقار
ممنونِ منت ہیں سبھی !	باشندگانِ ہر دیار
بغداد و مصر و قرطبہ	کی ہے دکن میں اب بہار

مقطع ہے

اولاد کو اور آل کو !
دل شاد رکھ پروردگار

مراعاتِ خصوصی

خدماتِ شرعیہ اسلامیہ کی معاشیں غیر مسلموں کے نام

مشتے نمونہ از خروارے

(۱) معاش قضئات موضع کروڑ خورد تعلقہ سدی پیٹھ ضلع میدک بنام رام چند رراؤ جاری کیگئی - ادائے خدمت کا انتظام بذریعہ مسلم قایم مقام ہوا۔ (مثل تحصیل سدی پیٹھ نمبر ۱۴ ۱۳۱۲ف)

(۲) مواضع ڈیگول - اسلام پور - دامونی بنیل گاؤں - گھاٹ پیپری - ٹیلہ - داکڑ گاؤں وسائیں کھیڑ تعلقہ پالم ضلع پربھنی کی معاش قضئات باجے راؤ دیسمکھ سے متعلق ہوئی -

(۳) سید اپور تعلقہ گیورائی میں درگاہ پیر صاحب کی معاش ۱۳ - ایکڑ ۹ گ ماناجی پٹیل کے نام بشرط خدمت درگاہ بحال ہے (منتخب نشان ۳۴۴ بابت ۱۲۹۶ف)

(۴) سناپور تعلقہ بٹیر درگاہ داور ملک کی معاش ۹ ایکڑ ۷ گ ایساجی ولد بنیڈ ماراج کے نام بشرط خدمت درگاہ بحال ہے۔ (منتخب نشان ۴۵۳ ۱۲۹۶ف)

(۵) قصبۂ بنڈے بھی تعلقہ شاہ پور ضلع گلبرگہ میں حضرت جلال الدین شاہ صاحب قدس سرہٗ کی درگاہ کی معاش ۷۰ بیگہ سدرا میا ولد سد لنگپا کے نام بحال ہے (منتخب نشان نمبر ۵۰۵ ۱۳۰۱ف)

"اعلیحضرت کی شاہانہ مراعات وخسروانہ نوازشات کی سینکڑوں ایسی مثالیں موجود ہیں اور یہانتک کہ مسلم رعایائے دکن کو آپ کے اس بذل وعطا پر اپنی حق تلفی کا شبہ ہوا چنانچہ فروری ۱۹۱۹ء کے اخبارات میں مختلف مضامین کے ذریعہ حکومت کی توجہ مسلم

رعایائے دکن نے اپنے حقوق کی جانب معطوف کرانے کی کوشش کی، ریکارڈ موجود ہے۔ کیا زمانہ موجودہ کی سلطنت، کوئی ریاست اور کوئی حکمران طاقت ایسی نظیر پیش کر سکتی ہے؟ ہم دعویٰ سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ جوہر، یہ خوبیاں اور یہ امتیاز خصوصی دولت آصفیہ ہی کا حصہ ہیں۔ اور یہی ایک حکومت ہے جو اس قسم کی رواداری، بے تعصبی اور مساوات کا ثبوت پیش کر سکتی ہے۔

بذل وعطا

موجودہ فرمانروائے دکن اعلیٰ حضرت سر میر عثمان علی خان بہادر بالقابہ کے بذل وعطا کا یہ عالم ہے کہ آپ کی تخت نشینی سے لیکر اس وقت تک اہل حاجت کی طرف سے چھپن ہزار معروضے پیشگاہ خسروی میں گذارے گئے۔ اور حضور نے پچاس ہزار وظیفے جاری فرمائے۔ علمی اور تعلیمی و نیز مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور بغداد شریف وغیرہ میں جو زائد از پانچ ہزار وظائف جاتے ہیں۔ ان میں شامل نہیں۔

آپ اگست ۱۹۱۱ء میں تخت نشین ہوئے۔ اس سولہ سال کے عرصہ میں دو سو سالانہ کی اوسط سے پچاس ہزار وظائف کا اجراء عمل میں آیا۔ جو عدیم النظیر سخاوت اور بے عدیل شاہانہ فیاضی کا مسلم ثبوت ہے۔ ہمارے سامنے آج کوئی ایسا حکمران نہیں جو اس دریا دلی سے اہل حاجت کی سیم وزر سے امداد و اعانت کر کے حاجت روائی کرتا ہو۔

ہماری صدق دل سے بارگاہ صمدی میں دعا ہے کہ وہ احکم الحاکمین مالک علی الاطلاق اعلیٰ حضرت زاد اللہ فیوضہٗ کے جاہ و جلال کا حافظ و ناصر ہو۔ آمین۔

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

غیر مُسلم رعایا پروری

ذیل میں ہم ریاست حیدرآباد فرخندہ بنیاد کے ان غیر مُسلم معاشداران، معمولداران، تنخواہ داران، جاگیرداران، منصبداران وظیفہ خواران اور یومیہ داران و ماہوار داران کی ایک مجمل فہرست پیش کرتے ہیں، جن کی سرکار ابد قرار دولتِ آصفیہ عالیہ سے معاش، معمول، منصب، جاگیر اور وظیفہ وغیرہ کی صورت میں پرورش ہو رہی ہے، اس کی مطالعہ سے عوام پر روشن ہو جائیگا کہ اعلیحضرۃ حضور نظام خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ اپنی رعایا برایا سے قطع نظر اس کے کہ وہ ہندو ہے یا مُسلم، عیسائی ہے یا موسائی کس فراخدلی سے پرورش فرماتے ہیں اور رعایا آپکے شاہانہ فیض و کرم سے کس قدر مستفیض ہو رہی ہے، شمار و اعداد کی تفصیل ملاحظہ ہو،

تعداد غیر مُسلم معاشداران مذہبی علاقہ سرکار عالی

ان معاشوں سے خدمت دیول، مندر اور دھرم سالہ وغیرہ مشروط ہے

میزان ضلع	معاش نقدی	معاش اراضی	جاگیر
اورنگ آباد	۱۲۸۰۹ روپے ۴ر ۷ پائی	۲۰۷۸۷ ایکڑ ۱۳ گنٹے	۲۰
پربھنی	۵۲۳۶ ، ۴ر ۱ ،	۱۶۷۱۸ ، ۱۵ ،	۹۰
بیڑ	۵۰۵۳ ، ۱۵ر ۱۰ پائی	۲۵۲۳۹ ، ۴ ،	۷
ناندیڑ	۲۷۱۲ ، ۱۱ر	۸۳۸۴ ، ۱۴ ،	۹
گلبرگہ	۵۷۸۷ ، ۱ر ۹ ،	۳۱۷۹۴ ، ۸ ،	۱۱
رائچور	۱۲۸۰ ، ۱۳ر ۷ ،	۴۹۸۴۲ ، ۲۷ ،	۶
بیدر	۱۳۲۹ ، ۸ر ۵ ،	۲۵۲۲ ، ۲۲ ،	۳
عثمان آباد	۲۲۶۱ ، ۱۵ر ۳ ،	۱۱۴۱۶ ، ۶ ،	۸

میزان ضلع	معاش نقدی	معاش اراضی	جاگیر
ورنگل	۱۰۲۲۶ روپے ۶ر ۳ پائی	۳۵۳۸ ایکڑ ۲۵ گنٹے	۳
کریم نگر	۲۲۵۴ ، ۷ر	۳۳۳۳ ، ۳ ،	۳½
آصف آباد	۳۹۲۳ ، ۱۳ر	۳۳۸۰ ، ۲۲ ،	۱۵
میدک	۴۹۶۶ ، ۳ر ۹ ،	۲۵۲۷ ، ۱۹ ،	۷
نظام آباد	۱۶۸۹ ، ۲ر ۶ ،	۶۰۳۴ ، ۲۱ ،	۱۴
محبوب نگر	۳۶۷۴ ، ۱۴ر	۸۸۴۸ ، ۱۵ ،	۱
نلگنڈہ	۲۱۴۴ ،	۶۴۸۸ ، ۲۴ ،	۰
صدر میزان	۵۲۴۵۸ ، ۱۳ر ۲ ،	۲۰۱۹۵۷ ، ۳ ،	۱۱۸

اخراجات کلیسائے مسیحی

تعداد ۶ رقم ۱۴۷۱۵ روپے

تعداد غیر مسلم جاگیرداران مذہبی

جاگیر سے وہ موضع مراد ہے جس کو ایک معطی مقتدر نے سند کے ذریعہ سے معطی الیہ کو عطا کیا ہو خواہ وہ عطا مشروط بشرط خدمت ہو یا بلا شرط خدمت، بطور خیرات یا مدد معاش یا کسی کارگذاری کے صلہ میں،

جن کا محاصل سالانہ ۵۰ روپے سے زائد ہے	۴۶	جن کا محاصل سالانہ ۳۰۰ روپے سے زائد ہے	۴۲
" " ۱۰۰ " " "	۴۶	" " ۴۰۰ " " "	۴۰
" " ۲۰۰ " " "	۴۳	" " ۵۰۰ " "	۴۰
" " ۲۵۰ " " "	۴۲	" " ۱۰۰۰ " " "	۱۹

تعداد غیر مسلم معاش یابان مذہبی از صرفخاص مبارک

جن کی سالانہ یافت ۵۰ روپے سے زائد ہے	۴۵۵	جن کی سالانہ یافت ۳۰۰ روپے سے زائد ہے	۳۴
" " ۱۰۰ " " "	۲۰۱	" " ۴۰۰ " " "	۲۳
" " ۲۰۰ " " "	۳۱	" " ۵۰۰ " " "	۸۵
" " ۲۵۰ " " "	۲۳	جملہ	۸۵۲

تعداد غیر مسلم معاش یابان مذہبی علاقہ جاگیرات

جن کی یافت سالانہ ۵۰ روپے سے زائد ہے	۱۸۱	جن کی یافت سالانہ ۳۰۰ روپے سے زائد ہے	۶
" " ۱۰۰ " " "	۸۱	" " ۴۰۰ " " "	۲
" " ۲۰۰ " " "	۱۱	" " ۵۰۰ " " "	۱۶
" " ۲۵۰ " " "	۷	جملہ	۳۰۴

تعداد غیر مسلم معمولداران مذہبی حیدرآباد دکن

معمول سے مراد وہ عطا نقدی ہے جو ایک رقم معینہ میں معمولاً ایک وقت خاص میں ادا ہوتی ہے جیسے معمول دسہرہ وغیرہ، اس کیلئے بھی معطی کے مقتدر ہونے اور وجود سند کی شرط ہے؛

تعداد معمولداران ۱۵ رقم سالانہ چار ہزار ایک سو ستتر روپے

تعداد غیر مسلم معمولداران سالانہ حیدرآباد دکن

تعداد ۳ رقم ۷۶۶ روپے ۱۴ آنے ۶ پائی

تعداد غیر مسلم معمولداران چوماہہ حیدرآباد دکن

تعداد ۲ رقم بیس روپے ایک آنہ نو پائی ،

تعداد غیر مسلم تنخواہداران خاص مذہبی حیدرآباد دکن

ماہوار خاص جس کے معاوضہ میں کسی کام کا انجام دینا مشروط نہ ہو ،

تعداد ۲ رقم ۷۵ روپے ماہانہ ،

عطیۂ سلطنت آصفیہ بہ امرائے غیر مسلم

تعداد مواضعات ۵۸۴ مربع میل ۴۴۵۲ رقم آمدنی سالانہ ۱۲۶۶۰۸۶۰ روپے

عطیۂ سلطنت آصفیہ بہ سمستھانات

تعداد مواضعات	مزرعہ جات	مربع میل	بیگہ	نام	محاصل
۸۱۲	۶۰	۳۵۲۱	۲۵۹۰	۵	۲۶۷۷۴۵۳ روپے

غیر مسلم گزیٹیڈ عہدہ دار

تعداد	ماہوار	مختلف الاونس
۲۹۹	۱۵۵۵۸۷ روپے	۷۰۲۳ روپے ماہانہ

غیر مسلم خطاب یافتگاں

راجہ راجایان مہاراجہ بہادر ۱ راجہ راجان بہادر ۱ سجری بلونت مہا بہادر ۱ جیونت بہادر ۱ ونت بہادر ۴ راجہ بہادر ۱۷ راجہ ۲ ملک ۱ جنگ ۲ رانی ۱ جملہ ۳۱

تعداد غیر مسلم جاگیرداران ممالک محروسہ سرکار عالی

جاگیر سے وہ موضع مراد ہے جس کو ایک معطی مقتدر نے سند کے ذریعہ سے معطی لہ کو عطا کیا ہو خواہ وہ عطا بشرط خدمت ہو یا بلا شرط خدمت بطور خیرات یا مدد معاش یا کسی کارگذاری کے صلہ میں

نام ضلع	تعداد موضع	رقم محاصل	نام ضلع	تعداد موضع	رقم محاصل
اورنگ آباد	۷۴	۳۴۱۱۸۵ روپے ۲ ر ۵ پ	میدک	۸۲	۷۹۳۰۱ روپے ۵ ر ۲ پ
پربھنی	۵۶	۱۱۴۳۴۳ " ۱۰ ر ۹ پ	نظام آباد	۴۶½	۱۷۷۸۹۹ " ۱۳ ر ۶ پ
بیڑ	۲۴	۶۴۷۶۵ " ۱۱ ر ۸ پ	نلگنڈہ	۶۰	۱۴۹۸۸۷ " ۸ ر ۱۱ پ
ناندیڑ	۹۲	۱۷۲۵۲۹ " ۱۴ ر ۱۱ پ	محبوب نگر	۱۵۰	۲۱۴۶۰۷ " ۱ ر ۹ پ

گلبرگہ | ۶۱ | ۱۴۵۹۴۴ روپے ۴ ار ۸ پ || رائچور | ۳۰۲ | ۱۱۰۷۰۴ روپے ۱ ار ۱۰ پائی

صدر میزان، مواضعات ۱۳۱۵ ½ محاصل ۲۰۹۶۹۳۶ روپے ۳ ار ۹ پ

تعداد غیر مسلم منصبداران علاقہ صرفخاص مبارک

جن کی یافت سالانہ ۲۵۰ روپے سے زائد ہے	۵	جن کی یافت سالانہ ۶۰۰ روپے سے زائد ہے	۶
" " ۳۰۰ " "	۶	" " ۹۰۰ " "	۶
" " ۴۰۰ " "	۸	" " ۱۲۰۰ " "	۵
" " ۵۰۰ " "	۱۱	" " ۱۲۰۰ سے زائد ہے	۴

جملہ، ۵۱

تعداد غیر مسلم منصبداران حیدرآباد دکن

تعداد ۴۰۸ رقم ماہانہ ۱۶۸۴۰ روپے ۱۲ ار ۲ پائی،

تعداد غیر مسلم منصبداران اضلاع سرکارعالی

جو ۲۰۰ روپے سے زائد کسی مقدار تک منصب پاتے ہیں	۲۹۵	جو ۵۰۰ روپے سے زائد کسی مقدار تک منصب پاتے ہیں	۱۴۷
" ۲۵۰ " " "	۲۶۳	" ۶۰۰ " " "	۱۱۷
" ۳۰۰ " " "	۲۳۳	" ۹۰۰ " " "	۶۸
" ۴۰۰ " " "	۱۸۵	" ۱۲۰۰ " " "	۴۱

جملہ، ۱۳۴۹

تعداد غیر مسلم وظیفہ خواران خیرات ومبرت

تعداد ۲ رقم ماہانہ ۱۷۹ روپے

تعداد غیر مسلم وظیفہ خواران رعائتی حیدرآباد دکن

تعداد ۲۳۴ رقم ماہانہ ۴۳۹۳ روپے

تعداد غیر مسلم وظیفہ خواران حسن خدمت

تعداد ۱۰۱۹ رقم ۳۶۳۷۱ روپے ماہانہ

تعداد غیر مسلم وظیفہ خواران مدنی حیدرآباد دکن

تعداد ۲۰ رقم ۵۲۹ روپے ماہانہ

تعداد غیر مسلم وظیفہ خواران بشمول اضلاع سرکارعالی

وظیفہ ایک حین حیاتی عطیہ نقدی کا نام ہے جس کا تقرر ماہواری حساب پر مبنی ہوتا ہے

جن کی آمدنی ۲۰۰ روپے سالانہ سے زیادہ ہے	۵۳۰	جن کی آمدنی ۱۸۰۰ روپے سالانہ سے زیادہ ہے	۸۱
" " ۳۰۰ " " "	۳۶۰	" " ۲۴۰۰ " "	۶۳
" " ۶۰۰ " " "	۳۰۲	" " ۳۰۰۰ " "	۴۱
" " ۹۰۰ " " "	۱۳۶	" " ۳۶۰۰ " "	۳۲
" " ۱۲۰۰ " " "	۱۰۴	" " ۴۲۰۰ " "	۲۲
" " ۱۵۰۰ " " "	۸۹	" " ۵۰۰۰ " "	۱۸

تعداد غیر مسلم وظیفہ خواران علاقہ صرفخاص مبارک جملہ ۱۱۲۸

جن کی آمدنی ۲۰۰ روپے سالانہ سے زائد ہے ۶ اور جن کی آمدنی ۳۰۰ روپے سالانہ سے زائد ہے ۴

تعداد غیر مسلم وظیفہ خواران علاقہ جاگیرات جملہ ۱۰

جن کی آمدنی ۲۰۰ روپے سالانہ سے زائد ہے	۳۱۸	جن کی آمدنی ۹۰۰ روپے سالانہ سے زائد ہے	۱
" " ۶۰۰ " "	۲۳	" " ۵۰۰۰ " "	۱

تعداد غیر مسلم وظیفہ خواران افواج سرکار عالی جملہ ۳۴۷

جو ۲۵ روپے سے زائد سالانہ وظیفہ پاتے ہیں	۷۵۷	جو ۳۰۰ روپے سے زائد سالانہ وظیفہ پاتے ہیں	۲۰
" ۵۰ " " "	۵۳۹	" ۴۰۰ " " "	۱۵
" ۱۰۰ " " "	۱۱۹	" ۵۰۰ " " "	۱۳
" ۱۵۰ " " "	۶۹	" ۶۰۰ " " "	۱۳
" ۲۰۰ " " "	۴۹	جملہ	۱۵۹۴

تعداد غیر مسلم یومیہ داران سالانہ حیدرآباد دکن

یومیہ[۲] بمعنی روزینہ، اس عطیہ سرکاری کو کہتے ہیں، جو بعوض خدمت یا بلا کسی خدمت کے معطی مقتدر سے معطی لہ کے نام بذریعہ سند جاری ہے،

تعداد ۱۷ رقم ۲۰۹۹ روپے ۱۲ آنے ۶ پائی،

تعداد غیر مسلم یومیہ داران چو ماہہ حیدرآباد دکن

تعداد ۳۳ رقم ۱۶۸۲ روپے ۷ آنے ۶ پائی،

تعداد غیر مسلم یومیہ داران ماہانہ حیدرآباد دکن

تعداد ۱۴ رقم ۳۳۷ روپے ۱۲ آنے ۳ پائی

تعداد غیر مسلم ماہوار یابان خاص حیدرآباد دکن

تعداد ۵۱ رقم ۱۵۴۵ روپے

تعداد غیر مسلم یومیہ داران اضلاع سرکار عالی

آمدنی	تعداد	آمدنی	تعداد
جو ۲۰۰ روپے سالانہ سے زیادہ پاتے ہیں	۹	جو ۵۰۰ روپے سالانہ سے زیادہ پاتے ہیں	۴
۲۵۰	۴	۶۰۰	۱۷
۳۰۰	۴۲	۹۰۰	۵
۴۰۰	۸	۱۲۰۰	۱
		جملہ	۹۰

تعداد غیر مسلم یومیہ داران از صرفخاص مبارک

آمدنی	تعداد	آمدنی	تعداد
جو ۲۰۰ روپے سالانہ سے زیادہ پاتے ہیں	۲	جو ۴۰۰ روپے سالانہ سے زیادہ پاتے ہیں	۳
۲۵۰	۱	۶۰۰	۳
۳۰۰	۴	جملہ	۱۳

تعداد غیر مسلم ماہوارداران خاص اضلاع سرکار عالی

ماہوار خاص جس کے معاوضہ میں کسی خدمت کا انجام دینا مشروط نہو،

آمدنی	تعداد	آمدنی	تعداد
جو ۲۰۰ روپے سالانہ سے زیادہ ماہوار پاتے ہیں	۳	جو ۵۰۰ روپے سالانہ سے زیادہ ماہوار پاتے ہیں	۴
۲۵۰	۳	۶۰۰	۷
۳۰۰	۷	۹۰۰	۱
۴۰۰	۶	جملہ	۳۱

تعداد غیر مسلم یومیہ داران و ماہوار یابان خاص علاقہ جاگیرات

آمدنی	تعداد	آمدنی	تعداد
جو ۲۰۰ روپے سالانہ سے زیادہ پاتے ہیں	۷	جو ۵۰۰ روپے سالانہ سے زیادہ پاتے ہیں	۲
۲۵۰	۴	۶۰۰	۱
۳۰۰	۱۰	۹۰۰	۱
۴۰۰	۳	۱۲۰۰	۱
		جملہ	۲۹

تعداد غیر مسلم پٹہ داران و اجارہ داران اضلاع سرکار نظام

پٹہ دار وہ شخص ہے، جو براہ راست سرکار کو مالگذاری ادا کرنے کا ذمہ دار ہو، پٹہ دار کی آمدنی یہ ہے
مرہٹواڑی میں لغایت ۹۰ فیصدی سالانہ منافع اور تلنگانہ میں ۵۰ روپے ،

اجارہ دار، دیہہ کم آباد یعنے جس کا محاصل سالانہ ۱۵۰ روپے سے زیادہ نہ ہو، یا دیہہ بے چراغ تیس سال تک اجارہ سے دئے جاتے ہیں۔

ضلع	تعداد	ضلع	تعداد
اورنگ آباد	۴۷۶۶۲	ورنگل	۵۸۵۳۳
بیڑ	۳۱۴۵۳	کریم نگر	۶۷۸۳۶
پربھنی	۳۹۱۲۷	آصف آباد	۶۳۰۶۲
ناندیڑ	۴۲۷۹۷	میدک	۴۱۳۹۴
گلبرگہ	۳۶۳۵۶	نظام آباد	۴۳۴۶۰
رائچور	۷۶۷۲۲	محبوب نگر	۳۹۴۲۳
عثمان آباد	۱۱۸۴۲	نلگنڈہ	۶۸۰۵۰
بیدر	۲۱۴۳۰	میزان	۶۸۹۰۴۷

تعداد غیر مسلم پٹہ داران و اجارہ داران علاقہ صرفخاص مبارک

ضلع	تعداد	ضلع	تعداد
اورنگ آباد	۳۶۷۲	گلبرگہ	۲۸۳۵۲
بیڑ	۳۳۲۲	بیدر	۴۶۰۲
پربھنی	۴۰۶۲	ضلع اطراف بلدہ	۳۰۳۹۶
عثمان آباد	۱۶۰۰۴	میزان	۹۰۴۱۰

تعداد غیر مسلم پٹہ داران و اجارہ داران علاقہ جاگیرات

ضلع	تعداد	ضلع	تعداد
اورنگ آباد	۱۰۵۰۱۴	ورنگل	۱۲۸۴۷
بیڑ	۶۴۵۶۲	کریم نگر	۱۸۹۳۶
پربھنی	۷۸۹۹	آصف آباد	۵۹۰۴
ناندیڑ	۱۱۷۳۹	میدک	۱۹۹۷۹
گلبرگہ	۳۸۶۰۲	نظام آباد	۲۴۹۵۳
رائچور	۳۱۳۰۷	محبوب نگر	۱۲۶۴۱
عثمان آباد	۸۳۲۴	نلگنڈہ	۵۹۵۳
بیدر	۲۶۹۰۸	اطراف بلدہ	۲۶۸۸
		میزان	۲۴۳۷۵۶

میزان غیر مسلم پٹہ داران واجارہ داران علاقہ سرکار نظام

بہ لحاظ محاصل اراضی

	تعداد
جو سالانہ ایک روپیہ سے زائد محاصل کی اراضی پر قابض ہیں	٦٨٩٠٤٧
″ ″ ٥٠ ″ ″ ″ ″	١٥٠٤٠٥
″ ″ ١٠٠ ″ ″ ″ ″	٦١٩٩٩
″ ″ ٢٠٠ ″ ″ ″ ″	٢٢٥٩٥
″ ″ ٢٥٠ ″ ″ ″ ″	١٤٤٩٧
″ ″ ٣٠٠ ″ ″ ″ ″	١٠١٣٤
″ ″ ٤٠٠ ″ ″ ″ ″	٥٧٧٠
″ ″ ٥٠٠ ″ ″ ″ ″	٣٤٥٦
جملہ	٩٥٧٩٠٣

تعداد غیر مسلم پٹہ داران واجارہ داران علاقہ صرفخاص مبارک

بہ لحاظ محاصل اراضی

	تعداد
جن کے قبضہ میں ٥٠ روپے سالانہ تک محاصل کی اراضی ہے	٦٨٢٣٠
″ ″ ١٠٠ ″ ″ ″	١٣٣٦٢
″ ″ ٢٠٠ ″ ″ ″	٦١٨٢
″ ″ ٢٥٠ ″ ″ ″	٩٦٨
″ ″ ٣٠٠ ″ ″ ″	٦١٩
″ ″ ٤٠٠ ″ ″ ″	٤٧٩
″ ″ ٥٠٠ ″ ″ ″	٦٤٤
″ ″ ٥٠٠ سے زائد ″ ″	٣٢٦
میزان	٦٠٤١٠

تعداد غیر مسلم پٹہ داران واجارہ داران جاگیرات

بہ لحاظ محاصل اراضی

	تعداد
جن کے قبضہ میں ٥٠ روپے سالانہ تک محاصل کی اراضی ہے	١٧٥٩٨١
″ ″ ١٠٠ ″ ″ ″	٣٧٨١٢

جن کے قبضہ میں	۲۰۰ روپے سالانہ تک محاصل کی اراضی ہے		۱۹۹۹۲
〃 〃	۲۵۰	〃	۳۸۳۱
〃 〃	۳۰۰	〃	۲۱۲۶
〃 〃	۴۰۰	〃	۱۸۳۳
〃 〃	۵۰۰	〃	۹۶۷
〃 〃	۵۰۰ سے زائد	〃	۱۲۱۴

تعداد غیر مسلم انعامداران علاقہ سرکار نظام — جملہ ۲۴۳۷۸۶

اراضی انعام اس قطعہ اراضی کا نام ہے جو خارج از جملہ ہوتا ہے اور صرف بطور معافی معطی الیہ کو عطا کیا جاتا ہے ۔

جن کی یافت ۵۰ روپے سالانہ تک ہے	۳۶۴۹۰	جن کی یافت ۳۰۰ روپے سالانہ تک ہے	۱۱۳
〃 〃 ۱۰۰ 〃 〃	۲۲۸۶	〃 〃 ۴۰۰ 〃 〃	۱۲۰
〃 〃 ۲۰۰ 〃 〃	۹۸۷	〃 〃 ۵۰۰ 〃 〃	۸۰
〃 〃 ۲۵۰ 〃 〃	۱۷۲	〃 〃 ۵۰۰ سے زائد 〃	۳۷۴

تعداد غیر مسلم انعامداران علاقہ صرفخاص مبارک — جملہ ۴۰۶۲۹

جن کی یافت ۵۰ روپے سالانہ تک ہے	۶۴۲۶	جن کی یافت ۳۰۰ روپے سالانہ تک ہے	۲۴
〃 〃 ۱۰۰ 〃 〃	۶۲۷	〃 〃 ۴۰۰ 〃 〃	۲۰
〃 〃 ۲۰۰ 〃 〃	۹۶۸	〃 〃 ۵۰۰ 〃 〃	۲۳
〃 〃 ۲۵۰ 〃 〃	۷۵	〃 〃 ۵۰۰ 〃 سے زائد ہے	۱۰۴

تعداد غیر مسلم انعامداران علاقہ جاگیرات — جملہ ۸۵۲۷

جو سالانہ ۵۰ روپے تک پاتے ہیں	۲۰۰۱۰	جو سالانہ ۳۰۰ روپے تک پاتے ہیں	۱۰۵
〃 ۱۰۰ 〃 〃	۱۸۸۸	〃 ۴۰۰ 〃 〃	۹۳
〃 ۲۰۰ 〃 〃	۷۸۴	〃 ۵۰۰ 〃 〃	۵۳
〃 ۲۵۰ 〃 〃	۱۶۱	〃 ۵۰۰ سے زائد 〃 〃	۱۹۶

غیر مسلم رسومداران علاقہ سرکار نظام — جملہ ۲۳۲۸۹

رسومدار وہ شخص ہے جو سرکار سے رسوم (ایک عطیہ نقدی کا نام ہے) پاتا ہے ۔

جو سالانہ ۵۰ روپے تک پاتے ہیں	۹۱۰	جو سالانہ ۳۰۰ روپے تک پاتے ہیں	۶۸
" " ۱۰۰ " "	۴۴۷	" " ۴۰۰ " "	۸۹
" " ۲۰۰ " "	۳۷۸	" " ۵۰۰ " "	۵۱
" " ۲۵۰ " "	۸۸	" " ۵۰۰ " سے زائد "	۱۷۸

غیر مسلم رسومداران علاقہ صرفخاص مبارک

جملہ ۲۰۰۹

جو سالانہ ۵۰ روپے تک رسوم پاتے ہیں	۳۸	جو سالانہ ۳۰۰ روپے تک رسوم پاتے ہیں	۱۲
" " ۱۰۰ " "	۲۲	" " ۴۰۰ " "	۵
" " ۲۰۰ " "	۲۶	" " ۵۰۰ " "	۴
" " ۲۵۰ " "	۱۲	" " ۵۰۰ " سے زائد "	۱۸

غیر مسلم رسومداران علاقہ جاگیرات

جملہ ۱۳۷

جو سالانہ ۵۰ روپے تک رسوم پاتے ہیں	۵۱۸	جو سالانہ ۳۰۰ روپے تک رسوم پاتے ہیں	۲۰
" " ۱۰۰ " "	۱۳۹	" " ۴۰۰ " "	۲۴
" " ۲۰۰ " "	۱۳۱	" " ۵۰۰ " "	۲۰
" " ۲۵۰ " "	۲۸	" " ۵۰۰ " سے زائد "	۱۱۵

تعداد غیر مسلم دستبنداران و میراث داران علاقہ سرکار نظام

جملہ ۱۰۰۵

جب تالاب کا پانی کھیت کو دیا جاتا ہے تو ہر کھیت کے قابض سے بعد دفعہ سیرابی جو رقم لی جاتی ہے اس کو دستبند کہتے ہیں ،

میراث دار وہ شخص ہے جس کو بصلہ تیاری تالاب بطور معاش استمراری معززہ تعداد میں رقم دی جاتی ہے ،

جو ایک سو روپے تک سالانہ پاتے ہیں	۱۶۸	جو ۴۰۰ روپے تک سالانہ پاتے ہیں	۲۴
" ۲۰۰ " "	۱۲۴	" ۵۰۰ " "	۲۴
" ۲۵۰ " "	۳۴	" ۵۰۰ " سے زائد "	۲۵
" ۳۰۰ " "	۲۴	جملہ	۴۲۳

تعداد غیر مسلم دستبنداران و میراثداران علاقہ صرفخاص مبارک

جو سالانہ ۲۰۰ روپے تک پاتے ہیں ۳

تعداد غیر مسلم دستبنداران و میراثداران علاقہ جاگیرات

جو سالانہ ۱۰۰ روپے تک پاتے ہیں ۳ جو سالانہ ۵۰۰ روپے تک پاتے ہیں ۲

" " ۲۰۰ " " ۱ جملہ ٦

تعداد غیر مسلم وکلاء

یہ اعداد پانچ سال قبل کے ہیں، اب اس میں بہت اضافہ ہوگیا ہے

مقام	درجۂ اول	درجہ دوم	درجہ سوم
حیدرآباد	۷ بیرسٹر اور ٦۳ درجۂ اول	۲۷	۳۲
اورنگ آباد	۸ "	۹	۳۸
بیڑ	۲ "	۵	۷۵
پربھنی	۲ "	۴	٦۸
ناندیڑ	۱ "	۷	۳۵
گلبرگہ	۱۳ "	۲۸	۴۵
رائچور	۵ "	۱۷	۴۹
عثمان آباد	۲ "	۳	۵۸
بیدر	۳ "	۱۰	۵۷
میدک	۱ "	۰	۱۰
نظام آباد	۲ "	۰	۲٦
محبوب نگر	۱ "	۰	۵
نلگنڈہ	۱ "	۰	۷
ورنگل	۳ "	۱۳	۲۸
کریم نگر	۰	۲	۱۰
عادل آباد	۱ "	۰	۱٦
اطراف بلدہ	۱ "	۰	۷
جملہ	۱۱۵ "	۱۲۵	۵٦۵

تعداد غیر مسلم ملازمین افواج سرکار عالی

	تعداد		تعداد
جو سالانہ ۶۰۰ روپے تک ماہوار پاتے ہیں	۴۰۹	جو سالانہ ۳۰۰۰ روپے تک ماہوار پاتے ہیں	۴
" " ۹۰۰ " "	۶۹	" " ۳۶۰۰ " "	۶
" " ۱۲۰۰ " "	۳۵	" " ۴۲۰۰ " "	۲
" " ۱۵۰۰ " "	۲۹	" " ۵۰۰۰ " "	۴
" " ۱۸۰۰ " "	۱۱	" ۵۰۰۰ " سے زائد "	۱۸
" " ۲۴۰۰ " "	۱۶	جملہ	۶۰۳

تعداد غیر مسلم ملازمین افواج علاقہ صرفخاص مبارک

	تعداد		تعداد
جن کی ماہوار سالانہ ۶۰۰ روپے تک ہے	۱۲۱	جن کی ماہوار سالانہ ۱۸۰۰ روپے تک ہے	۳
" " ۹۰۰ " "	۵	" " ۲۴۰۰ " "	۲
" " ۱۲۰۰ " "	۳	" " ۵۰۰۰ " "	۲
" " ۱۵۰۰ " "	۱	" " ۵۰۰۰ سے زائد ہے	۱
		جملہ	۱۳۸

غیر مسلم ملازمین افواج علاقہ جاگیرات

	تعداد		تعداد
جن کی ماہوار سالانہ ۶۰۰ روپے تک ہے	۲۰	جن کی ماہوار سالانہ ۲۴۰۰ روپے تک ہے	۲
" " ۹۰۰ " "	۴	" " ۳۰۰۰ " "	۱
" " ۱۵۰۰ " "	۱	جملہ	۲۸

تعداد غیر مسلم ملازمین سول علاقہ سرکار نظام

	تعداد		تعداد
جن کی ماہوار سالانہ ۶۰۰ روپے تک ہے	۱۷۰۹	جن کی ماہوار سالانہ ۱۸۰۰ روپے تک ہے	۹۵
" " ۹۰۰ " "	۲۸۷	" " ۲۴۰۰ " "	۵۶
" " ۱۲۰۰ " "	۱۲۵	" " ۳۰۰۰ " "	۳۵
" " ۱۵۰۰ " "	۸۹	جملہ	۲۳۵۰

تعداد غیر مسلم ملازمین دفاتر صرفخاص مبارک

	تعداد		تعداد
جن کی ماہوار سالانہ ۶۰۰ روپے تک ہے	۷۴	جن کی ماہوار سالانہ ۱۸۰۰ روپے تک ہے	۲
" " ۹۰۰ " "	۱۱	" " ۲۴۰۰ " "	۲
" " ۱۲۰۰ " "	۴	" ۵۰۰۰ سے زائد "	۱
		جملہ	۹۵

تعداد غیر مسلم ملازمین علاقہ جاگیرات

جن کی ماہوار سالانہ ۶۰۰ روپے تک ہے	۱۷۲	جن کی ماہوار سالانہ ۲۴۰۰ روپے تک ہے	۵
″ ″ ۹۰۰ ″	۳۸	″ ″ ۳۰۰۰ ″	۱
″ ″ ۱۲۰۰ ″	۱۸	″ ″ ۳۶۰۰ ″	۱
″ ″ ۱۵۰۰ ″	۷	″ ″ ۵۰۰۰ سے زائد ہے	۳
″ ″ ۱۸۰۰ ″	۱۲	جملہ	۲۵۷

تعداد غیر مسلم متعہدداران جنکو دفاترسے تعہد ملتے ہیں

جن کی آمدنی ۳۰۰ روپے سالانہ سے زیادہ ہی	۲۳۴	جن کی آمدنی ۲۴۰۰ روپے سالانہ سو زیادہ ہے	۱۰۹
″ ۶۰۰ ″ ″	۳۲۱	″ ۳۰۰۰ ″ ″	۹۳
″ ۹۰۰ ″ ″	۲۴۴	″ ۳۶۰۰ ″ ″	۷۷
″ ۱۲۰۰ ″ ″	۱۸۴	″ ۴۲۰۰ ″ ″	۷۲
″ ۱۵۰۰ ″ ″	۱۹۱	″ ۵۰۰۰ ″ ″	۶۵
″ ۱۸۰۰ ″ ″	۱۴۴	جملہ	۱۹۰۲

تعداد غیر مسلم ذکور معمر زائد از بست سال جو ممالک محروسہ سرکار عالی میں آباد ہیں

مذہب	کل تعداد	تعداد خواندگاں
ہندو	۳۲۴۳۹۹۳	۲۰۲۰۹۹
جین	۶۵۶۸	۳۲۷۴
سکھ	۱۶۷۱	۶۲۱
عیسائی	۱۷۰۲۴	۷۳۳۳
پارسی	۶۰۰	۵۵۴
انمسٹ	۷۴۰۳۱	۱۳۳
آریہ	۵۴	۳۰
برہمو	۱۴	۱۱
بدھسٹ	۴	۴
یہودی	۵	۵
جملہ	۳۳۴۳۹۶۴	۲۱۴۰۶۴

مجموعی تعداد غیر مسلم رعایا جو دولتِ آصفیہ سے معاش پاتے ہیں

(اراضی، نقدی، ماہانہ)

نمبر		تعداد
(۱)	غیر مسلم امرائے عظام	۴
(۲)	غیر مسلم والیان سمستان	۱۳
(۳)	" جاگیرداران و مقطعہ داران	۶۳۳
(۴)	" منصبداران	۲۹۵
(۵)	" جاگیرداران مذہبی	۴۶
(۶)	" معاشداران مذہبی	۱۱۵۶
(۷)	" معمولداران و تنخواہ داران مذہبی	۲۲
(۸)	" وظیفہ خواران	۳۶۲۹
(۹)	غیر مسلم لومیہ داران و ماہوار داران خاص	۱۶۳
(۱۰)	" پٹہ داران و اجارہ داران	۱۰۲۳۲۱۳
(۱۱)	" انعامداران	۷۲۴۴۵
(۱۲)	" رسومداران	۳۱۵۱
(۱۳)	" دستبنداران و میراثداران	۴۴۲
(۱۴)	" گزشتہ عہدیداران	۲۹۹
(۱۵)	" ملازمین علاقہ سول و فوج	۳۵۷۱
	میزان	۱۱۰۹۰۸۱

نوٹ

کل خواندہ غیر مسلم آبادی سے مقررہ معاش پانے والوں کی تعداد آٹھ لاکھ بچانوے ہزار اٹھارہ کے زائد ہے، تعہد اور وکلاجن کی آمدنی غیر معین ہوتی ہے، اگر ان کی تعداد بھی ملا لی جائے، تو مستفیدین کی تعداد خواندہ غیر مسلم آبادی سے بقدر آٹھ لاکھ ستانوے ہزار سات سو چھبیس کے زیادہ ہوتی ہے،

انتقاد

خطاب بہ اقبال یعنی سید شوکت حسین شوکت علیگ سابق اسسٹنٹ ایڈیٹر روزنامہ "سیاست" کی دلپذیر فارسی نظم، اسمیں علامہ اقبال کے "فلسفۂ اشک ریزی" پر نئے پہلو سے روشنی ڈالی گئی ہے، ناظرین ذوق قلبی سے ملاحظہ فرمائیں اور داد دیں، انداز بیاں اس شعر سے عیاں ہے ملاحظہ ہو ؎ اشک ریزی شیوۂ دوں ہمتاں ٭ حربۂ اطفالِ آئینِ زناں ، جناب شوکت قادر الکلام شاعر ہیں، ماشاءاللہ ذہن رسا پایا ہے، اسی مثنوی کا ایک شعر ہے ؎ کارِ تیغِ آہنیں اشکے نکرد غیر را زیرِ نگیں اشکے نکرد، کلام نہایت شستہ و پاکیزہ، کتاب حسن باطنی و جمال ظاہری سے آراستہ، انداز بیاں دلنشیں، اہل ذوق ملاحظہ فرمائیں اہمیت باینہمہ فی نسخہ ۲۰ بہت کم ہے، ۲۰ کے ٹکٹ بھیجکر دفتر "القریش" سے طلب فرمائیے، **ایڈیٹر**

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قصیدۂ دعائیہ

بشانِ ہمایونی اعلیٰحضرت ظلِ سبحانی حضور لامع النور محی الملۃ والدین حامیٔ شرع رسولِ مبین سلطان العلوم ہز اگزالٹڈ ہائی نس نظام الملک آصف جاہ خسروِ دکن انار اللہ برہانہٗ

ذیل کی دعائیہ نظم اکتوبر ۱۹۲۵ء میں حیدرآباد جاتے ہوئے امرتسر دہلی کے مابین دورانِ سفر میں ٹرین میں بیٹھے بیٹھے پیشگاہ خسروی میں ہدیۃً گذراننے کے لئے لکھی گئی تھی، چونکہ شہزادی بلند اقبال کی وفات حسرت آیات کیوجہ سے بندگانعالی کے حضور پیش نہو سکی اور اب تک محفوظ پڑی ہے، اس لئے اب اسی "نظام نمبر" میں درج کیا جاتا ہے۔ ایڈیٹر

نہ کیوں نازاں ہو تجھ پہ آج شاہا ملتِ بیضا
ترا مہرِ تدیّن کر رہا ہے نور افشانی

ترے زہد و ریاضت کا ہے ہر سُو بج رہا ڈنکا
ترے دم سے ہے زندہ ہند میں نامِ مسلمانی

دوبارہ عہد مامونی کو زندہ کر دیا تو نے
کہ دارالعلم کی ضو نے کیا عالم کو نورانی

عملداری میں تیری نکتہ چینی ہو سکے کیونکر
ترا معمول ہیں شاہا فقط احکامِ قرآنی

براوصافت جز ایں گفتن بفہمم در نمے آمد
فلک رتبہ ملک سیرت سراپا ظلِ سبحانی

کہاں یہ حیدرآباد اور کہاں وہ خاک امرتسر
دکن میں کھینچ لائی ہیں سخاوتہائے عثمانی

فقط پنجاب ہی ممنون احسان کچھ نہیں تیرا
ترے خرمن کے خوشہ چیں ہیں ایرانی و تورانی

صدف امید کا اپنی نہ کیونکر پُر گہر ہوگا
ترا ابرِ کرم شاہا ہے رشکِ ابرِ نیسانی

دعاگوئے غلامانت کس و ناکس بہر حالے
کہ ہر کس ہست ممنونِ نوازشہائے سلطانی

ہر اک ملت ادائے فرض میں آزاد و خوشدل ہے
نظامِ ملکداری میں کوئی تیرا نہیں ثانی

سلامت تا قیامت تو رہے باشوکت و حرمت
ترے عہدِ مبارک میں ہے ہر مشکل کو آسانی

رہے سر پر رعایا کے ترا سایہ ہما پایہ
رہے سر پر ترے شاہا ہمیشہ ظلِ رحمانی

مطبوعہ آفتاب برقی پریس امرتسر، پرنٹر مولوی محمد عبداللہ صاحب منہاس، پبلشر پروپرائٹر و ایڈیٹر قریشی محمد علی صاحب ...

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تاریخی، اصلاحی، قومی

رسالہ

ہے

بفرمان عالی نشان اعلیحضرت سلطان العلوم ہز اگزالٹڈ ہائینس تاجدار دکن

حرسہا اللہ عن الشر والفتن

مدارس محروسہ سرکار عالی کیلئے خریدے جانیکا فخر حاصل ہے

ایڈیٹر

محمد علی رونق

روز بازار الیکٹرک پریس حیدرآباد دکن میں محمد علی رونق پبلشر، پرنٹر نے اپنے اہتمام سے چھاپا

قواعد

۱۔ "الفرقان" ہر انگریزی مہینے کی ۱۶ تاریخ کو باحتیاط تمام پوسٹ کیا جاتا ہے، لہذا ۲۵ تاریخ تک اگر کسی بھائی کو موصول نہ ہو تو وہ آئندہ مہینے کی پہلی تاریخ تک دفتر سے مکرر طلب کرلیں، اس کے پرچہ نہ ملنے کی شکایت نہ سنی جائیگی،

۲۔ نقل مقام کیوجہ سے جن احباب کا اڈریس تبدیل ہو جائے، ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے جدید پتہ سے دفتر کو مطلع کر کے اپنے اڈریس کی صحت کرالیں، ورنہ عدم رسی رسالہ کا دفتر ذمہ دار نہ ہوگا،

۳۔ جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیئے، ورنہ جواب نہ دیا جائے گا۔

۴۔ بیرنگ خطوط وصول نہ کئے جائیں گے،

۵۔ ناقابل اشاعت مضامین واپس نہ کئے جائیں گے،

۶۔ ہر قسم کی خط وکتابت میں خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں،

۷۔ نمونہ ملاحظہ کرنیوالے حضرات اگر منشائے خریداری وعدم خریداری سے مطلع نہ کرینگے، تو دوسری اشاعت کا پرچہ انکی خدمت بصیغہ وی پی بھیجا جائیگا۔ جس کا وصول کرنا ان کا قومی و اخلاقی فرض ہوگا،

۸۔ طلبا بشرط تصدیق سالانہ قیمت میں ۸ ر کی رعایت لے سکتے ہیں مگر رقم بذریعہ منی آرڈر بھیجنی ہوگی،

نیازمند

منیجر

فہرست مضامین

جلد ۱۳ | القریش امرتسر بابتہ ماہ اکتوبر ۱۹۲۷ء | قیمت سالانہ تین روپے
نمبر ۱۰ | | فی پرچہ چار آنے

نمبر	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	فہرست ہذا		۳
۲	آقائے دو جہاں کی شانِ رحمت		۴
۳	شذرات، معاصرین کرام اور نظام نمبر (۲) اعلحضرت شہریار دکن کا عشق رسولؐ (۳) قوم اور قومی انجمن کو مشورہ (۴) انجمن قریشیان پنجاب اور نظام نمبر (۵) چالیس روپے میں ایک پرچہ (۶) قانون توہین مذاہب (۷) راجہ کانفرنس کی خصوصیت	ایڈیٹر	۵ تا ۱۰
۴	برادرانِ قوم سے خطاب	مولٰنا محمد عبدالکریم خانصاحب کسیلوی	۱۱
۵	مدنی سپہ سالار میدانِ جنگ میں	جناب سید شوکت علیصاحب فہمی	۱۲
۶	درسِ حیات	جناب مولٰنا تصدق حسین صاحب خالد ایم۔اے	۱۵
۷	نظرِ ہشیار	جناب مولوی نذیر احمد خانصاحب وکیل	۱۶
۸	سکندر اعظم کی موت		۱۹
۹	ندوۃ العلماء	ایڈیٹر	۲۰
۱۰	بچوں کی تجارتی تربیت	جناب سید طفیل احمد صاحب	۲۲
۱۱	بلخ کی شہزادی	جناب سید ظہور احمد صاحب	۲۴
۱۲	یہ خونریزی کی گھڑیاں اے ہندوستاں کبتک	جناب گوھر	۲۹
۱۳	انجمن قریشان پنجاب	جناب آنریری جنرل سکرٹری صاحب	۳۰
۱۴	تاریخ دکن کا ایک ورق	ضمیمہ، جناب سید محمد عبداللہ صاحب قریشی	۳۳
۱۵	قصیدہ	" " "	تا ۵۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آقائے دو جہاں کی شانِ رحمت

اک روز ختم المرسلیں تنہا وزوکش تھے کہیں
قبضہ میں تیغ جو ہر یں یا نیزہ کچھ بھی تھا نہیں
شانِ جمالی سات تھی
یا اک خدا کی ذات تھی

اتنے میں آنکلا واں اک دشمنِ دیں ناگہاں
تیغ آزمودہ نوجواں دلمیں جوانی کا گماں
کھینچے ہوئے شمشیر کیں
بولا یہ ہو کر خشمگیں

ای بیٹے عبداللہ کے، یہ تیغ براں دیکھ لے
اب کون ہے جو تجھکو دے زنہار میرے ہاتھ سے
ہنس کر پکارے مصطفیٰ
میرا خدا، میرا خدا

چھوٹا یہ تیر اللہ کا ہو کر قضا بن کر رمی
کافر کے سینے میں لگا لرزہ بدن پر آگیا
تلوار نیچے گر پڑی
جو مصطفیٰ نے تھام لی

کہنے لگے اے نوجواں تیری ہے تیغ جانستاں
لیتی ہے اب تیری ہی جاں جاتا ہے تو بچکر کہاں
اب کون ہے جو تجھکو دے
زنہار میرے ہاتھ سے

بولا عدوی جان دیں، ہے موت کا مجھکو یقیں
دنیا میں اب میرا نہیں ملجا کہیں، ماوا کہیں
کہنے لگے خیر الورےٰ
کہتا نہیں کیوں برملا

میرا خدا، میرا خدا
جا بخشدی تیری خطا

کافر قدم پر گر پڑا، سنکر یہ ارشاد آپ کا
کلمہ شہادت کا پڑھا اور جھٹ مسلماں ہو گیا
ہے قول اسکا دلنشیں
یا رحمۃ للعالمیں

تیرے سوا میرا نہیں
ملجا کہیں، ماوا کہیں

"انفقہہ"

ماہ اکتوبر ۱۹۲۷ء　　　　جلد ۱۳ نمبر ۱

معاصرین کرام اور نظام نمبر

نظام نمبر صفحہ ۵ پر "ایک تجویز کی تکمیل" کے تحت اس خاص نمبر کی اشاعت کی غرض وغایت صاف اور کھلے الفاظ میں بیان کردیگئی تھی، صفحہ ۶ پر "معاصرین کرام سے خطاب" کے عنوان سے اس اعادہ کرتے ہوئے اپیل کیگئی تھی، کہ صورت حالات کو رو باصلاح لانے کے لئے وہ امکانی مساعی عمل میں لائیں، اس کیلئے پرائیوٹ طور پر بھی توجہ دلائی گئی تھی، مگر افسوس کہ معاصرین کرام نے ریویو کرنیوقت اس ضروری اور اہم مسالہ کیجانب ذرہ برابر بھی توجہ نہیں دی، بلکہ بعض نے تو ریویو تک کے لئے بھی اپنے قلم کو حرکت دینا پسند نہیں کیا، حالانکہ وقت کا شدید ترین تقاضا یہ تھا کہ اس مسالہ پر پورے زور کے ساتھ قلم اٹھایا جاتا، اور اس وقت تک چین نہ لیا جاتا، جبتک کہ شہنشاہ معظم ادام اللہ اقبالہ اور ارکانِ پارلیمنٹ برطانیہ ہند کی اس پالیسی کا سدباب نہ کردیتے،

ہم اس خاموشی کو مجرمانہ سکوت قرار دیتے ہیں، اور اعلیحضرت حضور نظام خلد اللہ ملکہ کے معاملہ میں اس کو کسی طرح مناسب نہیں سمجھتے، لہٰذا جملہ معاصرین کرام سے مکرر استدعاء

کرتے ہیں، کہ وہ معاملہ کی اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنی قلمی طاقت کو کام میں لائیں،

جن معاصرین کرام نے "نظام نمبر" پر ریویو فرماکر ہماری محنت کی داد دی ہے، انکی معاصر نوازی کے ہم بدل مشکور ہیں، لیکن ہماری یہ خواہش ہرگز ہرگز نہ تھی کہ "نظام نمبر" ہماری خدمات کی بہترین صورت قرار دیجائے اور اس سلسلہ میں تعریف و توصیف کے پل باندھ دئے جائیں، بلکہ ہم چاہتے تھے کہ سلاطین دکن کی رواداری و دوست نوازی اور اہم ترین خدمات کے اظہار سے گورنمنٹ برطانیہ ہند کی پالیسی کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہوئے ہندوستان کی سب سے بڑی اسلامی ریاست کے حقوق محفوظ و مامون کرنے کی سعی بلیغ کیجاتی، کیا معاصرین کرام اس مسئلہ کیجانب متوجہ ہونگے ؟

اعلیحضرت شہریار دکن کا عشق رسول

چار سال ہوئے کرنیل افسر الملک فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تھے جب وہ حیدرآباد واپس آئے تو انہوں نے اعلیحضرت شہریار دکن کی توجہ اس امر کیطرف مبذول کرائی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مطہرہ اور مسجد نبوی کیحالت مرور زمانہ کسی قدر خستہ ہوگئی ہے، اور انکیلئے مرمت کی ضرورت ہے، لہذا حضور نظام نے اس تجویز کو منظور فرمالیا کہ ؎ زاں بعد سلطان ابن سعود اور شریف حسین شاہ حجاز کے درمیان جنگ چھڑ گئی، اس وجہ سے اس تجویز کو عملی جامہ نہ پہنایا جا سکا اور وہ معرض التوا میں آگئی، بہرحال حجاز میں بحالئے امن و سکون کے بعد حضور نظام نے اپنی ریاست کے ایک ممتاز انجنیر مسٹر عطا حسین کو مکہ مکرمہ روانہ کیا۔ تاکہ وہ اس مرمت کے کام کے متعلق ایک تخمینہ تیار کرے، اب انجنیر صاحب نے اپنی رپورٹ پیش کردی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کام پر ۹ لاکھ روپیہ صرف ہوگا، اور اعلیحضرت نے اس رقم کیمتعلق منظوری صادر فرمادی ہے، سلطان ابن سعود نے حضور نظام کی اس درخواست کو منظور کر لیا ہے، کہ اس مبارک کام کے انصرام کا شرف انہیں حاصل ہو، امید ہے کہ اب مرمت کا کام بہت جلد شروع ہوجائیگا، حضور نظام نے سلطان ابن سعود سے یہ خواہش بھی ظاہر کی ہے، کہ مرمت کے لئے صرف حیدرآباد کے انجنیر مقرر کئے جائیں جسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ حضور نظام اس کام کو نہایت اہتمام کے ساتھ کرانا چاہتے ہیں، امید ہے کہ وہ اسے ممتاز ماہرین فن کے سپرد کرینگے،

حضور نظام ہمیشہ ہر اسلامی کام میں نہایت فیاضی و دریا دلی حصہ لیتے رہے ہیں اور ہر مذہبی کام کے لئے رقوم خطیرہ عطا فرماتے رہے ہیں لیکن اب حضور نظام نے جس متبرک کام کو اپنے ہاتھ میں لیا ہے وہ شرف و سعادت کے لحاظ سے ان سب پر فوقیت رکھتا ہے، حضور نظام نے اپنی اس جدید ترین فیاضی سے شاہان سلف کی یاد کو تازہ کر دیا ہے، اور عشق رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا روشن ترین ثبوت بہم پہنچایا ہے۔ خدائے قدوس حضور نظام کو بیش از بیش خدمت اسلام کی توفیق و استطاعت عطا فرمائے،

قوم اور قومی انجمن کو مشورہ،

"انجمن قریشیان پنجاب" جس انہماک اور درد سے کام کر رہی ہے، قوم کیطرف سے بھی اگر اسیطرح اسکی حوصلہ افزائی کیجائے تو یقین اور واثق یقین ہے کہ قریش ایسی پسماندہ قوم بھی عروج و ارتقاء کی منزلیں طے کرکے ترقی پذیر دست اقوام و ملل کا ساتھ دینے کے قابل ہو جائے، قوم میں اب احساس زیاں پیدا ہو چکا ہے، عبرت کے تازیانے اسے بیدار کر چکے ہیں، لیکن اس میں ہنوز اتنی سکت پیدا نہیں ہوئی کہ میدان عمل میں اپنی بیداری کے مظاہرہ کی جرأت کر سکے، اور یہی وہ شئے ہے جو حقیقی زندگی اور سچی بیداری کہی جا سکتی ہے،

ارکان انجمن کی پیہم مساعی کا تواتر جاری رہا تو وہ دن دور نہیں کہ عظمت رفتہ کا رونا ختم ہو جائے لیکن اس کے لئے ذرا تیز گامی کی ضرورت ہے، ہماری رائے میں اراکین انجمن کے حالات اگر انہیں اجازت دیں اور انتظامی مجلس مناسب خیال کرے، تو نواح پنجاب میں ایک با اثر وفد کے دورہ کی سخت ضرورت ہے مختلف مقامات پر جلسے کئے جائیں قوم کی پسماندگی کا نقشہ موثر طریق پر افراد قوم کے سامنے پیش کرتے ہوئے تکمیل مقاصد میں انکی اعانت حاصل کی جائے، ضلعوار کمیٹیوں کے قیام و انعقاد کے لئے مناسب ذرائع بہم پہنچائے جائیں، مرکزی انجمن کی ممبری کے لئے انتھک کوشش کیجائے، ضلعوار فہرستیں مرتب کی جائیں، دورہ کی مطبوعہ رپورٹ اور انجمن کا دستور العمل کثیر تعداد میں مفت تقسیم کئے جائیں، لبعدش سالانہ جلسہ کا اعلان کرکے قوم کو ایک مرکز لا کر اندرونی کمزوریوں کے اسباب و علل پر غور کیجائے، تبادلہ خیالات سے جو تجاویز قرار پائیں شرکت عمل اور تقسیم محنت کے ساتھ انہیں تکمیل دی جائے، کامیابی اور قومی انجمنوں کی ترقی کے لئے اس سے بہتر کوئی آسان اور مفید ترین پہلو نہیں اور اسی پر

اقوام عالم عمل پیرا ہیں،

قوم اور افراد قوم کا فرض اور عین فرض ہے، کہ وہ اراکین انجمن کا ہاتھ بٹائیں، قومی خدمات کی انجام دہی میں امکان بھر انکی اعانت کریں اور اگر وفد مجوزہ کے دورہ کی عملی صورت پیدا ہو جائے تو ہر مناسب طریق پر اس کی کامیابی میں ساعی ہو کر عند القوم مشکور ہوں،

انجمن مذکور نے اپنا دستور العمل کتابی شکل میں طبع کرالیا ہے، دردمندان قوم و بہی خواہان انجمن صدر دفتر رگوجرانوالہ) سے اسکی حسب ضرورت کاپیاں منگا کر اپنے احباب و اقارب میں تقسیم کرکے انہیں ممبری کی دعوت دیں، دستور العمل مفصل و مشرح ہے، ایک آنہ کا ٹکٹ بھیجکر دفتر "القریش" یا دفتر انجمن سے مفت مل سکتا ہے،

"انجمن قریشیان پنجاب" اور "نظام نمبر"

"نظام نمبر" پر معززین و معاصرین نے جس قدر قیمتی آراء کا اظہار فرمایا ہے، وہ تمام ایک علیحدہ رسالہ کی شکل میں شائع کرکے ناظرین کے سامنے پیش کیجائینگی، "انجمن قریشیان پنجاب" نے ایک رزولیوشن کی صورت میں اپنی رائے کا اظہار فرمایا ہے، یہ رزولیوشن ۸ ستمبر ۲۷ء کے جلسہ میں پاس ہوا، الفاظ حسب ذیل ہیں،

مولانا محمد علی صاحب رونق صدیقی مالک و مدیر "القریش" نے "نظام نمبر" کے نام سے اپنی رائے کا ایک خاص نمبر شائع کرکے "قوم پر احسان" کیا ہے نمبر مذکور صوری و معنوی خوبیوں سے آراستہ ہو کرنے کے علاوہ ہز اگزالٹیڈ ہائی نس تاجدار دولت آصفیہ کی حکومت اور خاندان کے حالات کا بہترین مرقع اور مفید معلومات کا عمدہ ذخیرہ ہے، اس لئے یہ جلسہ آپ کے اس احساس اور ایثار کو ایک قابل قدر "قومی خدمت" قرار دیتا ہوا اس امر کی پرزور سفارش کرتا ہے کہ قدر شناسی کے عملی ثبوت کے لئے ہندوستان بھر کے ۱۸ لاکھ برادران قریش رسالہ القریش ایسے مفید اور واحد قومی ارگن کی اشاعت میں پوری سرگرمی کے ساتھ کوشش کریں!!

انجمن مذکور کی قدردانی و حوصلہ افزائی کے ہم بدل مشکور ہیں، کاش! برادران قریش انجمن کی آواز گوش ہوش سے سنیں،

چالیس روپے میں ایک پرچہ

التحریش کے قدیم کرمفرما خریدار نمبر ۳۴۴۶ کی علمی و ادبی دلچسپیاں تعریف و تحسین کے درجہ سے بلند ہیں، التحریش کی مالی حالت درست کرنے کے لئے مختلف صورتوں میں آپ جو مالی امداد فرماتے رہے ہیں، انکا تذکرہ ان کالموں میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتا رہا ہے "نظام نمبر" کی اشاعت پر آپ نے جس ایثار کا ثبوت دیا ہے وہ آپ ہی کا حصہ ہے، آپ لکھتے ہیں،

نظام نمبر موصول ہوا کمال دیدہ زیب اور کیا خوب ہے، چونکہ خاندان سلاطین آصفیہ کی یہ بہترین خدمت ہے، اس لئے میں اسے اسلام کی بہترین خدمت تصور کرتا ہوں لہٰذا اس نسخہ کی قیمت میں جو مجھے موصول ہوگیا ہے، چالیس روپے ارسال کرتا ہوں قبول فرمائیے، والسلام، (دستخط)

ہم آپکی توجہ فرمائی اور حوصلہ افزائی کے بدل مشکور ہیں، نظام نمبر کو بہترین شکل و صورت میں شائع کرنیکا خرچ کم و بیش تین معمولی اشاعتوں کے برابر ہوگیا تھا. آپ کے اس عطیہ سے یہ بار ہلکا ہوگیا، جزاھم اللہ خیر الجزاء،

قانون توہین مذاہب

۱۹ ستمبر کے اجلاس اسمبلی میں بالآخر توہین مذاہب کا قانون پاس ہوگیا، بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے الفاظ و معانی خطرناک حد تک وسیع ہیں اور اس کے منظور ہونے سے حکومت کو جبروت شدد کا ایک خوفناک حربہ ملگیا ہے، انسان کے فطری حقوق تحریر و تقریر، دین حق کی تبلیغ اور مذاہب عالم پر محققانہ تنقید کا راستہ بالکل مسدود ہوگیا ہے، قانون کی یہ وسعت ہندوستان میں نئے اور المناک فتنے پیدا کرنیکا موجب ہوگی، مذہب قانونی رسن و بند سے آزاد ہے، لیکن اس قانون کے نفاذ سے مذہب کی آزادی ایک حد تک سلب ہو جانیکا اندیشہ ہے، بنا بر علیہ جمعیتہ خدام الحرمین" کے جلسہ عام منعقدہ ۲۵ ستمبر نے اسکے خلاف پرزور صدائے احتجاج بلند کی ہے اور حسب بالا خیالات کا اظہار کرتے ہوئے چند رزولیوشن بھی پاس کئے گئے ہیں جنمیں وائسرائے سے درخواست کیگئی ہے کہ وہ اس قانون کی ہرگز منظوری نہ دیں،

قانون پر مذہب کی حفاظت کا فرض عائد ہوتا ہے اور یہی مطالبہ تھا لیکن قانون جس صورت میں منظور کیا گیا ہے وہ بالکل برعکس ہے، لہٰذا ارباب حل و عقد کو مقصود بالذات کیلئے فوری توجہ دینی چاہیئے،

راجہ کانفرنس کی خصوصیت

حجام برادری نے اپنی انجمن کا نام "راجہ کانفرنس" تجویز کیا ہے، اس میں ہندو، سکھ اور مسلم حجام متحدہ و متفقہ طور پر اپنے مفاد کے حصول میں کوشاں ہیں، پچھلے سال اس انجمن کا افتتاحی اجلاس سردار گلزار اسنگھ آنریری مجسٹریٹ کی صدارت میں امرتسر منعقد ہوا تھا۔ اب کے بریڈلا ہال لاہور میں ماسٹر بدرالدین امرتسری کی صدارت میں تعطیلات دوسہرا میں سالانہ اجلاس منعقد ہوگا، داخلہ بذریعہ ٹکٹ تجویز کیا گیا ہے، فیس وزیٹرس دس روپے، ڈیلیگیٹ پانچ روپے، عام دو روپے، خوراک ورہائش کا انتظام استقبالیہ کمیٹی کی طرف سے ہوگا،

رواداری اور ترقی کے زمانہ میں حجاموں کی بیداری اور تیز گامی تعجب خیز نہیں لیکن اس کانفرنس میں ایک محیر العقول خصوصیت ضرور ہے اور وہ یہ کہ فرقہ وارانہ منافرت اور مذہبی رقابت و عداوت کے اس دور میں جبکہ ہندو مسلم فساد کی آگ اطراف و اکناف عالم میں شعلہ فشاں ہے، اس کانفرنس میں سکھ، ہندو اور مسلمان سب ملکر اتحاد و یگانگت اور امن و شانتی کے ساتھ تلاش مقصود کیلئے شاہراہ عمل پر گامزن ہیں، انہیں کوئی منافرت و مغائرت نہیں، ہندو مسلم سوال انہیں ذرہ برابر بھی متاثر نہیں کر سکا۔ حجام برادری کا یہ خلوص عدیم النظیر ہے اور انکی کامیابی کا یقین دلاتا ہے،

برادران قریش کے لئے حجام برادری کی بیداری اور ترقی دو میں سبق عبرت موجود ہے، کاش ان میں بھی جذبۂ عمل پیدا ہو اور وہ بھی محبت و مروت کی سٹیج پر مجتمع ہو کر مغاک ضلالت سے ابھرنے کیلئے ساعی نظر آئیں،

خسرو دکن کی فیاضیاں

فرمانفرمائے دکن ادام اللہ سلطنتہ نے مصیبت زدگان گجرات اور فلسطین کے لئے انسانی ہمدردی کی راہ سے ۵۰ ہزار اور پندرہ ہزار روپیہ کی گران قدر امداد منظور فرمائیں، یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ حضور نے سر فضل بھائی کریم بھائی کو ضلع عادل آباد میں ۱۳۱۰۰۰ ایکڑ زمین عطا کی ہے، تاکہ نوآبادی قائم کرنے کی سکیم کو عملی جامہ پہنایا جائے، سر فضل بھائی کریم بھائی (بمبئی) نے ٹائمز آف انڈیا کے نامہ نگار سے ملاقات کرتے ہوئے کہا، کہ میں اس رقبہ کے نصف حصہ میں جنگل کو محفوظ رکھنے کا خواہشمند ہوں، تمام رقبہ کی قیمت ۴ روپے ایکڑ کے حساب سے ۵۲۴۰۰۰ روپے ہوتی ہے

القریش کی توسیع اشاعت میں کوشش کرنا ہر قریشی بھائی کا فرض ہے، منیجر،

برادرانِ قوم سے خطاب

پڑ رہی ہے چارسو دوڑو دوڑو کی یاں پکار ۔۔۔ نیند کے ماتو! نہیں اب وقت غفلت ہوشیار

ہو رہی ہے عرصۂ آفاق میں قوموں کی دوڑ ۔۔۔ بڑھ رہے پاؤں سے پیادے ہیں سواروں سے سوار

تھوڑی تھی جو غفلتوں پر ہو رہی ہیں بازیاں ۔۔۔ چال چوکا اور ہوئی گردن پہ ہار آکر سوار

قوم جو اس دوڑ میں ہاری ہے سمجھو کہ وہ ۔۔۔ ہو گئی زور آزمائی میں حریفوں کی شکار

سایہ میں برگد کے جیسے جلکے رہ جاتی ہے گھاس ۔۔۔ زور والوں میں یہیں ہوتی ہے مٹی اسکی خوار

حق ہے غالب کا کہ کچلے اور لے مغلوب کو ۔۔۔ ہے یہی مغلوب ہونیکا مآل انجام کار

کرتے آئے ہیں سب اپنی اپنی باریں یہی ۔۔۔ اور یہی جاری رہیگا دور تا روز شمار

قوم کا درجے سے گر جانا ہے وہ قومی گناہ ۔۔۔ مرتکب جس کا نہیں بچتا سزا سے زینہار

یاد رکھو دوستو! حکمت ہے یہ اللہ کی ۔۔۔ جو بدلی ہے نہ بدلیگی الیٰ یوم القرار

جو بڑھیگا حوصلہ اس کا بڑھایا جائیگا
جو گریگا اپنے درجے سے گرایا جائیگا

محمد عبد الکریم خاں کسیلوی

تحفہ

مدنی سپہ سالار میدانِ جنگ میں

(از جناب سید شوکت علی صاحب فہمی)

آج جبکہ دنیا کے ایک بڑے حصے میں سیلاب خون موجیں لے رہا ہے، آج جبکہ رجال امم کی تعداد کثیر تہذیب و قومیت کے لئے مصروف ہنگامۂ خونی ہے، آج جبکہ قوتوں کی تعداد باہم متصادم ہے آج جبکہ جنگ کے سامانوں اور مخترعات و ایجادات کی گوناگوں ندرتوں پر ہی جنگ کی اہمیت کا انحصار ہے، تو کیا دنیا ایک تعمق کی نظر اس سادے اور امی انسان کی شخصیت پر ڈالیگی، جو جغرافیائی تغیر ملکی انقلاب کیلئے نہیں بلکہ اعمال و معتقدات میں تہلکہ عظیم پیدا کرنے کے واسطے مبعوث ہوا، پھر یکہ و تنہا ہے، اور جماعت قلیل، جنگی سامان نام کو نہیں، مگر اظہار عبدیت اور عجز انسانی اور امید فضل خدا، مشرکین مکہ نے کوئی تکلیف اٹھا نہ رکھی، کوئی اہانت چھپا نہ چھوڑی، جو رسول خدا اور انکے صحابیوں پر ختم نہ کردی، اور اسلام کا نام مٹانیکی خاطر کوئی کوشش نہ تھی جو چھوڑدی ہو، آخر کہاں تک، اتنے سارے مشرکین نے مٹھی بھر دوستداران خدا کو پریشان کر مارا، اب جبکہ مسلمان دشمنان اسلام سے تنگ آگئے، اور حق اتمام حجت پوری طرح ادا کردیا، تو اپنے لئے نہیں بلکہ جان سے زیادہ اس عزیز شئے کے لئے جو دنیا بھر کیلئے نسخہ سعادت بنکر آیا ہے، یعنی اسلام کی حفاظت کے لئے تیار ہوئے،

ہجرت کا دوسرا سال اور رمضان المبارک کا مہینہ ہے، کہ سپہ سالار عرب ایک جماعت قلیل کو لیکر اپنے بادشاہ کے حکم سے باغبان اسلام، مشرکین عرب سے صداقت و تہذیب روحی کا فیصلہ کرنیکے واسطے مدینہ منورہ سے روانہ ہوتا ہے، سپاہیوں کو شریک جنگ ہونے میں کیا کیا ارمان ہیں آپس میں حجتیں ہو رہی ہیں، ایک پر ایک فوقیت شہادت چاہتا ہے، سفارشیں پیش ہو رہی ہیں، باہم قرعہ اندازیاں فیصلہ کر رہی ہیں، سعید و خشیمہ بیٹے و باپ میں تکرار ہے، خشیمہ مصر ہے کہ بیٹا تم گھر رہو، سعید ملتجی ہے کہ باپ آپ گھر رہئیے، مجھے اجازت دیجئے، خدارا مجھ تشنۂ شہادت کو رخصت کیجئے، اچھے باپ آپ کیسے ہیں مجھے اچھی چیز پہلے نہیں دیتے، آخر قرعہ پڑا اور سعید کا نام نکلا، عمیر بن ابی وقاص ۱۶ سال کی عمر میں حاضر ہوتا ہے اور اجازت شرکت جہاد چاہتا ہے، مگر کم عمری کے باعث اجازت نہیں ملتی، چپکے سے ساتھ ہولیا، آخر اس قلیل جماعت میں کب تک روپوش رہتا کھل گیا، حضور کے روبرو جائزہ لیا گیا، اور اسکی زاری اور رونے پر اجازت مل گئی اسطرح اور چند نوخیز لڑکے

منت وسماجت سے جہاد میں شرکت کی اجازت حاصل کرتے ہیں ،

میدان میں محاسبہ ہوتا ہے، تو اس جماعت حق ان مجاہدین اسلام کی کتنی تعداد معلوم ہوتی ہے، کل ۳۱۳ نفوس اور ٹرانسپورٹ میں ۷۰ اونٹ اور ۲ گھوڑے کیا سامان ہے؟ اور کیا درہم ودام؟ مگر اس سپہ سالار عسکر اسلامی نے اقلیم معرفت کے شہنشاہ کے نام بے تار کا پیام ارسال کیا کہ ای بادشاہ یہ جماعت قلیل تیرے حکم سے جہاد کرتی ہے، انکے پاس سواری کا سامان کافی نہیں، انکو سواری دے، یہ برہنہ ہیں ان کو لباس دے، یہ گرسنہ ہیں انکو سیر کر، یہ محتاج ہیں انکو اپنے مراعات وعنایات سے غنی کر اور دشمنوں پر غلبہ دے ، بادشاہ کا نائب جب یہ تار دے چکا، تو انتظامات ظاہری پر نظر کی اور اونٹ چونکہ تھوڑے ہیں یہ تجویز کیا کہ کچھ آدمی سوار ہو جائیں، اور کچھ پاپیادہ ساتھ ہولیں، اور باری باری سوار و پیادہ ہوتے رہیں، خود سپہ سالار بھی اس دستور العمل پر عامل ہوتا اور منزلیں طے کرتا ہوا چاہ بدر پر پہونچ گیا ،

جماعت تو بیشک قلیل ہو مگر سب خدا اور اس کے نائب پر کامل بھروسہ رکھتے ہیں، پاس کچھ نہیں ہے، مگر اتفاق، ایثار، ہمت اور صداقت، صبر شکر، شجاعت وقناعت کے نشہ میں مست ہیں انکی اصطلاح میں موت کے معنی حیات ہیں اور رزم کے معنی بزم، فائدہ انکے ہاں روزہ اور موت شہادۃ! کیا اس سے زیادہ جان برکف رکھنے والوں کا اور کوئی خطبہ حقیقت ہو سکتا ہے؟ کفار عرب کا وہ قافلہ جو شام سے واپس آرہا ہے جسمیں وہ لوگ بہت سے ہیں، جو رسول خدا اور انکے دوستوں کو اذیتیں دیتے ہیں، جن کے ہاتھ اسلام سخت صعوبت میں ہے، ابھی راستہ ہی میں تھا کہ سالار قافلہ ابوسفیان کو اطلاع ملگئی، کہ ایک جماعت مسلمانوں کی راستہ میں ان سے مزاحمت کرنیوالی ہے، اس لئے اس نے ایک نہایت تیز رفتار اونٹنی معہ سوار مکہ بھیجدی، تاکہ اہل مکہ جلد انکی امداد وحفاظت کو آجائیں جب وہ شخص مکہ میں پہونچا تو ایک گھبراہٹ پھیلگئی اور عتبہ بن ربیعہ، ابوجہل اور دیگر سرداران مکہ ایک ہزار آدمیوں کی جمعیت لیکر جسمیں بڑے بڑے نامی گرامی جنگجویان عرب زرہ پوش شامل تھے ڈبل کوچ کرتے ہوئے چاہ بدر پر پہونچ گئے ،

سپہ سالار اسلام! یا ایہا الاخی، شام کے آنیوالے قافلہ کی بجائے فی الحال مکہ کے جنگجو اور باسامان سرداران سے مقابلہ پیش آیا ہے کیا رائے ہے ؟

جماعت اسلام! ای ہمارے سردار، اے رسول برحق، دشمنوں کی تعداد اگرچہ زیادہ ہے، اور سامان حرب بھی گو ان کے پاس بہت ہے، مگر ہماری جانیں حضور پر تصدق اور قربان ہیں، ہمکو جو حکم حضور

دینگے، ہم دل و جان سے بجا لائینگے، ہم حضرت موسیٰ کی امت کیطرح نہیں، جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہدیا تھا، کہ "جا تو اور تیرا رب دشمنوں سے مقابلہ کرتے پھرو"۔ بلکہ ہم اللہ کے راستہ میں اپنی جانیں قربان کرینگے، اور شہادت کے جام پئیں گے،

سردار اسلام بہت خوش ہوئی، اور اسلامی لشکر کے علمبردار مصعب بن عمیر نامزد کئے گئے، ادھر ابوجہل عتبہ نے صفیں درست کیں اور اسلامیوں کی جماعت قلیل کو دیکھکر بہت ہی شاداں ہیں اور امید رکھتے ہیں، کہ چشم زدن ہم غلبہ پالیں گے،

لشکر مشرکین میں سے عتبہ بن ربیعہ اپنے بھائی شیبہ اور بیٹے ولید کو لیکر میدان میں آیا، اور محاربہ طلب ہوا، تینوں سر سے پیر تک آہن پوش لوہے میں غرق ہیں، ادھر سے تین جوان انصار نکلے، مگر عتبہ نے للکارا اور قومیت کی تعلی لی، کہ ہمارے لئے قریش ہمرتبہ جنگجو آئیں، انصار واپس آئے اور عرب مہاجرین میں سے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب، حضرت علی بن ابیطالب، اور حضرت عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب میدان میں آئے، شیر خدا، شیر رسول، نے حسب نسب بتائے اور باہم جنگ ٹھہر گئی،

عتبہ نہایت جنگجو اور چالاک ہے، مگر مقابلہ میں بھی شیر رسول حضرت حمزہؓ ہیں جنکی تلوار کی سنبھال مشکل ایلو، وہ حضرت کی تلوار عتبہ کو معہ زرہ سر سے کاٹتی کمر سے نکلگئی، ادھر حضرت علی بھی ولید کو تمام کرچکے، مگر آہ شیبہ نے چالاکی کی، جناب عبیدؓ کی پنڈلی صاف کٹ گئی ہے، خون بہہ رہا ہے شکل پر اضمحلال ہے، مگر تیور دیکھیں ہاں ہاں بہت خوب وہ جناب حمزہ شیبہ کے مقابل ہوگئے لو وہ آن واحد میں شیبہ کا سر تن پر نہیں ہے،

مشرکین میں تہلکہ پڑگیا، ادھر نعرہ اللہ اکبر بلند ہوا جس سے گنبد فلک گونج اٹھا۔ جب ابوجہل نے لشکر کو سہما ہوا دیکھا تو یکبارگی حملہ کا حکم دیدیا۔ کئی بار سخت حملے ہوئے، مگر جناب حمزہ اور جناب علی اور دیگر صحابہؓ کی بہادری و شجاعت نے تمام رد کئے، سعید بن خیثمہ شہید ہوگئے، اور ادھر ابوجہل زخمی ہوکر گر پڑا۔ اہل مکہ سرداران لشکر کے مارے جانے پر سخت بددل و بحواس ہو رہے تھے، کہ اتنے میں ایک زور شور کی آندھی آئی، آندھی کیا تھی؟ غیض خدا کہ اور رہے سہے ہوش مشرکین کے اڑ گئے اور اوسان باختہ ہوکے بھاگے، اسلامیوں نے تعاقب کیا اور ستر آدمی قید ہوئے، تمام لڑائی میں مشرکین ۷۰ قتل ہوئے اور اہل اسلام ۱۴ شہید ہوئے جن میں آٹھ انصار اور چھ مہاجرین،

کفار کا تمام سامان ہاتھ آیا۔ اب وہ تار جو کمانڈر نے دیا تھا اثر لایا، وہ دعا جو ایک برگزیدہ انسان نے کی تھی پوری ہوئی، وہ وعدہ جو سچے خدا نے کیا تھا ایفا ہوا۔ جو پیادہ تھے انکے پاس دو دو اور تین تین اونٹ ہوگئے، جو ننگے اور بھوکے تھے، انکو لباس اور کھانے مل گئے، جو تنگدست تھے وہ خوشحال

ہو گئے ، اور اسلام کی بنیاد ایک مضبوط چٹان پر جم گئی ،

سچ کہنا یہ فتح ارتقائی حیثیت سے قرینِ عقل و قیاس ہے ؟ نہیں یہ تاثر روحانی ہیں۔ یہ تصرفات حقیقت ہیں ، یہ صداقت کی بلندی ہے ، یہ روحانیت کا تموج ہے ، آؤ آؤ ہم تم اسی کا ترانہ گائیں ، جو ایک وحشی و جنگجو قوم پر فتحیاب ہوا۔ آؤ آؤ ہم تم اسی کے تابعداری کریں جو مساوات اور جنگ نفس کی تلقین کرتا ہے ۔ آؤ آؤ ہم تم اسی کے ہو جائیں ، جو جس کا ہو گیا اسی بیڑا پار ہو گیا ،

درسِ حیات

(مولانا تصدق حسین صاحب خالد ایم اے ، ای ۔ اے ، سی)

دردِ جانِ عشرت ہی شرط یہ ہی کامل ہو — دلِ جہانِ الفت ہی نقشِ ناز اگر دل ہو
منجمد ہو جائیں گرمیاں محبت کی — ای غمِ شکیب آور سوزِ شمعِ محفل ہو
عشق میں فنا کر دے اِن خودی کے جذبوں کو — کیوں کسی کے جلووں میں ناز ہوش حائل ہو
خود خیالِ منزل ہی موت ہے تمنا کی — رہروِ محبت تو بے نیازِ منزل ہو
شانِ بیخودی دکھلا منکرِ خودی ہو کر — شورِ بحرِ ہستی میں ابتسامِ ساحل ہو
ہر شکست میں پنہاں رازِ کامیابی ہے — آرزوئے غم ساماں اُٹھ حریفِ مشکل ہو
خواہشِ تن آسانی ہمتوں کی پستی ہے — دل ہی کیا وہ جس دل میں آرزوئے منزل ہو

پیس دیتی ہیں اس کو سازشیں عناصر کی
رزم گاہِ ہستی میں ایکدم جو غافل ہو

براہِ کرم خط و کتابت میں خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں ، اور جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ ارسال کیا کریں

نظرِ ہشیار

تاریخ پر نظر ڈالو جتنی ترقی دنیا نے آجتک کی ہے جسقدر اضافہ علم و ہنر میں آجتک ہوا ہے جس قدر معاشرتی سہولتیں آجتک پیدا ہوئی ہیں اور جس قدر فائدہ بنی نوع انسان کو پہنچا ہے وہ چند "نظر ہشیار" لوگوں کی بدولت ہوا ہے، ورنہ عام آدمی تو "صُمٌّ بُکمٌ عُمیٌ فہم لا یرجعون" ہیں، کہ خود دیکھنا سُننا تو درکنار دوسروں سے فائدہ اٹھانا بھی عار سمجھتے ہیں، درخت کی شاخ پر ثمر درسے پکا ہوا پھل زمین پر گرتا ہے، ہر ایک آدمی روز بچشم خود اس کا مشاہدہ کرتا ہے اور پھل کے گرنے کو ایک نہایت فعل خیال کرتا ہے لیکن ایک "نظر ہشیار" دیکھکر سوچتی ہے کہ آخر یہ کیوں ہوتا ہے پھل سیدھا زمین پر کیوں گرتا ہے اوپر کیوں نہیں اُٹھتا، دائیں بائیں کیوں نہیں گرتا۔ آخر اسکی کچھ وجہ ہونی چاہئے، سوچتے سوچتے یہی نظر ہشیار، یہی نیوٹن، یہی شخص کا نام علمی دنیا میں آفتاب کیطرح درخشندہ ہے اس نتیجہ پر پہنچتا ہے، کہ زمین ہر ایک چیز کو ایک خاص طاقت سے اپنی طرف کھینچ رہی ہے، مسئلہ کشش ثقل صرف ایک دیکھنے والی آنکھ کے ذریعے تمام روئے زمین پر قبول کرلیا جاتا ہے،

ضیا ابن بیطار جو راس الاطباء کے نام سے مشہور ہوا اور جسے مصر جیسے ملک نے اپنا پیشوا مانا اسی نظر ہشیار سے علم نباتات میں وہ کام کر گیا ہے۔ کہ ایک دنیا اسکی احسانمند ہو رہی ہے یہ شخص ان علمائے بزرگ میں سے تھا، جنہوں نے عالم اشیا پر دیکھنے والی نظر ڈالی اور بنی نوع انسان کو قدرت کے مخفی رازوں سے واقف کیا، اسیطرح ابو بکر رازی، سر ڈاکٹر نوبس، آئڈیسن، مارکونی سب برگزیدہ ہستیاں صرف نظر ہشیار رکھنے کیوجہ سے دنیا میں ممیز و ممتاز ہوئیں،

اللہ تعالیٰ کی قدرتوں اور اسکے کرشموں کا لطف اٹھانے کے لئے نظر ہشیار ایک عجیب ذریعہ ہے اور اللہ جلشانہٗ کی صنعت پتہ پتہ تو کیا موجودات کے ذرے ذرے میں موجود ہے، خود اپنے آپ نظر ڈالو ایک غلیظ قطرۂ پانی سے انسان کا ہیولا قائم رہتا ہے، پھر آغوش مادر میں بچہ کی پرورش ہوتی ہے، بچہ سے جوان، جوان سے بوڑھا ایک خاص وقت زندگی، آخر موت، رنج و فکر، خوشی اور آسائش بغض اور حسد، محبت اور وفا کہی باتیں انسان کے خمیر کا جزو بنائی گئی ہیں، عقل و فہم دیگئی ہے کہ اچھے برے کی تمیز کر سکے، ہاتھ پاؤں دئے کہ غیروں کا محتاج نہو، غرضیکہ حضرت انسان اللہ کی صنعت کا مظہر ہے

اللہ جل شانہ آیۃ یوسف میں فرماتے ہیں وکاین من آیۃ فی السمٰوات والارض یمرون علیہا
وھم عنہا معرضون (اور آسمانوں اور زمین میں خدا کی قدرت کی کتنی نشانیاں ہیں جن پر سے لوگ ہو کر گذر
جاتے ہیں اور وہ انکی کچھ پرواہ نہیں کرتے) تو معلوم ہوا، اس کی صنعت، اس کی قدرت ہر چیز میں موجود ہے
اگر ہم ان پر غور نہیں کرتے، یا ان سے بہرہ اندوز نہیں ہوتے تو یہ سراسر ہمارا قصور ہے،

انگریزی میں ایک ضرب المثل ہے "آئیز اینڈ نو آئیز" مفہوم یہ ہے کہ آنکھیں تو سب انسانوں کی ہیں
لیکن بعض انسان دنیا میں اسطرح زندگی بسر کرتے ہیں جیسے کہ وہ بالکل اندھے ہوں، گویا کہ ان کی
ہی ہی نہیں اور درحقیقت اگر تھوڑا سا ہی غور کیا جائے تو عیاں ہوگا۔ کہ چونکہ آنکھ کا مقصد ہے دیکھنا،
تو جو آنکھ دیکھتی ہی نہیں، وہ آنکھ ہی کیا ہوئی، یہی منشا اس انگریزی مقولہ میں بیان کیا گیا ہے،
کہ آنکھیں ہیں بھی اور پھر بھی اندھوں کیطرح نابینا ہیں،

دنیا میں رہنے کا مزہ اسیطرح ہے کہ انسان اپنی آنکھیں کھلی رکھے زمانہ کسی چال چلے فلک
کجرفتار کیسے کیسے رنگ بدلے، انسان کو آنکھ بند نہیں کرنی چاہیئے، حضرت اقبال تو لطف نظارہ
کے لئے آنکھ جھپکنے کے بھی روادار نہیں، فرماتے ہیں ؎

نظارہ کو تو جنبشِ مژگاں بھی بار ہے
نرگس کی آنکھ سے تجھے دیکھا کرے کوئی

انسان کو چاہیئے کہ وہ سوچنے کی عادت ڈالے، مخلوقات اور موجودات پر غور کرے، واقعات و
حوادث سے سبق لے، اور اس کیلئے یہی ضروری نہیں کہ وہ خاص خاص چیزوں کی طرف ہی توجہ کرے
دنیا کی ہر ایک چیز سے انسان کچھ نہ کچھ سیکھ سکتا ہے، مثال کے طور پر اس وقت مجھے لسان العصر
حضرت اکبر کی ایک رباعی یاد آتی ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نظرِ ہشیار ایک عام چیز سے کیا کیا
سبق حاصل کرتی ہے،

چاند کس شخص نے نہیں دیکھا، اور کون شخص اس کے جادو سے متاثر نہیں ہوا۔ مختلف طبائع
کے آدمی مختلف طور پر اثر پذیر ہوتے ہیں، لیکن ایک "نظرِ ہشیار" کو کچھ اور ہی سبق حاصل ہوتا ہے
فرماتے ہیں ؎

ہرچند محلِ انقلابات رہا	گھٹنے بڑھنے کا پیچ دن رات رہا
چھوڑی نہیں منزلیں قمر نے اپنی	ذی رتبہ و صاحب مقامات رہا

سبحان اللہ، دنیا میں ثابت قدم رہنے کی کیا اچھی ترغیب ہے اور شاعر کو کیا اچھا نکتہ سوجھا

ہے، کہ آجتک کسی کا خیال بھی اس طرف نہ گیا تھا،

مطلب میرا اس رباعی کے بیان کرنے سے یہ تھا، کہ انسان اگر چاہے تو دنیا کی عام روزمرہ کے دیکھنے والی چیزوں سے بھی کوئی نہ کوئی سبق حاصل کرسکتا ہے، اور اس کیلئے یہی ضروری نہیں ہے کہ خاص خاص امور پر ہی غور کرے، اللہ میاں تو مچھر کی مثال دیکر بھی نصیحت کا طریق نکال لیتے ہیں، حالانکہ کیا مچھر اور کیا مچھر کی حقیقت، اگر انسان کے سر میں دیکھنے والی آنکھ اور سوچنے والا دماغ موجود ہے تو وہ ذرہ ذرہ سے فائدہ حاصل کرسکتا ہے، غالب مرحوم فرماتے ہیں ؎

بخشے ہے جلوۂ گل ذوق تماشا غالب
چشم کو چاہیئے ہر رنگ میں وا ہو جانا

اللہ تعالے نے کوئی چیز بغیر کسی خاص غرض اور فائدے کے پیدا نہیں کی، مکھی جیسی گھناونی اور چیونٹی جیسی حقیر ہستیاں بھی خالی از مطلب نہیں،

ربنا ما خلقت ھذا باطلا سبحانک فقنا عذاب النار، ہر ایک چیز کے ظاہر پر ہی نظر نہ ڈالو، دیکھو کہ اس کے اندر کیا کیا باتیں مضمر ہیں، اپنے پاس کی چیزوں کو دیکھو، دیکھو اور نظر ہشیار سے دیکھو، پھر دیکھو کہ اللہ میاں کی قدرتوں میں کیا مزہ ہے، تم بھی شاعر کے ساتھ کہو گے ؎

پہاڑوں میں ہیں تیری معماریاں — گلستاں میں ہیں تیری گلکاریاں
سمندر کی موجوں میں ہے تیرا راگ — ہواؤں کی ہے ہاتھ میں تیرے باگ

سائنس اور نیچرت یا دہریت ہم معنی الفاظ ہیں، سائنس دان کو اللہ تعالے کی عظمت کا زیادہ یقین ہونا چاہیئے، کیونکہ دیکھ سن کر گمراہ ہونا بہت بڑی ضلالت ہے، بجائے بودے اور کمزور خیال دل میں لانے کے اسے یہ کہنا چاہیئے، کہ ؎

ہر گیاہے کہ از زمین روید
وحدہٗ لاشریک لہٗ گوید

نذیر احمد خاں، دکیل

سکندرِ اعظم کی موت

دنیا کی بے ثباتی کا عبرتناک منظر

وقتِ مردن یوں سکندر نے حکیموں سے کہا
موت سے مجھکو بچاؤ کر کے میری کچھ دوا

سر ملا کر یوں لگے کہنے کہ اے شاہِ زماں
موت سے کس کو پناہ ہے کیا ہے درمانِ قضا

برگزیدہ نوکروں سے پھر ہوا یوں ہمکلام
ہے کوئی اس وقت مشکل میں مرا مشکلکشا

یکزباں ہو کر کہا سب نے کہ ہم معذور ہیں
کند ہیں تدبیر کے ناخن عقل ہے نارسا

بیگموں اور لونڈیوں سے پھر مخاطب یوں ہوا
نازنینوں اس گھڑی تم سے ہے امیدِ وفا

سرد آہیں بھر کے اور با چشمِ تر کہنے لگیں
بے بس و معذور ہیں ہم کس طرح سے لیں بچا

کل خزائن اور دفائن کھول کر کہنے لگا
اے میرے فخرِ جہاں اب ساتھ میں چلنا ذرا

لکشمی نے یوں کہا حسرت بھری آواز سے
میں تھی ساتھی اس جہاں کی وہ ملک ہے دوسرا

دمِ واپسیں پر آخری وصیت

طوطا چشمی دیکھ سب کی اور لگا سانس جواب
رو پڑا شاہِ سکندر ہائے میں تنہا چلا

ہو گیا مایوس جب وہ زندگی سے اس طرح
یوں نصیحت کی امیروں اور وزیروں کو بلا

ہوں طبیبِ نامور لاشہ اٹھائیں دوش پر
منکشف تا سب پہ ہو کہ دے سکے نہ یہ شفا

بعد مردن ہاتھ میرے کفن سے باہر رہیں
دیکھ لے تا خلق مجھکو ساتھ ہوں کیا لے چلا

کل زر و لعل و جواہر ہوں بھرے چھکڑوں میں ساتھ
بیگمائیں ساتھ ہوں اور ساتھ بوڑھی والدہ

فیل ہوں ہودج سجے اور اسپ ہوں بازین ساتھ
سب رسالے ہوں مسلح ساتھ ہو ساری سپاہ

بوڑھے بچے اور جواں ساری رعایا ساتھ ہو
ہو جنازے کا ہمارے رہنما چھوٹا بڑا

منیر

ندوۃ العلماء

مولانا محمد عبداللہ صاحب منہاس نے "ندوۃ العلماء نے قوم کے لئے کیا کیا؟" کے عنوان سے "ندوہ" کی علمی اور اسلامی خدمات کا اخبارات میں تذکرہ کرتے ہوئے مسلمانانِ پنجاب کو توجہ دلائی ہے، کہ وہ ندوہ کے آئندہ سالانہ اجلاس کو جو نومبر میں امرتسر کے مقام پر منعقد ہونیوالا ہے کامیاب بنانے کی کوشش کریں، ناظرین القریش کی واقفیت کے لئے ندوہ کی خدمات مولانا کے الفاظ میں پیش کیجاتی ہیں، جو حسب ذیل ہیں،

(۱) ندوہ نے مذہبی اور دینی تعلیم کی ایک بالکل نئی راہ نکالی اور قدیم نصاب کو نئے سانچہ میں ڈھال کر اسکو ان نقائص اور کمزوریوں سے پاک کر دیا جن سے تعلیم کا مقصد ہی فوت ہوجاتا ہے

(۲) ندوہ نے حکمت وفلسفہ اور علوم قدیم وجدید کی تعلیم ایک ساتھ شروع کی جس سے ندوہ کے خم سے شاد کام ہونیوالوں کی بصیرت اور فہم میں چار چاند لگ گئے،

(۳) ندوہ نے تاریخ نویسی کے حقیقی جوہر کو از سر نو زندہ کیا اور فن تنقید کے صحیح اصول عملی صورت میں پیش کئے،

(۴) ندوہ نے مذہبی تعلیم دیکر مسجدوں کے لئے درویش اور خانقاہوں کے لئے مجاور پیدا کرنیکی بجائے خودوار باعزت اور غیور مسلمانوں کی ایک جماعت مہیا کردی،

(۵) فرقہ علمأ سے جدید تعلیم پذیرفتہ گروہ کو جو نفرت تھی، اس کو ندوہ نے اپنے طرز عمل سے مٹانیکی کوشش کی،

(۶) انگریزی دان طبقہ اردو ادبیات کو ایک بے باس کا پھول سمجھتا تھا، ندوہ نے اس خیال کو باطل ثابت کردیا،

(۷) فرقہ علمأ کو مغربی تعلیم سے اور تعلیم پذیرفتہ جماعت کو مذہبی اور تاریخی اسلامی کتب سے وحشت تھی، ندوہ کی بدولت دونوں گروہ اعتدال پر آ گئے،

(۸) بخلاف دیگر قومی اور سرکاری درسگاہوں کے ندوہ نے ملازمت کی خواہش دلوں سے محو کردی اور آزاد پیشوں کی طرف رغبت دلائی، ندوہ کے فارغ التحصیل طلبأ کا بیشتر حصہ آزادی اور خوشحالی کی زندگی بسر کررہا ہے،

(۹) دار العلوم ندوہ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ طلباء میں تھوڑے عرصہ میں نسبتاً زیادہ علمی قابلیت پیدا کر دیتا ہے اور اس کا اعتراف ماہران تعلیم نے کیا ہے،

(۱۰) ندوہ نے تنگ خیال اور تلخ کام واعظوں کے بجائے وسیع الخیال اور شیریں مقال واعظ پیدا کئے، جو ہر قومی مذہبی اور سیاسی محفل میں چمک رہے ہیں"

اس طرح ندوہ نے مسلمانوں کے علمی مذہبی حلقہ میں ایک حد تک ذہنی انقلاب پیدا کر دیا ہے مسلمانان ہند کے لئے ندوہ کی ہستی آیۂ رحمت اور گوناگوں برکات کا سبب ہے۔ اسکی خدمات تعریف و تحسین کے درجے سے بہت بلند ہیں، مسلمانان ہند ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ندوہ کے زیر بار احسان رہینگے مگر اس بہترین اور مفید ترین انسٹی ٹیوشن کی حالت کیسی ہے؟ اس سوال کا جواب دینے کے لئے ہم مولانا سید سلیمان ندوی کی چند سطور جو انہوں نے عربی کی درسگاہوں کے لئے عموماً اور ندوہ کے لئے خصوصاً حوالۂ قلم فرمائی ہیں، ذیل میں درج کئے دیتے ہیں،

"اس وقت خواہ دینی ہو یا دنیوی، آزاد قومی درسگاہوں کا قائم رکھنا سخت مشکل ہو رہا ہے، ملک کے طول و عرض میں اس وقت جتنے غیر سرکاری عربی مدرسے ہیں انہیں جو چند عمومی حیثیت رکھتے ہیں انکی زندگی کا سہارا صرف حیدرآباد اور بھوپال کی ماہوار امدادیں ہیں، اور اسکے بعد دہلی، بمبئی، کلکتہ اور رانڈھیر کے بعض مسلمان تاجروں کی ہمتیں ہیں، اور انکے بعد زکوٰۃ کی رقمیں اور چرم قربانی کی قیمتیں ہیں۔ ہمارے عربی مدرسوں کی آمدنی کے یہ چار ذریعے ہیں، لیکن اب روز بروز یہ مشکل پیدا ہو رہی ہے کہ لوگوں کی توجہ انکی طرف سے ہٹتی جاتی ہے،

ایک مرکزی دینی عربی درسگاہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے اہتمام و انتظام کا بار ہمارے سپرد بھی ہے، خدا جانتا ہے کہ اس کے مصارف و ضروریات پورا کرنے کی فکر کس طرح شب و روز اس کے کارکنوں پر مسلط رہتی ہے، مگر کامیابی کا کوئی ذریعہ نہیں سوجھتا۔ اسکی عظیم الشان درسگاہ سالہا سال سے نامکمل پڑی ہے، جوں توں کر کے ۴۲ ہزار لگا کر اس کے دارالاقامہ کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ پچاس طلباء کے لئے ۱۴ کمرے گو کسی طرح تیار ہو گئے، مگر بیچ کا دارالمطالعہ ہنوز ناتمام، اور اس پر بھی ایک ہندو ٹھیکیدار کے سات ہزار کے ہم مقروض اور صرف اس کے رحم و کرم کے تقاضے پر آج ایک سال سے جی رہے ہیں، پچھلے سال کانپور کے اجلاس ندوہ میں جن جن صاحبوں نے جو کچھ لکھایا وہ بار بار کے بعد بھی ہنوز ایفائے عہد کا منتظر۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔

یوں ہوں میں شکوہ سے یوں راگ سے جیسے باجا اک ذرا چھیڑیئے پھر دیکھیئے کیا ہوتا ہے"

مسلمانانِ پنجاب کا فرض ہے کہ اجلاس ندوہ کو کامیاب بنانے کے لئے فراخدلی سے کام لیں، استقبالیہ کمیٹی کے ممبر بنیں، دارالعلوم کے لئے سالانہ اجلاس میں رقوم پیش کرنے کے لئے اپنے حلقہ احباب و اثر سے چندہ فراہم کریں اور شرکت اجلاس کیلئے برادرانِ اسلام کو ترغیب دیکر ثواب دارین کے مستحق ہوں،

بچوں کی تجارتی تربیت

(از جناب سید طفیل احمد صاحب)

جناب سید طفیل احمد صاحب جنہیں ہر وقت مسلمانوں کی اقتصادی حالت کے بہتر بنانے کی دھن لگی رہتی ہے بچوں میں تجارت کا شوق پیدا کرنے کے موضوع پر مصرحت خیالات کا اظہار کرتے ہیں جن کیطرف مسلمانوں کو پوری توجہ کرنی چاہیئے،

انسان جب کسی چیز کو بڑھتا دیکھتا ہے تو اس کو خوشی حاصل ہوتی ہے، ایک بچہ آج نرم زمین میں ایک بیج بو دیتا ہے، چند روز بعد وہ پھوٹ کر باہر نکلتا ہے تو اس سے بچہ خوش ہوتا ہے، پھر جوں جوں وہ درخت ہو کر بڑھتا ہے بچہ اسے روز دیکھکر خوش ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ خوب اونچا ہو جاتا ہے بچوں اور بڑوں سب کی یہی حالت ہر چیز کے ساتھ ہے، اگر اس اصول کو پیش نظر رکھا جاتا ہے تو بچے اور بوڑھے سب خوش رہتے ہیں، ورنہ زندگی پھیکی اور بدمزہ گذرتی ہے، مسلمان عام طور پر بچوں کو اول تو خود چاٹ کی چیزیں کھلاتے ہیں اور جب بچے خوانچہ والے سے مٹھائی خریدنے کے قابل ہو جاتے ہیں تو انہیں پیسے دیدیتے ہیں کہ وہ حسب دلخواہ طرح طرح کی چیزیں کھائیں اور اس طریقہ سے ماں باپ اعزہ اقارب سب سمجھتے ہیں کہ وہ بچوں کو خوش کرتے ہیں، حالانکہ ان طریقوں سے بچوں کی بربادی کی بنیاد قائم ہوتی ہے اور ان کے دلوں میں کوئی ولولہ، اُمنگ اور شوق پیدا نہیں ہوتا۔

بچہ کی تربیت کا صحیح طریقہ یہ ہے، کہ ابتدا سے اس کے ہاتھ سے پیسے جمع کرائے جائیں، گھر میں ہر بچہ کی ایک صندوقچی یا گولک بنا دیجائے، کسی طاق کو بند کر کے اسمیں پیسے ڈالنے کو سوراخ بنا دیا جائے یا مٹی کا حقہ زمین میں گاڑ دیا جائے اور جب جب موقع اور گنجائش ہو بچہ کے ہاتھ سے ان چیزوں میں پیسے ڈلوائے جائیں اور بعض اوقات میں ان چیزوں کو کھولکر پیسے گنے جائیں، اور جن بچوں کے پیسے

زیادہ نکلیں انہیں اس پر انعام کے طور پر کچھ دیا جائے، ان پیسوں کی تعداد جب چار آنہ ہو جائے تو اس بچہ کا حساب ڈاکخانہ میں کھولدیا جائے اور اسیطرح جب بقدر چار آنہ کے یا اس سے زیادہ گھر میں جمع ہوتا جائے اُسے ڈاکخانہ میں جمع کرادیا جائے حتیٰ کہ پونے آٹھ روپے ہوجائیں، اسوقت بچہ کے نام کا ایک کیش سرٹیفکیٹ خریدا جائے جس کے پانچسال میں دس روپے ہوجاتے ہیں، اور اسی طرح سلسلہ قائم رکھا جائے،

یہ تو بچہ کی تربیت کی پہلی منزل ہے، دوسری منزل یہ ہے کہ بچوں سے بازار سے سودا منگایا جائے اور انہیں مختلف اشیا اور اجناس کے نرخ بتائے جائیں، یہ حساب یاد کرایا جائے: کہ کوئی چیز روپیہ کی سیر ہوگی تو ایک چھٹانک کتنے کی ہوگی، تاکہ جو سودا وہ خرید کر لائیں وہ سمجھ کر ہو۔ جب وہ کفایت سے سودا خرید کر لائیں تو ہمت افزائی کے لئے کچھ پیسے بطور انعام یا کمیشن کے دیے جائیں تاکہ انہیں کوشش کرکے ارزاں خریدنے کا شوق ہو، رفتہ رفتہ گھر کی تمام جنسیں اور کپڑے انہی کی معرفت خریدے جائیں،

تیسری منزل سکول ہے، اس میں استادوں کو چاہیے کہ وہ اپنے سکول میں بچوں کی کوآپریٹو سوسائٹی قائم کردیں، تاکہ قلم دوات کاغذ کتابیں کھیل کے سامان بچے خود خرید کر لائیں اور خود بھی اسی میں سے خریدیں، بورڈنگ ہاؤس میں جو بچے رہتے ہوں، انکے لئے جنس کی خریداری بچوں پر چھوڑدیجائے اور نگرانی رکھی جائے کہ وہ باری باری کفایت سے سودا خرید کر لاتے ہیں۔ غریب بچوں کی نسبت مناسب یہ ہے کہ وہ بجائے اسکے کہ وہ کتابوں اور فیس کے لئے لوگوں سے مانگتے پھریں انہیں دس پانچ روپے کا کچھ سامان دیکر پھیری کے لئے بھیجا جائے تاکہ وہ اسے بیچکر کچھ پیدا کریں، بظاہر تو یہ ذلیل کام ہے مگر یہ اس خیرات مانگنے سے بدرجہا بہتر ہے جو غریب لڑکے کتابوں اور کپڑے کے لئے مانگتے ہیں، نہیں بلکہ خود روپیہ پیدا کرنے سے حقیقی خودداری پیدا ہوتی ہے، بلکہ دس پانچ روپے جو انہیں سودا خریدنے کے لئے دئے جائیں۔ وہ رفتہ رفتہ ان سے واپس لے لئے جائیں اور پھر وہ دوسرے نوآموز بچوں کو دیئے جائیں، یہی وہ طریقے ہیں جن سے بچوں کو ابتدا سے تجارت کا شوق پیدا ہو سکتا ہے،

بلخ کی شہزادی

(از جناب مولانا ظہور احمد صاحب مدیر تجلّی دہلوی)

ابھی "ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم" کا مبارک زمانہ ختم نہیں ہوا تھا، دنیائے اسلام میں شریعت کے ساتھ طریقت کی بنیاد پڑ چکی تھی اور باطنی تعلیمات کی شعاعیں عرب سے متجاوز ہو کر عجم کو منور کر چکی تھیں حضرت حسن بصری حضرت عبدالواحد حضرت فضیل بن عیاض اور دیگر بزرگان باطن رح کے فیض و برکت سے صدہا سینوں میں محبت الہٰی کی آگ مشتعل ہو چکی تھی، اور دیوانگان شاہد معنی حرم کی چار دیواری سے نکلکر کوہ و صحرا اور باغ و راغ نعرائے مستانہ بلند کر رہے تھے، بہر حال یہ زمانہ تھا اور یہ حالات تھے، ایک درویش دشت و جبل کے ذرات میں حقیقت کا آفتاب دیکھتا ہوا اور پتہ پتہ میں دفتر معرفت کا مطالعہ کرتا ہوا شہر بلخ میں جوان دنوں ایک خدا ترس نیکدل بادشاہ کے زیر نگیں تھا وارد ہوا، اسے سرزمین عجم کا یہ قطعہ پسند آیا، فضائے مرغوب ہوئی آسمان سے برکات کی بارش نظر آئی اس نے شہر سے باہر اور آبادی سے دور خس و خاشاک جمع کر کے ایک کاشانۂ فقیرانہ بنا لیا، اور یاد الہٰی میں مشغول ہو گیا،

انکی آنکھوں کو اللہ جمیل و یحب الجمال کا سبق یاد تھا، اور اُس کے دل نے مجاز قنطرۃ الحقیقۃ کی تعلیم حاصل کی تھی۔ ابھی رگوں میں گرم خون جست کو خیر مقدم کہہ رہا تھا اور سر پر شور جنون عشق کا منتظر تھا۔ ان حالات کے ساتھ ایکدن وہ کسی ضرورت سے شہر میں وارد ہوا، یہ وہ دن تھا کہ شاہ بلخ کی اکلوتی شہزادی گلگشت باغ کے لئے گئی ہوئی تھی، راستوں میں چوکی پہرہ کا انتظام تھا، لیکن مشیت نے نگہبانوں کی آنکھوں پر پردہ ڈالدیا۔ کہ کسی نے درویش سے تعرض نہ کیا۔ جب وہ شاہراہ سے گذر رہا تھا۔ تو اس وقت شہزادی سیر باغ سے واپس آرہی تھی، سادہ مزاج اور دنیا سے بیخبر درویش آئینہ حیرت بنا ہوا تماشہ دیکھ رہا تھا، جب شہزادی کا محافہ اس کے مقابل آیا۔ تو کارکنان قضا و قدر کے اشارہ سے باد صبا نے محافہ کا پردہ الٹ دیا۔ درویش شہزادی کو ایک نظر دیکھکر ہزار جان سے فریفتہ ہو گیا۔ دیر تک اس پر بیخودی کی کیفیت طاری رہی، جب ذرا حواس درست ہوئے تو محافہ کے پیچھے روانہ ہوا، لیکن اسکی جد و جہد بیسود تھی، محافہ محلسرائے شاہی میں داخل ہو گیا، اور یہ بینوا آگے قدم بڑھانیکی جرأت نہ کر سکا، آخر اس نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کس کا مکان ہے اور محافہ میں کون تھا؟ جب لوگوں نے اسے آگاہ کیا کہ یہ بادشاہ کا محل ہے، اور محافہ میں شہزادی تھی تو وہ ایک برقزدہ کیطرح ساکت و صامت رہ گیا، اس کا دل امید و بیم کی کشمکش میں مبتلا تھا، جب وہ اپنی

جیوائی اور سلطنت شاہی کا موازنہ کرتا تھا تو مایوس ہوجاتا تھا، لیکن ہمت وجسارت بارگاہ محبت کا ایک ادنٰے عطیہ ہے وہ دربانوں کی روک تھام اور حاجبوں کی باز پرس کے خطروں کی پرواہ کئے بغیر آگے بڑھا۔ بادشاہ کے دربار عام کا وقت تھا، درویش بے تکلف تخت شاہی کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

اس زمانہ کے شاہی دربار آجکل کیطرح نہ تھے تکلفات کی جگہ سادگی، نخوت وغرور کی جگہ خدا ترسی دلوں پر غالب تھی، چنانچہ بادشاہ نے فقیر کو دیکھکر وزیر کو دریافت حال کا حکم دیا۔ وزیر نے آگے بڑھ کر فقیر سے حال پوچھا اور اس نے بے کم وکاست دل کی سرگذشت بیان کردی، اور شہزادی سے عقد کی درخواست کی، وزیر کو یہ گستاخی بہت ناگوار ہوئی، اور خاموش اپنی جگہ پر جا بیٹھا۔ بادشاہ نے وزیر کو خاموش دیکھکر تحکم شاہی کیساتھ اصرار کیا کہ فقیر کے معروضات بیان کرے، وزیر سے اس کا مافی الضمیر معلوم کرکے اسے قریب بلایا۔ اور لطف ومہربانی کے ساتھ فرمایا، کہ تم شریف النسب ہو، تمہاری درخواست ایک مسلمان کی حیثیت سے بیقاعدہ نہیں لیکن میں کچھ عرصہ کے بعد اپنی رائے ظاہر کرونگا۔ فقیر یہ بات سنکر اطمینان ومسرت کے ساتھ اپنی فرودگاہ پر واپس آگیا۔ اور چند روز اضطراب وشوق میں بسر کرکے دوبارہ بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے وزیر سے مشورہ کیا۔ کہ اب اسے کیا جواب دیا جائے، وزیر نے کہا کہ صاف انکار کردینا چاہیئے، لیکن بادشاہ کو یہ بات گوارا نہیں ہوئی، آخر وزیر نے خزانہ شاہی سے ایک موتی منگوایا جو اس زمانہ میں ایک اعجوبہ روزگار سمجھا جاتا تھا۔ اور عجم میں کسی دوسرے بادشاہ کے پاس موجود نہ تھا، اس نے یہ موتی فقیر کو دکھا کر کہا۔ کہ اگر تم شہزادی سے شادی کرنی چاہتے ہو، تو پہلے اس موتی کے ساتھ کا دوسرا موتی تلاش کر لاؤ۔ کیونکہ دو موتیوں کے آویزے شہزادی کو جہیز میں دئے جائیں گے، درویش پہلے تو متفکر ہوا۔ لیکن پھر عشق نے اس کے اندر ہمت مردانہ پیدا کی اور وہ یہکہکر رخصت ہوا۔ کہ میں دوسرا موتی تلاش کرکے لاتا ہوں،

سادہ دل عاشق موتی کی تلاش میں نکلتا ہے لیکن بازاروں میں گشت نہیں کرتا۔ اور جوہریوں کے پاس نہیں جاتا وسیدھا سمندر کے کنارے پونچتا ہے اسے حد نگاہ تک پانی نظر آتا ہے، سمندر کی وسعت اور گہرائی اسے مرعوب کرتی ہے، لیکن ہمت اسکے کان میں کہتی ہے کہ انسانی امکان کی حدیں سمندر سے وسیع تر ہیں اور امید اسے تسلی دیتی ہے کہ لا تقنطوا من رحمۃ اللہ، چنانچہ وہ آگے بڑھتا ہے اور کاٹھ کا پیالہ ہاتھ میں لیکر سمندر کا پانی الیچنا شروع کردیتا ہے، اسے یقین ہے کہ میں تھوڑے عرصہ میں سمندر کا تمام پانی الیچ کر پھینک دونگا، اور جب ان طوفان خیز موجوں کا وجود نہ رہیگا۔ اور سمندر کی پایابی سے سطح زمین نظر آنے لگیگی، تو میں آسانی کے ساتھ اپنے مطلب کا ایک موتی انتخاب کرلونگا۔

درویش عرصہ سے شبانہ روز اس محنت میں مصروف ہے، خورد وخواب حرام ہے، مشقت سے بازو

شل ہو گئے ہیں، لیکن پانی کی مقدار میں کوئی تغیر نظر نہیں آتا۔ یہ سب کچھ ہے لیکن درویش مایوس نہیں، وہ پوری سرگرمی کے ساتھ اپنے کام میں لگا ہوا ہے، اسکی سادگی دیکھکر زمین مسکراتی ہے، آسمان خندہ زن ہے، آبی مخلوق مذاق اڑاتی ہے، ملا اعلیٰ کے فرشتے ترس کہاتے ہیں، اور جناب الٰہی میں آکر کے لئے دعا کرتے ہیں، آخر کار رحمت ایزدی جوش میں آتی ہے، ایک آندھی سمندر کو تہ و بالا کردیتی ہے، جزر و مد پیدا ہوتا ہے اور ایک خوفناک پرشور موج اس طرح ساحل کیطرف بڑھتی ہے، کہ ہزاروں موتی اور ہزاروں سیپیاں خشکی کے دامن میں آجاتی ہیں،

درویش شکرگذار نگاہوں سے آسمان کیطرف دیکھتا ہے اور سر سے کلاہ نمدی اتار کر بڑے بڑے موتی بہر لیتا ہے، اضطراب شوق اس کے پیر پروں سے بدل دیتا ہے، اور وہ جلد سے جلد بلخ پہونچنے کی کوشش کرتا ہے، شبانہ چلکر آخر کار اپنے کاشانے میں دم لیتا ہے، پہر قصر شاہی میں جاتا ہے اور بادشاہ کے روبرو موتیوں سے بہری ہوئی کمبلی کی ٹوپی الٹ کر کہتا ہے کہ آپ نے تو ایک ہی موتی کی فرمائش کی تھی، مجھے میرے خدا نے اتنے موتی عطا فرمائے،

موتیوں کی آب و تاب دیکھکر بادشاہ کی آنکھیں خیرہ ہوگئیں، اتنے بڑے موتی اس نے دیکھے نہ تھے اور نہ سنے تھے۔ اس کو یقین آگیا کہ یہ درویش درویش کامل ہے، اس نے تخلیہ میں وزیر سے مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیئے، وزیر نے کہا کہ شہزادی کی شادی اس فقیر کے ساتھ کسیطرح مناسب نہیں، بادشاہ اپنے وعدہ پر قائم اور شادی کے لئے آمادہ تہا۔ لیکن وزیر نے کسیطرح تائید نہ کی، اور بادشاہ سے کہا۔ کہ جہاں پناہ میں خوش اسلوبی کے ساتھ اس بلا کو ٹال دونگا۔ چنانچہ اس نے فقیر کو علیحدہ بلاکر سمجہایا۔ کہ شاہ و فقیر میں کوئی نسبت نہیں، تم اس خیال خام سے باز آؤ ورنہ تمہارے لئے دوسرا بندوبست کیا جائے گا فقیر وزیر کی گفتگو سنکر نہایت برافروختہ ہوا، لیکن اس کے سوا اور کیا کرسکتا تہا، کہ وعدہ خلافی پر قرآن و حدیث کی وعید یاد دلائے اور بازپرس محشر سے ڈرائے۔ لیکن وزیر نے ایک نہ سنی اور جب فقیر نے زیادہ اصرار کیا تو اس نے چوبداروں کو بلاکر جبراً محل سرا سے نکلوادیا،

درویش کی بے تابی کچھ انتہا نہ تھی، وہ افتاں خیزاں آہیں بہرتا اور اشکباری کرتا ہوا اپنے کاشانہ کیطرف روانہ ہوا۔ درویش کا قصر شاہی سے نکلنا تہا۔ کہ حرم سرا سے شور ماتم بلند ہوا، شہزادی یکایک درد میں مبتلا ہوکر راہی ملک بقا ہوئی، بادشاہ اپنی اکلوتی بیٹی کی موت سے دیوانہ ہوگیا۔ اور اس نے اس مصیبت عظمیٰ کو درویش کی دل شکستگی پر مبنی قرار دیکر وزیر کو بہت برا بہلا کہا، لیکن اب کیا ہوسکتا تہا، بہرحال تجہیز و تکفین کا سامان کیا گیا اور شاہانہ احتشام کے ساتھ شہزادی کو سپرد خاک کردیا۔ قبر پر ایک زریں شامیانہ نصب کیا گیا، صد ہا مجمر اور عود سوز گرم کئے گئے، حفاظ قرآن خوانی کے لئے مقرر ہوئے، اور

اور وہ سب کچھہ کیا گیا، جو تاج بلخ کی وارثہ کے لئے شایاں تھا،

درویش کو جب شہزادی کی وفات کا معلوم ہوا تو اس کے دل میں مایوسی پیدا ہونیکی بجائے بیتابی اور بڑھ گئی، اور وہ "عشق بلبل کم نہ گردد گر رود گل از چمن" پڑھتا ہوا قبرستان کیطرف روانہ ہوا۔ رات کی تاریکیوں نے اسکی مدد کی، فانوس روشن تھے لیکن پاسبان سو رہے تھے، اس نے قبر کے تہ خانہ میں پہونچکر شہزادی کی نعش نکال لی اور دواں دواں اپنے کاشانہ کیطرف روانہ ہوا اس نے شہزادی کو دیوار کے سہارے بٹھادیا، چراغ روشن کیا، اور پروانہ دیوانہ وش حسن وجمال کی دلاویزیوں کے نظارے کرنے لگا۔ اسکی محویت کا یہ عالم تھا کہ یکایک کچھہ آہٹ محسوس ہوئی، اور یہ سمجھہ کر کہ شاہی جاسوس اس کے تعاقب میں آ پہونچے، اس غار میں چھپ گیا جو اس نے عبادت کے لئے جھونپڑی بنا رکھا تھا

لیکن آنیوالا شاہی جاسوس نہ تھا، ایک کہن سال حاذق طبیب تھا، جو شہر کا دروازہ بند ہونیکی وجہ سے باقیماندہ رات بسر کرنیکی وجہ سے ادہر آ نکلا تھا۔ طبیب نے دیکھا کہ ایک حسینہ خاموش بیٹھی ہے، سامنے چراغ جل رہا ہے لیکن یہ پیکر سیمیں بلکہ بےحس وحرکت ہے تو اسے سکتہ کا گمان ہوا، جیب سے نشتر نکال کر ایک انگلی میں شگاف دیا۔ خون کے چند قطرے ٹپکے اور شہزادی نے آنکھیں کھول دیں، نسوانی شرم وحجاب کیا تھہ اس نے حکیم سے ماجرا پوچھا، ان دونوں کو گرم گفتگو دیکھکر نقیر غار سے نکل آیا۔ اور تمام سرگذشت طبیب سے بیان کردی، طبیب نے دونوں کا نکاح پڑھا۔ اور انہیں اس خوشحالی میں چھوڑ کر علی الصبح شہر میں داخل ہوا۔

یہ میاں بیوی فراغ وطمانیت کے ساتھہ اپنی زندگی بسر کر رہے تھے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے ایک حسین وجمیل فرزند عطا کیا۔ جسکی پیشانی سے بزرگی وبلندی کے آثار نمایاں تھے، جب یہ بچہ چار پانچ سال کا ہوا تو درویش نے اسے ایک مکتب میں تعلیم قرآن کے لئے بٹھا دیا۔ وہ خود اسے مکتب میں پہونچانے جاتا تھا اور خود چھٹی کیوقت لے آتا تھا۔

شاہ بلخ کی لاولدی کیوجہ سے بچوں کے ساتھہ غیر معمولی انس تھا، اس کا معمول تھا کہ اکثر مکاتب میں پہنچکر ملا اور بچوں کو انعام تقسیم کرتا تھا اور اپنے پہنچنے پر بچوں کو چھٹی دلوا دیتا۔ قضا کار ایکدن وہ اس مکتب میں پہونچا جسمیں یہ درویش زادہ تعلیم پاتا تھا، اس نے حسب معمول انعام تقسیم کیا اور بچوں کو چھٹی دلوائی، جب بچے گھروں کو جانے لگے، تو فرداً فرداً ہر ایک کو پیار کیا گیا۔ جب درویش کے بچے کی نوبت آئی تو بادشاہ کے دل میں بے اختیار جذبۂ محبت پیدا ہوا۔ خون رگوں میں جوش زن ہوا اور اس بے تابانہ ملا سے سوال کیا کہ یہ کس کا بچہ ہے، ملا نے کہا کہ یہ ایک درویش کا لخت جگر ہے، بادشاہ نے کہا کہ میں اسے اپنے ہمراہ لیجاتا ہوں جب وہ اسے لینے کے لئے آئے تو میرے پاس بھیجدینا۔ یہ کہکر بادشاہ نے درویش زادہ

کو اپنے برابر گھوڑے پر بٹھالیا۔ اور محل سرا کو روانہ ہوا۔ بچہ کو ملکہ کے پاس لایا اور وہ اسے دیکھکر بے اختیار ہوگئی۔ اس کا سبب یہ تہا کہ بچہ اپنی ماں سے بہت مشابہ تھا۔

درویش جب اپنے بچہ کو لینے کیلئے مکتب میں آیا۔ تو اسے حال معلوم ہوا وہ قصر شاہی میں پہونچا۔ بادشاہ اگرچہ عرصہ دراز کے بعد دیکھا تہا لیکن فوراً پہچان لیا بڑی عزت سے پیش آیا اپنے پاس بٹھایا، اور فرمایا سچ بتاؤ یہ بچہ کس کا ہے، درویش نے بے کم و کاست تمام حال کہہ سنایا، بادشاہ کو جب شہزادی کی صحت و سلامتی کا حال معلوم ہوا تو اسکی مسرت کا اندازہ دشوار تہا۔ وہ فوراً شاہانہ احتشام و تزک کیساتھ ملکہ کو ہمراہ لیکر درویش کے کاشانہ کیطرف روانہ ہوا۔ اور وہاں پہنچکر شہزادی کو محل میں لے آیا۔ اس مسرت بے قیاس کی بنا پر جشن عام منایا گیا زر و جواہر نثار کیا گیا، شہزادی کے رہنے کیلئے ایک جدا مکان تجویز ہوا۔ اور اسے تمام شاہانہ لوازم سے آراستہ کیا گیا لیکن درویش نے بذات خود کوئی چیز قبول نہیں کی، اور فاقہ و فقر کی زندگی کو بدستور قائم رکھا۔ بادشاہ چونکہ لاولد تہا۔ اس نے اس بچہ کو والدین کی اجازت سے اپنا ولیعہد قرار دیا۔

اب میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ یہ درویش اور ان کے صاحبزادے کون ہیں؟ ان درویش کا نام حضرت ادہم ہے اور یہ صاحبزادے جو آگے چلکر آسمان تصوف میں آفتاب بن کر چمکے آج دنیائے اسلام میں حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہا کے مبارک نام سے مشہور ہیں،

شلوک فریدی

مکرمی پیر علی احمد صاحب فریدی کے فرستادہ "شلوک فریدی" کی ایک قسط کبھی گذشتہ اشاعت میں ہدیہ ناظرین ہو چکی ہے اب دوسری ملاحظہ ہو۔ فرمایا ہے، ؎

جند نمانی کڈھیئے ہڈاں کو کڑکا سے ساہے لکھے نہ چلینی جند و کو سمجھائے

ترجمہ۔ روح عاجز روم روم سے کڑکا کر نکال بیجائیگی پ کیونکہ از ازل لکھا ہوا خلاف نہیں ہوتا۔ روح کو سمجھانا چاہیئے

قولہ تعالی، وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا، وَالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا، پارہ ۳۰ سورہ النّٰزعٰت رکوع ۱

ان فرشتوں کی قسم جو بدن میں کونے کونے گھسکر روح کو سختی سے نکالتے ہیں ؎

موت ہر یک آنکہ تو ہم سنگ جاں
آئینہ صافی بر دھم رنگ جاں

نتیجہ، ملک الموت تمام جسم کے ہڈ کڑکا کر اور بند کھولکر روآں روآں ڈھیلا کرکے روح کو نکال لیتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ تو اپنے وعدہ پر نہیں چلتی،

احقر

فقیر علی احمد فریدی چشتی

یہ خونریزی گلی کوچوں میں اے ہندوستاں کب تک

اتحاد کانفرنس کے ساتھ ساتھ کوہ شملہ کی بلند چوٹیوں پر ایک مشاعرہ بھی منعقد ہوا، ہندو مسلم اور سکھ اقوام کے نامور شاعروں کے کلام سے محظوظ ہونے کیلئے ممبران کونسل واسمبلی بھی شریک مشاعرہ ہوئے، جناب گوہر قادیانی کی نظم جو توجہ اور مسرت کے ساتھ سنی گئی، ناظرین "الفریش" کی ضیافت طبع کے لئے درج ذیل کی جاتی ہے،

رہیگا سرزمیں میں تیرے یہ شور و فغاں کب تک
یہ خونریزی گلی کوچوں میں اے ہندوستان کبتک

جو طاقت دشمنوں کے واسطے محفوظ رکھنا تھی
رہیگی اے میرے یارو وہ صرف دوستاں کبتک

ستم ہے ہو یہ خنجر آزمائی اور آپس میں
چلینگے اپنے ہی سینوں پہ یہ تیر و سناں کبتک

یہ باہم خانہ جنگی ہے نشاں ضعف ارادت کا
رہو گے تم زمانہ میں ضعیف و ناتواں کبتک

ہے شوق ارتقا چھایا ہوا اقوام عالم پر
رہیگا ہم پہ اس ذلت کا لیکن سائباں کبتک

بتاؤ اے عزیزو! کیوں ہے یہ شوق ستمرانی
رہیگا آپکے دل میں یہ ذوق خونچکاں کبتک

تمہاری ذلت و پستی کے افسانے زباں زد ہیں
یہ بدحالی رہیگی دوستو زیب بیاں کب تک

سنوگے طعنہ ہائے غیر کبتک کچھ تو فرماؤ
رہینگی گالیاں آپس میں زیب داستاں کبتک

ہنساؤ گے زمانہ کو کہاں تک اپنی حالت پر
رکھو گے اپنے غمخواروں کی آنکھیں خونفشاں کبتک

تمہیں ہوش آئیگا کس دن تمہیں احساس کب ہوگا
یہ بدحالی سے غفلت اور یہ بے ہوشیاں کبتک

کھڑے کبتک رہو گے تم عدالت کے کٹھروں میں
بھرے جائینگے تم سے جیلخانوں کے مکاں کبتک

یہ طوق خود پرستی تا بکے زیب گلو ہوگا ؟
غلامی کی رہینگی پاؤں میں یہ بیڑیاں کبتک

تمہیں ہمجاں دو قالب ہوکے رہنا کیوں نہیں آتا
سوال ہندو مسلم رہے وردِ زباں کبتک

حقیقت سو کرو گے چشم پوشی کبتک اے یارو
یہ بد اخلاقیاں کبتک یہ کجرفتاریاں کبتک

وہ دن کب آئیگا جب خود محافظ اپنے تم ہوگے
یہ تعزیری پولس کبتک یہ دور پاسباں کبتک

یہ بیخوفی خدا سے اور یہ بیباکی مغالم میں
بچائیگا تمہیں دست فنا سے آسماں کب تک

خدا سے دل لگاکر نور ایماں سے منور ہو۔
رہینگی تم پہ حاکم نفس کی تاریکیاں کبتک

تمہاری داستانِ غم سے گوہر فلک تک
تمہارے حال پر گوہر رہیگا نوحہ خواں کبتک

انجمن قریشیانِ پنجاب

کارروائی ۲۷ اگست ، آج زیر صدارت مولوی عبد الحق صاحب وکیل جلسہ ہوا حسب ذیل قرار دادیں بالاتفاق منظور کی گئیں

(۱) انجمن قریشیان پنجاب دگوجرانوالہ ، کا یہ جلسہ اس امر بنگاہ استحسان و اطمینان دیکھتا ہے کہ مسلمانان پنجاب کے متفقہ مطالبہ پر حکومت ہند نے توہین انبیائے کرام اور پیشوایان مذاہب کو مستقلاً جرم قرار دینے کا اعلان کیا ہے ، لیکن یہ جلسہ ساتھ ہی یہ بھی پرزور استدعا کرتا ہے کہ جرم کی اہمیت اور سنگینی اور مد نظر رکھتے ہوئے شدید ترین سزا تجویز کی جائے ،

(۲) اس جلسہ کی رائے میں وہ وقت آگیا ہے کہ قومی ترقی اور تحفظ حقوق کی غرض سے اہل اسلام تجارت کو فعل مسنونہ سمجھ کر اقتصادی ترقی کا زینہ خیال کریں اور اپنی ضروریات زندگی حتی الوسع مسلمان دوکانداروں ہی سے خرید کریں ،

(۳) یہ جلسہ اس امر کی شدید ضرورت محسوس کرتا ہے کہ اہل اسلام شادی و غمی اور دیگر مراسم کو خالصۃً شرعی طریق پر ادا کر کے مسرفانہ زندگی سے اجتناب کریں اور سودی قرضہ کے بوجھ سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کریں ،

(۴) یہ جلسہ پرزور سفارش کرتا ہے کہ جملہ اہل اسلام کلمۂ حق پر متفق ہو کر ۹ ربیع الاول کو ہمیشہ کے لئے یوم التنظیم قرار دیتے ہوئے تبلیغ اور حفاظت اسلام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں

کارروائی ۸ ستمبر ۲۷ء

(۱) مسلمانانِ پنجاب کے اس متفقہ مطالبہ پر کہ تلوار کو ایکٹ اسلحہ سے مستثنیٰ کیا جائے ، حکومت پنجاب نے آزمائشاً اضلاع میانوالی ، ڈیرہ غازیخاں ، مظفر گڈھ ، جھنگ ، گوڑگاؤں ، حصار ، انبالہ ، سمہ اور کانگڑہ میں تلوار کا لائسنس منسوخ کر کے جو دلیرانہ قدم اٹھایا ہے یہ جلسہ اس کو بنظر استحسان دیکھتا ہے اور اس ضمن میں علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب پی ، ایچ ، ڈی بیرسٹر ایٹ لا ممبر لیجسلیٹو کونسل کی مساعی جمیلہ کا اعتراف کرتا ہوا اس تحریک کی کامیابی کے لئے آپکی خدمتمیں ہدیۂ تہنیت و تبریک پیش کرتا ہے

(۲) (یہ رزولیوشن ابتدائی صفحوں میں درج ہو چکا ہے)

(۳) مقدمۂ ورتمان کا فیصلہ چونکہ مقدمہ راجپال کے فیصلہ کا ابطال کرتا ہے ، اس لئے یہ جلسہ مقدمہ ورتمان کے فیصلہ پر اظہار اطمینان کرتا ہوا گورنمنٹ ہند سے پرزور استدعا کرتا ہے کہ اس جلسہ کی رائے میں وقار قانون کے استحکام کیلئے حکومت کا انتظامیہ فرض ہے ، کہ اختیارات خصوصی کو کام میں لاکر جہانتک جلد ممکن ہو راجپال کے خلاف از سر نو قانونی کارروائی کی جائے ،

(۴) یہ جلسہ حکومت ہند کی توجہ ستیارتھ پرکاش کے باب ۱۳ و ۱۴ کی جانب جنمیں سرور دو جہاں جناب محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس و حضرت جناب عیسیٰ علیہ السلام کی توہین سے چالیس کروڑ فرزندان توحید اور ساٹھ کروڑ پیروان تثلیث کی سخت ترین دل آزاری کی گئی ہے مبذول کراتا ہوا پرزور درخواست کرتا ہے کہ یہ ہر دو منافرت افزا ابواب ستیارتھ پرکاش سے قلمزن کرائے جائیں ،

(۵) انما المومنون اخوۃ کی بنا پر یہ جلسہ مصر کے قائد اعظم جناب سعد زاغلول پاشا مرحوم کی وفات حسرت آیات کو دنیائے اسلام کے لئے ایک قومی صدمہ خیال کرتا ہوا دلی رنج و ملال کا اظہار کرتا ہے اور دعائے مغفرت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے ،

کارروائی ۸ ستمبر ۲۷ء

(۱) ہندو مسلم فسادات کے سیلاب کے انسداد اور روک تھام کے لئے چونکہ حکومت کے نمائندہ اعظم جناب ہز ایکسلنسی لارڈ ارون صاحب وائسرائے ہند نے اپنے اہم اعلان مورخہ ۲۸ اگست ۲۷ء میں ان تدابیر اور عزائم کی سرگرمی اور عملی کے لئے آمادگی کا اظہار فرمایا ہے ، جو جماعتی فسادات کے رفع کی غرض سے اختیار کی جائیں ، اس لئے یہ جلسہ اس تحریک بنظر استحسان دیکھتا ہوا آپکے اس شائستہ اعلان کا خیر مقدم کرتا ہے ، اور امن و انسانیت کے نام پر ملک و ملت سے اپیل کرتا ہوا اس امر کی پرزور سفارش کرتا ہے کہ اس بارہ میں نہ صرف حکومت بلکہ اپنی قومی اور جماعتی مجالس کا ہاتھ بھی اسطرح بٹایا جائے کہ

اس باہمی مسلسل کشیدگی "خونریزی" اور "سول وار" کا خاتمہ ہو جائے۔

محرک، قاضی نظیر حسین قریشی ایم، بی، ایچ ریٹائرڈ مستونی

مؤید، مولانا محمد علی صاحب صدیقی مدیر القریش امرتسر

(۲) چونکہ مذہبی غیرت، خودداری اور قومی عزت و وقار کے تحفظ کا مقتضا یہ ہے کہ بیدار اور حریت پسند مسلم اپنے معاشرتی اور تمدنی امور میں خود اپنے پاؤں پر کھڑا ہو اس لئے یہ جلسہ کی رائے میں ہر مسلمان کا یہ قومی فرض ہے کہ اپنی اقتصادی اصلاح کے لئے احکام اسلام کے ماتحت مسئلہ چھوت چھات کی پوری پابندی کرے، اس کو بائیکاٹ سمجھنا خطرناک غلطی ہے،

محرک، منشی محمد شاہ صاحب فاروقی انگلش ماسٹر

مؤید، پیر فضل حسین صاحب فاروقی موٹر پرو پرائیٹر،

(۳) چونکہ تشخیص اقوام کے وقت اضلاع گورداسپور، امرتسر فیروزپور، لدھیانہ، رہتک، حصار اور کانگڑہ کے قریشیوں کی سہل انگاری کا یہ نتیجہ مترتب ہوا ہے کہ وہ اپنے اضلاع میں باوصف مالک اراضی اور زراعت پیشہ ہونیکے اقوام زراعت پیشہ میں شمار ہونے سے محروم ہیں، اس لئے تحفظ حقوق قومی کی غرض سے یہ جلسہ اضلاع متذکرہ بالا کے اکابرین قوم کی توجہ اس کوتاہی کیطرف مبذول کراتا ہوا پرزور خواہش کرتا ہے کہ ضلعوار زراعتی بورڈ قائم کرکے پوری سرگرمی کے ساتھ مطلوبہ ریکارڈ بہم پہونچائیں، تاکہ ان اضلاع کے قریشیوں کے متعلق حقوق اقوام زراعت پیشہ سے مستفید ہو سکنے کی تجاویز و تدابیر پر غور کیا جاسکے، اور صوبہ پنجاب میں "قریشی" یکساں طور پر ایکٹ انتقال اراضی کے فوائد سے بہرہ اندوز ہوں،

محرک، آنریری جنرل سکرٹری

مؤید، شیخ پیر محمد صاحب فاروقی ذیلدار نہر

نوٹ، یہ کارروائی سابقہ کے سابقہ اخبارات میں شائع ہو چکی ہے

قاضی نظیر حسین فاروقی
معتمد عمومی انجمن ہذا

شکریہ

جن برادران قریش نے حال ہی انجمن کی رکنیت قبول فرمائی، ان کے اسمائے گرامی شکریہ کے ساتھ درج ذیل ہیں،

(۱) قاضی طالب مہدی صاحب فاروقی سب انسپکٹر پولیس

(۲) قاضی خورشید عالم صاحب فاروقی ریلوے سکول،

(۳) قاضی سراج الدین صاحب صدیقی پنشین ٹیچر،

(۴) میاں دوست محمد صاحب قریشی سیف اللہ گنج،

(۵) میاں فضل کریم صاحب قریشی ہیڈ ماسٹر،

(۶) قاضی مفضل الٰہی صاحب عباسی ریٹائرڈ سٹیشن ماسٹر

(۷) شیخ احمد الدین صاحب صدیقی گرداور قانونگو،

(۸) شیخ معراج الدین صاحب قریشی سوداگر،

(۹) پیر محمد یعقوب صاحب موٹر ڈرائیور۔

سیکرٹری

ایک خط

(قابل توجہ قاضی نظیر حسین صاحب جنرل سکرٹری انجمن قریشیان پنجاب)

قریشی عبداللطیف صاحب ضلعدار اپنے ایک گرامی نامہ میں مولانا قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی آنریری جنرل سکرٹری انجمن قریشیان پنجاب کی مساعی جمیلہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "تمام عربی الاصل کی ایک ہی متحدہ انجمن ہونی چاہیئے" "آئے دن نئی نئی انجمنیں نہ بنتی رہیں"۔ "آپ نے سادات کو تو شامل کر ہی لیا ہے"۔ آپکے ان جملوں سے معلوم ہوتا ہے کہ "اعوان" "آرائیں" "اور قصاب" وغیرہ بلند تمام اقوام کو انجمن قریشیان میں شامل ہونیکا موقع دیا جائے جو اپنے آپکو خاندان قریش سے منسوب کرتی ہیں، بات معقول ہے بشرطیکہ ڈیڑھ اینٹ کی الگ مسجد بنانیکا مرض مفقود ہو جائے قصاب قریش کا ڈیپوٹیشن جو حاجی رشید الدین احمد آنریری مجسٹریٹ، ماسٹر عبدالعزیز مالک رسالہ "بیدار" حاجی صدرالدین

تاجر مرحوم، میاں محمد صدیق انجنیئر، میاں امام الدین اکبر آبادی پر مشتمل تھا۔ پچھلے دنوں وہ اپنے دورہ میں امرتسر پہونچا، تو چند معززین شہر نے انہیں مشورہ دیا۔ کہ تبادلہ خیالات اور قومی امور پر بہترین مشورہ کے لئے آپ مدیر "القریش" سے ملیں۔ یہاں قریشیوں کی ایک ضمیر مردہ انجمن بھی ہے۔ ان کے اراکین سے بھی گفتگو کریں اور مشاورت متفقہ اور مساعی متحدہ سے جبال و تراکم مذلّت کو عبور کرنے کی کوشش کریں، کو ڈیپوٹیشن کے قابل ممبران نے سخت بے التفاتی و بے اعتنائی سے اس نیک مشورہ کو ٹھکرا دیا۔ اپنے پروگرام کے مطابق انہیں دو روز یہاں قیام کرنا تھا۔ لیکن خدا جانے اس مشورہ سے انہیں کیا ہوا کہ چند گھنٹوں کے بعد وہ یہاں سے رخصت ہو گیا۔ جن لوگوں کا یہ حال ہو ان سے ملکر کام کرنے کی کیا توقع ہوسکتی ہے، باطنی خامیاں ظاہری نمود و نمائش سے کبھی رفع نہیں ہوسکتیں، قریش کا دعویٰ کر لینا تو بڑی بات نہیں لیکن قریش کے اوصاف پیدا کرنے خالہ جی کا گھر نہیں، بہرحال قریشی عبداللطیف صاحب کا مراسلہ ذیل میں درج کرتے ہوئے ہم امید کرتے ہیں کہ ناظرین کرام و ممبران انجمن قریشیان پنجاب بعد غور و خوض مناسب رائے کے اظہار سے مشکور کرینگے ممکن ہو کوئی اصلاح کی صورت پیدا ہو جائے،

قریشی صاحب قاضی صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ

جناب اخوانصاحب قبلہ، سلام علیکم، این کار از تو آید و مردان چنیں کنند

اعلان معہ نوازش نامہ ملا۔ میری نالوں نے آخر اپنا رنگ جما ہی دیا اور میری حزنیں بار آور ثابت ہوئیں، الحمد للہ کہ جناب کنج عزلت اور گوشہ تنہائی سے نکلکر میدان عمل میں اتر آئے ہیں، میری تو یہی آرزو تھی۔ کہ مردے از غیب بروں آید و کارے بکند، اب انشاء اللہ جناب کی ہمت اور کوشش سے خود بخود تمام کام سر انجام ہوتے رہینگے،

انسانی زندگی کا کچھ نہ کچھ مصرف ضرور ہونا چاہئیے اور کوئی نہ کوئی ایسا کام عمل میں آنا چاہیے جو ہمیشہ یادگار رہے، مجھے ہمیشہ اسبات کا احساس رہا اور یہی عرض کرتا رہا۔ کہ اس کشتیٔ لنگر شکستہ کے آپ ہی ناخدا بنیں اور سالار قافلہ بن کر پھر ایکدفعہ بانگ صدی بلند کریں اور قوم خوابیدہ کو بیدار کریں میں جانتا ہوں اور میں اس امر سے غافل نہیں ہوں کہ حوادث زمانہ نے جناب کے دل و دماغ پر بہت برے اثرات چھوڑے ہیں۔ جن کا برداشت کرنا بھی آپ ہی جیسے مرد کا کام تھا، فارغ البالی میں جناب اور بھی زیادہ کام کر سکتے تھے، لیکن این ہم غنیمت است، قضا و قدر کو ایسا ہی منظور تھا۔ مجھے یہ دیکھکر ہمیشہ افسوس اور قلق ہوتا تھا۔ کہ جناب کی فاضل ہستی کس طرح ان افکار کا شکار ہو رہی ہے،

ابنائے قوم میں کچھ تو قدرتاً ہی قحط الرجال ہے اور اس پر طرہ یہ کہ نہایت بے حس، نادار اور غافل، کسی کا ساتھ دینے پر بھی تو تیار نہیں ہوتے، بلکہ بعض ایسی ذلیل ہستیاں بھی ہیں۔ جو اپنے کو نامور اور مقدس ہستیوں کی نسل سے منسوب کرتی ہیں۔ مگر از روئے عمل ان کے ننگ و ناموس پر بٹہ ہیں،

فی زمانہ تمام اقوام شد و مد سے شاہراہ ترقی پر گامزن ہیں اور قوم کی فلاح و بہبودی کے لئے شبانہ روز کوشاں۔ جگہ بجگہ انجمنیں بن رہی ہیں۔ لیکن افسوس کہ قریشیوں کے بدن پر ... جوں تک نہیں رینگتی اور خواب غفلت میں پڑے سوتے ہیں،

میری رائے میں تمام عربی النسل کی ایک ہی متحدہ انجمن ہونی چاہیئے۔ "تاکہ اس غربت میں شیرازہ منتشر نہ ہو جائے اور آئے دن نئی انجمنیں نہ بنتی رہیں، آپنے سادات کو تو شامل کر ہی لیا ہے، ... ... ابتدائی مراحل کو طے کرنے کے لئے ہر کام میں کچھ روپیہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ مجھے معلوم نہیں۔ کہ آپ نے اس معاملہ میں کیا کچھ کیا ہے۔ اور خدا جانے کس قدر افراد قوم لبیک کہتے ہیں ......

نیازمند عبداللطیف

النجات غیر مطبوعہ، مولفہ قاضی شاہ ولی صاحب وکیل، آئندہ اشاعتہ سے جزواً "القریش" میں بطور ضمیمہ شائع کرنے کا اہتمام کر دیا جائیگا۔ کوئی امر مانع ہوا تو پھر جنوری سے نئی جلد کے شروع پر یہ سلسلہ شروع ہوگا، انشاء اللہ تعالیٰ،

کتاب "درس اخلاق" اور اصلاح الاعمال کیلئے ایک نادر الوصف ہے،

مدیر،

تاریخ دکن کا ایک ورق

[خاص القریش کے واسطے]

مولانا محمد سید عبید اللہ صاحب فرحتی عباسی القریش کے قدیم کرم فرما اور قلمی معاون ہیں۔ القریش "نظام نمبر" کو آپ نے خاندان سلاطین آصفیہ کی بہترین خدمت قرار دیتے ہوئے اپنی پسندیدگی کا اظہار فرمایا اور اس سلسلہ میں ذیل کا مضمون بغرض اشاعت ارسال فرمایا ہے جسے ہم ناظرین کرام کی واقفیت کے لئے درج کرتے ہیں۔

مولانا فرحتی نے اپنے مضمون میں ریاستہائے ہند و بعض دیگر مملکتوں کے مقابلہ میں حیدرآباد کی تاریخ کی روشنی میں فضیلت و برتری ثابت کی ہے اور مطالبہ برار کو مخصوص انداز میں پیش کیا ہے (ایڈیٹر)

اگرچہ ماہ اگست ۱۹۲۷ء کے جریدۂ القریش کے نظام نمبر میں ہمارے قابل محترم دوست رونق صاحب صدیقی نے ریاست فرخندہ بنیاد حیدرآباد کی اہمیت اور اس کے فرمانروایان سابق و حال کی جلادت و رشادت کے اظہار میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اور ابتدائے عہد سے فرمانفرمائے حال کے زمانہ تک جسقدر برمحل اعانت و امداد ہائے خیرخواہی برطانیہ کے ساتھ بہ تواتر و تکاثر وقوع میں آئی ہے اس کو کمال راست نگاری و صداقت شعاری سے منکشف کیا ہے جس کی صحت و پذیرائی میں کسیکو جائے حرفگیری نہیں ہوسکتی۔ فرمانروائے حال کے عہد معدلت مہد کے کارنامون اور حسن انتظام و وفاداری سرکار برطانیہ کی جو تفصیل شرح و بسط کیساتھ قلمبند کی ہے وہ ہرگونہ قابل داد و صاد ہے۔

لیکن فضائے تحقیق و تفتیش بہت وسیع ہے اور بعض پولیٹیکل نکات اور خاص مقامی معلومات قیام پذیران مقبوضات برطانیہ کے خیال و مجال اندیشہ سے برطرف و یکسو رہ جاتے ہیں۔ جن کا حسب موقعہ اظہار خالی از ندرت و دلچسپی نہ ہوگا۔

راقم الحروف نے جو بظاہر احوال رسالہ القریش کا ایک قدیم مضمون نگار ہے۔ عرصہ بیس سال تک ملک راجپوتانہ و مالوہ کی قدیم و عظیم ریاستوں کے اہم و پیچیدہ تعلقات میں اوقات گزاری

کی ہے اور نیز چند سال پولیٹیکل افسران کی فارسی وعربی آموزگاری میں تجربات خاص حاصل کئے ہیں۔ بلکہ خاص عام ریاسات کی قومی وتاریخی کوائف کو بصورت کتاب تحریر کیا ہے۔ لہذا اپنی معلومات وتجربات کی بنا پر ریاست عظیم حیدرآباد کی نسبت بعض واقعات دیرینہ و حال معرض بیان میں لاتا ہوں جس سے اس کی مفصل فوقیت وبرتری بمقابل جملہ رؤسائے ہند وبعض منفرق سلاطین فرنگ ثابت ہوگی۔

والیٔ دکن کے نامور اجداد

یہ امر مسلم الثبوت ہے کہ فرمانروایان حیدرآباد دکن کا آبائی نسب حضرت ابوبکر صدیق تک پہونچتا ہے۔ جو ممتاز قبیلۂ قریش کے ایک نیک نہاد رکن اور قدسی نژاد حضرت رسالت مآب کے خلیفہ اول تھے جس کے باعث وہ کافۃ انام اہل اسلام کے واجب التعظیم پیشوائی مسلمہ تھے ان کی خلافت راشدہ کے واقعات چند سال قبل راقم نے رسالہ القریش میں شائع کرائے ہیں۔ ان کے اخلاف کے منفرق حالات سے قطع نظر کر کے ان تین کس نامور ان خاندان کے کارنامے یہاں درج کرتا ہوں۔ جنہوں نے عہد شاہجہانی سے عہد محمد شاہی تک اپنی جلادت دفاداری کا اظہار کر کے افتخار حاصل کیا ہے، اور مجبوراً زوال پذیر عہد محمد شاہی میں جبوقت کہ ملک ہند تلاطم نہبت وغارت میں گرفتار تھا اپنی سلامتی وحفظ امن کی غرض سے ریاست حیدرآباد کی بنیاد ڈالی۔

قلیچ خاں بہادر شاہجہانی

اصل نام عابد علیٰ ہے یہ اوّل نامور شخص ہیں جو ملک توران سے وارد ہند ہوکر زمرۂ عمال شاہجہانی میں منسلک ہوئے۔ خدمتہائے بایستہ کے سبب وہ اعلیٰ منصبداران شاہی میں شمار ہوتے تھے۔ علاوہ دیگر کارگذاریوں کے بادشاہی فوج کی سرکردگی میں جلال وقتال شاہان دکن میں جو اسوقت باقی چلے آتے تھے مصروف رہے۔ خاص قلعہ گولکنڈہ کی تسخیر کیوقت یورش خاص میں وہ اپنی فوج کے آگے تھے۔ ایک گولہ کی ضرب سے ان کے شانہ کی ہڈی پارہ پارہ ہوگئی تھی۔ یہ ان کو کیا خبر تھی کہ آیندہ ان کی اولاد یہاں حکمرانی کرے گی۔ پانچہزاری منصب پر فائز ہوکر وہ رحلت فرماگئے۔

غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ

یہ قلیج خاں بہادر کے فرزند تھے ان کا اصلی نام شہاب الدین تھا۔ عالمگیر بادشاہ نے کارہائے نمایاں کے باعث ان کو افواج بادشاہی کا سپاہ سالار بنا کر غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ اور یار وفادار کے معنون خطاب سے ممتاز کیا تھا۔ عزیمت رکن میں یہ بادشاہ عالمگیر کے ہمرکاب و تخریب و تہدید معاندین مرہٹہ کی سرکوبی و پائمالی میں ہمہ تن مصروف رہے۔ ان کی دلیرانہ کارگذاریوں سے قلاع مقاہیر مفسدان دکن از کوچک و بزرگ سخر و مفتوح ہوتے رہے۔ ان کو بارگاہ عالمگیری سے ہفت ہزاری منصب عطا ہوا تھا۔ انھیں کا فرزند آصفجاہ نظام الملک بانی ریاست حیدرآباد ہوا۔

امیر الامرا نظام الملک آصفجاہ فتح جنگ

ان کا اصلی نام قمر الدین تھا۔ نظام الملک آصفجاہ و فتح جنگ خطاب ہے۔ آصف نام حضرت سلیمان پیغمبر کے وزیر کا تھا۔ یہ اول شخص ہیں جن کو آصفجاہ خطاب ملا ورنہ سابقہ نورجہاں کے برادر کو آصف خاں خطاب ملا ہوا تھا۔ یہ تیسرے شخص نو واردان ہند میں اپنے خاندان سے تھے۔ جن کو ملک ہند کے بڑے انقلابات دیکھنا پڑے خصوصاً ضعیف العقل بادشاہاں فرخ سیر و رفیع الدولہ رفیع الدرجات اور محمد شاہ کے متزلزل و متبدل عہد میں سعادت خاں برہان الملک اور عبد اللہ خاں و حسین علی خاں کی کینہ وری و مخالفت سے بوجہ ان کے تخالف مذہب شیفتگی کے نظام الملک کو بڑے خطرات جانگزا و سحر کہائے روح فرسا کا سامنا رہا۔ جن سے بفضل خدائے کریم ان کو سب سے نجات ملی اور جداگانہ ریاست حیدرآباد قائم کرکے ساحل مراد کو پہونچے۔ جس کی مختصر تشریح درج ذیل ہے۔

حملہ نادری میں نظام الملک کی معاندت

آصفجاہ اول کو جو دخل یافتہ ارکین بادشاہی کی خصومت اور ناعاقبت اندیش محمد شاہ کی خیرہ رائی سے مہمات آبرو ریز و معارک جانستان میں چشم زخم اٹھانے پڑے انہیں

سے ایک حملہ نادری کا واقعہ ہے۔

۱۷۳۹ء میں جب نادر شاہ نے وارد ہند ہو کر دہلی پر حملہ کا ارادہ کیا اور محمد شاہ مقابلہ کو دارالسلطنت سے باہر گامزن ہوا۔ تو آصفجاہ فوج قلب میں بادشاہ کے ساتھ تھے اور برہان الملک صوبہ دار اودھ جو بادشاہ کا بدخواہ اور نظام الملک کا رقیب و حاسد تھا۔ فوج ہراول یعنی فوج مقدمۃ الجیش کی سرکردگی میں آگے بھیجا گیا۔ وہ اپنی کینہ دری کے سبب اپنے ہم کیش یعنی شیعہ ایرانیوں سے سازش کر کے قید ہو گیا۔ اس سے محمد شاہ کی شکست واقع ہوئی۔ معاملہ مصالحت کا انحصار نظام الملک کی رائے پر رہا۔ جنہوں نے دو کروڑ روپیہ تاوان سلطنت دہلی سے دئے جانے پر نادر شاہ کو مراجعت پر رضامند کر لیا۔ جب یہ حال برہان الملک نے سنا آتش حسد سے مشتعل ہو گیا۔ اور نادر شاہ کے پاس جا کر اس کو اغوا کیا کہ حضور نے بہت کمتر رقم پر دہلی چھوڑنے کا معاملہ کر لیا۔ یہ رقم تو یہ غلام ہی نذر کر سکتا ہے

نادر شاہ کی سخت گیری تاوان

برہان الملک کے اغوا سے نادر شاہ معاملہ طے شدہ سے منحرف ہو گیا اور برہان الملک معہ خادعانہ صلاح سے محمد شاہ اور نظام الملک کو بحیلہ دعوت اپنے لشکر میں بلا کر نظر بند کر لیا اور محمد شاہ سے شقہ خاص بنام ذخیرہ دار بیت المال و خزانہ لکھوا کر کنجیاں اپنے پاس نادر شاہ نے منگوالیں اور اس طور پر خزائن و دفائن بادشاہی پر قبضہ کر کے تمام نقد و جنس جواہر داخشۂ گرانبہا ضبط کر لئے بلکہ تخت طاؤس شاہجہانی کو بھی سات لاکھ روپیہ قیمت میں مجرا و محسوب کر کے باون کروڑ کی رقم مصادرہ سلطنت ہند سے وصول کی۔ چونکہ ہنگام اغوا برہان الملک دو کروڑ روپیہ ادا کرنے کی وسعت اپنے میں ظاہر کر چکا تھا لہذا بوقت روانگی رقم مذکور نادر شاہ نے اس نمک حرام سے بھی طلب کر کے اس کا پیچھا چھوڑا۔

مخالفت کیشی علویان بارہ

بارہ عدد مواضع ضلع مظفر نگر میں آباد ہیں۔ جہاں کے علویان جن کو فی زمانہ سید کہا جاتا ہے عہد اکبری سے افواج بادشاہی میں داخل ہونے لگے تھے ان کے اعقاب میں سے دو کس عبداللہ خاں اور حسین علی خاں شاہزادہ فرخ سیر کی فوج میں عہدہ دار تھے۔ ان کی

تندہی و کارگذاری سے فرخ سیر اپنے چچا جہاندار شاہ ولد بہادر شاہ کو قتل کرکے بادشاہ ہوگیا تھا۔ اس کے عہد اور مابعد بادشاہان محمد شاہ وغیرہ کے زمانہ میں ہر دو علوی سلطنت پر حاوی تھے۔ فرخ سیر کو محبوس و مصلوب کرکے محمد شاہ کی جان اور نظام الملک کی تباہی کی فکر میں تھے۔ ان کو نظام الملک جیسے جہاندیدہ اور وفادار بادشاہ کا وجود خار نظر آتا تھا اور ان کے مواخذہ کی رات دن تدابیر ہوتی تھیں۔ بادشاہ خفیف العقل تھا۔ نظام الملک نے اس کی مصاحبت سے کنارہ کشی کرکے ضلع مراد آباد کی جاگیر پر قناعت کرکے گوشہ گزینی اختیار کی، پر علویان کو ان کا چین سے بیٹھنا گوارہ نہ ہوا۔

بربادی علویان بارہ و بنائے راج حیدر آباد

علویان بارہ نے جو بادشاہ کے دربار میں محیط ہو رہے تھے انتظام کے جال میں پھانسنے کو مالوہ کی صوبہ داری نظام الملک کے سر ڈالی وہ مجبوراً مالوہ کو چلے گئے۔ علوی اپنی غلطی پر متاسف ہوئے کہ شکار ہاتھ سے نکل گیا۔ پس نظام الملک کو کچھ عرصہ بعد بغرض محاسبہ فہمی صدر سلطنت میں طلب کیا انہوں نے دانشوری سے نفس معاملہ کو سمجھ کر حاضری سے انکار کیا اس مباورت و انحراف پر علویان نے اپنے برادرزادہ عالم علی خاں اور مہاراجہ ادہم سنگھ راجہ کوٹہ کی ماتحتی میں بیس ہزار فوج نظام الملک کی تخریب کے واسطے مالوہ کو روانہ کی آصفجاہ نے سات ہزار فوج جرار سے لشکر مخالفان کو ہزیمت دی۔ عالم علی خاں اور راجہ کوٹہ جان سے ہلاک ہوئے۔ ان کا لشکر اکثر برباد ہوا بقیۃ السیف فرار ہوکر دہلی پہنچے۔

نظام الملک نے بعد فتحیابی مالوہ کا قیام قرین مصلحت نہ جانکر صوبہ دکن کے تسلط کا عزم کیا۔ جہاں وہ سابقاً صوبہ دارہ کرا دہر کے امن و شمن سے بخوبی آگاہ تھے۔ یہ واقعہ ۱۱۲۱ھ کا ہے جبکو دو صد سال گذرے اور جو بنائے ریاست حیدرآباد کا ذریعہ ہوا۔

تسلط نظام الملک بر صوبہ دکن

نظام الملک اول کی فتحیابی اور صوبہ دکن کی قبضہ گیری سے علویان مطلق العنان نے نظام کو بادشاہی مخالف قرار دے کر ان کی گرفتاری و بربادی کے خیال خام سے دکن کی چڑھائی کا سامان کیا۔ عبداللہ خاں تو دہلی میں نگرانی صدر کیواسطے موجود رہا اور حسین علی

خاں محمد شاہ کو مع فوج جرار ساتھ لیکر راہی دکن ہوا۔ اسوقت خیر خواہان سلطنت کو خطرہ عظیم درپیش تھا۔ کہ بادشاہ کا مقابلہ کرنے سے نظام کی وفاداری میں حرف آویگا۔ فوج روانہ ہوئی۔ اور اثنائے راہ مخفی مشورات قتل علوی کا مشغلہ گرم رہا۔ ایک ولاور شخص میر حیدر خاں کاشغری نے سربکف ہو کر اس خطرناک کام کے سرانجام پر کمر ہمت چست کی بمقام فتحپور پر پہونچکر محمد شاہ اپنے خیمہ میں جہاں فوج قلب گرد و پیش جمع تھی داخل ہوا۔ اور امیر الامراء حسین علی خاں مع فوج ہراول کے جو پانچہزار تھی ایک فرسنگ آگے قیام کو پالکی سوار روانہ ہوا قریب قیام گاہ میر حیدر خاں چاں فریش فریاد کناں محمد شاہ کو ظاہراً گالیاں دیتا ہوا ہاتھ میں ایک فرضی عرضی لئے ہوئے نمودار ہوا۔ مردمان فوج نے اسے روکنا چاہا لیکن حسین علی خاں اجل گرفتہ نے قریب آنے کی اجازت دی۔ میر حیدر خاں سفاک بیباک نے پالکی میں عرضی پیش کی حسین خاں عرضی کے ملاحظہ میں مصروف ہوا ہی تھا کہ میر حیدر نے چابکدستی سے خنجر مار کر امیر الامراء کا پیٹ چاک کر ڈالا۔ اور وہ یہ کہتا ہوا کہ محمد شاہ کو مار ڈالا اس زور سے تڑپا کہ پالکی زمین پر گر گئی۔ ایک ہی حربہ میں وہ ختم ہو گیا۔

بادشاہ پر یورش اور دہلی کی شورش

حسین علی خاں کے مارے جانے پر اس کی تمام فوج اور خدام نے بادشاہی خیمہ گاہ پر سخت حملہ کیا۔ بادشاہ ہاتھی پر فوراً سوار ہو کر مع فوج کے مقابل ہوا۔ ہواخواہان حسین علی مقتول دمفرور ہوئے۔ یہ خبر سنتے ہی امیر مقتول کے برادر کبیر عبداللہ خاں قطب الملک نے جو وزیر تھا۔ ایک شاہزادہ ابراہیم بن جہان شاہ ولد بہادر شاہ کو قیدخانہ سے نکال کر بادشاہ بنایا۔ اور بادشاہ اصلی سے قتل برادر کے انتقام گیری کو مع جدید بادشاہ اور فوج کے روانہ ہوا۔

فتح بادشاہ و اسیری و کوری قطب الملک

دہلی سے روانہ ہو کر قطب الملک موضع پلول تک پہونچا تھا کہ محمد شاہی لشکر نمودار ہوا جنگ عظیم روزانہ و شبانہ کے بعد فوج بادشاہی نے فتح پائی اور عبداللہ خاں اسیر جنگ ہو کر روبروئے بادشاہ حاضر کیا گیا۔ بادشاہ رحمدل تھا لہذا بالعوض قتل کے میل زہر آلود قطب الملک کی آنکھوں میں پھیر کر نابینا کیا گیا اور بادشاہی مکاتب و فرامین میں حسین علیخاں

کو نمک حرام اور عبداللہ خاں کو حرام بہ نمک لکھے جانے کا حکم ہوا۔ کور نمک بادشاہ کشی بارہ والوں کی ستم کیشی سے محمد شاہ نے نجات اور جان تازہ پائی۔

وزارت نظام الملک

بادشاہی فتح وغیرہ زی کے بعد نظام الملک بہادر حاضر دربار شاہی ہو کر وزیر سلطنت کئے گئے۔ انہوں نے بادشاہ کے مزاج و اطوار عیش طلبی وی نوشی کی بہت اصلاح چاہی لیکن آسائش پسند بادشاہ کے خوشامد شعار امرائے دربار کے آگے ان کی کوئی بات درجہ اجابت نہ پاتی تھی۔ اور حضار دربار بھی ان کی نصیحت گری سے تنگ تھے پس بدرجہ مجبوری نظام الملک نے بہ مراد نگرانی صوبہ جات دکن درباری مخمصہ سے خلاصی و کنارہ گیری کو غنیمت سمجھا۔ ان کی قسمت میں ایک بڑی ریاست کا مالک ہونا لکھا تھا۔

مستقل تسلط نظام الملک در دکن

مقارن سال ۱۱۳۶ء نظام الملک نے اصلاح سلطنت ہند سے مایوس و نفور ہو کر انتظام صوبات دکن کی اجازت چاہی جہاں کہ ان کے پسر دوم نصرت جنگ کی شورش کا شہرہ پھیل رہا تھا۔ دکن آنے کے بعد وہاں کے نقائص کی اصلاح کر کے ۱۱۵۳ھ میں حیدرآباد کی شہر پناہ تعمیر کرائی۔ اور ۱۱۶۱ء میں سی سالہ تسلط دکن کے بعد داعی اجل کو لبیک کہا جس کے ایک ماہ قبل ۱۱۶۱ء میں محمد شاہ بادشاہ دہلی نے وفات پائی تھی۔

علوی شان خاندان نظام

ہم نے تین نامی بزرگان خاندان نظام الملکی دکن کی مختصر کیفیت درج کی ہے جنہوں نے زمانہ عروج دولت مغولیہ میں وہ کارہائے مردانہ و جانفروشانہ انجام دئے ہیں جس سے مافوق جاں نثاری کا ثبوت دوسرا کوئی خاندان نہیں دیکھتا۔ محمد عابد قلیچ خاں حضرت خلیفہ ابوبکر کی اولاد اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے اخلاف میں سے عہد شاہجہانی میں اول درجہ کے منصب پنجہزاری پر فائز ہو کر تسخیر قلعہ گولکنڈہ میں فدا ہوئے۔
قلیچ خاں کے فرزند غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ سپاہ سالار عساکر عالمگیری

رہ کر یار و ناوار و فرزند ارجمند کے مختص خطاب سے ممتاز ہوکر منصب ہفت ہزاری تک پہنچکر عہد بہادر شاہی میں صوبہ گجرات پر گذ گئے۔

غازی الدین خاں فیروز جنگ کا خلف الرشید آصفجاہ نظام الملک عہد فرخ سیر میں منصب ہفت ہزاری پر پہنچکر آصفجاہ نظام الملک بنا جس کا اصلی نام قمرالدین تھا۔ کئی بار منصب وزارت و صوبہ داری صوبات مختلفہ پاکر امیرالامراء بنایا گیا۔ اور محمد شاہ کے زمانہ آخر میں بعد سرانجام مہام عظیمہ دادہی خدمات وفادارانہ کے صوبہ دکن پر مسلط ہوکر ریاست رفیعہ حیدرآباد کا بانی ہوا پس عہود راسخہ شاہان مغل میں بھی وہ دیگر راجگان سے وسعت رقبہ و کثرت آباد و افزونی محاصل میں مفضل و ممتاز ہیں بلکہ رقبہ و آبادی میں بہ استثنائے آٹھ دول عظیمہ برطانیہ۔ روس۔ فرانس۔ جرمنی۔ اطالیہ۔ ترکی۔ آسٹریا۔ اسپین کے باقی دوم درجہ شاہان بلجیم۔ رومانیہ۔ ہالینڈ۔ سویڈن۔ پرتگال۔ بلغاریہ۔ یونان۔ سردیا۔ ناروے ڈنمارک سے بسترادہیں۔ ان میں سے کسی کا رقبہ پچاس ہزار میل مربع سے زائد نہیں ہے اور مقدار آبادی بہ تفصیل ذیل ہے۔

نام ریاست فرنگ بمقابلہ حیدرآباد

۱۔ حیدرآباد۔ آبادی ایک کرور بیس لاکھ نفوس
۲۔ بلجیم۔ آبادی چوہتر لاکھ اکسٹھ ہزار
۳۔ رومانیہ۔ آبادی ساٹھ لاکھ
۴۔ ہالینڈ آبادی اٹھاون لاکھ
۵۔ سویڈن آبادی پچپن لاکھ بتیس ہزار
۶۔ پرتگال۔ آبادی چون لاکھ تئیس ہزار
۷۔ بلغاریہ مع رومیلیا۔ آبادی ترسیٹھ لاکھ نو ہزار
۸۔ یونان۔ آبادی اڑتیس لاکھ۔
۹۔ سردیا۔ آبادی بتیس لاکھ اٹھتر ہزار
۱۰۔ ڈنمارک۔ آبادی ستائیس لاکھ چہتر ہزار
۱۱۔ ناروے۔ آبادی تینتیس لاکھ بتیس ہزار

۱۲۔ سوئٹزرلینڈ ۔ آبادی ستائیس لاکھ اکتالیس ہزار

کلاں ریاستہائے ہند بمقابلہ حیدرآباد

صاحب سلامی باختیار ریاستہائے خورد و کلاں ہندوستان یکصد سے کچھ زائد ہیں جو وسعت رقبہ بمقدار آبادی و تعداد محاصل میں حیدرآباد سے ہر طور کمتر ہیں۔ سوائے جدید البنیا ریاست کشمیر کے جس کا رقبہ حیدرآباد سے پونا ہے باقی جملہ ریاستہائے واقع ہند ہر چیز میں حیدرآباد سے ثلث بلکہ مفاد سالانہ میں ربع سے بھی کم ہیں۔ ان میں چار ریاستیں مع حیدرآباد اعلیٰ درجہ کی ہیں جن کی سلامی اکیس توپ شاہی ہے۔ ان کی سالانہ آمدنی ایک کرور روپیہ سالانہ سے متجاوز ہے ان کے بعد اول درجہ کی انیس توپ سلامی والی چھ ریاستیں ہیں جن کے مفاد سالانہ ایک کرور روپے کے قریب ہیں ان کی تفصیل اس طور پر ہے۔

اعلیٰ ریاستہائے ہند

۱۔ حیدرآباد سلامی ۲۱ توپ۔ رقبہ ایک لاکھ مربع میل آبادی ایک کروڑ بیس لاکھ محاصل سالانہ دس کرور روپیہ۔

۲۔ میسور سلامی ۲۱ توپ رقبہ چوبیس ہزار مربع میل آبادی پچاس لاکھ نفر محاصل سالانہ دو کرور روپیہ

۳۔ بڑودہ سلامی ۲۱ توپ رقبہ آٹھ ہزار میل مربع آبادی بیس لاکھ نفر محاصل سالانہ ایک کرور ستر لاکھ

۴۔ گوالیار سلامی ۲۱ توپ رقبہ ۲۴ ہزار میل مربع آبادی پچیس لاکھ نفر محاصل سالانہ ایک کرور پچاس لاکھ۔

۵۔ ٹرانکور سلامی ۱۹ توپ رقبہ سات ہزار مربع میل آبادی بیس لاکھ نفر سالانہ محاصل پچہتر لاکھ

۶۔ کشمیر سلامی ۱۹ توپ رقبہ ستر ہزار مربع میل آبادی پچاس لاکھ نفر سالانہ محاصل نوے لاکھ روپیہ

۷۔ اندور سلامی ۱۹ توپ رقبہ آٹھ ہزار میل مربع آبادی بیس لاکھ نفر سالانہ محاصل اٹھانوے لاکھ

۸۔ بھوپال سلامی ۱۹ توپ رقبہ آٹھ ہزار میل مربع آبادی ستر لاکھ نفر سالانہ محاصل پچہتر لاکھ روپیہ

۹۔ اودے پور سواڑ سلامی ۱۹ توپ رقبہ گیارہ ہزار چار سو مربع میل آبادی ستر لاکھ نفر سالانہ محاصل پچاس لاکھ روپیہ۔

۱۰۔ کولھاپور سلامی ۱۹ توپ رقبہ ۶ ہزار میل مربع آبادی گیارہ لاکھ نفر سالانہ محاصل پچاس لاکھ روپیہ

پانچ سترہ توپ سلامی والے زائد محاصل و رقبہ والے

۱- جے پور آبادی بیس لاکھ رقبہ بیس ہزار میل مربع آمدنی سالانہ بانوے لاکھ روپیہ
۲- جودہ پور آبادی اٹھارہ لاکھ رقبہ ۳۵ ہزار میل مربع آمدنی سالانہ اسی لاکھ روپیہ
۳- بیکانیر- آبادی سولہ لاکھ نفر رقبہ اٹھارہ ہزار میل مربع آمدنی سالانہ پنتالیس لاکھ روپیہ
۴- پٹیالہ آبادی دس لاکھ نفر رقبہ پانچ ہزار میل مربع آمدنی سالانہ پچانوے لاکھ روپیہ
۵- بھاولپور آبادی بارہ لاکھ نفر رقبہ سترہ ہزار میل مربع آمدنی سالانہ پچاس لاکھ روپیہ
باقی سترہ توپ والوں کی آمدنی چالیس لاکھ روپیہ سالانہ کے اندر رہی بشمل مہاراجہ کوٹہ کیہ کے

پندرہ توپ سلامی والونمیں

۱- رامپور کی سالانہ آمدنی پچاس لاکھ روپیہ- لیکن رقبہ ایک ہزار میل مربع ہے
۲- جیلسلمر کا رقبہ بارہ ہزار میل مربع ہے لیکن آمدنی سالانہ تین لاکھ روپیہ ہے

تیرہ توپ اور گیارہ توپ سلامی والوں میں سوائے نواب جوناگڈہ کے جن کی سالانہ آمدنی پچاس لاکھ روپیہ اور رقبہ چھ ہزار میل مربع ہے کیکی آمدنی سالانہ پندرہ لاکھ روپیہ یا رقبہ دو ہزار میل مربع سے زائد نہیں ہے- نو توپ سلامی والوں میں کیکی سالانہ آمدنی تین لاکھ روپیہ یا رقبہ ایک ہزار میل مربع سے زائد نہیں ہے- سب سلامی والوں کی تفصیل بخیال طوالت درج نہیں کی گئی- قابل نمود ریاستوں کا مختصر ذکر بغرض دکھانے فوقیت و عظمت ریاست حیدرآباد کے کر دیا گیا ہے-

اصلیت و حقیقت تغیرات صوبہ برار

صوبہ برار کا مجمل ذکر اکثر جرائد و اخبارات میں دیکھا گیا- لیکن کسی نے اس کی تاریخی حالت یا صوبہ کے صورت عطا و استرداد کی اصل حقیقت آجتک درج نہیں کی جس سے والی حیدرآباد دکن کی خواستگاری و بازستانی کا استحقاق ازروئے واقعات و مواعید صریحہ خود سرکار برطانیہ دعامۂ خلائق پر بہ احسن الوجوہ ظاہر بلکہ ثابت ہو جائے- نظام الملک اول کے اب وجد

تک کی عظمت وجاہ نگاہیوں کا تذکرہ بعہد بادشاہان مغلیہ سابقاً کردیا گیا خود نظام اول نے بزمانہ زوال واختلال قوی مغلیہ صوبہ دکن پر ۱۷۲۴ء میں تسلط مستقل حاصل کیا۔ خود ان کے عہد میں سرکار برطانیہ سے سابقہ نہیں پڑا۔ ان کی وفات ۱۷۴۸ء میں بعد چوبیس سالہ تسلط حیدرآباد کے ہوئی۔ خود وہ یا ان کے اخلاف شورشگر سرداران مرہٹہ سے کسی طور مرعوب مغلوب نہیں ہوئے بلکہ قوت ذاتی وسطوت صفاتی سے بہ تواتر رزم آرارہ کر اپنے مقبوضات کو دستبرد اعدا سے بچاتے رہے اور دیگر قدیم راجگان دکن وراجپوتانہ و مالوہ وغیرہ کا وجود وقیام محض سرکار برطانیہ کی دستگیری وحمایت پر منحصر تھا جس کی بابت انگریزی آغاز عہد کی تاریخ شاہد حال ہے۔ سرکار کی اعانت وحفاظت سے تمام روسائے ہند قائم رہ کر اس قابل ہوئے تھے کہ غدر ہند ۱۸۵۷ء میں بعض نے گورنمنٹ برطانیہ کو فوج سے کسیقدر امداد دی جس کے صلہ میں جاگیر و انعامات حاصل کئے۔ جس کا تذکرہ آخر میں ہم درج کریں گے۔ خود سرداران مرہٹہ پیشوا وغیرہ اور ان کے دست پروردہ رئیس مثل ہولکر وغیرہ خود سرکار برطانیہ کو پریشان ودق کرتے رہے جن کو گورنمنٹ نے عہد نامجات کرکے امن وآسایش سے ان کے ماوی وملجا میں جاگزیں رکھا۔

(عظمت نظام)

نظام الملک اول کے جانشین بلا امداد غیرے مرہٹوں سے نبرد آزمائی کرکے اپنے مقبوضات میں ما برجا رہے۔ اور بوقت ضرورت برطانیہ کو امداد دہی سے پہلوتہی نہیں کی

عہد آصفجاہ ثانی

چنانچہ آصفجاہ ثانی نے مختلف عہد نامجات طے کرکے ۱۸۰۰ء کے عہد نامہ سے سرکار برطانیہ کی مساعی ملک گیری کے ایام میں اس کی بالادستی کی ایسی توثیق کردی جو دیگر روسائے ہند کے واسطے خواہ وہ کسی اعلیٰ یا فروتر درجہ کے تھے نمونہ دستگیر ہوگئی۔ ان عہد ناموں کے اہم شرائط سوائے بعض رقوم بلج وخراج وفوج خرچ کے یہ ہیں کہ بلا اجازت واطلاع گورنمنٹ برطانیہ کسی فرنگستانی کو ریاست میں ملازم یا مقیم نہ رکھا جائے کسی بیرونی حاکم یا رئیس سے سوائے مکاتبت رشتہ داری کے کسی قسم کی تحریر یا تعلق بلا توسط برطانیہ کے نہ رکھا جائے۔ برٹش سرکار ریاستوں کے ہرگونہ ملکی

اندرونی اختیار میں مطلق دخل نہ دے گی اور بیرونی حملہ اور غیروں سے تنازعات میں سرپنچ کے طور تصفیہ کرے گی۔ پولٹیکل رزیڈنٹ و پولیٹکل ایجنٹوں کا اہم کام یہی ہے کہ باہمی یا اختیار رؤسا کے سرحدی و سرقہ گری کے مقدمات کا فیصلہ کریں اور رئیسوں کے رشتہ داران وارکان عظم کے معاملات واختلاف میں نیک مشورہ دے کر تصفیہ کو روبہ اصلاح لے آئیں اور بڑی معاملات میں والسرائے بہادر کی ہدایت پر عمل پیرا ہوں۔

قبضہ میسور و حصول برار

ابتدائے عہد میں منجملہ دیگر اعدائے برطانیہ کے سلطان ٹیپو تابعض میسور وغیرہ غنیم عظیم تھا جو برطانیہ و مرہٹہ و نظام سب کے انقطاع مقبوضہ پر دست درازی کرتا تھا۔ اس کا باپ حیدر نایک بھی جو قدیم مہاراجہ میسور کی ملازمت میں سپاہ سالار ہو کر ملک دبا بیٹھا تھا۔ مخالف برطانیہ تھا۔ اس کے بعد ٹیپو نے لقب سلطان اختیار کر کے ہر چہار طرف درازدستی شروع کی جس کے انقطاع کے واسطے برطانیہ کے معاونین میں والی حیدرآباد کو بھی شامل ہونا پڑا اس قوی دشمن کی سرکوبی و پائمالی کے واسطے سرکار برطانیہ نے بہ معیت افواج حیدرآباد علاقہ میسور پر عاجلانہ چڑھائی کی اور محاصرہ قلعہ اور دار و گیر سخت کے بعد سلطان ٹیپو جنگ کناں مارا گیا۔ اور اس کا تمام ملک نو گرفتہ جو ریاست میسور کے علاوہ ہر چہار طرف پھیلا ہوا تھا ضبط کیا جا کر اس کے ورثا کی پنشن کر دی گئی علاقہ خاص میسور وہاں کے راجہ کے وارث کو عطا ہوا۔ جو اب تک اُن کے قبضہ میں چلا آتا ہے کچھ علاقہ مدراس میں شامل ہوا۔ اور صوبہ برار جو ملحق بہ ملک حیدرآباد تھا صلۂ فوجی امداد میں نظام الملک کو عطا ہوا جسکو اب سواسو سال گذرتے ہیں کیونکہ یہ واقعہ ۱۸۰۹ء کا ہے۔

امدادی فوج کے قرضہ میں تحویل برار

سلطان ٹیپو کی جنگ عظیم میں بہ صلۂ امداد گورنمنٹ برطانیہ نے سرکار نظام کو صوبہ برار عطا فرمایا تھا لیکن آیندہ فوجی امداد کے اطمینان کے واسطے برطانیہ نے چھ ہزار قواعددان فوج برار میں رکھنا تجویز کیا جس کا چھ لاکھ سالانہ صرفہ بذمہ نظام عائد کیا گیا۔ مجوزہ فوج برٹش سرکار نے اپنی نگرانی میں رکھ لی لیکن معینہ فوج خرچ بوجہ پریشانی و نقص انتظام کے سرکار نظام سے

ادا نہ ہوا۔ برٹش سرکار صرفہ برداشت کرتی رہی۔ جب چند سال بعد رقم معینہ کی تعداد چھیالیس لاکھ تک پہنچ گئی اور کثیر التعداد رقم کی ادائگی نظام سے متعسر نظر آئی تو برٹش سرکار نے بغرض خرید اطمینان اس فوجی قرضہ کے کفالت میں تا بیباقی رقم مذکورہ کوئی علاقہ اپنی تحویل میں لینا چاہا۔

۱۸۵۳ء میں چھیالیس لاکھ روپیہ فوجی خرچ کی ادائگی کے واسطے تو صوبہ برار بلا تعین میعاد برٹش گورنمنٹ کو اس منشاء سے حوالہ کیا گیا کہ انتظامی ہرنہ فوجی قرضہ بیباق ہونے کے بعد علاقہ واپس نظام الملک کو دیدیا جاویگا۔ ہردو فریق کے دستخط اجابت اس کفالت نامہ پر ثبت ہوئے۔ برطانیہ نے ملکی فوجی انتظام قائم کرکے ہر سال رقم بچت سرکار نظام کو دینا اختیار کیا۔ مصارف سالانہ کی جانچ کو ہردو سرکار کے عمال مجتمع ہوا کرتے تھے منجملہ ایک کروڑ روپیہ سالانہ رقم محاصل کی بچت کی مقدار بائیس لاکھ سے اٹھائیس لاکھ روپیہ سالانہ تک ہوتی تھی۔ جو گورنمنٹ نظام کو دیجاتی تھی۔ اور اس صوبہ کا نام اضلاع مفوضہ رکھا گیا۔ (نظام اسائنڈ ڈسٹرکٹس)

مساعی سالار جنگ اول برائے بازگیری صوبہ

سر سالار جنگ بہادر اول جو نظام الملک افضل الدولہ کے عہد سے نظام محبوب الدولہ کے چودہ سالہ عہد نابالغی تک حیدرآباد کے مختار الملک بنے رہے اور جن کا نظیر تدابیر ملکی میں تمام ہندوستان کے اندر نہ پایا جاتا تھا۔ عہد نامہ کفالتی قرضہ برار کا تصفیہ و خاتمہ کرنے پر مستعد ہوئے کیونکہ فوجی قرضہ تمامہ ادا و بیباق ہوچکا تھا اور پس انداز رقم صوبہ کو حسب قرارداد باہمی داخل خزانہ نظام ہوتی تھی۔ اور بظاہر کوئی امر مانع حصول مراد نہ تھا۔

۱۸۷۶ء میں اسوقت سے پچاس سال قبل سر سالار جنگ مرحوم استرداد برار کا تہیہ کرکے مع چند قابل مشیر کاران اور مخلص فرنگستانی بیرسٹر ان کے بعہد ملکہ وکٹوریا انگلستان پہنچے جن کی سرکاری طور پر وہاں بہت قدر و منزلت ہوئی۔ اور بیشتر جرائد انگریزی نے ان کے مقاصد معقول کے قبول کرنے میں ہر طرح کی تائید کی۔ اس وقت کے منتظمان حل و عقد سلطنت نے پذیرائی و عادتی صحیحہ میں کوئی عذر و تامل نظر نہ آیا تو اس استدعائے واجب التسلیم کو اس بنا پر ملتوی رکھا کہ اصل مالک صوبہ مندعویہ یعنی نظام الملک میر محبوب علی خاں بہادر والی حیدرآباد

ہنوز نابالغ ہیں۔ ان کے زمانہ بلوغ پر اس معاملہ کو منحصر رکھا جائے۔ اس عذر ناگفتہ بہ پر سر سالار
جنگ مرحوم بے نیل مرام واپس حیدرآباد چلے آئے اور تیس لاکھ روپیہ صرفہ پیروی و سفر
بے کار گیا۔ وہ اپنے ملک میں منتظر لطیفہ غیبی رہے لیکن جبوقت نظام الملک محبوب الدولہ عمر
چہاردہ سالگی کو پہنچے تو بقضائے آسمانی نواب مختار الملک کا رشتہ حیات منقطع ہوگیا۔ اور
ان کی آرزوئے دیرینہ دل ہی میں رہ گئی۔ برطانیہ گورنمنٹ نے نظام الملک کو باوجود نابالغی
کے اختیارات حکمرانی دیکر ممنون احسان بنا دیا۔ اور ان کے وقت میں کوئی سلسلہ جنبانی
بازحصول صوبہ برار کی بابت نہیں کی۔ اور گل دیگر شگفت کا معاملہ پیش آیا۔

کرزن شاہی چابدستی

حسب اتفاقات زمانہ لارڈ کرزن بہادر وائسرائے ہند اپنے عہد حکمرانی میں بطریق دورہ
وارد دکن ہوئے اور ملاقات تخلیہ میں میر محبوب علی خاں بہادر سے جو بہت بامروت و پرلحاظ
بادشاہ تھے ظاہر کیا کہ صوبہ برار کی حساب فہمی کے واسطے ہر سال گورنمنٹ برطانیہ کے اور
آپ کی سرکار کے متعدد عمال فراہم ہوا کرتے ہیں جن کے زاد راہ و مواجب میں بہت رقم کا
اسراف ہوتا ہے بائیس لاکھ سے اٹھائیس لاکھ روپیہ تک بچت کی رقم ہوا کرتی ہے جو مختلف
تعداد میں آپ کے خزانہ میں پہونچتی ہے۔ پس آئندہ سے حساب فہمی کا فضول قضیہ مندفع کردیا جائے
اور اٹھائیس لاکھ روپیہ سالانہ کی انتہائی رقم بچت منظور فرمائی جاوے تاکہ فریقین کو اطمینان
خاطر رہے۔ بادی النظر میں یہ فقرات نظام الملک میر محبوب علی خاں کو پسندیدہ و مستحسن نظر آئے
اور درجہ پذیرائی کو پہونچے۔ اس طرح حصول قبولیت کے بعد منتظمان برطانیہ نے صوبہ برار کی
صورت بدل کر کچھ علاقہ صوبہ مدراس میں شامل کردیا۔ اور چند اضلاع صوبہ متوسطہ سے ملحق
فرما دئے۔

عہد حال کی سعی ناتمام

میر محبوب علی خاں بہادر مرحوم کے بعد جن کا زمانہ خاموشانہ گذر گیا۔ بلکہ صوبہ مقبوضہ دوبارہ
ہوگیا۔ نظام الملک امیر الامراء آصفجاہ عثمان علی خاں بہادر فتح جنگ فرمانروائے حال نے جو
بہت دقیقہ رس اور معاملہ فہم حکمراں ہیں۔ ایک دو سال قبل بازگیری صوبہ برار کی حق بجانب

تحریک پر توجہ مبذول فرمائی اور سر علی امام بہادر کو جن کے مورث اعلےٰ میر میران سید حسین جنگ سوار (افسر رسالہ) سلطان محمود غزنوی کے عہد میں قلعہ تاراگڈھ واقع اجمیر میں راجپوتان نواحی کے شبخون مارنے میں درجہ شہادت کو پہونچے تھے۔ اور جن کا مدفن بالائی قلعہ ایک شاندار عمارت کے اندر موجود ہے۔ اس مہم کا سرغنہ بنایا۔ وہ لندن جاکر بہت تگ و دو کرنے کے بعد واپس آگئے۔ لاکھوں روپیہ معرض اتلاف میں آکر کوئی نتیجہ حسب مراد مترتب نہ ہوا۔ اس شش کے دلائل و وسائل ابتک راز سربستہ ہیں جن پر کوئی رائے زنی نہیں کی جاسکتی۔ اس ناکامی کا ہر ایک راستی پسند و صداقت شعار کو ازحد رنج و ملال ہے۔

اصابت رائے } منتظمان گورنمنٹ برطانیہ حق پسندی پر کاربند ہوں اور سرکار نظام الملک کی معاونتہائے سابقہ و حال پر غور فرمائیں تو باوجود تغیرات مختلفہ کے صوبہ برار کا واپس دینا کچھ امر محال نہیں ہے۔ بلکہ اس صوبہ کی بازخواہی کی سعی واجب کو دبانے کے واسطے بعض امور میں کسی مداخلت کا روا رکھنا قدیم شیوۂ گورنمنٹ کے منافی ہے اگر کوئی خلاف معمول اور غیر ستدل سلوک امر ریاست کی جانب سے بحق ارکان شکمی پایا جائے تو اصلاح حال کے واسطے صاحب رزیڈنٹ بہادر کا دوستانہ و مصلحانہ مشورہ کافی ہوسکتا ہے۔ جو انتظامی مداخلت اکثر معمولی درجہ کے والیان ریاست کے یہاں روا نہیں رکھی جاتی وہ نظام الملک جیسے عالی وقار و وفادار قدیم کیسا تھ یقیناً پسند و گوارا نہ ہوگی،

؎ من آنچہ شرط بلاغ ست باتو میگویم　　تو خواہ از سخنم پند گیر و خواہ ملال

کوائف امداد و عطائے علاقہ جات

سرکار نظام نے گورنمنٹ برطانیہ کے اشد ضروری اوقات میں اس کی ہوا خواہی سے اعراض نہیں کیا۔ ایک عظیم مرتبہ غنیم سلطان ٹیپو کے معرکہ جدال میں افواج آصفیہ نے گورنمنٹ برطانیہ کو قابل قدر امداد دی تھی جس کے جلدوی وصلہ میں صوبہ برار دوامًا حاصل ہوا تھا۔ ایام غدر میں بھی فرمانروائے دکن نے* فوجی و مالی امداد جسقدر فرمائی ہے وہ سرا اندازی کے قابل نہیں ہے۔ ہم اسوقت بمقابلہ حیدرآباد بعض ان رئیسان اطراف ہندوستان کی معمولی امداد غدر ۱۸۵۷ء کا ذکر مع ان علاقہ جات کے یہاں درج کرتے ہیں جو برطانیہ سرکار نے دوامًا عطا کئے ہیں۔

* جادۂ اطاعت سے قدم باہر نہیں رکھا۔ جنگ مہیب فرنگستان ۱۹۱۴ء میں فرمانروائے حال دکن نے

امدادِ جے پور و حصول علاقہ

سابق مہاراجہ رام سنگھ دوم والی جے پور نے ہنگامہ غدر ۱۸۵۷ء میں حسب منشائے حکام برطانیہ اپنی چھ ہزار فوج ضلع گوڑگانواں واقع پنجاب میں بھیجدی تھی جو وہاں کے چند افسران انگریزی کو باغیوں سے بچا کر بحفاظت تمام قلعہ آگرہ میں پہنچا آئی۔ جس کے صلا ویں سرکار انگریزی نے سوا لاکھ روپیہ سالانہ آمدنی کا پرگنہ کوٹ قاسم جو دہلی کے آخری وظیفہ خوار بادشاہ سے ضبط ہوا تھا علی الدوام مہاراجہ کو عطا فرمایا جو اسوقت تک قبضہ ریاست میں موجود ہے

رئیس بیکانیر کا اعانت میں مواضع پانا

مہاراجہ سردار سنگھ رئیس بیکانیر نے ۱۸۵۷ء کے غدر فساد میں جو اسوقت حکمران ریاست تھے۔ چند افسران انگریزی کو اپنے یہاں پناہ میں رکھا۔ فوج کو ضلع ہانسی حصار واقع پنجاب میں افسران انگریزی کی امداد کو بغرض مقابلہ باغیان ملک بھیجدیا تھا۔ اس کے صلہ میں گورنمنٹ برطانیہ کی طرف سے مہاراجہ مذکور کو اکتالیس مواضع برائے دوام عطا ہوئے۔ جو کہ تا این دم شامل ریاست ہیں۔

رئیس رامپور کو امداد غدر میں علاقہ ملنا

زمانہ غدر ۱۸۵۷ء میں نواب یوسف علی خاں والی رامپور نے حفظ امن کے واسطے بمقابلہ باغیان اپنی فوج شہر و ضلع مراد آباد میں بھیجدی تھی اور چند افسران انگریزی کو حفاظت سے کوہ نینی تال پر پہونچا دیا تھا۔ اس معاونت کے عوض میں گورنمنٹ برطانیہ سے نواب صاحب کو ڈہائی لاکھ سالانہ آمدنی کے مواضعات مرحمت ہوئے۔ جو زمانہ حال تک قبضہ ریاست میں چلے آتے ہیں۔

یہ دادو دہش معاونت و عطایائے رئیسان مذکورہ بالا کے سرکار نظام الملک بہادر کی مسلسل اعانت جو مہم سلطان ٹیپو سے جس کے صلہ میں صوبہ برار دفعتاً عطا ہوا تھا تا زمانہ جنگ و جدال عظیمہ فرنگستان [illegible] ہر جلی سروس فوج کی

امداد کا آغاز بھی وہیں سے ہوا تھا جس کی تقلید میں اکثر دیگر معتبر والیان ریاست نے اعانت فرمائی کو بقدر حیثیت افواج ترتیب دیں، تاہم والئی حیدرآباد کی فوجی تعداد نفری سب سے زیادہ ہی

حیدرآباد کے مزید آداب و احترام

حیدرآباد کے مقابل دیگر ریاست ہائے بزرگ ہندوستان کی کیفیت اولاً درج کیگئی ہے کہ رقبہ وآبادی وآمدنی میں کوئی بھی اس سے لگاؤ نہیں کہاتی، بلکہ مفاد رمحاصل سالانہ میں تو کوئی اس سے چہارم بھی نہیں ہے، یہیں ملحوظات سرکار برطانیہ کے بعد مراسم آداب و احترام اس کے ساتھ حضور اعلیٰ ہیں جملہ رؤسائے ہند کے ماقبل نام باستثنائے نو توپ والوں کے لفظ ہز ہائینس یعنی عالیقدر تحریر ہوتا ہے ۱۹۱۸ء میں شہنشاہ اعظم حضور جارج پنجم نے خاص نظام الملک آصفجاہ بہادر حال کے نام پر دو اما الفاظ " ہز اگزالٹڈ ہائی نس " یعنی و مستقل فرمائے جس کے معنی بالاتر کے ہیں،

حیدرآباد کے وزیر کے قبل نام لفظ " ہز اکسلنسی " ہمیشہ مستعمل ہوتا ہے، جو معنی عمدۃ الملک ہے اور حضور وائسرا و دیگر گورنران کے نام پر متداول ہے، نیز وزیر حیدرآباد کو وائسرائی ہند باز دید کی ملاقات کا شرف بخشتے ہیں، جو کسی دیگر ریاست کے وزیر بلکہ تیرہ توپ سلامی والے رؤسا کے بعد کسی دیگر کو نصیب نہیں ہوتا، اعاظم ارکان ریاست میں خاندان آسمان جاہ بہادر کی جاگیر جالیس لاکھ روپیہ اللہ اور خاندان وقار الامرا کی بتیس لاکھ روپیہ سالانہ، خاندان سالار جنگ بہادر کی اور مہاراجہ کشن پرشاد بہادر کی جاگیر بھی دس دس لاکھ روپیہ سالانہ مفاد کی ہیں اور ان سب کو حضور وائسرائے بہادر کی باز دید کا شرف بخشا جاتا ہے، ان کے سوا متعدد دیگر جاگیر داران بھی کئی سالانہ محاصل کے ہیں، جن کا شمار معمولات میں ہے، اور ان کے انتظامات کا اختیار جداگانہ بماتحتی سرکار نظام الملک ہے،

گوشنرد کردیم اگر در ہ کس است

قصیدہ در مدح بندگان منبع الجود والاحسان، مہر سپہر دولت واقبال اختر برج عظمۃ واجلال، نوازندۂ کوس کشورکشائی، فرازندۂ لوائی فرمانروائی، زیب افزائی مسند جہانبانی، سزاوار تخت سلیمانی، یادگار اعیان سلطنت گورگانی، یار وفادار دولت برطانیہ، امیر الامرا نظام الملک آصف جاہ میر محمد عثمان علیخان بہادر فتح جنگ فرمانفرمائی ملک حیدرآباد دکن عن سہا اللہ تعالیٰ عن الشر والفتن دام اقبالہم:

ناصر دین محمد ماہر ہر علم و فن   حضرت عثماں علیخاں خسرو ملک دکن

شاہِ آصفجاہ و سلطانِ سلیماں پایگاہ
بانیٔ اصلاحِ ملک و ماحیٔ شور و فتن

داورِ عالم پناہ و خسروِ انجم سپاہ
سرفرازِ اہلِ علم و مایۂ اعزازِ سخن

مامنِ خلقِ خدا و معدنِ جود و سخا
غیرتِ کسریٰ و رشکِ حاتمِ تازی وطن

تاجدارِ نامدار و کامگارِ باوقار
شہریارِ دادگستر شہسوارِ صف شکن

ابرِ دریا دل و ہم دریائے ناپیدا کنار
خلق را حاجت روا او دافعِ رنج و محن

ہمچو باراں بہرہ یاب از فیضِ عامش عالمے
بندۂ احسانِ او ہر مسلم و ہر برہمن

در دکن تا در و اہلِ ہند را تغلق برد
ہر کسے را لطفِ شاہِ ما کشد سوئے دکن

حیدرآباد ست بغداد و نظیرِ قرطبہ
از کمالِ دانشش از کثرتِ ہر علم و فن

خوش دکن از رود موسیٰ مصر از دریائے نیل
شام از بحرِ بردیٰ و ہند از گنگ و جمن

چوں نیاکانش نصیرِ دولتِ برطانیہ
در وغا رایاتِ والائش بود لشکر شکن

نامِ او در شرق و غرب و ہم جنوب و ہم شمال
فوجِ او از ہند رفتہ تا فرنگ و تا یمن

عدلِ او ہم ستم را از جہاں معدوم کرد
در پناہِ عافیت ہر ساکنِ بیت الحزن

بارگاہِ پُر فضائش غیرتِ کاخِ سپہر
خاکِ عنبر بارِ بستانش بود مشکِ ختن

سقفِ ایوانِ منیفش سر بہ کیواں می برد
ہم زمینِ صحنِ قصرش غیرتِ فرشِ چمن

در زبانِ شرق دادہ جلوہ علمِ غرب را
تا برد انگلستانی شدہ ہندی وطن

از قدومش دشت گردد غیرتِ خلدِ بریں
گر پئے صید افگنی باشد بصحرا گامزن

تر زباں انسان و حیوان در سپاسِ عدلِ وے
محوِ اورادِ دعائش عندلیبِ نغمہ زن

دستگیرِ بیکسان و حرف گیرِ ناکساں
گر یکے را دست بگرفت ست دیگر را دہن

خیر خواہش روز و شب در راحت و امن و اماں
نگذرد در گوشِ او تا عمر حرفِ دل شکن

دست و پائے بدسگالش ہمچو تارِ عنکبوت
دشمنِ او را بود تارِ نفس تارِ کفن

تا بود در چشمِ چرخ گرداں سرنگون و سرفراز
دشمنش در شامِ غربت دوست در صبحِ وطن

یادگارِ نائبِ خیرُالبشر در اصل و نسل
ذاتِ پاکش باد در افضالِ ربِّ ذوالمنن

توسنِ ایام رام و طالعِ بختش بکام
تا بود از مہر و مہ آرائشِ چرخِ کہن

فرحتی باشد دعا گو و ثنا خوانِ حضور
مزرعِ رحمش تا گزیند جانِ ما در کنجِ بدن

احقر الناس محمد عبید اللہ فرحتی امروہوی

۱۱ ستمبر ۱۹۲۷ء

بہترین کتابیں

پیام امین قرآن کریم کی عظمت و صداقت پر اس سے بہتر کتاب دنیا میں موجود نہیں ہو غیر مذاہب کے نامور تریں مصنفوں اور مورخوں سنے قرآن کا مطالعہ کرکے جو اعلیٰ رائیں قائم کی ہیں، وہ سب دنیا بھر کی زبانوں سے ترجمہ کرکے اس میں درج کرگئی ہیں، اسکے علاوہ یہ بھی بتایا گیا ہو کہ دنیا کی کس کس زبان میں قرآن کریم کے ترجمے ہو چکے ہیں اور اس نادر اور مکمل تریں صحیفہ آسمانی کی مالک میں کیونکر ہوئی ہے۔ علامہ مشرقی، خواجہ حسن نظامی اور مستند دیگر حضرات اور زمیندار، سیاست، وکیل، تنظیم، مشرق، مدینہ، تیج، اہلحدیث، الامان، انقلاب، تیس، خلافت، تعلیم، اردو، تیج، ریویوآف ریلیجنز، الحکم، پیغام صلح، مسلم آؤٹ لک، لائٹ، مسلمان، نیو ٹائمز وغیرہ بیشمار اخبارات متعدد السان ہیں کہ اس موضوع پر یہ اپنے طرز کی پہلی اور واحد تصنیف ہے۔ کاغذ لکھائی چھپائی نہایت اعلیٰ، قیمت مجلد صرف ایک روپیہ (عہ)

دنیائے اسلام اور عیسائیت اسلام نے کسطرح ایک ہزار سال تک سیاسیات اور علوم وفنون میں دنیا کی رہنمائی کی ہے اور کسطرح عیسائیت اس کے مقابلہ پر ڈولتی رہی، ایک دل فریب دلنشیں اور محرک عمل تصنیف، قیمت صرف چھ آنے (۶ر)

غازی مصطفےٰ کمال پاشا اردو زبان میں یہ اپنی قسم کی پہلی مستند اور قابل وثوق کتاب ہے جسکو دو نامور مصری مصنفوں کی تصنیف سیرت الغازی مصطفےٰ کمال پاشا سے مولوی غلام ربانی صاحب نے سلیس بامحاورہ اردو زبان میں ترجمہ کیا ہے ترکی کے اس نجات دہندہ اور اسلام کے اس نامور فرزند کے صحیح حالات اسی کتاب میں ملینگے۔ قیمت عہ ر

خورشید صداقت حضرت آخرؐ نے عقائد، عبادات، اور معاملہ میں مقدس اسلام کے واضح اور روشن احکام نہایت خوش اسلوبی سے سپرد قلم کئے ہیں، آقائے دو جہاں سرکار کائنات کی بعثت کے متعلق تمام متین گوئیاں جمع کرکے کتاب کو نہایت دلچسپ بنادیا ہے۔ ارتداد اور تبلیغ اسلام میں یہ کتاب بہت مدد دیگی، قیمت فی جلد، عہ ر

خنجر ہلال گذشتہ جنگ ترکی، یونان کا ایک نہایت دلآویز ڈرامہ جسمیں جنگ یورپ کی پوری تاریخ اور ترکان احرار کی حیرت انگیز فتوحات کی تمام کیفیت ڈرامہ کی صورت میں پیش کی گئی ہے ۱ ر

نیرنگ خیال ابوالحسن شیخ غلام جیلانی صاحب عاصی بی۔اے کی بہترین نظموں کا مجموعہ ۶ر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاریخی، اصلاحی، قومی

رسالہ

جسے

بفرمان عالی نشان اعلحضرت سلطان العلوم ہز اگزالٹڈ ہائینس تاجدار دکن

حرسہا اللہ عن الشر و الفتن

مدارس محروسہ سرکار عالی کیلئے خریدے جانیکا فخر حاصل ھے

ایڈیٹر

محمد علی رونق

بوز بازار الیکٹرک پریس الہ آباد میں محمد علی رونق پبلشر پرنٹر نے اپنے اہتمام سے چھپایا

قواعد

۱۔ "القریش" ہر انگریزی مہینے کی ۱۶ تاریخ کو باحتیاط تمام پوسٹ کیا جاتا ہے، لہذا ۲۵ تاریخ تک اگر کسی بھائی کو موصول نہ ہو تو وہ آئندہ مہینے کی پہلی تاریخ تک دفتر سے مکرر طلب کر لیں۔ اس کے پرچہ نہ ملنے کی شکایت نہ سنی جائیگی،

۲۔ نقل مقام کیوجہ سے جن احباب کا اڈریس تبدیل ہو جائے، ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے جدید پتہ سے دفتر کو مطلع کر کے اپنے اڈریس کی صحت کرالیں، ورنہ عدم رسی رسالہ کا دفتر ذمہ دار نہوگا،

۳۔ جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیئے، ورنہ جواب نہ دیا جائے گا۔

۴۔ بیرنگ خطوط وصول نہ کئے جائیں گے،

۵۔ ناقابل اشاعت مضامین واپس نہ کئے جائیں گے،

۶۔ ہر قسم کی خط و کتابت میں خریداری نمبر کا حوالہ ضروری ہیں،

۷۔ نمونہ ملاحظہ کرنیوالے حضرات اگر نشانی خریداری و عدم خریداری سے مطلع نہ کرینگے، تو دوسری اشاعت کا پرچہ انکی خدمت بصیغہ وی پی بھیجا جائیگا۔ جس کا وصول کرنا ان کا قومی و اخلاقی فرض ہوگا،

۸۔ طلباء بشرط تصدیق سالانہ قیمت میں ۸ ر کی رعایت لے سکتے ہیں مگر رقم بذریعہ منی آرڈر بھیجنی ہوگی،

نیازمند

منیجر

فہرست مضامین

جلد ۱۳ | القریش امرتسر بابت نومبر ۱۹۲۷ء | نمبر ۱۱

شمار	عنوان	مضمون نگار	صفحہ
(۱)	فہرست ہٰذا ، شکریہ		۳
(۲)	کلام الملک ملک الکلام	اعلیٰحضرت حضور نظام تاجدار دکن خلد اللہ ملکہ	۴
(۳)	سفرنامہ ایڈیٹر	ایڈیٹر	۵
(۴)	مسلمان صاحبزادے	ایڈیٹر	۱۲
(۵)	پرچم اسلام لہرائیگا پھر	جناب چودہری دلورام صاحب کوثری	۱۳
(۶)	گستاخی کی سزا	جناب سید فاروق صاحب شاہ پوری	۱۴
(۷)	ہولناک مستقبل	جناب سید ظہور احمد صاحب مدیر تجلی	۱۶
(۸)	معاونین سے کچھہ خاص باتیں	منیجر القریش	۱۹
(۹)	نادار رئیس	ایڈیٹر	۲۰
(۱۰)	یاد	جناب مولوی امیر علی صاحب فاروقی	۲۳
(۱۱)	نغمہ	جناب خیالی صاحب برہانپوری	۲۴
(۱۲)	مراسلات	جناب مولوی غلام غوث صاحب گوجرانوالہ	۲۵
(۱۳)	بصارت و بصیرت	ایڈیٹر	۲۸
(۱۴)	تنقید و تعریظ	ایڈیٹر	۳۵
(۱۵)	کمالِ صنعت	تفریح	۳۷
(۱۶)	قلمرو آصفیہ کی خبریں	انتخاب اخبارات ، ایڈیٹر	۳۸
(۱۷)	اشتہارات	مشتہرین	۴۰ تا ۴۴

شکریہ

حال ہی میں جن برادران محترم نے رکنیت انجمن قبول فرمائی ، ان کے اسمائے گرامی شکریہ کے ساتھ درج ذیل ہیں ، القریش ماہ نومبر میں شائع کر دیجئے ، قاضی نظیر حسین قریشی جنرل سکرٹری انجمن قریشیاں پنجاب

(۱) جناب شیخ محمد معظم صاحب صدیقی بی۔اے ، ایل ایل بی وکیل (۲) صوبیدار ڈاکٹر غلام حسین صاحب (۳) پیر عبدالرشید قریشی لائف انشورنس ایجنٹ (۴) قاضی محمد لطیف صاحب فاروقی ناظر (۵) سید شریف حسین صاحب بی۔اے ، ایس اے وی سکول ماسٹر ، (۶) خان بہادر شیخ خان محمد صاحب رئیس (۷) ڈاکٹر فیروزالدین صاحب فاروقی ،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلام الملک ملک الکلام

کیا محفلِ ہستی کا نقشہ متغیر ہے — ساقی ہی نہ مطرب ہی شیشہ ہی نہ ساغر ہے

غم ہے نہ فراغ اسکو سودے سی نہ وہ خالی — دل ہی تو عجب دل ہی سر ہی تو عجب سر ہے

سوتے سی جب اٹھیگا اک حشر بپا ہوگا — وہ فتنۂ خوابیدہ جو فتنۂ محشر ہے

تلوار جو کھینچی ہی حاضر ہے گلا میرا — دل میں ہی وہی میری جو آپکی لٹ ہی

انداز ترے قاتل سب جانکی دشمن ہیں — چتون ہی کہ ناوک ہی غمزہ ہی کہ خنجر ہی

جو برق گراتی ہے وہ ہی نگہِ جاناں — جو دل کو پھنساتی ہی وہ زلفِ معنبر ہی

اب چشمِ عنایت سی یہ پیاس اسکی بجھا دیجے

بیتاب بہت عثماں یا ساقیِ کوثر ہے

اکتوبر کا رسالہ پوسٹ کرکے ۱۹ تاریخ کی رات کو ۹ بجے کی ٹرین میں اس خیال سے کہ مقتدر برادران قوم کی خدمت میں حاضر ہو کر قوم کے اصلاحی امور میں خادمانِ قوم کا ہاتھ بٹانے کی خواہش کی جائے اور اگر کوئی صورت بن جائے تو کسی موزوں مقام پر "انجمن قریشیان پنجاب" کا سالانہ اجلاس منعقد کرنے کے لئے کوئی عملی کوشش کی جائے میں امرتسر سے روانہ ہو گیا، صبح راولپنڈی پہنچا، محترم خان بہادر شیخ خان محمد صاحب فاروقی ریٹائرڈ آنریری مجسٹریٹ و سب رجسٹرار سے ملا، آپ تپاک و محبت سے پیش آئے، قومی معاملات پر گفت و گو ہوئی، قوم کی بے بسی و پسماندگی پر آپ نے درد دل کا اظہار کیا، انجمن کی ممبری منظور کی، اور سال بھر کا زر چندہ پیشگی عطا کیا، کچھ القریش کے لئے بھی دیا، اور وعدہ کیا کہ ضلع راولپنڈی کی قریشی برادری کی مقامی انجمن قائم کرنے کے لئے اپنا زور و اثر صرف کروں گا، اور ان شاء اللہ تعالیٰ انجمن قریشیان ضلع راولپنڈی

بہت جلد وجود میں آجائیگی، آپکو کچھ مصروفیتیں ہیں امید ہے کہ ذرا فرصت پانے پر ڈسٹرکٹ کمیٹی کے قیام کے لئے آپ پوری کوشش کرینگے۔ راولپنڈی میں کئی اور احباب سے بھی ملاقات ہوئی جنمیں سے بعض انجمن کے ممبر ہوئے اور القریش کے معاون بھی، ان میں رئیس الحکماء مولانا حکیم ابوظفر محمد عبدالخالق صاحب اس لئے خاص طور پر قابل ذکر ہیں کہ آپ نے غیر قریشی ہونیکے باوجود "القریش" کی اعانت منظور فرمائی۔

راولپنڈی میں ہندو مسلم کشیدگی زوروں پر ہے، مسلمانوں کی اقتصادی ترقی میں روڑا اٹکانے کے لئے غیر مسلموں کی مساعی لامتناہی ہیں، مسلمانوں کو اقتصادی جنگ میں غیر معمولی استقلال اور ہوشمندی سے کام لینے کی ضرورت ہے۔

بعض ضروری امور اور ملاقاتیں وہیں پر چھوڑ کر ۲۱ تاریخ کو ۹ بجے صبح کی ٹرین میں یہاں سے روانہ ہوگیا اور ایک بجے کے قریب کیمبل پور پہنچا، مخدومی صوبیدار ڈاکٹر غلام حسین صاحب قریشی سے ملاقات ہوئی، آپ بڑے خلیق، ہمدرد اور حساس بزرگ ہیں۔ آپ کے خاندان کے تمام ممبران القریش کے معاون ہیں، قومی درد سے آپکا دل لبریز ہے، قومی پستی و پسماندگی پر بہت دیر تک رنج و ملال کے ساتھ گفتگو ہوتی رہی، انجمن قریشیان پنجاب کی ممبری شوق کے ساتھ آپ نے منظور فرمائی زرچندہ عطا کیا اور فرمایا کہ یہاں بوجہ ملازمت کسی ڈسٹرکٹ کمیٹی وغیرہ کا کام میں خود تو انجام نہ دے سکونگا، البتہ یہاں "گوندل" نامی قصبہ میں قریشیوں کی آبادی کثرت کے ساتھ ہے، علمی اور مالی حالت بھی اچھی ہے، تحریک کرونگا کہ وہ کسی قومی خدمت کے لئے تیار ہو جائیں، آپ نے وثوق کے ساتھ کہا کہ وہ اس تحریک کو بطیب خاطر قبول بھی کرلینگے کیونکہ انکے دل قومی درد سے معرا نہیں، اس وعدہ فرمائی پر آپکا شکریہ ادا کیا گیا۔

اس خوشگوار علاقہ کی سیر سے طبیعت پر بہت اچھا اثر ہوا، کہا جاتا ہے کہ اس علاقہ میں وبائی امراض ہیضہ وغیرہ کی کبھی شکایت نہیں ہوئی، یہاں مسلمانوں کی اقتصادی حالت کسی قدر اچھی ہے، اور مذہبی رقابت نمایاں حالت میں نہیں۔

۲۲ تاریخ صبح روانگی کے وقت ڈاکٹر صاحب نے القریش کی مالی امداد میں بھی کچھ عطا فرمایا۔ میں نو بجے آپ سے رخصت ہوکر ½ ۱۲ پشاور پہونچ گیا۔

یہاں منشی محمد عبداللہ صاحب صدیقی سے ملکر بکمال مسرت ہوئی، بعد دوپہر موصوف کی معیت میں آتشزدہ مقامات دیکھنے کیلئے محلہ کریم پوری پہونچا۔

اخباری اطلاعات سے اسقدر طبیعت متاثر نہ ہوئی تھی جسقدر موقعہ کے ملاحظہ سے ہوئی، سچ ہے شنیدہ کے بود مانند دیدہ، اخباری بیان ہے کہ ۱۲ سو مکانات نذر آتش ہوئے ہیں مگر یہ غلط ہے، جہاں

تک بجا یا خیال ہے صحیح اندازہ اس وقت تک نہیں لگایا جا سکا۔ آبادی نہائت گنجان تھی جہاں وقت راکھ کا ڈھیر ہے، صرف محلہ کریم پورہ ہی پر بس نہیں تین محلے سوجانپوری وغیرہ اور بھی جلکر خاک ہو گئے ہیں، ہم اس راکھ کے ایک اونچے ڈھیر پر کھڑے ہو گئے، تمازت، تپش اور گرمی اس قدر تھی کہ گویا تنور جل رہا ہے۔ کئی مقامات سے دھواں اٹھتا ہوا دیکھا گیا، چند قدم کے فاصلہ پر دو شخص اور کھڑے تھے، ہم ان کے پاس پہونچے، جن میں سے ہماری سوال کے جواب میں ایک نے کہا، کہ

"میرا نام دیشنو شرن ہے، میں یہاں چیف کمشنر کے دفتر میں ساٹھ روپے کا ملازم ہوں۔ یہ خاکستر کا تودہ جس کے سامنے آپ کھڑے ہیں میرا مکان تھا۔ پچھلے دنوں میں نے اسے فروخت کرنا چاہا تو اٹھارہ ہزار ملتا تھا، مگر میری خواہش کچھ زیادہ کے لئے تھی، دیگر ضروریات خانگی کے علاوہ کسی قدر نقد اور زیور کیصورت میں بھی میرے پاس موجود تھا لیکن آہ! آج کچھ نہیں، پانی پینے تک کا برتن نہیں رہا،

یہ جذبہ قومیت اور مذہب کی آڑ میں مسلمانوں سے جنگ زرگری لڑ رہے ہیں اس قدر سرد مہر واقع ہوئے ہیں کہ دو دو روپے کی حیثیت کا مکان نہیں جس کا کرایہ ہم بے خانماں لوگوں سے آٹھ آٹھ اور دس دس روپے مانگتے ہیں، بخلاف اس کے مسلمانوں کی شرافت و ہمدردی کا یہ عالم ہے کہ یہاں میری ایک دوست مسلمان سب انسپکٹر پولیس ہیں، جب انہیں معلوم ہوا کہ میں اس تکلیف میں مبتلا ہوں، تو اس نے اپنا ایک مکان صاف کرا کر مجھے کہا کہ مکان موجود ہے اپنے بیوی بچوں کو وہاں لے چلئے، ضروریات کا سامان بھی موجود ہے، تو اس کی دوست نوازی اور ہمدردی کے شکریہ میں میرا سر جھک گیا، اور اپنے ہندو بھائیوں کی سنگدلی و بیحیائی پر آنسو بہائے بغیر چارہ نہ رہا، میں نے ہندوؤں کے احساس کا ماتم کیا اور اپنے مسلمان دوست کا شکریہ"

آگ جس طرح لگی لگی، لیکن شہر کا ایک بڑا حصہ جل جانیکا سبب بیمہ شدہ مکانات ہیں، میری قرب وجوار کے مکانات ماسوائے چند ایک کے سب بیمہ شدہ ہیں، آگ فرو کرنیکی کسے ضرورت تھی، پانچ ہزار کے مکان کا پندرہ ہزار کا بیمہ موجود ہے، انہیں انکے جلنے کی خوشی تھی، مصیبت تو ان لوگوں کے لئے تھی جن کے مکانات بیمہ شدہ نہ تھے، یہاں تو اکثر ایسے تھے جو بیمہ کمپنی سے روپیہ بٹورنے کیلئے مکانات کو خاکستر بنانے کے مختلف ذرائع خود اختیار کر رہے تھے، اور انہیں مسبات کی مطلق شرم نہ تھی کہ ہم اکثر نان وشبینہ تک سے محتاج ہیں، وہ بیوائیں کیا کرینگی جو شبانہ روز کے محنت سے پیٹ پروری کا سامان کرتی ہیں، ایسے نظارہ کا بیان رقت خیز اور اس قدر درد انگیز تھا کہ کلیجہ منہ کو آتا تھا، ہمیں اس جنٹلمین نے ایک چھوٹا سا مکان جو ابتک جلکے گہار کا تودہ بنا ہوا تھا دکھایا اور بیان کیا کہ اس مکان کی مالکہ ظاہرہ نامی ایک بیوہ عورت تھی۔ اس

اس کا کوئی لڑکا نہیں، ایک لڑکی ہے جو بحالت بیوگی اس کے پاس رہتی اور محنت و مشقت سے گذر کرتی تھی، قریب کا مکان بلند ہو جانیکی وجہ سے جب انکا مکان بے پردہ ہو گیا تو شریف بیواؤں نے زیور وغیرہ کی صورت میں جو اثاثہ تھا دو تین سو میں فروخت کر کے مکان کے پردوں پر صرف کر دیا، ابھی چند ہی روز ہوئے تھے کہ آگ لگ گئی اور بیمہ کمپنیوں کی مہربانی سے آگ فرو کرنیکی بجائے مشتعل کرنیکی کوششیں جاری ہوئیں۔ چنانچہ ان بیکس بیواؤں کی جھونپڑی بھی جلکر خاک ہو گئی، دشنو شرن نے اس رقت آمیز داستان کو اس درد کے ساتھہ بیان کیا۔ کہ کلیجہ ہل گیا،

شام ہو جانیکی وجہ سے میں واپس آگیا۔ اور صبح (۲۳۔ اکتوبر) کو پھر مزید حالات معلوم کرنے کے لئے گیا معلوم ہوا، کہ بعض مکانات بیمہ کمپنی نے پاس کر دئے ہیں، چنانچہ انکی نئے سرے سے تعمیر شروع کرنیکی تیاریاں ہو رہی ہیں، آج بھی کئی موقعوں پر دبکتی ہوئی آگ دیکھی گئی، ایک مسجد کی ایک دیوار کو کچھہ نقصان پہونچا ہے اور باقی بدستور قائم ہے، بحالیکہ اس کے چاروں طرف سے مکانات جلکر بالکل خاک ہو گئے ہیں، ایک اور مسجد دیکھی گئی جو بالکل اپنی حالت میں موجود ہے، اس کی جانمازیں اور چٹائیاں وغیرہ بھی اپنی حالت میں ہیں، اور ایسے موقع پر واقع ہے، جہاں آگ شدت کے ساتھہ مشتعل رہی اور مکانات کی اینٹیں جلکر چونہ ہو گئی ہیں، ایک ہندو شہری سے معلوم ہوا کہ اکثر مکانوں میں آتشگیر مادوں کے ذخیرے موجود تھے، اور وہی اس قیامت خیز تباہی کا موجب ہوئے، ایک نے تو یہاں تک کہدیا۔ کہ "کردن خویش آمدن پیش"، دوسروں کے نقصان کی نیت ہو تو اپنی بھی خیر نہ منانی چاہئیے،

۱۱ بجے کے بعد شہر کے دیگر حصص اور صدر بازار وغیرہ کی سیر کیگئی۔ یہاں سے کچھہ فاصلہ پر ایک عجائب گھر بھی ہے۔ جو بدھ مذہب کا بتخانہ کہا جا سکتا ہے، کیونکہ اس میں مختلف سلاطین ماضیہ کے چند سکوں، مختلف زبانوں کی چند قلمی کتابوں اور جہانگیر بادشاہ کے ایک کتبہ کے ماسوا تمام بت ہی بت ہیں اور کوئی قابل ذکر خصوصیت نہیں،

۵ بجے کے قریب برادر مکرم قاضی محمد یوسف صاحب فاروقی ناظر حیف کمشنر پشاور سے ان کے دولت خانہ پر ملاقات ہوئی، آپکا دل قومی درد سے لبریز ہے، آپ اصلاحی امور میں گہری دلچسپی رکھتے ہیں، قومی معاملات پر گہرے درد دل کا اظہار فرمایا، انجمن کے ممبر ہوئے، چندہ ممبری مقررہ رقم سے کچھہ زائد عطا کیا اور کچھہ بطور عطیہ "القریش" کے لئے بھی دیا۔ اور وعدہ کیا کہ القریش کی توسیع اشاعت میں کوشش کی جائیگی، اخیر دسمبر تک چار پانچ خریدار پیدا کر دینے کا بھی آپ نے ذمہ لیا۔ اور قلمی امداد کا عہد کیا۔ آپ "انساب القریش" کی ایک معتبر کتاب کی ترتیب میں مصروف ہیں۔ آپکی خواہش ہے کہ برادران قریش

وانساب القریش کی ترتیب میں صحیح اور شک وشبہ سے پاک نسب نامے اور خاندانی کوائف بھجوا کر آپکی مدد کریں لہذا ہم ناظرین القریش سے بزور سفارش کرتے ہیں، کہ اس اہم ترین قومی خدمتیں جو احباب قاضی صاحب کا بہ طریق احسن ہاتھ بٹا سکتے ہوں بٹائیں، معتبر تاریخی روایات اور صحیح نسب نامہ کی ترتیب وتنظیم کی اس حالت میں جبکہ ہندی نژاد اقوام قریشیت کے دعویٰ سے نسب کو مخلوط اور مشتبہ کرنیکی پیہم کوششیں کر رہی ہیں سخت ضرورت ہے، سر دست ہم شیخ نیاز علی صاحب فاروقی سیالکوٹی، پیر امام علی شاہ پاک پتنی، پیر علی احمد صاحب فریدی اور قاضی نذیر حسین صاحب فاروقی کی توجہ اس معاملہ کی جانب مبذول کراتے ہوئے امید کرتے ہیں۔ کہ آپ صاحبان اس معاملہ میں قاضی صاحب موصوف کی اعانت سے دریغ نکرینگے،

غروب آفتاب سے ذرا پیشتر میں آپ سے رخصت ہو کر قیام گاہ پر آیا اور ریلوے سٹیشن پشاور چھاونی سے گیارہ بجے رات کی ٹرین میں واپسی کے لئے بیٹھ گیا۔ صبح راولپنڈی پہونچا، آج کئی احباب سے ملاقات ہوئی، قومی امور کے علاوہ حالات حاضرہ پر بھی گفتگو ہوتی رہی جو بخوف طوالت نظر انداز کی جاتی ہے ہاں یہ بتا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ قریش میں آثار بیداری نمایاں ہوتے جاتے ہیں اور انہیں اپنی قومی پستی کا احساس ہونے لگا ہے، دوسرے دن ۲۵ تاریخ کو دیوالی کی تقریب پر یہاں معمول سے بہت زیادہ رونق تھی، ہندو سنگھٹن نمایاں تھا۔ صدر بازار میں ایک شخص تانگہ میں اپنے جنیوبند بھائیوں سے نہایت سخت لہجہ میں کسی جلسہ کی شمولیت کے لئے "پرارتھنا" اور شام کا کھانا مل جل کر کھانیکی "نویدن" کر رہا تھا۔ معلن کا طرز اعلان ہندو برادری کی گرمجوشیوں کا مظہر تھا اور خیال پیدا ہوتا تھا کہ نامعلوم شام تک کیا ہو جائے، مگر یہ تقریب بخیر وخوبی گذر گئی،

۲۶، صبح کلکتہ میل میں میں وہاں سے گجرات پہونچا۔ پیر عبد الرشید صاحب قریشی سے ملاقات ہوئی، آپکا شغل "تجارت" ہے "سرمہ نور البصر" اور "خضاب رشیدی" آپکی کامیاب ایجادیں ہیں۔ سکول بیجز امریکہ سے نہایت خوبصورت اور بہترین شکل وصورت میں تیار کرا کر مختلف ممالک کے مدارس میں بھجواتے ہیں (یہاں کئی اور احباب سے بھی ملاقات کا موقعہ ملا) امید ہے کہ آپکی کوشش سے گوجرات میں ڈسٹرکٹ کمیٹی قائم ہو جائیگی، یہاں کے کئی صحیح النسب قریشی خاندان دنیوی اغراض کیوجہ سے دیگر اقوام میں جذب ہو گئے ہیں، مجھے انکی کیفیت معلوم کر کے کمال صدمہ ہوا، قریشی صاحب نے انجمن کی ممبری قبول کی، چند فارم ممبری لے لئے تاکہ اور ممبر بنائیں، اور بہت جلد ڈسٹرکٹ کمیٹی قائم کرنے کا وعدہ کیا۔ دوسرے روز ۲۷ تاریخ کو میں آپ سے رخصت ہو گیا۔

وزیر آباد ریلوے سٹیشن پر میرے قدیم کرمفرما القریش کے پہلے محسن ومربی قریشی نیاز علی صاحب

فاروقی پنشنر، سیالکوٹ کے صاحبزادہ قریشی محمد صادق صاحب فاروقی سے اتفاقیہ ملاقات ہوگئی، دریافت حالات پر کمال مسرت ہوئی، اس خاندان کے رگ وریشہ میں اخوت کا خون، اور قومی حمیت کا جذبہ موجود ہے۔ ابتداً القریش کی قلمی ومالی اعانت وامداد اسی خاندان سے ہوئی، شیخ عبدالعزیز صدیقی شیخ علی احمد صدیقی، شیخ محمد نذیر فاروقی صاحبان اور بالتخصیص شیخ نیاز علی صاحب کو تو القریش سے دلی موانست ومحبت تھی، مگر افسوس کہ ان گہرے تعلقات کے منقطع ہونے کے اسباب و علل معلوم نہ ہوسکے، عزیز محمد صادق صاحب کی ملاقات نے وہ تمام باتیں یاد دلادیں اور بالمواجہہ اس خاندان کے الطاف برادرانہ کے اعتراف میں سپاس گذاری کے چند الفاظ زبان سے نکل گئے، بعض احباب کے حالات سے کچھ صدمہ بھی ہوا، دعا ہے کہ خدائے بزرگ وبرتر انہیں حوادث ارضی وسماوی سے محفوظ ومامون رکھے،

شیخ نیاز علی صاحب کا علمی شغف لائق ستائش ہے، عزیز محمد صادق صاحب سے معلوم ہوا کہ آپ نے "تاریخ قریش" یا کوئی اس قسم کی بہترین کتاب بڑی دماغ سوزی اور محنت وکاوش سے تیار کی ہے، اگر منوز طبع نہیں ہوئی اور آپ کے صاحبزادہ قریشی محمد نذیر صاحب نے بھی مصر کے سفر سے واپس آکر کچھ حالات وکوائف قلمبند کر رکھے ہیں، اگر یہ احباب توجہ فرمائیں اور قدیم تعلقات کو از سر نو قائم کرنے کے علاوہ ان مسودات کی ترسیل سے مشکور کریں تو القریش کے اوراق کی زیب وزینت کے علاوہ ناظرین بھی بہترین علمی وتاریخی استفادہ کر سکتے ہیں، کیا ہم امید کر سکتے ہیں؟ انشاءاللہ

دو بجے دن گوجرانوالہ پہونچگیا، مخدومی قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی کی ملاقات کا بہت دیر سے شوق تھا، آپ جس محبت وخلوص سے پیش آئے زبان قلم اس کے بیان سے قاصر ہے، انجمن کے حالات سے گونہ مسرت ہوئی، ممبران کی تعداد قلیل ترین عرصہ میں انکی حسن ترغیب کی وجہ سے امید سے بہت زیادہ ہوچکی ہے اور شمولیت کی درخواستیں برابر آرہی ہیں، شام کو مولوی عبدالحق صاحب وکیل صدر انجمن قریشیان پنجاب سے ملاقات ہوئی، آپ کو قومی امور سے گہری دلچسپی ہے، قوم کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لئے آپ بہت کچھ کرنے کے متمنی ہیں، قاضی نظیر حسین صاحب موصوف کی قابل قدر مساعی کی آپ نے تعریف کی اور فرمایا۔ کہ میں مستقبل قریب میں قریشیان سیالکوٹ کو انجمن کی شرکت کی دعوت دینے والا ہوں اور وہاں پہونچکر ڈسٹرکٹ کمیٹی کے قیام کی بھی کوشش کرونگا۔ امید ہے کہ آپ ان خیالات کو عرصۂ شہود میں لانے کے لئے عملی کوشش سے عندالقوم مشکور ہونگے، قاضی صاحب شہر کے معززین میں سے ہیں۔ شہر میں آپکا بہت رسوخ ہے آپ نے

کئی احباب سے تعارف کرایا،

بعد نماز مغرب گوجرانوالہ کے قابل نوجوان شیخ نذیر احمد صاحب ڈبل ایم۔اے وکیل قاضی صاحب کے دولتخانہ پر تشریف لائے، آپ خلق مجسّم ہیں، رسمی خیر و عافیت کے بعد مقامی معاملات پر آپ قاضی صاحب سے گفت وگو کرتے رہے، اگرچہ مجھے ان امور سے تعلق نہ تھا، لیکن میں اس گفت وگو سے بہت محظوظ ہوا شیخ صاحب کا ادیبانہ طرز کلام اور فارسی محاورے میری دلچسپی اور خاص لطف کا باعث تھے، گیارہ بجے کے قریب فدائے ملت ملک لال خان بھی تشریف لے آئے، میں اس وقت سو گیا تھا، لیکن آپ نے اٹھا کر بٹھا دیا اور کمال محبت سے ملاقی ہوئے، میں پھر لیٹ گیا، افسوس کہ سفر کی کوفت کی وجہ سے نیند نے مجھے اس صحبت سے پورے طور پر محظوظ ہونے سے محروم رکھا، ۲۸ تاریخ صبح ۸ ½ بجے کے قریب قاضی صاحب مجھے شیخ دین محمد صاحب وکیل، ممبر کونسل، صدر میونسپل کمیٹی گوجرانوالہ کی ملاقات کے لئے انکی کوٹھی پر لے گئے، شیخ صاحب بڑی خوبی کے آدمی ہیں، اور گوجرانوالہ کے کامیاب و نامور وکیل ہیں "نظام نمبر" کی آپ نے بڑی تعریف کی اور کہا، کہ "خاندان آصفیہ کی اس سے زیادہ بہتر اور انسب صورت میں اور کوئی خدمت نہیں ہو سکتی" دکن نمبر کے لئے آپ نے مضمون دینے کا وعدہ کیا، ازاں بعد قاضی صاحب سے مخاطب ہو کر کہا، کہ ہمارے لئے یہ بڑی دقت ہو گئی ہے کہ غیر قریشی اور ہندی نژاد اقوام بھی "قریشی" کی دعویدار ہونے لگی ہیں، انجمن کی ممبری کے لئے ہمیں کوئی خاص معیار مقرر کرنا پڑیگا، اس موضوع پر ڈیڑھ گھنٹہ تک تبادلہ خیالات ہوتا رہا۔ آج میری طبیعت کچھ علیل تھی، شیخ صاحب کو کچہری جانا تھا اس لئے اصرار و تقاضہ کے ساتھ ہم آپ سے رخصت ہوئے، ساڑھے بارہ بجے تک قاضی صاحب سے انجمن کے آئندہ سالانہ اجلاس اور دیگر اہم امور پر گفت وگو ہوتی رہی، کئی معاملات طے ہوئے اور ایک بجے کے قریب قاضی صاحب کے تقاضہ کے باوجود میں آپ سے رخصت ہو کر شام سات بجے امرتسر پہنچ گیا،

حقیقۃ السیادہ

اس میں ثابت کیا گیا ہے، کہ قریش کا خاندانی لقب "سید" ہے اور اس میں سے سادات بنی ہاشم کا لقب سید شریف ہے، جو لوگ سادات قریش کو "شیخ" کے لقب سے ملقب کرتے ہیں غلطی پر ہیں اس لئے ہر قریشی پر یہ ضروری ہے کہ اپنے ناموں کے ساتھ لقب "سید" ضرور لکھیں، کتاب قابل دید ہے، مصنفہ حکیم مولوی سید فرید احمد صاحب عباسی ۱۲؍ کے ٹکٹ بھیجکر منگائیں، مینجر القریش

مسلمان صاحبزادے

اسی سفر کے دوران میں جس کا مختصر تذکرہ آپ ملاحظہ کر چکے ہیں ایک رات ایک مقام پر ۹ بجے ہی میرے معزز میزبان علیحدہ کمرہ میں آرام کا تمام سامان مہیا کر کے باہیں خیال مجھ سے علیحدہ ہو گئے کہ میں آرام کروں، زکام اور تکان کی وجہ سے سر درد شدت سے تھا، میں لیٹ گیا، لمپ جل رہا تھا، میں ابھی سویا نہ تھا کہ نئی تہذیب کے تین دلدادگان میری کمرہ میں داخل ہوئے، ان میں ایک ہائی کلاس کا متعلم اور ایک غالباً کالج کا طالب علم تھا۔ تیسرا شاید کسی پہاڑی ... کی اولاد تھا۔ جو بدقسمتی سے ایف، اے تک پہونچکر کالج سے علیحدہ ہو چکا تھا، اس کے سر پر نائب تحصیلداری کی خیالی امیدواری کا بھوت سوار تھا، اس موہوم امید پر اسکی آنکھیں اندھی ہو چکی تھیں، اس نے چھوٹتے ہی عشقیہ چوچلے شروع کر دئے اور بہت دیر تک اسی بک بک اور بیہودگی میں یہ نوجوان تہذیب و شائستگی کا خون کرتے رہے، میں خاموش لیٹا تھا، مگر اس خیال سے کہ شاید انہیں میرے سو جانیکا شبہ ہو، میں نے پہلو بدلا، اس پر اس مخبوط الحواس مادر پدر آزاد امیدوار نے بھی اپنی شغل کا پہلو بدل دیا، مذہب پر تبصرہ شروع ہوا، نماز پر شرکا نہ و ملحدانہ حملے ہونے لگے، اپنی خیال کی تائید میں علامہ اقبال کے شعر بھی پیش کئے گئے، مذہب آزادی کی راہ میں خار دار زنجیر قرار دیکر بے حجابانہ استہزا کیا گیا، عقل و خرد کے یہ دشمن جب حد سے بڑھ گئے اور انکی رسی دراز ہو گئی تو مجبور ہو کر میں نے اس موضوع پر گفت وگو کرنے سے انہیں منع کیا، تو جواب ملا، کہ لکیر کے فقیر ملاؤں کا فہم و ادراک منطق و فلسفہ کی رموز تک رسائی نہیں پا سکتا، آپ آرام کریں۔ میں نے ذرا سخت لہجہ میں کہا کہ مذہب پر استہزا مجھے گوارا نہیں، اس پر یہ مجنون میز پر سے اکتوبر کا القریش اٹھا کر ورق گردانی کرنے لگا۔ اور مولانا تصدق حسین صاحب خالد ایم-اے پی، ایچ، ڈی کی نظم "درس حیات" پر تنقید شروع کر دی، بحالیکہ وہ اسے پڑھنے کی قابلیت نہ رکھتا تھا اور سرتا سر غلط پڑھتا تھا، مگر جرأت و جسارت اور ہمہ دانی کا یہ عالم کہ اس نے اس نظم کو "غیر مربوط تک بندی" قرار دیا اور مجھ سے تائید چاہی، راہرو کو اس گورکھی ایف اے ہمہ دان نے "رہبر" پڑھا۔ اور جب بتایا گیا کہ رہبر نہیں "رہرو" ہے تو آپ اس کا مطلب نہ سمجھ سکے، یہ تھا اس کا مبلغ علم اور یہ تھی حماقت، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ، ہائی کلاس کے طالب علم کی نسبت اس سے زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں، کہ "چھوٹے میاں سبحان اللہ"،

خدا خدا کرکے مسلمان صاحبزادگان کا یہ ایکٹ ۱/۲ ۲ بجے رات ختم ہونے پر نجات ہوئی، لاحول ولا قوۃ الّا باللہ العلی العظیم،

یہ ہیں نونہالان اِسلام کی تہذیب و شائستگی اور یہ ہیں جن پر مسلمانوں کی امیدیں وابستہ ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار،

چونکہ کمسن بچوں کے عادات و اطوار پر "بدنام کنندۂ نکو نامے چند" لوگوں کی صحبت کا بہت برا اثر پڑتا ہے خاندانی وقار و عزت کو ناقابل برداشت صدمہ پہونچتا ہے اور بہت ممکن ہے کہ ان میں کوئی برخوردار صاحب خانہ کا عزیز بھی ہو، اور اس کی تربیت ایسی صحبت میں ہو کر خطرناک عواقب و نتائج کا باعث بنے اور ہمیں یہ کسی طرح گوارا نہیں لہٰذا مناسب انتظام اور اصلاح کے لئے اس جگہ خواص حقیقت کا انکشاف کر دیا گیا، ورنہ ضرورت نہ تھی،

کہنے کی جو باتیں ہوں وہ کہہ دو تو ہے بہتر ؎

۴۹۶

پرچمِ اسلام لہرائیگا پھر

(از جناب چودھری دلو رام صاحب کوثری)

کوئی دنیں و درِ دینِ مصطفےٰ آئے گا پھر
شش جہت میں پرچمِ اسلام لہرائے گا پھر

ملتِ بیضا کی پھر پھیلیگی ہر سُو روشنی
شعلۂ ادیان کفر و شرک بجھ جائیگا پھر

مہدیؑ آخر زماں فرمائینگے آخر ظہور،
صورتِ دجال سنہ کی ہر عدد کہا ئیگا پھر

شرک پر توحید غالب یک بیک آجائیگی
کفر پر ایمان فتحِ آخری پائیگا پھر

ہر طرف امن و اماں ہوگا جہاں میں بیگماں
ظلم و طغیاں کا نشاں فی الفور مٹ جائیگا پھر

خلق میں خیر القروں کا پھر زمانہ آئے گا،
مطمئن ہر شخص ہوگا اور نہ گھبرائیگا پھر

ظالموں کو مہدیؑ آخر زماں دینگے سزا
داد ہر مظلوم و بیکس بیگماں پائیگا پھر

خط و کتابت میں نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیں، مینجر،

گستاخی کی سزا

(عنوان بالا سے ذیل کا واقعہ "القریش نبی نمبر" میں نثر میں
شائع ہو چکا ہے، اب نظم میں ملاحظہ فرمائیے) ایڈیٹر

خسروِ پرویز تھا مسند نشینِ بزم کے
آسماں بھی اس کے قدموں سے زمینِ بزم کے

ملک فارس میں رواں سکہ تھا اسکا ہر طرف
اس کی لامحدود عظمت کا تھا چرچا ہر طرف

آج بھی دنیا میں سطوت اسکی ہے ضرب المثل
گونجتے تھے اس کے نعروں سے کبھی دشت و جبل

جنگجو، جنگ آزما دنیا میں تھا وہ بے نظیر
تھا کمندِ شیر افگن کا سکندر بھی اسیر

اس کے دم سے تھی لگائے رونقِ بزمِ طرب
عیش و عشرت میں بسر ہوتے تھے اسکے روز و شب

حسنِ شیریں کی اسی کے نام سے شہرت ہوئی
اسکے ہاتھوں کوہکن کی رائیگاں محنت ہوئی

مندرج تاریخ میں ہے واقعہ اک دلپسند
آرہا تھا جانبِ فارس شہِ بالا بلند ،

خیمہ زن لشکر تھا دریائے کراسو کے قریب
دلربایانہ فضا تھی اور منظر دلفریب

مطمئن تھا قلب از بس فتح روم و شام سے
دل مبرا تھا خیالِ گردشِ ایام سے

عیش بے پایاں کی اس درجہ فراوانی ہوئی
بزمِ خسرو غیرتِ بزمِ سلیمانی ہوئی

رشکِ گلشن شاہ کے قدموں سے جنگل ہو گیا
طرحِ عشرت کی پڑی جنگل میں منگل ہو گیا

ایک دن وہ جبکہ سرمستِ خمارِ عیش تھا
جوششِ مستی میں یعنی ہمکنارِ عیش تھا

عرض کی خدامِ دولت نے یہ آکر ناگہاں
کوئی قاصد لیکے آیا ہے عرب سے خط یہاں

اک اشارے میں اسے رخصت حضوری کی ملی
نامہ بر حاضر ہوا اور ایک چٹھی پیش کی ،

خط میں کیا تھا، کس نے بھیجا تھا یہ کس کے نام تھا
خسروِ فارس کو اذنِ دعوتِ اسلام تھا

دابِ شاہی سے جدا پیرایۂ تحریر تھا
بھیجنے والے کا نام عنوان پر تسطیر تھا

یعنی اس میں درج تھا فرمانِ ختمِ انبیاء

شرکتِ مذہب کی تھی ترغیب جس میں بر ملا

غیض آیا شیر کو پڑھ کر یہ گستاخانہ خط — کر دیا بس پُرزے پُرزے اسنے بے تابانہ خط

دل میں پیدا اس کے پھر میلِ دل آزاری ہوا — حاکمِ ملکِ عرب کو حکم یہ جاری ہُوا

بے ادب کو بھیجدے دربار میں بہرِ سزا — تاکہ اس کو اپنی گستاخی کا مل جائے مزا

دوسروں کو تاکہ ان باتوں کی پھر جرأت نہو — ایسے دیوانوں کی پھر تقلید کی ہمت نہو

گوشزد شاہِ مدینہ کے ہوئی جب یہ خبر — تھے لبِ اقدس پہ یہ الفاظ جاری سر بسر

"میرے خط کا حال جو مغرور خسرو نے کیا
سلطنت کی اس کی کیفیت یہی تم دیکھنا"

چشمِ عبرت سے یہ شانِ کبریائی دیکھئے — گردشِ قسمت کے ہاتھوں کی صفائی دیکھیو

خسرو پرویز جس کا بول بالا تھا کبھی — جس کے عکسِ رُخ سے محفل میں اُجالا تھا کبھی

جس کے قدموں سے زمینِ ایشیا پامال تھی — مال و دولت سے حکومت جس کی مالا مال تھی

فوجِ انجم سے بھی افزوں جسکے تھی خیل و حشم — جس کے آگے تھے سلاطیں کے سرِ تسلیم خم

بادۂ نخوت سے جو شام و سحر سرشار رہتا — محو جس کے دل سے نقشِ عظمتِ قہار تھا

دیکھتے ہی دیکھتے اس کا گیا تختہ الٹ
بات کرتے کرتے گویا ہو گئی کایا پلٹ

ہاتھ اپنی جانِ شیریں سے اسے دھونا پڑا — موت جب آئی تو عیشِ سلطنت کھونا پڑا

بیوفائی کی پسر اپنے دل میں ٹھان لی — مکر سے حیلے سے آخر کو پدر کی جان لی

باپ کے مرنے پہ بیٹا خود سریر آرا ہوا — دل میں سمجھا تھا کہ یہ میدان ہے مارا ہوا

اس پہ در پردہ مگر تقدیر تھی خندہ زناں — باپ کو مارا ملی لیکن نہ اس کو بھی اماں

تھی ہوس جسکی وہ آخر سلطنت جاتی رہی — رُوح رخصت ہو گئی تن سے سکت جاتی رہی

ملکِ خسرو میں ہوا سکہ رواں اغیار کا — ہو گیا ارشاد پورا احمدِ مختار کا

ٹکڑے ٹکڑے سلطنت فارس کی بیش و کم ہوئی
شکل صوبوں کی بنی ملکِ عرب میں ضم ہوئی

سید محمد فاروق شاہ پوری

ہولناک مستقبل

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ

(لوگوں کے احساب کا دن آگیا اور وہ غفلت اور اعراض میں مست ہیں)

(سید ظہور احمد صاحب مدیر تجلی کے قلم سے)

اللہ اللہ اس غفلت کی بھی کچھ انتہا ہے، اس اعراض و اغماض کی بھی کوئی حد ہے، سورج ڈوب رہا ہے، لیکن ہم شام کے آنیکا یقین نہیں کرتے، سیلاب ہے کہ بڑھ رہا ہے لیکن ہمکو اپنے خام در و دیوار کے متعلق کوئی اندیشہ نہیں، صدیاں گذر گئیں کہ مذہبی فضا میں یہ صدا گونج رہی ہے کہ اقتربت الساعۃ وانشق القمر قیامت قریب آپہونچی اور چاند شق ہوگیا، لیکن ہم اس صدا کیطرف توجہ نہیں کرتے، اگر ہم مسلمان ہیں، پیام الہٰی کو صحیح سمجھتے ہیں اور سرور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہے اس پر ایمان رکھتے ہیں تو ہمکو تسلیم کرنا پڑیگا کہ قیامت برحق ہے، آنیوالی ہے اور عنقریب آنیوالی ہے، جب تیرہ صدی پہلے اس کی آمد قریب تھی تو اب اسے قریب تر سمجھنا چاہیئے، اللہ کی پناہ، ایسی خوفناک ساعت جو اپنے دامن میں ہزار مرگ ناگہاں مخفی رکھتی ہے آنیوالی ہے خدا کے سچے رسولؐ نے ہمیں متنبہ فرمایا ہے اور اس کے ہولناک حوادث سے ڈرایا ہے، لیکن اس کے باوجود ہم غفلت کے بیابانوں میں بھٹک رہے ہیں اور ہمیں کبھی بھولے سے بھی اس آنیوالی گھڑی کا خیال نہیں آتا،

قیامت جس سے ہمکو قرآن وحدیث میں اس قدر ڈرایا گیا ہے اور اس قدر عبرت دلائی گئی ہے، ہمارے نزدیک ایک کھیل، ایک مذاق اور ایک ہنسی کی بات بنکر رہگئی ہے، قیامت کا مفہوم ہماری نظر اور ہمارے لٹریچر میں عجیب و غریب ہے، اس کا تذکرہ محراب و منبر میں تو کم ہوتا ہے، لیکن افسانہ اور شاعری میں بہت زیادہ قامتِ یار کو ہم قیامت سمجھتے ہیں، رفتارِ یار ہمارے نزدیک محشر ہے، یار کے وعدہ و پیمان کے ساتھ قیامت وابستہ ہے اور بس، اس سے زیادہ ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا ہے،

اے مسلمانو، قیامت سے ڈرو، خدا سے ڈرو، تم اشعار میں قیامت کا مذاق اڑاتے ہو لیکن شاید تمنے عہدِ نبوت کا یہ واقعہ نہیں سنا کہ ایک دفعہ کچھ لوگ مسجد میں بیٹھے ہوئے ہنس رہے تھے، یہ دیکھکر سرورِ عالمؐ کا چہرہ غصہ سے بھرا ہوا تابناک ہوگیا، فرمایا کہ یہ لوگ قیامت کے حساب سے فارغ ہوچکے ہیں؟

اگر فرض کرلیا جائے کہ قیامت کے حوادث ہماری زندگی میں شاید واقع نہوں اور اس سے پہلے ہم کو موت آجائے تو قیامتِ کبریٰ یعنی حشر و نشر سے بچاؤ کی صورت نہیں اور بالآخر اس خوفناک دن کا سامنا کرنا ہے جس میں ہمکو نیک و بد کا معاوضہ ملیگا اور ہمیں اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا ،

میں نے بزرگوں کے حالات پڑھے ہیں جب ان کے سامنے قیامت کا ذکر آتا تھا تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے آنکھیں پُرآب ہو جاتی تھیں ، اور بعض کی تو یہ حالت تھی کہ پہروں کے لئے بیہوش ہو جاتے تھے اور بعض تو اتنے متاثر ہوئے کہ انکی روح ملاءِ اعلیٰ کو پرواز کرگئی ، وہ قرآنی آیات جنمیں قیامت کا ذکر ہوتا تھا اگر انکے سامنے تلاوت کیجاتی تھیں تو پھر انکے ہوش و حواس بجا نہیں رہتے تھے بعض صحابۂ کرام قیامت کی ہولناک حالات سے اثر پذیر ہوکر اکثر فرمایا کرتے تھے کہ کاش ہم پیدا نہ ہوئے ہوتے ، ایک بزرگ کے سامنے سورۃ القارعہ پڑھی گئی اور وہ اسی وقت جان بحق تسلیم ہوئی ، ایک بزرگ کو کسی آہنگر کی بھٹی دیکھنے کا اتفاق ہوا ، اور دوزخ کے تصور سے وہ بیہوش ہوکر گر پڑے ،

آہ ! ایک ہم ہیں کہ کبھی قیامت کا تصور بھی نہیں آتا ، ہم قیامت سے اتنا خوفزدہ بھی نہیں ہوتے جتنا بچے مصنوعی "نکی" اور بناوٹی "بیجا" سے خوف کہاتے ہیں ، اس کا سبب اس کے سوا اور کیا ہے کہ گناہوں نے ہماری آنکھوں پر حجاب ڈالدئے ہیں اور ہمارے قلوب بداعمالی و بدخیالی سے تاریک ہو رہے ہیں"

قیامت کا کوئی دن اور کوئی وقت مقرر نہیں ہے ، لیکن اس کے متعلق جو آثار اور جو نشانات بتائے گئے ہیں ، وہ صدیوں سے رفتہ رفتہ نمایاں ہو رہے ہیں یہ ضروری نہیں کہ قیامت کے جو قریبی آثار ہیں مثلاً صور کا پھونکا جانا ، سورج کا بے نور ہونا ، ستاروں کا گر پڑنا ، ان کا ابھی عرصہ دراز میں وقوع ہو ، وہ فوراً واقع ہو سکتے ہیں اور اس لئے ہر شخص کو یہ سمجھنا چاہیئے اور یقین رکہنا چاہیئے کہ اس کی زندگی میں دنیا کے اس آخری خوفناک انقلاب کا واقع ہونا ممکن ہے ،

قیامت کی تفصیلات قرآن پاک اور احادیث مقدسہ میں جابجا مذکور ہیں ، چنانچہ سورۂ تکویر میں اس کے متعلق بارہ حادثہ بیان کئے گئے ہیں جنمیں سے چھہ قیامتِ صغریٰ اور چھہ قیامتِ کبریٰ سے وابستہ ہیں اور اس جگہ اختصار کے ساتھہ انہیں قلمبند کیا جاتا ہے ،

(۱) آفتاب کی نورانی چادر لپیٹ لی جائیگی ، یعنی آفتاب بے نور ہو جائیگا ،

(۲) ستارے جھڑ پڑیں گے ،

(۳) پہاڑ اپنی جگہ سے حرکت کریں گے ،

(۴) دس مہینے کی گابھن اونٹنیاں چھٹی پھریں گی ،

(۵) وحشی جانور خوفزدہ ہو کر بستیوں میں آ ابھریں گے ،

(۶) سمندر کھولنے لگیں گے ،

(۷) جسموں سے روح کو ملایا جایا ئیگا ،

(۸) زندہ درگور لڑکیوں کے متعلق باز پرس ہو گی کہ انہیں کس گناہ پر ہلاک کیا گیا۔

(۹) لوگوں کے نامۂ اعمال کھولے جائیں گے ،

(۱۰) آسمان کی کھال کھینچی جائیگی۔ یعنی آسمان کا پردہ اٹھا دیا جائیگا ،

(۱۱) دوزخ کو دھکایا جائیگا ،

(۱۲) جنت کو قریب لایا جائیگا ،

آفتاب کی گرمی و روشنی کے بغیر دنیا کا نظام ایک لمحہ قائم نہیں رہ سکتا ، آسمان کا ایک ایک ستارہ اس دنیا سے جسمیں ہم رہتے ہیں کہیں بڑا ہے ، ان ستاروں کے ٹوٹنے سے زمین و اہل زمین کا جو حال ہو سکتا ہے وہ ظاہر ہے ، پہاڑ جو اپنی جگہ پر قائم ہیں اور جنکی وجہ سے سطح زمین پانی پر قائم ہے جب وقت حرکت میں آئیں گے اس وقت تمام عالم تہ و بالا ہو جائیگا۔ سمندروں کا پانی گرم ہو کر جوش کھانے لگیگا۔ لیکن ان واقعات سے پہلے صور کی صدا بلند ہوتے ہی ہر ذی روح میں اضطراب عظیم پیدا ہوگا۔ چنانچہ گابھن اونٹنیاں جن لوگ بڑی احتیاط کے ساتھ باندھکر رکھتے ہیں اور ان کو عنقریب بچہ دینے کیوجہ سے سرمایۂ دولت سمجھتے ہیں ، چھٹی پھرینگی ، کیونکہ اس وقت لوگوں کی جان پر بنی ہو گی اور انہیں مال و اسباب کا خیال بھی نہ آئیگا ، یہ اضطراب انسانوں تک محدود نہ ہوگا بلکہ جانور بھی گھبرا کر جنگلوں سے آبادی میں چلے آئیں گے ، ان واقعات کے بعد تمام کائنات نیست و نابود ہو جائیگی ، اب دوبارہ صور پھونکا جائیگا۔ مردوں کو از سر نو زندگی دیجائیگی ، لوگوں کے نامۂ اعمال کھلیں گے ، اس وقت آسمان کے جو پردے نظر آتے ہیں نہ رہیں گے ، باز پرس شروع ہو گی ، ایکطرف دوزخ دھکائی جائیگی ، دوسری طرف جنت کو نمایاں اور قریب کیا جائے گا ،

انسان کو اس کے حالات و کیفیاتِ مختلفہ کی بنا پر عالمِ صغیر کہتے ہیں اور اس لئے اربابِ باطن نے ان بارہ حادثوں کو اس عالم صغیر یعنی خود انسان پر منطبق کیا ہے ، یہ حادثے موت کیوقت نظر آئیں گے ، آفتاب کے بے نور ہونے کا یہ مطلب ہے کہ روح جو عالم جسمانی میں آفتاب کی حیثیت رکھتی ہے بدن سے علیحدہ ہو جائیگی ، ستاروں کے جھڑ پڑنے کا یہ مطلب ہے کہ انسان کے حواس و قوی بیکار ہو جائیں گے ، پہاڑوں کے اڑنے سے یہ مراد ہے کہ جسم کی بنیادیں ہل جائیگی ، گابھن اونٹنیوں کے چھٹے پھرنے سے اس

طرف اشارہ ہے کہ انسان کی وہ تمنائیں جو عنقریب بر آنیوالی تھیں باطل ستارہ پائیں گی، وحوش کا بیتابیوں میں آبھرنا اس امر کا اشارہ ہے کہ اس وقت سیاہ کاریوں اور گنہگاریوں کی مورتیں حافظہ میں مجتمع ہونگی، سمندروں کا گرم ہونا اور جوش مارنا یہ ہے کہ حسرتوں تمناؤں اور خیالات میں اضطراب و انتشار پیدا ہوگا روحوں کی جسموں کیطرف واپسی سے یہ مدعا ہے کہ انسان کے تعلقات اس مادی دنیا سے منقطع ہو کر عالم روحانی سے وابستہ ہونگے، زندہ درگور لڑکیوں کی باز پرس کا یہ منشا ہے کہ انسان سے ان قوتوں کی باز پرس ہوگی جو اسے نیک کاموں کے لئے عطا کیگئی تھیں، لیکن کھولے جانیکا یہ مطلب ہے کہ اعمال کی ہیئت سامنے آئیگی اور آسمان کے پردے اٹھنے کا یہ مقصد ہے کہ روحانی دنیا کے حجابات اٹھ جائینگے دوزخ کے دھکائے جانے سے وہ سختیاں اور وہ ہولناک باتیں مراد ہیں جو اس وقت ظاہر ہونگی، اور بہشت کے قریب لائے جانیکا یہ مفہوم ہے کہ ایمانداروں کو اس وقت ہر طرح کی تسکین و طمانیت حاصل ہوگی ممکن ہے کہ موجودہ نسلوں کو قیامت کے اصلی حوادث کا سامنا کرنا پڑے، لیکن یہ ذات انسانی پر گذرنیوالے حادثے ایسے ہیں جن سے مفر کی کوئی صورت نہیں، ابو العتاہیہ نے خوب کہا ہے المؤاذماۃ قد قامت قیامتہ (آدمی جب مرتا ہے تو اسکی قیامت اسی وقت ظہور پذیر ہو جاتی ہے)

اس قدر عرض کرنے کے بعد خدا و رسول پر ایمان لانیوالوں سے یہ امید بیجا نہ ہوگی، کہ اگر ان کا دل قیامت کے حوادث کو ابھی دور سمجھتا ہوگا، تو ان حادثوں کو قریبی اور یقینی سمجھ کر اصلاح اعمال کی کوشش فرمائیں گے، اور ہولناک مستقبل کے لئے اپنے آپ کو تیار کریں گے، والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ،

معاونین سے کچھ خاص باتیں

بعنایت برادرانہ امور ذیل پر خاص اور عملی توجہ دیں، پہلے تین امور کا جواب ہر بہی خواہ کیلئے فرض ہے، چوتھے اور پانچویں کا جواب متعلقہ حضرات دیں، ہمیں یقین ہے کہ احباب برادرانہ توجہ فرمائی سے گرویدہ احسان کریں گے، انیاز مند منیجر،

(۱) اخیر نومبر تک القریش کا ہر ایک معاون کم از کم ایک ایک خریدار سے القریش کی مدد کریں، فہرست توجہ کی ضرورت ہے، ورنہ اس کے لئے کوئی زحمت نہیں (قاضی شاہ ولی صاحب وکیل، قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی اور خریدار نمبر ۴۳ مستثنیٰ ہیں)

(۲) ہر ایک معاون کا فرض ہے کہ کم از کم پانچ قریشی برادران کو یہ پرچہ پڑھنے کے دیں، شاید انجمن اور القریش دونوں یا دونوں میں سے ایک کیلئے کوئی بہتر بات پیدا ہو جائے، تعجب نہیں کہ قوم کے جمود و سکوت کی کڑیاں ٹوٹنے کا راز اسی میں مضمر ہو،

(۳) جو احباب اب تک انجمن کے ممبر نہیں ہوئے وہ اب ہو جائیں اور اپنے برادران کو شرکت انجمن و معاونت رسالہ کی ترغیب دیں

(۴) جن برادران کیخدمتیں انجمن کے سالانہ اجلاس سے متعلق خطوط لکھے گئے ہیں وہ بواپسی ڈاک مناسب جواب کی ترسیل سے مشکور ہی کا موقع دیں، خاموشی قیمتی وقت ضائع کر رہی ہے،

(۵) نمونہ کا پرچہ ملاحظہ کرنیوالے حضرات رجسٹرڈ رسالہ فرمائیں یا وی پی کا آرڈر دیں، بہرکیف منشاء خریداری و عدم خریداری

ضرور اطلاع دیں، والسلام

نادار رئیس

(واقعہ سچا ہے، سبق آموز ہے، اصل نام عمداً بدل دیے گئے)

اشرف کا باپ فوت ہوئے کچھ زیادہ دن نہ ہوئے تھے، کہ قرض خواہوں کے تقاضے شروع ہوگئے، ڈگری دار نے اثاث البیت قرق کرلیا، پیٹ بھر کر کھانے کو جی ترس گیا، ضعیف والدہ محنت کے قابل نہ تھی، بیوی میکے چلی گئی، بیچارا پڑھا لکھا تھا نہیں کہ دس روپے کی نوکری کرلے، پڑوسیوں کے رحم پر کب تک پڑا رہتا، ایک دوکاندار کے ہاں چار روپے کا ملازم ہوگیا، تربیت اچھی تھی، اشرف کی شرافت و دیانت آقا کے دل میں گھر کر گئی، تنخواہ میں کچھ اضافہ کرنے کے علاوہ اس کے خورد و نوش کا بار بھی اس نے اپنے ذمے لے لیا، اور بہی کھاتہ کے حساب کی تعلیم کے لئے امین کو ہدایت کردی،

پانچ سال تک اشرف محسن آقا کا ملازم رہا، اس اثناء میں وہ اچھا خاصہ حسابدان ہونے کے علاوہ کاروبار میں بھی اتنا ماہر ہوگیا تھا کہ مالک کی عدم حاضری میں کاروباری امور نہائت عمدگی اور خوش اسلوبی سے انجام دے لیتا،

اشرف باپ کے قرضہ کی پریشانی سے نجات پانے کی بایں حالات کوئی صورت نہ پاتا تھا، تن و توش کی ضروریات اس قلیل آمدنی میں وہ بمشکل پوری کرتا اور ہمہ وقت اسی فکر میں رہتا کہ کسطرح قرضخواہوں کے تقاضوں سے نجات پائے، محسن آقا کئی دفعہ اس سے اس کی پریشانی کا سبب دریافت کر چکا، لیکن اشرف نے مستقل مزاجی کو ہاتھ سے دیکر حرف شکائت زبان پر لانا کبھی گوارا نہ کیا،

ایک رات تذبذب و پریشانی کے عالم میں وہ بہت دیر تک اپنے مستقبل پر غور کرتا رہا، ناداری و بیکسی سد راہ تھی کوئی تدبیر نہ سوجھی، اٹھ کر بیٹھ گیا، وہ بیقرار تھا کسی پہلو چین نہ آتا، آخر چپکے سے گھر سے نکل گیا اور فیصلہ کرلیا، کہ اس زندگی سے مرجانا اچھا ہے، بہتر ہے کہ خودکشی کرلوں، رات کی تاریکی، مایوسی کا عالم، عجب نہ تھا کہ جان پر کھیل جائے، مگر بوڑھی والدہ کی بیکسی کا منظر آنکھوں میں پھر گیا، حیران تھا کہ کیا کرے نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن، عالم تنہائی میں جی بھر کر رویا، گڑگڑا کر خدا سے دعائیں مانگتا رہا، گھر آگیا اور صبر و سکون سے پڑ رہا،

صبح ہوئی خلاف معمول آقا کے گھر پر گیا اور بادل ناخواستہ رات کا تمام ماجرا کہہ سنایا۔ آقا کے

دل پر گہرا اثر ہوا، اس نے تسلی دی اور چابیاں دیکر دکان کھولنے کو کہا، اشرف دوکان کے کاروبار میں معروف ہو گیا،

آج تمام دن مالک دوکان پر نہیں آیا، اشرف نے مالک کے تمام فرائض خود انجام دیئے، کلکتہ کے سیٹھ موسیٰ اردن کو بہت بڑی مقدار میں مال فروخت کرنے اور پشمینہ کی زریں اوڑھنیاں خریدنے میں بڑی مدد دی، آڑہت اور کمیشن میں اسے کم و بیش ساڑھے چار سو روپیہ حاصل ہوا جو اس نے امین کے سپرد کر کے دوکان کے حساب میں جمع کرا دیا، مالک نے اس خلاف معمول آمدن کو اشرف کی رات کی آہ و زاری کا نتیجہ قرار دیا اور چار سو کی رقم اس میں سے اسے عطا کر دی،

اشرف نے دو سو روپے تو اس میں سے باپ کے قرضہ میں ادا کر دیئے اور چند خانگی ضروریات کے لئے ماں کو دیدئے، عید سر پر قریب تھی، باقی رقم اس نے محفوظ رکھی اور سرمائی کے ایام میں کھالیں خرید لیں، احمد سعید محمد عمر سوداگران چرم سے معاملہ کیا اور یہ تمام کھالیں ان کے سپرد کر دیں،

باپ کے قرض میں کا کچھ حصہ ادا کر دینے کیوجہ سے قرض خواہ مطمئن ہو گئے، تقاضوں کی آندھی تھم گئی اور اشرف ہشاش بشاش نظر آنے لگا۔ کھالوں کا سودا نہایت اچھا رہا، گو نفع میں زیادہ رقم ہاتھ نہ آئی مگر قسمت آزمائی میں خاصہ کامیاب رہا جس سے اس کا حوصلہ بڑھ گیا۔

اشرف کی بے مائیگی اسے علیحدہ کام کرنے کی اجازت نہ دیتی تھی، وہ زردار نہ تھا کہ ہزاروں روپے کے مال کی درآمد برآمد کا متحمل ہو سکتا، تاہم اس نے محسن آقا سے علیحدہ کام کرنے کی اجازت لیکر کمیشن ایجنٹ کی حیثیت میں کام شروع کر دیا، تین سال تک ایک کامیاب ایجنٹ کی حیثیت میں اس نے کام کیا، اب وہ "میاں اشرف دلال" کے نام سے مشہور ہے اور دور دور کے تاجروں میں اس کی امانت و دیانت کے چرچے ہیں،

سنہ ۱۹۱۱ء میں ایک امریکن ایجنٹ اس کے شہر کے ریلوے ہوٹل میں مقیم ہوا، میاں اشرف دلال کی تعریف سنی، ایجنٹ نے میاں اشرف کو خط لکھدیا، "کہ کل چار بجے شام وہ ریلوے ہوٹل میں ملاقات کرے" دوسرے روز میاں اشرف اور ایجنٹ میں مختلف تجارتی پہلوؤں پر گفت و گو ہوتی رہی، مختلف شہروں کی منڈیوں کے نرخ معلوم کر کے ایجنٹ نے میاں اشرف کی واقفیت، ذہانت اور تجربہ کی داد دی اور فیصلہ کر لیا کہ اب کسی اور سے ملنے کی ضرورت باقی نہیں، تاہم دوسرے دن وہ بازار میں گھومتا رہا کئی تاجروں اور ایجنٹوں سے ملا لیکن اس کی تسلی نہ ہوئی،

امریکن ایجنٹ نے کئی دن کی چھان بین اور تجسس کے بعد قطعی فیصلہ کر لیا کہ میاں اشرف ہی

سے معاملہ کرنا چاہیئے، اسے اطلاع دی، بلوایا اور کہا کہ میاں صاحب اگر آپ انتظام کر سکتے ہوں، تو ایک لاکھ سختہ کہالوں کا انتظام کر دیجیے، ایک ہزار روپے کا چک بیعانہ میں حاضر ہے، مناسب شرح پر" امریکن لیڈر کمپنی بمبئی" کی معرفت "سیونتھ برٹن بلاک امریکہ" میں بھجوا دیجیے، گیس کے مصالحہ کے تین سو بکس "لسڈن برادرز" کراچی کے ہاں پڑے ہیں، آپ اگر لگوا سکتے ہوں تو کمیشن طے کیجئے، ایک لاکھ سختہ کہالوں کا آرڈر گیس کے مصالحہ کے تین سو بکسوں کا کمیشن سنکر میاں اشرف کی باچھیں کھل جانی چاہئیں تھیں، لیکن اس کی سنجیدگی میں ذرہ برابر بھی فرق نہ آیا بلکہ نہایت تمکنت سے کہدیا کہ "خدا نے چاہا تو سب کچھ ہو جائیگا"

امریکن ایجنٹ نے "لسڈن برادرز کراچی" کے نام میاں اشرف کو ایک چیٹھی دیدی، کہ "گیس کے مصالحہ کے جتنے بکس میاں صاحب مطالبہ کریں بلا عذر رسید دیئے جائیں"

میاں اشرف دیانت و امانت کی دولت سے مالا مال تھا، اسے پورا بھروسہ تھا کہ منڈی میں مال کی بہگتان (بھرسائی) کا میں پورا پورا انتظام کر لونگا اور خدا نے چاہا تو دن پھر جائیں گے،

دوسرے دن میاں اشرف نے بازار کی ہوا معلوم کی، مختلف تاجروں سے امداد کا طالب ہوا، ایک شریف، دیانتدار، پابند عہد سے کسے ہمدردی نہ تھی، امکان بھر سب نے فراہمی مال میں امداد کا وعدہ کیا، بیس روز کے اندر اندر کہالوں کی فراہمی میں میاں اشرف کامیاب ہوگیا اور "امریکن لیڈر کمپنی بمبئی" کو تار دے کر کراچی چلا گیا، آٹھویں دن گیس کے مصالحہ کے بکس لیکر واپس آگیا، "امریکن لیڈر کمپنی" کا جواب آچکا تھا، ایک لاکھ سختہ کہالوں کے بنڈل تیار کر کے چالان کر دیا، اور مصالحہ کے آرڈر لینے شروع کر دیئے انیس دن کے اندر اندر وہ تمام بکس مختلف شہروں میں فروخت ہو گئے، اور لسڈن برادرز کو اطلاع دیدی گئی،

دیانتداری اور وفائے عہد کی وجہ سے اس سودے میں اشرف کو کثیر نفع ہوا، باپ کا قرض جو سود در سود کے سبب دگنا، چوگنا ہو گیا تھا کوڑی کوڑی ادا کر دیا گیا، تاجروں رئیسوں اور شہریوں کی نظر میں نادار اشرف کی بڑی قدر ہے، اب وہ سرکلر روڈ پر ایک عالی شان مکان میں پر تکلف زندگی بسر کرتا ہے، بیسیوں نوکر اور غرضمند میاں اشرف کی بلائیں لیتے ہیں، شہر کے معزز ترین روسا میں اس کا شمار ہے، اور لاکھوں روپے کا کاروبار ہے،

آج وہی نادار اشرف "میاں محمد اشرف رئیس اعظم" خطاب کیا جاتا ہے، وہ میونسپل کمشنر بھی ہے اور آنریری مجسٹریٹ بھی،

یاد

مکرمی مولوی امیر علی صاحب فاروقی (ہیڈ ارینٹل ٹیچر) کی
قلمی امداد کی یہ پہلی سطر ہے، کیا خوب لکھا ہے، ع
اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

مولانا روم اپنے گنجینۂ علوم میں سالکانِ راہِ ہدیٰ، محبانِ خدا سے یوں ہمزباں ہوتے ہیں ؎

بشنو از نے چوں حکایت میکند — وز جدائیہا شکایت میکند

عارف جامی رح اسی شعر کی تفسیر میں زبانِ حقیقت ترجمان سے درفشاں ہیں ؎

خنّذا روزے کہ پیش از روز و شب — فارغ از اندوہ و آزاد از طلب

کیا کہوں، کس یاد نے دل کو بے چین کر دیا، کس خیال نے جگر کو خون اور خون کو آنکھوں کے رستہ بہا دیا، آنکھیں دیکھتی کی دیکھتی رہ گئیں ؎

خود جھلک دکھا کے پردے میں چھپ گئے — اور کہہ گئے نگاہ کو ڈھونڈا کرے کوئی

صدمہ زدہ دل سے آواز آنے لگی ؎

کیا ہی وہ دن تھے طبیعت جب کہیں آئی نہ تھی — رنج سے واقف نہ تھے غم سے شناسائی نہ تھی

اس سے آگے کیا تھا، حیرت، استغراق، بیخودی، وحشت، دشت نوردی، جنون، آوارگی، تجسس، الحاح، آہ وزاری ؎

شب تاریک و بیم موج و گرداب چنیں ہائل — کجا دانند حالِ ما سبکبارانِ ساحلہا

یونہی یہ ترنگ کسی کے کان میں آئی، سننے والا غور سے دیکھنے لگا، بھانپ گیا، کہ یہ وہی ہے جس نے کل سر دربار رسوا کیا تھا، دنیا کی عجوزہ نادرہ کار کو زیورات مرصع، لباس ہائے گوناگوں، تصنع و تکلفوں سے آراستہ و پیراستہ کیا، کچھ کان میں کہا اور بھیج دیا، خود مستانہ وار لگا جھومنے کہ دیکھئے اب کہاں جاتا ہے آیا تھا الاپتا ہوا ؎

میں ہی مسجودِ ملائک تھا بشکلِ آدم،

ہم نے برسرِ راہ اسی مسافر کو تھکا ماندہ زمانہ سے چکنا چور، دم توڑتے ہوئے پایا، وحسرتا! جن سے

نوحہ خوانی کی امید تھی وہ بغلیں بجاتے نظر آئے، مگر راہ رو مسافر، رہی دم وخم، پھر ہمیو قع کی شہنائی بجانے لگا سے

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق　　ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

کسی محرم راز سے اشارہ سے پوچھا، کہو کیا دیکھا؟ جواب ملتا ہے یہ ایک معمّا ہے جو حل نہیں ہو سکتا ایک راز ہے جس کا افشا ممکن نہیں،

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

امیر علی فاروقی

خمسہ

بر غزل بلے بدل اعلحضرت سلطان العلوم، محی الملت والدین تاجدار دکن ادام اللہ فیوضہ وحشمتہ

ناکامیٔ انجام کی پروا نہ مگر کی،　　پھر اس پہ ہمیشہ رہی امید نظر کی

یہ عمر اسی فکر و تجسس میں بسر کی　　تھوڑی سی اگر خاک تری راہگذر کی

مل جائے تو بنجائے دوا دردِ جگر کی

سرگرم تمنا ہے اسی راہ کی راہی　　رجحانِ دلی ہے اسی مقصد کی گواہی

ہے دور تو پاس آئے نہ قسمت کی سیاہی　　تا حشر نمودار نہ ہو صبح الٰہی

ہمنے یہ دعا وصل کی شب تا بسحر کی

عدو سے کہیں بڑھ کر ہو سرگرم دعا ہم　　کرتے بھی تو کیا فکر کوئی اسکے سوا ہم

سمجھے ہوئے بیٹھے تھے یہ فطرت کی رضا ہم　　کرتے ہی رہینگے وہ جفا اور وفا ہم

عادت کبھی چھوٹیگی ادھر کی نہ ادھر کی

اک جوش میں رہتی ہیں تمنائیں برابر　　پاتا ہے دل اپنا ہوسِ دید میں مضطر

مشتاق رہا کرتا ہوں اس غور میں اکثر　　کس آنکھ سے دیکھوں تجھے ای شافعِ محشر

باہر ہے تجلی تری طاقت سے نظر کی

جب تاج ریاست کو رکھا سر پہ ہمانے　　اقبال نے حاصل کئے شاہی کے خزانے

گاتے تھے ہوا خواہ خیالی یہ ترانے　　عثماں تجھے اعزاز جو بخشا ہے خدا نے

یہ شئے نہیں تقدیر میں ہر ایک بشر کے

خیالی برہانپوری مرحوم

مُراسلات

واجب الاحترام جناب ایڈیٹر صاحب رسالہ انوسیش زاد عنایتہ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ،

اس استفسار کے جواب میں کہ تمام عربی النسل کی ایک ہی متحدہ انجمن ہونی چاہیئے ، گذارش ہے کہ اسلام پاک کے احکام ایک ایسا مکمل اور جامع دستور العمل موجود ہے جسمیں معاد و معاش دونوں کی اصلاح وفلاح وابستہ ہے اور برخلاف دنیوی قوانین کے قیامت تک اسمیں تغیر وتبدل کو راہ نہو گی ،

جو شخص دائرہ اسلام میں داخل ہو جاوے ، اسلام اس کو مساوات کا درجہ دیدیتا ہے ، خواہ کالا ہو یا گورا امیر ہو یا فقیر ، پادشاہ ہو یا گدا ، چنانچہ اسی بنا پر آقا اور غلام دونوں مسجد میں شانہ بشانہ کھڑے ہوتے ہیں ایسی نہیں بلکہ دسترخوان پر برابر بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں ، کار خیر اور دفع شر میں برابر کے شریک اور ساعی ہوتے ہیں ، مزید براں پادشاہ اور رعایا اپنے اپنے حقوق کے حاصل کرنے کے لئے برابر کی بحث کر سکتے ہیں عدالت میں شاہزادہ اور قلاش دونوں ہمدوش کھڑے ہوتے اور تعزیرات اور قصاص میں ان پر برابر کا عمل ہوتا ہے ، الانف بالانف وَالسِّنّ بِالسِّنّ ، یعنے ناک کے بدلے ناک اور دانت کے بدلے دانت

چنانچہ قبیلہ بنی مخزوم سے جو قبائل عرب میں ایک ممتاز قبیلہ تھا ، ایک عورت نے زیور چرایا اور اثبات جرم پر اس کے ہاتھ کا کاٹنا لازم آیا جس کے متعلق بعض اصحاب کبار تائل میں آکر حضرت سید کائنات مفخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر عرض گذار ہوئے کہ یہ عورت ایک ممتاز خاندان سے ہے اگر اس کا ہاتھ کاٹا جائیگا تو بڑی بدنامی ہو گی اس لئے کیا کوئی ایسی صورت ہو سکتی ہے کہ ہاتھ کاٹنے کی بجائے اس کو کسی اور طرح کی سزا دیجائے ، حضور صلعم نے فرمایا - کہ ایسے کام تو یہود کرتے ہیں کہ دولتمند آدمی کی سزا میں تاویلیں کر کے چھوڑ دیتے ہیں اور غریب کو پوری شرعی سزا دیتے ہیں اسلام میں یہ تصرف جائز نہیں ، اگر میری بیٹی فاطمہؓ ایسے جرم کی مرتکب ہو تو میں اس کے بھی ہاتھ کاٹ دوں ،

باوصف اس مساوات کے اسلام نے دنیوی وجاہت سے بھی اغماض نہیں کیا اور ایسے قوانین تجویز فرمائے ہیں ، جن سے دنیوی انتظام میں فسرق نہ آوے ، مثلاً پادشاہ وقت کے فرمان کی اطاعت بشرطیکہ خدا کے حکم کے برخلاف نہو رعایا پر فرض ہے ، اگر رعایا میں سے کوئی سرتابی کرے تو وہ باغی ٹھیرایا جائیگا اسی طرح نوکر کو آقا کی فرمانبرداری ، غلام کو صاحب کی خدمت گذاری لازم کی گئی ہے ، اسی طرح شریف

اور رذیل کے مراتب میں فرق رکھا گیا ہے، مثلاً اگر کسی شریف خاندان کی لڑکی بیخبری میں کسی رذیل کے گھر میں بیاہی جائے تو معلوم ہو جانے پر قاضی فسخ نکاح کا حکم دیدیتا ہے،

ایک شخص دو مونہہ تھا اور اس نے وسمہ لگا کر اپنے تئیں جوان بنایا اور ایک عورت سے نکاح کر لیا۔ چند روز میں اس کے سفید بال ظاہر ہو گئے، اس عورت نے حضرت عمر بن الخطابؓ کے حضور میں کہ وہ اسوقت خلیفۂ وقت تھے استغاثہ کیا کہ اس شخص نے مجھے دھوکا دیا۔ کہ جوان بنکر مجھ سے نکاح کیا، آپ نے اس شخص کو سزا دی اور نکاح کے فسخ کا حکم دیدیا،

اسی قاعدہ پر اقوام اور ذوات کا لحاظ کیا گیا، اگرچہ خدا کا کلام پاک یہ ہے کہ ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم، تم میں زیادہ شریف وہ ہے جو خدا سے زیادہ ڈرنے والا ہے لیکن باایںہمہ شریف اقوام میں ایک خاص مادہ مبنی مصلحت دیکھکر ان کو فوقیت دیگئی ہے، حدیث صحیح ہے کہ قیامت کو تمام ذاتیں محو ہو جائینگی، الّا قریش کی ذات،

جب رسول اکرمؐ کا وصال ہوا اور ضرورت ہوگئی کہ دینی اور دنیوی انتظام کے لئے کوئی خلیفہ بنانا چاہیئے تو اس وقت سردارانِ انصار ایک مکان میں جمع ہو کر مشورہ کرنے لگے کہ مہاجرین پر ایک مہاجر اور انصار پر ایک انصار خلیفہ مقرر ہو جائے، حضرت ابابکر صدیق اور عمر بن الخطابؓ اس مکان پر گئے، اور گفتگو کے بعد حدیث پڑھ کر سنائی کہ خلیفہ قریش میں سے ہونا چاہیئے، چنانچہ سب نے آمنا وصدقنا کہہ کر اسی وقت حضرت صدیق ابابکرؓ کی بیعت کرلی،

عرب میں حضرتِ عمرؓ کو نسب دانی کا منصب حاصل تھا، جہاں نسب میں کچھ جھگڑا ہوتا۔ آپ ہی اس کا فیصلہ کرتے،

اس بیان سے ثابت ہوا کہ ذات اور قوم کی شرافت کو دنیاوی عزت اور انتظام میں کچھ دخل ہے جب یہ حال ہے تو پھر ذات کی حفاظت اور اسے زندہ رکھنے میں کیوں غفلت روا رکھی جائے اور بدیہی طور پر اس کا اثر ہر کس وناکس کے پیش نظر ہے،

"انجمن قریشیان پنجاب" قریش کی مجلسِ اجتماع ہے، عوام مسلمین کی مجلس نہیں، یہ انجمن خالص قریشیوں کی اصلاح حال کے لئے مقرر ہوئی ہے، پھر اس میں مشتبہ اقوام کو کیوں داخل کیا جائے، حالانکہ نسب کی حفاظت کے لئے صحیح بخاری کی حدیث ہے، اِنَّ مِنْ اَعْظَمِ اِفْتَرَاً اَنْ یَّدَّعِیَ الرَّجُلُ اِلٰی غَیْرِ اَبِیْہِ اَوْ یُرِیَ عَیْنَیْہِ مَالَمْ یَرَیَا اَوْ یَقُوْلُ عَلَی الرَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَالَمْ یَقُلْ درحقیقت بہت بڑا افترا ہے جو شخص اپنے نسب کا دعویٰ غیر باپ کیطرف کرے یا وہ خواب بیان

کرے جو اس کی دونوں آنکھوں نے نہیں دیکھی، یا رسول اللہ کا قول یعنے حدیث بیان کرے جو آپ نے نہیں کہا) اس کے بعد آتا ہے کہ ایسا آدمی اپنی نشست گاہ دوزخ بناتا ہے. پس پایا گیا کہ اپنے تئیں کسی دوسرے کے نسب میں ملانا یا دوسرے کو اپنے نسب میں شامل کرنا دوزخ میں اپنی جگہ بنانا ہے، ایک بزرگ نے یہ بھی کہا ہے کہ ؎

تا توانی سفلہ را بر مسندِ خود جا مدہ
کفش گر زریں بود بر سر نمی باید نہاد

سرزمین ہند میں چونکہ ہر قوم نے اپنی اپنی اصلاح اور بہتری کے لئے انجمنیں بنائی ہیں اس لئے یہ مسئلہ تحقیقات کے لائق ہے کہ جو شخص قریشی ہونیکا دعوےٰ کرے کیا فقط اس کے کہنے پر ہی اس کو مجلس قریش میں شامل کر لینا چاہیئے خواہ وہ کسی حالت میں ہو؟

اللہ تعالےٰ نے ہر قوم بلکہ ہر نوع میں ایک خاصیت پیدا کر دی ہے، جو فطری اور جبلی ہے اور کبھی بدل نہیں سکتی، گھوڑے کا ہنہنانا، کوے کا کائیں کائیں کرنا، مرغ کا ککڑوں کوں کہنا انکی نوعیت پر دلالت کرتا ہے، اسی طرح ابن آدم کے خواص اور اس کی جبلی حالت چند مدت کے اختلاط سے معلوم ہو سکتی ہے

شریف گر متضعف بود خیال مبند — کہ پایگاہِ بلندش ضعیف خواہد شد
گر آستانہ سیمیں بہ میخ زر بندد — گماں مبر کہ یہودی شریف خواہد شد

پس اس تمام مضمون کا نتیجہ یہ ہے کہ اپنی قوم کے بستان کو احتیاط کی دیوار اور حفاظت کی باڑ میں میں رکھنا چاہیئے، تاکہ ہر کس و ناکس اس میں داخل ہو کر خراب نہ کر دے، البتہ یہ ضرور ہے کہ جو اپنی شرافت نسب کسی قابل تسلیم ذریعہ سے ثابت کر دے اس کو شامل کر لینے میں ہرج نہیں، اگرچہ اس کا ظاہری پیشہ کسی قدر خسیس ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ شاذ و نادر طور پر صحبت ناساز گار یا بے ہنری ایسا پیشہ اختیار کرنے پر مجبور کر دیتی ہے،

بندہ غلام غوث صدیقی پنشنر، گوجرانوالہ

بصارت و بصیرت

سیر حوادث

ترکوں کا مذہبی الحاد | مولانا مرسی محمود مصری "الہلال" کلکتہ میں "ترکی جدید" کے حیثیت لکھتے ہوئے رقمطراز ہیں، کہ

"ترک ہیٹ پہنتے ہیں اور نماز کے وقت یا تو معمولی کپڑے کی ٹوپی پہن لیتے ہیں اور یا سر پر رومال باندھ لیتے ہیں، اکثر ان میں ایسے بھی ہیں جو نرم ہیٹ پہنتے ہیں اور نماز کے وقت اسے گھما کر بلند کنارا پیچھے کرکے نماز پڑھتے ہیں، عقیدت و احترام کے ساتھ صفوں میں بیٹھتے ہیں، خشوع خضوع ان پر طاری ہوتا ہے، وہ جیوش المسلمین اور عساکر المجاہدین کے لئے دعائیں کرتے ہیں ان کے ایمان میں وضع قطع کی اس انتہائی تبدیلی کے باوجود ذرہ برابر بھی فرق نہیں آیا۔"

ترکوں کا ایمان بہت مضبوط ہے، وہ داڑھی منڈانے، ہیٹ پہننے اور نصرانیت کا گہرا رنگ آجانے پر بھی متزلزل نہیں ہوتا، سچ ہے،

زاہد شراب پینے سے کافر ہوا میں کیوں
کیا ڈیڑھ چلو پانی میں ایمان بہہ گیا!

ایمان کوئی ایسی چیز تو ہے نہیں کہ اسوہ نبوی کی خلاف ورزی ایسی معمولی باتوں سے متزلزل ہو جائے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن،

آہ! وہ ترک جنہیں شریعت حقہ کا عروۃ الوثقیٰ کسی طرح چھوڑنا گوارا نہ تھا، وہ ترک جو امانت خلافت کے حامل تھے، آج مذہب سے آزاد نظر آتے ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ آج ان پر ملحد و مشرک ہونے کا شبہ ہو رہا ہے،

اس بے راہ روی کے باوصف ترکوں کے ایمان میں اگر آج فرق نہیں آیا تو کل بھی اور وہ دن دور نہیں جب فیشن کی نزاکتیں انہیں نماز سے بھی بے نیاز کر دینگی ہمیں اسباب سے کوئی خوشی نہیں ہو سکتی، کہ ترک ہیٹ پوش ہونے کے باوصف نماز میں شریک ہوتے ہیں، بلکہ یہ افسوس اور رنج کا

مقام ہے کہ وہ ترک جن سے مسلمانوں کو ایک محبت، ایک انس اور ایک عقیدت ہے مذہب سے بیگانہ اور تعلیم اسلام سے بے پروا ہو رہے ہیں، اور اگر انکی آزادی کے یہی لیل و نہار رہے تو مستقبل قریب میں ٹرکی سے مذہب کا جنازہ اٹھتا ہوا دُنیا کی آنکھیں دیکھ لینگی،

ہم حیران ہیں کہ آخر وہ کیا مصیبت تھی جو ترکوں کے سر سے اس قطع و برید کے سوا ٹل نہ سکتی تھی وہ کونسے مذہبی و سیاسی امور تھے جو ہیٹ پوشی اور نصرانیت کے بغیر طے نہ ہو سکتے تھے، ہم تو صاف صاف کہینگے کہ

گر یہی ہے اس گلستان کی ہوا،
شاخِ گل اک روز جھونکا کھائیگی

مولانا خوش ہیں کہ ترکوں کا ایمان بڑا سخت ہے معلوم نہیں مولانا ایمان کو کیا سمجھتے ہیں، ہمارا ایمان تو یہ ہے کہ

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

کیا کوئی ہے جو مصطفےٰ کمال پاشا اور دیگر مقتدر ترک حضرات کو متنبہ کرے؟

مذہبی اخبارات کی بے راہ روی | فرشِ زمیں کفر و طاغوت کے غبار سے آلودہ ہے، اسلام نرغہ میں ہے اور خطرناک منازل طے کر رہا ہے، دشمنانِ اسلام عداوت و کدورت کے اظہار میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں ہونے دیتے، مگر مسلمان! اللہ، اللہ،

وہی انداز مستانہ جو پہلے تھا وہ اب بھی ہے

انہیں وہی لے اور وہی خمار، شغلِ تکفیر اسلام کی سب سے بڑی خدمت قرار پاگیا ہے، مقلد و غیر مقلد حنفی و وہابی، احمدی و بہائی کے جگر خراش تقاضوں پر گوناگوں حوادث کا یہ طوفان ذرہ برابر بھی اثر انداز نہیں ہو سکا،

ہمارے مذہبی اخبار، ہمارے واعظین کے خطبے اسی تو تو، میں میں سے پُر نظر آئینگے، انہیں زمانہ کے رنگ اور ہوا کے رُخ سے کوئی سروکار نہیں،

بگڑتی ہوئی بہت ہے کچھ اس باغ کی ہوا

ایک طرف اگر شدھی و سنگھٹن نے مسلمانوں کے لئے عرصۂ حیات تنگ کر رکھا ہے تو دوسری طرف خود مسلمان اپنا آپ خون کر رہے ہیں اور فروعی اختلافات سے اپنی اجتماعی طاقتوں کو منتشر و پراگندہ کرکے

اسلام کو کمزور تریں بنا رہے ہیں،

مذہبی جرائد میں سے بعض نے تو اس افسوسناک چھیڑ چھاڑ کو وجہ معاش بنا رکھا ہے، انہیں مسلمانوں کی فرقہ وارانہ کشمکش میں اپنا اُتو سیدھا کرنا مقصود ہے ورنہ اسلام سے کوئی ہمدردی نہیں، اسی طرح بعض ملّانے اور واعظ تنورِ شکم کا ایندھن مہیا کرنے کے لئے ایسے کام کرگذرتے ہیں جو کسیطرح بھی اسلام کے لئے مفید نہیں ہوتے، سرحد کا شیعہ سنی ہنگامہ انہی حضرات کی کارگذاری کا ایک نتیجہ ہے،

ہم ان مذہبی اخبارات اور واعظین سے یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ خدا کے لئے وہ اس پریشانی اور مصیبت کے زمانے میں تو اپنی ان حرکات سے باز آئیں اور اسلام پر رحم کریں، باہمی سر پھٹول اور خانہ جنگی کا تماشہ دیکھنے کا یہ وقت نہیں، آپ اپنی قلم کاری اور آتش بیانی فرزندانِ توحید کے خلاف تو استعمال نہ کریں، ازمہ اور ابتلا کے وقت میں بھی اگر تم اسلام کی کوئی خدمت انجام نہیں دے سکتے تو نہ سہی مگر کلمہ گویاں کو مختلف فرقوں میں نفرت و حقارت کے جذبات مشتعل کرکے آتش فساد بھڑکانے کی مساعی بھی تو نہ کریں،

ہمارا فرض ہے سمجھائے جانا

تمہارا کام ہے مانو نہ مانو

فساد و خونریزی کا ذمہ دار کون ہے؟ ہندو مسلم فساد اور فرقہ وارانہ جنگ وجدل کے اسباب و علل پر مختلف خیالات کا اظہار ہو رہا ہے، مسلمان ہندوؤں کو ذمہ دار فساد قرار دیتے ہیں تو ہندو مسلمانوں کو، ایک دوسرے کو مورد الزام قرار دینے میں اپنے تئیں حق بجانب سمجھتا ہے، لیکن واقعات کا جہاں تک تعلق ہے حقائق جہاں تک ایک دوربین نگاہ اور دقیقہ رس دماغ کی رہنمائی کرتے ہیں، اس ناقابل انکار حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے کہ ہندوستان میں فتن و فساد اور رقابت مذہبی کی آگ مشتعل کرنے میں شُدھی سنگھٹن پراپیگنڈا کو بہت کچھ دخل ہے،

آریہ سماجیوں نے ایسی کتابیں شائع کیں جن میں مذہب اسلام، پیغمبر اسلام پر ناپاک رکیک حملے کئے گئے، مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو سخت صدمہ پہونچایا گیا، انکی سخت دل آزاری کیگئی، مگر مسلمانوں نے اس انتہائی اشتعال انگیزی پر بھی آئینی طور پر نئے قانون کا مطالبہ کیا،

آریہ لیڈر اپنی تقریروں میں ہمیشہ یہی کہتے رہے کہ مسلمان ہندوؤں کے جانی دشمن ہیں اور وہ ہندوؤں کو تباہ و برباد کرنیکا تہیہ کرچکے ہیں، ہندو مسلمانوں کے مقابلہ میں جسمانی طور پر کمزور ہیں، انہیں چاہیئے کہ کشتی لڑنا، ڈنٹر پیلنا، گتکہ پھرانا اور بنوٹ سیکھیں، تاکہ مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے ان میں طاقت و قوت پیدا ہو جائے، ہندوؤں کے جذبات مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے کے لئے یہاں تک بھی کہہ دیا جاتا رہا ہے

کہ مسلمانوں کے ہاتھوں ہندو خواتین کی عزت وعصمت محفوظ نہیں، بس یہی وہ تعلیم ہے جو فضا کو مکدّر ومسموم بنا کر رقابت مذہبی کی جنگ کا باعث ہوئی،

صدیاں نہیں گذرگئیں، ابھی کل کی بات ہو کہ اسی سرزمین پر ہندو مسلمانوں کے تعلقات نہایت خوشگوار تھے، وہ ایک دوسرے کے رنج وراحت میں شریک ہوتے اور بھائی بھائی کیطرح ایک دوسرے کے کام آتے تھے، سنگھٹنی پراپگنڈا کا اثر جن دورافتادہ بستیوں میں ابھی تک نہیں پہونچا، یا جہاں ان مہاسبھاؤں کا دم قدم نہیں ہے اور صرف سکھ اور مسلمان ہی آباد ہیں، وہاں ان تعلقات کی آج بھی وہی مثالیں پائی جائینگی، مسلمانوں کی رواداری ومسالمت پر غور کیجائے تو تاریخ کی معتبر شہادتیں ثابت کردینگی، کہ انہوں نے کبھی اور کسی زمانہ میں بھی رقابت مذہبی اور غیر مسلموں کی دل آزاری کے وسائل اختیار نہیں کئے اور نہ ہی اسلام اس کی انہیں اجازت دیتا ہو،

موجودہ شر وفتن اور ہنگامہ آرائی کی ذمہّ داری کا صحیح پتہ لگانے کے لئے اگر ہندو مسلم جرائد کے کالموں کا مقابلہ کیا جائے اور دیکھا جائے کہ افتراپردازی کے جوشیلے مضامین، غلط خبروں کی اشاعت اور چھوٹے چھوٹے امور کو اہمیّت دیکر بات کا بتنگڑ بنانے میں کس کا قدم آگے ہے تو نہایت آسانی کے ساتھ فیصلہ ہو جائیگا۔ کہ فتن وفسادِ موجودہ کا کون ذمہ دار ہے،

عالمِ نسواں آزادی کی شاہراہ پر | انقلاب زمانہ کے ساتھ ساتھ طبائع اور فیشن میں بھی غیر معمولی تغیّر واقع ہو رہا ہے اور یہ اس قدر حیرت انگیز ہے، کہ قرونِ ماضیہ میں اس کی نظیر نہیں ملتی، مراسم پردہ کی مخالفت وموافقت کا قضیّہ ابھی طے نہیں ہوا، تاہم بعض ممالک اور بعض قبائل میں پردہ آزادی کا دشمن اور ایک مذموم رواج قرار دیکر ترک کر دیا گیا ہے،

دِمشق میں اس مسئلہ پر خوب لے دے ہو رہی ہے، ایک فریق کا خیال ہے کہ "مسلم عورت اب بھی پردہ میں رہکر ترقی اور تہذیب کے سبق سیکھ سکتی ہے"، لیکن دوسرے کا خیال ہے، کہ عورت کو پردہ کے رسن وبند سے آزاد رہ کر مراحل زندگی طے کرنے چاہئیں، اور مغربی عورت کے برابر کام کرنا چاہیئے، مغرب میں عورت ہی خاندان کا مرکز ہے، عورت ہی پوری قوم ہے"،

نسوانی آزادی کا دوسرا پہلو جواب مرض متعدی کیطرح عالمگیر ہو گیا ہے، اور بغیر کسی حیص وبحث کے اطراف واکناف عالم پر اثر انداز ہو گیا ہے، وہ بالوں کا کٹانا اور ماپ کر رکھنا ہے،

جرمنی میں تو یہ مرض اس شدت کے ساتھ پھوٹ نکلا ہے، کہ وہاں مقامی کونسل نے بال ترشوانے والی عورتوں کو ٹیکس لگا دیا ہے اور فیصلہ کر دیا ہے کہ ۱۶ سال تک کی لڑکیاں بالوں کو بغیر محصول کے

ترشوا سکتی ہیں، لیکن اس کے بعد انہیں حجاموں کی فیس کے علاوہ ایک مقررہ رقم بطور ٹیکس ادا کرنا ہوگی،

مغربی تہذیب و فیشن پرستی کے اس مرض کی زد سے افغانستان کی شاہی خواتین بھی محفوظ نہیں رہ سکیں، چنانچہ بنت ڈاکٹر محمد یوسف علی خاں نے اپنے چشم دید حالات بالفاظ ذیل اخبارات میں شائع کرائے ہیں،

"مجھے اپنے بڑے بھائی کے ساتھ کابل جانے کا اتفاق ہوا، ہم محمد حسن خان ہندوستانی مہاجر کے مکان پر ٹھیرے، جہاں ایک دوسرے مہاجر عبدالغنی کی بیوی جو شاہی خاندان سے تھیں موجود تھیں ان کا فیشن یہ تھا، سگرٹ بکثرت پیتی تھیں، ہر گھنٹے کے بعد پوڈر لگاتی تھیں، انگریزی طرز کے بال، (بطرح آجکل مردوں کے ہوتے ہیں) کٹے ہوئے تھے، گھٹنوں سے اونچا فراک پہنتی تھیں، دن میں چار مرتبہ بال دھوئی جاتی تھے، تعلیمیافتہ نہ تھیں مگر حالات زمانہ سے خوب واقف تھیں، ہماری دیوار سے ملے ہوئے امیر مرحوم کی دو بی بیوں کے مکان تھے، انکی دو لڑکیاں میری ہمعمر تھیں، ان کا فیشن بھی موصوفہ سے ملتا جلتا تھا، فرق اتنا تھا کہ ایک لڑکی کے بال تھوڑی ناپ کر رکھے ہوئے تھے، یعنی فرنچ کٹ، دونوں ہیٹ استعمال کرتی تھیں، پانچویں جماعت میں تعلیم پاتی تھیں،

مجھے کوئی دس بی بیوں اور بیدرہ لڑکیوں سے ملنے کا اتفاق ہوا، یہ سب دو قسم کے بال رکھتی ہیں یا تو فرنچ کٹ اور یا انگریزی فیشن کے کٹے ہوئے گاؤدم، جو گھونگر یالے بناتی ہیں، وہ کسی قدر بڑے ہوتے ہیں، ممکن ہے کوئی چھوٹے بھی رکھتی ہو، گھٹنوں سے اونچا فراک، گھٹنے کھلے ہوئے، منہ پر صرف ایک جالی کا نقاب پہنے ہوئے سر بازار پھرا کرتی ہیں، بعض لڑکیاں بُرقع بھی استعمال کرتی ہیں، مگر اسمیں آدھی سے زیادہ پنڈلیاں برہنہ ہوتی ہیں، فراک کا گریبان اس قدر کھلا ہوتا ہے جس سے تہائی سینہ بالکل برہنہ معلوم ہوتا ہے، بعض گھٹنوں سے اوپر، اور گھٹنوں تک موزے استعمال کرتی ہیں، شاہی بیگمات دن بھر میں چار گھنٹے فیشن بنانے میں صرف کرتی ہیں، عام رعایائے افغانستان اسی فیشن پرستی کو برا سمجھتی ہے تاہم خاص شہر کابل کی مستورات بہت تیزی سے اسی رنگ میں رنگی جا رہی ہیں"

یورپ ان فیشنوں کا منبع ہے، وہاں نیا دن اور نیا فیشن حتیٰ کہ اب بناؤ سنگار کی نمائشیں بھی ہونے لگی ہیں، پچھلے دنوں فیشنوں کے نمونے نمایاں کئے گئے، جن میں شام کی زیب تن کرنے والی پوشاکیں تھیں اور ہر ایک میں ایک نہ ایک فیشن کی نرالی بات نکلتی تھی،

ہندوستان بھی فیشن پرست ہوگیا ہے، یہاں بھی پردہ کے خلاف جہاد کرنیوالوں کی ایک جماعت موجود ہے، کہیں کہیں بال ترشوانے اور ماپ کر رکھنے والی بھی پائی جاتی ہیں،

لنڈن میں اب ایک اخبار نویس کے زیر اہتمام خوبصورت اور خوشنما زنانہ پنڈلیوں اور ٹانگوں جسم کے بعض مخصوص حصوں تک کی تصویروں کی نمائش کی تیاریاں ہو رہی ہیں، عجب حالت ہے،

محو حیرت ہیں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائیگی

ایک ہی نام پر مختلف قوموں کی کئی انجمنیں

امرتسر میں "مراسی" برادری نے "جمعیۃ القریش" کے نام سے ایک قومی مرکز قائم کر رکھا ہے، گذشتہ دنوں ۲۹، ۳۰ اکتوبر کو اس کا یہاں ایک جلسہ بھی ہوا، اسی نام سے مراد آباد یا اسی علاقہ میں کہیں "قصاب" برادری کا قومی مرکز بھی قائم ہے جس کا ایک وفد لوازع پنجاب میں پچھلے دنوں دورہ بھی کر چکا ہے،

۱۱، نومبر کے "زمیندار" سے معلوم ہوا ہے کہ اسی نام سے سہارن پور میں بھی ایک انجمن کام کر رہی ہے، چونکہ مختلف قوموں کی ایک ہی نام سے مختلف مقامات پر انجمنیں قائم ہو گئی ہیں اس لئے اب یہ معلوم کرنا سخت مشکل ہو گیا ہے کہ فلاں انجمن کس قوم سے متعلق ہے، سہارنپور کی جمعیۃ القریش کا اس سے پہلے ہم نے کبھی نام نہیں سنا، اس لئے ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ "مراسی" برادری کی جمعیۃ القریش ہے یا "قصاب" برادری کی،

موخر الذکر جمعیۃ کی "مساعی جمیلہ" کا تذکرہ مولوی عبدالحق جنہوں نے اپنے نام کے ساتھ عباسی اور امام مسجد (الائمۃ من القریش) کی تخصیص بھی کر دی ہے کے نام سے شائع ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ جمعیۃ ہندی نژاد قریش گروں کی نہ ہوگی، تاہم ایک شبہ ہے اور ایک شک ہے جس کا رفع کرنا بہت ضروری معلوم ہوتا ہے،

چونکہ انجمن سازی اور قوم گری نے حسب نسب کی تمیز اٹھا دی ہے اور نام سے دھوکا ہوتا ہے اس لئے مولانا عبدالحق صاحب عباسی سے ہماری یہ خواہش بیجا نہ ہوگی کہ وہ سہارنپور کی "جمعیۃ القریش" کی اصلیت وحقیقت کو بے نقاب کر کے ہمارے تشکر و امتنان کا موجب ہوں،

مراسی اور قصاب حضرات سے ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ وہ "قرشیت" کے دعویٰ میں کسی طرح بھی حق بجانب نہیں، کیونکہ مراسیوں میں تو اکثر اور کثرت کے ساتھ ایسے لوگ موجود ہیں جنہیں "قریش" کے نام سے خطاب کرنا ہی "قریش" کی صریح توہین ہے، اسی طرح قصاب برادری میں بھی ایسا عنصر موجود ہے جو قریشس سے کوئی دور کی نسبت بھی نہیں رکھتا اور محض "پیشہ" کی وجہ سے "قصاب" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، لہٰذا یہ خیال کر لینا کہ تمام مراسی اور تمام قصاب قریشی ہیں ایک فاش اور کھلی ہوئی غلطی ہے، بنابریں یہ بہت مناسب ہوگا، کہ وہ مختلف قبائل کو نسب کی کسوٹی پر پرکھیں حقیقت

واصلیت کی تلاش وجستجو کریں اور پھر ان میں سے جتنے قبیلے قریش کی ذریات میں سے ہوں وہ انجمن قریشیاں پنجاب میں شامل ہو جائیں، جو باقی رہ جائیں وہ اپنی اپنی نسبی تحقیق کریں اور جو نتیجہ ہو اس پر عمل کریں، غیر باپ کی جانب اپنے آپ کو منسوب کرنا شرعاً، قانوناً، اخلاقاً اور رواجاً کسی طرح بھی جائز نہیں، نام ونمود کی خاطر ایک گناہ عظیم کا ارتکاب کوئی دانشمندی نہیں اور نہ ہی اس سے کوئی بہتر نتیجہ مترتب ہو سکتا ہے، بلکہ "قریشیں قدیم" اور "قریش جدید" کا سوال ان میں رقیبانہ چشمک پیدا کر دیگا، اور عوام کی نظروں میں دونوں کا اعتبار جاتا رہیگا، قدیم جدید کے درپے آزار رہیں گے اور جدید قدیم کے دشمن، اور اگر قریش گری کا یہی نصب العین اور مقصود بالذات ہے کہ مسلمانوں کی مختلف قوموں میں اتحاد وہمدردی کی کبھی صورت پیدا نہ ہو تو اس کا کوئی علاج نہیں،

صیح النسب قریشیوں کو یاد رہنا چاہیئے، کہ انکی غفلتیں اور بے پروائیاں رنگ لائے بغیر نہ رہنگی اب ان کا نہ نسب محفوظ رہ سکتا ہے اور نہ وقار، بلکہ اس قدر دقتیں اور پریشانیوں کا سامنا ہوگا کہ نجات پانا محالات سے ہو جائیگا اب بھی وقت ہے تم ان لوگوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کر سکتے ہو جو تمہارے نسب کو مٹانے کی کوشش کر رہے ہیں، اپنے نسب کو محفوظ کرنے کے لئے من حیث القوم تم ہر طرح کی مساعی عمل میں لا سکتے ہو، وقت ہاتھ سے نکل جانے پر ان گرہ کشائیوں سے تمہارے ناخن تدبیر عاجز رہیں گے اور تمہارا نسب مٹ جائیگا،

کشتگانِ رسوم توجہ دیں | جہان آباد ضلع شاہ پور کے رئیس اعظم کپتان ملک ممتاز محمد خان نے پچھلے دنوں اپنے فرزند کی شادی کی تقریب پر رسم ورسواج کیکدم ترک کر دیا آپ بہت بڑے رئیس اور امیر الامرا ہیں، لہو ولعب کے تمام سامان مہیا کر سکتے تھے، انہیں کوئی مشکل نہ تھا کہ دنیا کی طوائفیں اور جہان بھر کے نٹ جمع کر لیتے، مگر آپ نے ان تمام خرافات کی بجائے تمام ملازمین اور رعایا میں کپڑے تقسیم کئے، اپنے خاندان سے تعلق رکھنے والے رشتہ داروں کے تمام قرضے معاف کر دیئے، یتیموں کے قرضہ کی یادداشتیں اور دستاویزیں جلادیں، اپنے مزارعاں کے پچیس ہزار کے قریب قرضے معاف کر دئیے،

امیر زادے کی شادی کی تقریب نہایت تزک واحتشام سے سرانجام ہوئی، مگر کوئی بات بھی خلاف شریعت نہیں ہونے پائی،

اسی طرح جاگو وال چک ۴۰ ضلع لاہور میں چودھری چراغ الدین نے اپنے پوتے کی کتخدائی کی تقریب پر مولانا شیر نواب خاں قصوری کو وعظ ونصیحت اور تبلیغ کے لئے دعوت دی، کنجروں اور بھانڈوں کی خرافات کی بجائے قرآن مجید کی تلاوت اور ذکر الٰہی کا شغل جاری رہا، مسلمانوں کو رسومات قبیحہ کے انسداد، قرضہ

سے بچنے کی تلقین اور تجارت کو اپنے ہاتھ میں لینے کی پرزور ترغیب دی گئی، جملہ حاضرین سے ہر تقریب کو نہایت سادگی اور شریعت کے مطابق انجام دینے کا عہد لیا،

کیا مبارک ہیں وہ لوگ جو نیک کاموں کی طرح ڈالنے اور مسلمانوں کو منہیات سے بچنے کے لئے اپنے آپ کو نظیر میں پیش کرتے،

کشتگانِ رسوم اور لہو ولعب کے بندوں کو جو اسراف بیجا سے دنیا و دین کو بگاڑ لیتے ہیں، ان واقعوں سے سبق سیکھنا چاہیئے،

تنقید وتقریظ

پیام تعلیم کا "تاسیس نمبر" جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کا یہ پندرہ روزہ تعلیمی رسالہ مولانا سعید احمد صاحب انصاری بی اے کی ادارت میں تین سال سے بڑی آب وتاب کے ساتھ شائع ہوتا ہے، تیسری جلد کا تیرھواں نمبر "تاسیس نمبر" کے نام سے شائع ہوا ہے، جو نہایت محنت وکاوش سے ترتیب دیا گیا ہے، صوری ومعنوی خوبیوں سے آراستہ ہے، شروع میں علیا حضرت بیگم صاحبہ بھوپال کے فوٹو کے علاوہ آنریبل پٹیل مولانا ابوالکلام آزاد، مسز سروجنی نائڈو، مسٹر محمد علی جناح، سر عبدالرحیم، سر نواب آئنگر، ڈاکٹر مختار احمد انصاری مولانا حسرت موہانی اور حکیم اجمل خاں نو ہندو مسلم لیڈران کی عکسی تصویریں دی گئی ہیں، اس کے بعد اہل جامعہ کے نام ایک پیام ہے جس میں اپنے مخصوص مقاصد کا تذکرہ کرتے ہوئے یارگیری واعانت کی اپیل کی گئی ہے، باقی مضامین ایک سے ایک اعلیٰ ہے، غرض "پیام تعلیم" کا یہ خاص نمبر گوناگوں دلچسپیوں سے پر ہے تقطیع کلاں حجم علاوہ سرورق ۸۳ صفحات، ٹائیٹل رنگین، کاغذ طباعت دیدہ زیب، قیمت سالانہ عہ ششماہی ۱۲ر، خاص نمبر کی قیمت فی پرچہ ۶ر، منیجر پیام تعلیم دہلی سے طلب کیجئے،

ارشاد مولانا بہاء الحق قاسمی اچھے مقرر، قابل مبلغ اور فاضل ادیب ہیں، آپ کے زیر ادارت اس نام سے ایک پندرہ روزہ اخبار نہایت کامیابی کے ساتھ امرتسر سے شائع ہوتا ہے، پہلی جلد کا تیرھواں نمبر ہمارے سامنے ہے، یہ مذہبی وتبلیغی اخبار بڑی محنت وکاوش سے ترتیب دیا جاتا ہے، مخالفین اسلام کے اعتراضات کے جوابات نہایت خوبی سے دئے جاتے ہیں، عمدہ کتابت وطباعت کیساتھ پابندی وقت شائع ہوتا ہے، قیمت سالانہ عہ ششماہی عہ، منیجر "ارشاد" امرتسر کے پتہ سے طلب کیجئے،

تفریح قاضی اسٹریٹ بجنور سے آغا رفیق بلند شہری و محمد رفیق صاحبان کی ادارت میں اس نام سے ایک علمی، ادبی، تاریخی، سیاسی، تفریحی اور زرعی ماہوار رسالہ شائع ہوتا ہے، پانچویں نمبر کے مضامین اچھے اور بلند پایہ کے ہیں، رسالہ نہایت محنت و عرقریزی سے اڈٹ کیا جاتا ہے، انجمن مسلمین، بڑی صحبت کا اثر، عجائبات و معلومات، ایجادات و اختراعات، اپنی اپنی نوعیت کے مخصوص مضمون ہیں، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رح کے حالات بھی دلپذیر پیرایہ میں لکھے گئے ہیں اور بھی کئی قسم کے مضمون ہیں اور بجائے خود دلچسپ ہیں، حجم علاوہ سرورق ۲۰ صفحات، کاغذ عمدہ کتابت و طباعت صاف تقطیع ۲۰×۳۰/۸ قیمت سالانہ دو روپے ششماہی ۱۲/، منیجر "تفریح" قاضی اسٹریٹ بجنور (یو، پی) سے طلب کیجئے،

چمن ریڈنگ روم سوسائٹی مشن اسلامیہ ہائی سکول شیخوپور، بدایوں کا یہ تعلیمی رسالہ بی، ایچ، نسیم بی اے بریلوی کی ادارت میں دیدہ زیب صورت میں ماہوار نکلتا ہے، تیسری جلد کا تیسرا نمبر ہمارے سامنے ہے... مضامین عام طور پر دلچسپ اور قابل مطالعہ ہیں "ایک جنازے کو دیکھ کر" کے عنوان سے مضمون نہایت سبق آموز ہے، اس کے بعد طالبعلم کے فرائض اچھی، ہمارے بزرگ اور ہم اخلاقی مضمون ہیں، پھول اور کانٹا مکالمہ کی صورت میں ہے اور اچھا ہے، "باز اور مرغ" کی گفتگو بھی خوب ہے، تعلیم نسواں اور عجائبات عالم، محرم، کربلا کا ایک سین کے عنوانات سے بھی مضمون درج کئے گئے ہیں، انعامی معمے بھی دئے جاتے ہیں، کاغذ، کتابت عمدہ، قیمت سالانہ قسم اول چار روپے، قسم دوم دو، طلباء کے لئے اچھا پرچہ ہے، منیجر رسالہ "چمن" بدایوں سے ملیگا،

یدِ بیضا صوفی عبدالعزیز صاحب بی۔ اے کی ادارت میں درگاہ حضرت میاں میر رح لاہور سے اس نام سے ایک ماہوار رسالہ جاری ہوا ہے، دوسرا نمبر ہمارے سامنے ہے، صوفیانہ رنگ کے بہترین مضامین کے علاوہ طبی و صنعتی اور ظرافت کے چٹکلے بھی اس میں شائع کئے جاتے ہیں، کاغذ طباعت اور کتابت دیدہ زیب، سرورق خوشنما تقطیع الفرقان کے برابر، قیمت سالانہ تین روپے فی پرچہ ۵/، منیجر "ید بیضا" درگاہ حضرت میاں میر رح لاہور سے منگائیے،

الاشرف ابوالمحمود پیر محمد اشرف سجادہ نشین درگاہ پیر عبدالغفار شاہ رح کی اڈیٹری میں حال ہی میں یہ ماہوار رسالہ لاہور سے نکلنا شروع ہوا ہے۔ شروع میں اڈیٹر صاحب کا ایک دو صفحہ کا عکسی فوٹو ہے، آپ ایک شاندار کرسی پر تشریف رکھتے ہیں، جبہ و شملہ اور دستار وغیرہ کا فیشن نمایاں ہے، چند سطور میں صوفی المظفر کے فضائل، ایک صفحہ میں محمد قاسم کی سپہ سالاری کا تذکرہ، اور چند سطور میں "گرمی" پر خامہ فرسائی کی گئی ہے، اس کے بعد جمعہ کی رات اور دن کے فوائد، پاخانہ و استنجا کے آداب اور پھر عملیات و مجربات، جواہر ریزے، دردناک مناجات، علم قیافہ اور استفتا کے عنوانات سے بھی مضامین دئے گئے ہیں، حجم ۴۸ صفحات قیمت سالانہ بذریعہ منی آرڈر ۲/، بذریعہ وی پی ۲/، مندرجہ بالا پتہ سے طلب کریں،

کمالِ صنعت

مغربی دماغ کو ایجاد و اختراع میں کمال حاصل ہے، وہ کبھی نہ کبھی انوکھی بات کے پیدا کرنے میں معروف رہتا ہے، اور یہی وجہ ان کے عروج و ارتقا کی ہے۔ ہندوستانیوں کو اول تو پیٹ کے دھندوں سے فرصت نہیں ہوتی، اور اگر کسے خوش نصیبی سے کچھ وقت مل بھی جائے، تو وہ فضول باتوں میں ضائع ہو جاتا ہے، کاش ہمارے بے فکروں کا دماغ یورپ کے صنعتی کمال سے کچھ سبق حاصل کرنیکی جانب رجوع کرتا، ذیل میں مغربی صنعت کے کمال کی چند مثالیں ناظرین کرام کی دلچسپی و واقفیت کے لئے درج کی جاتی ہیں،

نبض دیکھنے کی مشین ڈاکٹر روڈلف گولڈ سمتھ نے ایک ایسا آلہ ایجاد کیا ہے، جو انسان کی نبض دیکھکر اس کے متعلق تمام حالات کا اظہار کر سکتا ہے، اس آلہ کا ایک سرا مریض کے ہاتھ پر لگا دیا جاتا ہے اور دوسرا سرا کاغذ کے منڈھے ہوئے ڈھول پر رکھا جاتا ہے، یہ ڈھول گردش کرتا ہے جس سے کاغذ پر اس مریض تمام کیفیت تحریر ہو جاتی ہے، اس آلہ سے تشخیص نبض نہایت آسانی سے ہونے لگی ہے، اور زمانہ قدیم کی ویدک و یونانی حکمت کی ایک زبردست کمی کو اس آلہ کو پورا کر دیا ہے،

لکڑی سے اون لنکا شائر اور بارک شائر کے پارچہ فروش ایک قسم کی لکڑی سے اون تیار کرنیکی فکر میں ہیں، اس سے اونی کپڑے دگرم پائیدار اور سستے ہونگے، گھاس کا رغن نمود، برادہ کی چینی اور لکڑی کے آنے کے بعد اب لکڑی کا کپڑا بھی تیار ہو گا، اس سے قبل اٹلی کا ایک باشندہ لکڑی کی اون بھی تیار کر چکا ہے، اس کا اون ریشم کیطرح ملائم اور اصلی اون کیطرح مضبوط و گرم ہے، اس نقلی اون کا رواج ہو جانے پر اصلی اون کی قیمت بہت گھٹ جائیگی، لکڑی کے دوشالہ کے سامنے کاشمیری دوشالہ کی کوئی قدر نہ ہوگی،

کاغذ کے کپڑے ایک امریکن خاتون "ہینری نا وڈیا" نے کاغذ کا کپڑا بنانے میں کامیابی حاصل کی ہے اس کپڑے کا نام سونا ہے، اس میں کپڑے کی طرح تانا بانا نہیں ہوتا اور نہ وزن میں زیادہ ہوتا ہے، کپڑے کی طرح دھو کر کلف کیا جا سکتا ہے، گرمی سے بھی اثر پذیر نہیں ہوتا اور چمڑے کیطرح نرم و مضبوط ہوتا ہے کسی قسم کے جراثیم بھی اس کپڑے کو نقصان نہیں پہونچا سکتے ہیں، داغ نہ ہونے سے اس کے الجھنے کا

بھی احتمال نہیں، کہ یہ کاغذ کا کپڑا اصل کپڑے کی جگہ استعمال ہونے لگیگا،

بجلی کی گائے دور دراز ممالک میں سفر کرنے والے جہازات پر اکثر دودھ کمیاب ہوتا ہے، اور ڈبہ کا دودھ اتنا مفید صحت اور خوش ذائقہ نہیں ہوتا، جتنا کہ تازہ شیر گاؤ ہوتا ہے، لہٰذا اس تازہ دودھ کی کمی کو پورا کرنے کے لئے "اسٹورٹ فرڈیک ڈگ وڈ" نے ایک ایسی کلدار گائے ایجاد کی ہے، جس سے دن میں دو تین بار دودھ حاصل کیا جا سکتا ہے، اور ہر مرتبہ سیروں تازہ تازہ دودھ مسافروں کے لئے بہم پہونچاتی ہے، (تفریح)

قلمروِ آصفیہ کی خبریں

زبان اردو اور انگریز افسر

قلمرو آصفیہ میں جو انگریز افسر متعین ہوئے ہیں، وہ زبان اردو میں کامل دستگاہ نہ رکھنے کیوجہ سے دفتری کاروبار کو انگریزی میں تبدیل کرنا چاہتے ہیں، اس پر معزز معاصر "رہبر دکن" کی رائے ہے، کہ "ایسے انگریز جو اردو کے کاغذات وغیرہ کی جانچ نہ کرسکتے ہوں، ریاست کے انتظامات کے لئے بالکل بیکار ہیں، اس لئے قبل اس کے کہ انگریزوں کا حیدرآباد کی ملازمت میں تقرر ہو، انہیں اردو میں اتنی مہارت حاصل کرنی چاہیے کہ وہ اپنے فرائض کو بوجہ احسن انجام دے سکیں، ایسے لوگوں کا تقرر پبلک مفاد کے پہلو سے ناجائز اور زیادتی پر مبنی ہے، جو اردو نہ جاننے کیوجہ سے ٹھیک طور پر کام نہ کرسکتے ہوں اس سے پہلے نظام گورنمنٹ کی سرویس میں جو انگریز افسران رہے ہیں، وہ اردو سے کافی واقفیت رکھتے تھے اور ان میں سے بعض تو ادبی لطافتوں سے بھی باخبر تھے" حیدرآباد کی زبان اردو ہے، دفتروں میں ابتدا ہی سے اردو میں کام کیا جاتا ہے، اس لئے معاصر موصوف کی یہ بیحد معقول رائے ہے، کہ انگریزوں کو گورنمنٹ آصفیہ کی سروس میں آنے سے قبل زبان اردو میں مہارت تامہ حاصل کرلینی چاہیئے،

حیدرآباد کی خوشحالی

قلمرو نظام کی مالی حالت اس کے روشنضمیر تاجدار اور باتدبیر مشیروں کی توجہ سے روز بروز بہتر ہوتی جارہی ہے، نواب حیدر نواز جنگ (مسٹر اکبر حیدری) مشیر مال حکومت نظام کے

بجٹ نوٹ بابت ۱۳۳۵ فصلی سے واضح ہوتا ہے، کہ ۱۳۳۵ فصلی میں ۱۱۴ لاکھ روپے کی بچت ہوئی، حالانکہ تخمینہ کے مطابق صرف ۵۸ لاکھ ہونی چاہیے تھی، ۱۳۳۶ فصلی میں ۶۲ لاکھ فاضلہ کی توقع ہے، ۱۳۳۷ فصلی کی آمد وخرچ کا تخمینہ علی الترتیب ۸۶۷ لاکھ اور ۸۲۴ لاکھ کیا گیا ہے، جس سے ۴۴ لاکھ کی بچت کی امید ہو، نواب ممدوح نے اندازہ لگایا ہے، کہ ان ہر سہ برسوں کی مجموعی بچت سوا دو کروڑ روپے کے قریب ہوگی، جس کا بیشتر حصہ سڑکوں کی توسیع ومرمت سرکاری عمارتوں کی تعمیر، یونیورسٹی کی نئی عمارت، سکولوں، عدالتوں اور دفاتر اور نیز پانی کی بہم رسانی وغیرہ پر صرف کیا جائیگا، علاوہ بریں اس روپیہ میں سے دہلی میں حضور نظام کے لئے ایک محل بھی تعمیر کیا جائیگا، تعلیم، حفظان صحت، زراعت، تجارت، صنعت وحرفت کی نشوونما کے لئے ریاست کے معمولی محاصل کافی ہونگے، اور ان کے لئے فاضلہ کو ہاتھ لگانیکی ضرورت نہیں ہوگی، اعلیحضرت نے ممبر مال کے حسن خدمات کے بارہ میں اظہار پسندیدگی فرمایا ہے،

معلوم ہوا ہے کہ نظام حیدرآباد کی گورنمنٹ نے ایک آرڈیننس جاری کیا ہے، کہ کسی قسم کی غیر ملکی روئی ریاست میں نہ لائی جائے،، جو اس حکم کی خلاف ورزی کریگا سزا پائیگا۔ اس کا مقصد یہ بیان کیا جاتا ہے، کہ گورنمنٹ اپنے علاقہ میں روئی کی بہت زیادہ مقدار پیدا کرنا چاہتی ہے، یہ آرڈیننس ایک سال تک جاری رہیگا،

حیدرآباد دکن کی ایک اطلاع مظہر ہے، کہ اعلیحضرت حضور نظام نے ایک فرمان صادر کیا ہے، جس کی رو سے مولوی حبیب الرشید بی اے ایم اے اور مولوی بقا الرحمن ایم اے کو اجازت دے دی گئی ہے، کہ وہ "نظام گزٹ" مرتب کرکے شائع کیا کریں، ایک اور ہفتہ وار اخبار "رعیت" بھی آئندہ ماہ کی یکم تاریخ سے جاری ہونیوالا ہے،

حیدرآباد کی تعلیمی کانفرنس نے قلمرو آصفیہ میں تعلیم لازمی اور عام کردینے کی سفارش کی ہے،

اعلیحضرت نے سابق چیف انجینئر حیدرآباد کی بیوہ کو پانچ پاونڈ سالانہ کا وظیفہ دینا منظور فرمایا ہے،

اِشتہاری طِلاؤں سے بچو

ناظرین ! یہ طلا عرصہ پندرہ سال سے نہایت مجرب زود اثر اور اکسیر ثابت ہورہا ہے ، ہم نے پبلک کی تکالیفوں کا خیال اور آئے دن طلاؤں کا اشتہاری لوگوں سے طلب کرنا اور ہمیں بجائے فائدہ کے نقصان اٹھانا خیال کرکے یہ نسخہ بلا بخل اخبار ہذا میں شائع کردیا ہے ، تاکہ ہر ایک شخص فائدہ اٹھائے اور اشتہاری طلاؤں سے گریز کریں ، یہ طلا جملہ نقائص کے لئے بیحد مفید ثابت ہوا ہے ، کجی ، لاغری سستی ، فربہی ، سختی ، تیزی ، مجلوقین کے واسطے بیحد مفید ثابت ہوا ہے ، اس لئے اس کے استعمال کرنے سے اس کا جوہر معلوم ہوسکتا ہے شوق سے اس کو تیار کریں اور دعائے خیر سے یاد کریں ، اگر کسی صاحب کو ضرورت اس کی نہ ہو تو اپنے دوستوں عزیزوں کو نسخہ ملاحظہ فرما کر طلا کشید کرنے کی اجازت فرمائیں یہ پرچہ ردی کی ٹوکری میں نہ پھینکا جائے ، بلکہ بہت حفاظت سے اس کو رکھا جائے کیونکہ خدانخواستہ کسی وقت ضرورت ہو جائے تو کف افسوس ملنا پڑے ،

نسخہ ملاحظہ ہو

مغز پستہ ، مغز بادام ، مغز فندق ، مغز چلغوزہ ، شنگرف ، زعفران ، دارچینی ، سم الفار
۳ تولہ ۳ تولہ ۳ تولہ ۳ تولہ ۲ ماشہ ۲ ماشہ ۲ ماشہ ۲ تولہ

زردی بیضہ ماکیاں ، سم اسپ نر ، قرنفل ، لونگ ، عاقرقرحا ، بیخ کنیر سفید ، سیماب ، جائفل
۱۲ عدد ۱۱ تولہ تولہ ۳ تولہ ۵ تولہ ۳ تولہ ۲ تولہ ۳ تولہ

کائپھل ، پیاز نرگس ، بیر بہوٹی ، خراطین خشک ، مال کنگنی ، بزر کتان ، کنجد سیاہ
۳ تولہ ۴ تولہ ۳ تولہ ۳ تولہ ۱ تولہ ۳ تولہ ۳ تولہ

لہسن ، تخم زردک ، تخم پیاز ، اسپند ، زنجبیل ، پیپل ، لوبان کوڑیا ، خولنجان ، بیر امنیک ،
۲ تولہ تولہ تولہ تولہ ۳ تولہ ۳ تولہ ۳ تولہ ۳ تولہ ۶ ماشہ

گھونگچی سفید ، برادہ کچلہ ، اونٹ کٹیلہ کی بیلی ، چربی مینڈک ، خون خر یعنی گدھا ،
۲ تولہ تولہ ۳ تولہ ۴ تولہ چار جونک

چربی مینڈک اس طرح حاصل کریں، چالیس مینڈک کلاں تالاب سے پکڑکر ان کا قیمہ بناکر ایک کپڑے کی تھیلی میں بھر کر مٹی کی ہانڈی میں ڈال کر ہمراہ پانی کے پکادیں، جس وقت خوب پختہ ہوجائیں تو کسی برتن میں ڈالکر ٹھنڈا کریں اور چاقو کی نوک سے اتارلیں،

خون گدہا اس طرح سے حاصل کریں، ایک گدہا جوان فربہ کو پکڑکر اس کے پچھلے پیر باندہ کر دو جونک اس کے دونوں فوطوں پر لگادیں، جس وقت فوطوں کا خون پینے لگیں گی، تو گدہے کو فوراً تندی ہوگی، وہ دو جونک اس کے جائے مخصوص کے داہنے بائیں لگادیں، جس وقت چاروں جونک خون پیکر شکم سیر ہوجائیں فوراً چھوڑکر وہ خون شامل ادویہ کرکے روغن بذریعہ پتال جنتر کشید کریں، تمام ادویہ کو باریک کرلیا جائے، حسب دستور رات کو سوتے وقت حشفہ سیون چھوڑکر مالش کریں، انشاءاللہ ایک دفعہ کے استعمال سے وہ قوت پیدا ہوگی، کہ تا زندگی قائم رہیگی اور تمام نقص رفع ہوجائینگے، تجربہ شدہ ہے اور لطف یہ ہے کہ اس طلا سے آبلہ نہیں پڑتا اور نہ کچھ تکلیف ہوتی ہے،

اگر کوئی صاحب اس نسخہ کو بوجہ وقت یا شرمندگی سے خود تیار نہ کرسکیں اور ضرورت ہو تو ناچیز سے قیمتاً جس کی قیمت فی شیشی جو کہ ایک مریض کیواسطے کافی ہوتی ہے، مبلغ پانچ روپے (صہ) معہ محصول ڈاک ہے، طلب کریں، غرضیکہ ہم کو دھوکا باز اشتہار بازوں سے بچانا مقصود ہے، جس طرح سے چاہیں، اس نسخہ کا تجربہ کریں اور فائدہ اٹھائیں، اور اگر جریان کی شکایت ہو تو ہمارے یہاں سے نسخہ اکسیر جریان یا دوا اکسیر الجریان جس کی قیمت مبلغ تین روپے (عہ) معہ محصول ڈاک ہے طلب کریں، یہ قوت باہ کے لئے بھی مفید ہے، سمجھادینا ہمارا کام ہے آئندہ ناظرین کا اختیار ہے، اگر کسی امر کی نسبت دریافت کرنے کی ضرورت ہو تو جوابی کارڈ روانہ کریں، اور پتہ صاف اور خوشخط تحریر کریں، تاکید ہے، والسلام،

المشتہر

خادم الاطبا خاکسار حکیم مشتاق احمد نجیب آباد

ضلع بجنور، یو، پی

بہترین کتابیں

پیام امین قرآن کریم کی عظمت و صداقت پر اس سے بہتر کتاب دنیا میں موجود نہیں ہے غیر مذاہب کے نامور ترین مصنفوں اور مورخوں نے قرآن کا مطالعہ کرکے جو اعلیٰ رائیں قائم کی ہیں، وہ سب دنیا بھر کی زبانوں سے ترجمہ کرکے اس میں درج کی گئی ہیں، اسکے علاوہ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ دنیا کی کس کس زبان میں قرآن کریم کے ترجمے ہو چکے ہیں اور اس نادر اور مکمل ترین صحیفہ آسمانی کی ممالک میں کیونکر ہوئی ہے۔ علامہ مشرقی، خواجہ حسن نظامی اور متعدد دیگر حضرات، اور زمیندار، سیاست، اکمل، تنظیم، مشرق، مدینہ، ہیبہ، اردو دین، الامان، التقریش خلافت، تعلیم، اردو، سچ، ریویو آف ریلیجنز، الحکم، پیغام صلح، مسلم آؤٹ لک، انٹ، مسلمان، نیو اورینٹ وغیرہ بیشمار اخبارات متفق اللسان ہیں کہ اس موضوع پر یہ اپنے طرز کی پہلی اور واحد تصنیف ہے۔ کاغذ لکھائی چھپائی نہایت اعلیٰ، قیمت مجلد صرف ایک روپیہ (عہ)

دنیائے اسلام اور عیسائیت اسلام نے کسطرح الجبرا سال تک سیاسیات اور علوم و فنون میں دنیا کی رہنمائی کی ہے اور کسطرح عیسائیت اس کے مقابلہ پر ڈٹی رہی، ایک دلفریب دلنشیں اور محرک عمل تصنیف، قیمت صرف چھ آنے (۶ر)

غازی مصطفیٰ کمال پاشا اردو زبان میں یہ اپنی قسم کی پہلی مستند اور قابل وثوق کتاب ہے جسکو دو نامور مصری مصنفوں کی تصنیف سیرت الغازی مصطفیٰ کمال پاشا سے مولوی غلام ربانی صاحب نے سلیس با محاورہ اردو زبان میں ترجمہ کیا ہے ٹرکی کے اس نجات دہندہ اور اسلام کے اس نامور فرزند کے صحیح حالات اسی کتاب میں ملینگے۔ قیمت ۱۲ر

خورشید صداقت حضرت آنحضرت نے عقائد، عبادات، اور معاملہ میں مقدس اسلام کے واضح اور روشن احکام نہایت خوش اسلوبی سے سپرد قلم کئے ہیں، آقائی دوجہاں کی بعثت کے متعلق تمام پیشین گوئیاں جمع کرکے کتاب کو نہایت دلچسپ بنا دیا ہے۔ ارتداد اور تبلیغ اسلام میں یہ کتاب بہت مدد دیگی۔ قیمت فی جلد ۱ عہ

خنجر ہلال گذشتہ جنگ ٹرکی و یونان کا ایک نہایت دلاویز ڈرامہ جسمیں جنگ یورپ کی پوری تاریخ اور ترکان احرار کی حیرت انگیز فتوحات کی تمام کیفیت ڈرامہ کی صورت میں پیش کی گئی ہے ۱ر

نیرنگ خیال ابوالحسن شیخ غلام جیلانی صاحب عاصی بی۔ اے کی بہترین نظموں کا مجموعہ ۱۲ر

مینجر "**دائرۃ العلوم**" حلقہ نمبر ۲ امرتسر (پنجاب)

سات دن میں کامل صحت

جریان ایسی موذی مرض سے بچو، اس سے سینکڑوں مہلک بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، جسم کھوکھلا ہو جاتا ہے طاقت و توانائی باقی نہیں رہتی، زندگی تلخ ہو جاتی ہے، ہماری اکسیر جریان کے صرف سات دن کے استعمال سے یہ نامراد مرض خواہ کتنی ہی پرانی ہو دور ہو جاتی ہے، فائدہ مستقل، تین ہفتہ استعمال کیجئے پھر کبھی شکایت نہ ہو گی، رقت سرعت احتلام وغیرہ کیلئے بیحد مفید، تجربہ شرط ہے قیمت ۲۱ خوراک دو روپے، علاوہ محصول ڈاک،

طلا جلق، اغلام اور دیگر ایسی بیماریوں کے مریض جو کمزوری اعصاب کیوجہ سے زندہ درگور ہوں ہمارا طلا استعمال کریں، چند روز میں جملہ شکایتیں دور ہو جائینگی، تعریف فضول، حاجتمند آزمائیں، تجربہ سے بہتر کوئی شہادت نہیں، قیمت صرف ایک روپیہ، علاوہ محصول،

اکسیر مردمی غضب کی چیز ہے اور کمال کا تحفہ، قیمت صرف دو روپے بلا محصول ڈاک،

المشتہر

منیجر "اعجاز الادویہ" امرتسر

حیرت انگیز رعایت

پندرہ روپے کی تین گھڑیاں۔ صرف دس ۱۰ روپے میں
آپ کے لیئے + آپ کے کمرہ کے لیئے + بیوی کے لیئے +

مشہور عالم ربی ٹائم پیس جرمن میڈ	ریلوے ریگولیٹر پاکٹ واچ	فابلڈ گولڈن رسٹ واچ
دیکھنے میں خوبصورت چال کا اچھا۔ پرزوں کا مضبوط۔ ٹائم کا سچا بجے سستا۔ قیمت ۵ روپے بمع محصول ڈاک پیکنگ۔ منی آرڈر فیس ۹	نکل سلور کیس خوبصورت مضبوط۔ ٹائم نہایت صحیح بتانیوالی قیمت معہ چین پانچ روپیہ آٹھ آنہ محصول ڈاک پیکنگ۔ منی آرڈر فیس ۸	نئے نئے ڈیزائن کی خوشنما فیشنی۔ پابند ٹائم بتانیکی سچی قیمت مع اسٹراپ سات روپیہ آٹھ آنہ علاوہ محصول ڈاک پیکنگ۔ منی آرڈر فیس

یہ تینوں گھڑیاں اگر آپ یکمشت طلب فرمائیں تو صرف دس روپے میں بھیجی جائینگی یہ رعایت فقط مال کی نکاسی اور مشہرت کی وجہ سے ہے اور یہ رعایت اسی وقت تک رہیگی جب تک یہ گھڑیاں اسٹاک میں رہیں گی اسکے بعد ہم قیمت کے ذمہ وار نہ ہونگے آپ فوراً ہی آرڈر بھیجدیں ایسا نہو کہ اسٹاک ختم ہو جائے اور آپ کی فرمائش کی تعمیل نہ ہو سکے +

نوٹ:۔ ایک یا دو گھڑی کے خریدار کے لئے کوئی رعایت نہیں ہے۔ ان سے پوری قیمت مندرجہ [illegible] لیجائیگی علاوہ محصول ڈاک و پیکنگ [illegible] ان کو ادا کرنا ہوگا +

پتہ ملنے کا:۔ امریکن واچ ہوس ایسٹ اینڈ ویسٹ واچ کمپنی نمبر ۸۵ مقام دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاریخی، اصلاحی، قومی

رسالہ

جسے

بفرمان عالی نشان اعلیحضرت سلطان العلوم ہز اگزالٹڈ ہائینس تاجدار دکن

حرسہا اللہ عن الشرور والفتن

مدارس محروسہ سرکار عالی کیلئے خریدے جانیکا فخر حاصل ہے

ایڈیٹر

محمد علی رونق

روز بازار الیکٹرک پریس [illegible] میں محمد علی رونق پبلشر پرنٹر نے اپنے اہتمام میں چھپایا

قواعد

۱ - "العزیز" ہر انگریزی مہینے کی ۱۶ تاریخ کو باحتیاط تمام پوسٹ کیا جاتا ہے، لہذا ۲۵ تاریخ تک اگر کسی بھائی کو موصول نہ ہو تو وہ آئندہ مہینے کی پہلی تاریخ تک دفتر سے مکرر طلب کرلیں، اس کے پرچہ نہ ملنے کی شکایت نہ سنی جائیگی،

۲ - نقل مقام کیوجہ سے جن احباب کا اڈریس تبدیل ہو جائے، ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے جدید پتہ سے دفتر کو مطلع کرکے اپنے اڈریس کی صحت کرالیں، ورنہ عدم رسی رسالہ کا دفتر ذمہ دار نہوگا،

۳ - جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیئے، ورنہ جواب نہ دیا جائے گا۔

۴ - بیرنگ خطوط وصول نہ کئے جائیں گے،

۵ - ناقابل اشاعت مضامین واپس نہ کئے جائیں گے،

۶ - ہر قسم کی خط وکتابت میں خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں،

۷ - نمونہ ملاحظہ کرنیوالے حضرات اگر منشائے خریداری و عدم خریداری سے مطلع نہ کرینگے، تو دوسری اشاعت کا پرچہ انکی خدمت بصیغہ وی پی بھیجا جائیگا جس کا وصول کرنا ان کا قومی و اخلاقی فرض ہوگا،

۸ - طلبا بشرط تصدیق سالانہ قیمت میں ۸ر کی رعایت لے سکتے ہیں مگر قیمت بذریعہ منی آرڈر بھیجنی ہوگی،

نیازمند

مینجر

فہرست مضامین

جلد [illegible] | القریش امرتسر بابتہ دسمبر ۱۹۲۷ء | نمبر (۱۲)

نمبر	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	اعتذار	ایڈیٹر	۳
۲	کلام الملک	اعلیحضرت سلطان العلوم تاجدار دکن ادام اللہ حشمتہ	۴
۳	خاتمہ جلد سیزدہم ..	ایڈیٹر	۵
۴	انجمن قریشیان پنجاب کے معاون	سکرٹری	۷
۵	مکہ کا تاجر	ایڈیٹر	۸
۶	سلام	مولانا نامی کوہ سوار نظامی	۹
۷	عہد اسلام میں جہاز رانی ..	مولانا مسعود الرحمن خانصاحب ندوی	۱۱
۸	میں کون ہوں ؟	مولوی امیر علی صاحب فاروقی	۱۴
۹	افغانستان جدید ..	ایڈیٹر	۱۷
۱۰	ایک بہائی رعائت	ایک بہی خواہ	۱۹
۱۱	در واشد آشکارا راز نہاں ہمارا	القریش	۲۰
۱۲	امداد باہمی عناد باہمی ..	ایڈیٹر	۲۱
۱۳	تاریخ کا ایک خونی ورق ..	از افادات مولانا حضرت حسین احمد صاحب مدنی	۲۳
۱۴	انجمن قریشیان پنجاب	معتمد عمومی	۲۵
۱۵	بصارت و بصیرت	ایڈیٹر	۲۶
۱۶	نظام نمبر او زبان خلق	مختلف	۳۱

اعتذار

نیاز مند ایڈیٹر ۲۸ نومبر کی سہ پہر کو دفعتہً بیمار ہوگیا، ۴ دسمبر تک ۱۰۴ کا بخار اور سخت بے ہوشی رہی، کمزوری و نقاہت کی انتہا ہوگئی، دفتر کا کام جوں کا توں ہی پڑا رہا، یہ رسالہ جو آپکی خدمت میں ایک دو روز تاخیر سے پہونچتا ہے، کمال بے اطمینانی کی حالت میں مرتب ہوا، اس لئے اس کے نقص و سقم پر جو یقیناً واقع ہو گئے ہونگے، آپ توجہ دیں، والسلام ، نیاز مند، ذوقی ،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مُلکِ الکلام

بارگاہِ نبوی میں تاجدارِ دکن کی نذرِ عقیدت

اساسِ منزلِ ہستی ز تو بپا کردند — کہ ذاتِ پاکِ ترا شمعِ رہنما کردند

بجامِ حسنِ ازل ریختند بادۂ عشق — بشیشہ جمع بہم درد و ہم صفا کردند

ز نورِ حسن نگنجید در فضائے دو کون — مگر بسینۂ ایں خستہ جاں کہ جا کردند

کلیدِ میکدہ کردند وقفِ سرمغاں — بروئے جرعہ کشاں بابِ خلد وا کردند

بساطِ قرب کشیدند چوں سرِ افلاک — بزیرِ پائے تو اے شاہِ دوسرا کردند

بہ چارہ سازیِ دلِ خستگانِ بیچارہ — نگاہِ لطفِ ترا مایۂ شفا کردند

ہر آں کہ از عرب و روم و شام و ہند و عجم — رسید بر درِ تو حاجتش روا کردند

سپاس بخت کہ بر درگہت رساند مرا — چہ جائے شکوہ کہ با من ستمہا چہا کردند

قدش کہ سایہ ندارد طفیلِ او عثماں
ہزار شکر ترا سایۂ خدا کردند

خاتمۂ جلد سیزدھم

خدائے تبارک و تعالےٰ عزاسمہٗ کے فضل و کرم سے اس اشاعۃ کے ساتھ "القریش" کی تیرھویں جلد بخیر و خوبی ختم ہوتی ہے، اور آئندہ شیوع سے انشاء اللہ تعالیٰ چودھویں جلد شروع ہوجائیگی،

تیرھویں جلد کی ترتیب و تنظیم اور باطنی محاسن پر تفصیلی تذکرہ خودستائی کا مترادف ہوگا، اس لئے ہم اسے قارئین کرام کے تجسس اور ژرف نگہی پر چھوڑتے ہوئے صرف اس قدر بتا دینا کافی سمجھتے ہیں کہ اس جلد میں کا صرف ایک پرچہ یعنی نظام نمبر تاریخی معلومات کا حامل، بہترین واقعات کا مظہر ہونیکی وجہ سے تمام خوبیوں کا سرچشمہ ہے، ایک ضرورت اور اہم ضرورت نظام نمبر کی اشاعت نے پوری کردی، ایک تحقیق و تدقیق پبلک کے سامنے پیش کی گئی، جسے ملک کے ہر طبقہ کے لوگوں نے پسندیدہ نظروں سے دیکھا، الحمد للہ کہ اللہ عزوجل نے ہمیں اسے طریق سے اپنے آقائے نامدار القریش کے محسن و مربی سلطان العلوم بزاگزالٹڈ ہائینس کی ایک ادنےٰ سی خدمت انجام دینے کی توفیق عطا کی، الحمد للہ علیٰ احسانہٖ،

القریش کی یہ جلد جن برادرانِ گرامی قدر کی قلمی امداد و اعانت کی رہینِ منت ہے اور جن کے قیمتی مضامین اوراقِ القریش کی زیب و زینت کا باعث ہوئے ہیں، ان میں سے مکرمی قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی، مولانا محمد عبید اللہ صاحب فرحتی عباسی، مولانا تامی گوہ سوار نظامی، قاضی شاہ ولی صاحب صدیقی وکیل، مولانا امیر علی صاحب فاروقی، مولوی غلام غوث صاحب صدیقی، مولوی سید محمد صاحب قادری بی اے، مولانا سہیل عباسی، مولانا سید فرید احمد صاحب عباسی، پیر علی احمد صاحب فریدی، مولانا شاکر صدیقی، اور مولانا کاظم منشی فاضل ہمارے خاص شکریہ کے مستحق ہیں، خدا تعالیٰ انہیں جزائے خیر اور توفیق امداد المضاعف عطا کرے، آمین! ثم آمین!

القریش کی اس جلد کو مالی کمزوری اور محدود الاشاعتی کے باوجود اعلیٰ کاغذ لگایا جاتا رہا اور بہترین کتابت و طباعت کے ساتھ ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کیا جاتا رہا ہے، کوئی امید نہ تھی۔ کہ اس حالت میں اسے دیدہ زیب صورت میں ہم سال بھر نباہ سکیں گے، مگر خدائے تبارک و تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس کی توفیق و تائید سے ہم اس ارادہ میں کامیاب ہوئے، ناظرین کرام اگر توسیع اشاعت میں صرف دو دو خریداران سے مدد کر دیں، تو بہت ممکن ہے کہ ہم اس سے بھی بہتر صورت میں اچھی حیثیت پر اسے مہینہ میں دو بار احباب کی خدمت میں پیش کرنے کے قابل ہو جائیں،

توسیع اشاعت کے لئے اس جلد میں بارہا اپیلیں کی گئیں، مگر افسوس ہے کہ مولانا قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی اور قاضی شاہ ولی صاحب صدیقی کے ماسوا کسی بھائی نے بھی اس ضرورت کی طرف توجہ نہیں فرمائی، دو خریدار دینے کے لئے کسی لمبی چوڑی تکلیف و پریشانی کی ضرورت نہ تھی، تھوڑی سی کوشش اور توجہ پر یہ مطالبہ ہر ایک بھائی پورا کر سکتا تھا مگر افسوس کیساتھ کہنا پڑتا ہے، کہ ہماری اپیلیں برادرانِ قریش کے سامنے ہمیشہ صدا بصحرا ثابت ہوئیں اور کبھی کوئی نتیجہ نہ نکلا، کیا ناظرین کرام و بہی خواہان القریش اس ضرورت کے پورا کرنے کے لئے اب کچھ توجہ فرمائیں گے ؟

برادران ذیل کی میعاد خریداری اس اشاعت کے ساتھ ختم ہوتی ہے، ماہ جنوری سے انکی خریداری کا نیا سال شروع ہوگا، اس لئے ان تمام حضرات کی خدمت میں برادرانہ التماس ہے کہ وہ دفتر کی سہولت اور ڈاک کے زائد اخراجات سے بچنے کے لئے سال ۳۸ء کا زر چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجوا کر مشکور کریں، خدانخواستہ کسی بھائی کو کسی وجہ سے آئندہ اس کا جاری رکھنا منظور نہ ہو تو وہ خاموش رہنے اور بیرنگ وی پی واپس کرنے کی بجائے بذریعہ پوسٹ کارڈ دفتر کو اپنے ارادہ سے مطلع فرما دیں، مناسب تو یہ ہے کہ برادرانِ گرامی اپنی اپنی سالانہ قیمت منی آرڈر کر دیں اور ایک ایک دو دو، چار چار جس قدر ممکن ہو نئے خریدار دیکر ہماری ہمت

افزائی اور شکر گذاری کا موجب ہوں ،

آپکی تھوڑی سی توجہ سے "القریش" کی اشاعت بدرجہا بڑھ سکتی اور مالی کمزوری کا رونا دور ہو سکتا ہے آواز بلند ہو سکتی ہے ، قوم کی نحوست ٹل سکتی ہے ، ع ہمت کرے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا ، ؟

(۱) قاضی عبدالعزیز صاحب ۸۴ (۲) پیرزادہ نوازاللہ شاہ صاحب صدیقی ۱۰۴ (۳) پیر سید علی احمد صاحب فردی ۱۴۲ (۴) شیخ غلام حسین صاحب شاکر صدیقی ۱۸۱ (۵) مولوی امام الدین صاحب قریشی ۱۹۶ (۶) قریشی محبوب عالم صاحب ۳۵۶ (۷) قاضی سید احمد جانصاحب شاد ۳۶۵ (۸) قریشی عبدالحق صاحب ۴۲ (۹) شیخ احمدالدین صاحب ۰۸۴ (۱۰) مولوی انعام اللہ صاحب صدیقی ۵۸۸ (۱۱) قاضی محمد امین صاحب ۶۱۳ (۱۲) قاضی طالب مہدی صاحب ۶۲۳ (۱۳) قاضی نظر حسین صاحب فاروقی ۶۲۹ (۱۴) قاضی فضل حسین صاحب قریشی ۶۵۶ (۱۵) قاضی محمد اسمٰعیل صاحب فاروقی ۶۶۱ (۱۶) خانصاحب قاضی محمد عبداللہ صاحب بی اے ۶۶۲ (۱۷) مولوی محمد صبغۃ اللہ صاحب ۶۷۴ (۱۸) قریشی محمد شریف شاہ صاحب ۶۸۴ (۱۹) شیخ پیر محمد صاحب فاروقی ۷۱۹ (۲۰) ایم شمس الدین صاحب ۷۵۰ (۲۱) منشی محمد مقبول صاحب قریشی ۷۵۸ (۲۲) منشی محمد اسمٰعیل صاحب قریشی ۷۵۹ (۲۳) قریشی خان محمد صاحب ۷۶۰ (۲۴) قریشی فضل محمد صاحب ۷۶۱ (۲۵) قریشی محمد علیصاحب ناز ۷۶۲ (۲۶) قریشی طالب علی صاحب ۷۶۳ (۲۷) مولوی امیر علی صاحب ۷۶۴ (۲۸) منشی عبدالکریم صاحب قریشی ۷۶۵ (۲۹) مولوی محمد عبدالقدیر صاحب ۷۶۶ (۳۰) منشی عبدالغنی صاحب قریشی ۷۶۷ (۳۱) معتمد صاحب انجمن اتحادی ۷۶۸ (۳۲) میاں عبدالرحمن عبدالغفور صاحبان ۷۶۹ (۳۳) قاضی محمد یوسف صاحب فاروقی ۷۷۰ (۳۴) قاضی مظفر حسین صاحب فاروقی ۷۷۱ ،

انجمن قریشیان پنجاب کے نئے معاون

انجمن اپنی بہترین علمی خدمات کی وجہ سے بفضل خدا روز افزوں ترقی کر رہی ہے ، برادران ذیل نے حال ہی میں انجمن کی رکنیت قبول فرما کر مشکور فرمایا ، جزاہم اللہ خیر الجزا ،

(۱) قاضی محمد اسمٰعیل صاحب فاروقی ہیڈ کنسٹبل پولیس ،

(۲) پیر قمرالدین صاحب خالدی ریٹائرڈ ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر

(۳) میاں پیر سید محمد صاحب قادری (۴) قریشی غلام حیدر صاحب کرفت گر ،

سکرٹری ، ۱۲/۲۷/۹

مکہ کا تاجر

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم جب سن رشد کو پہونچے اور فکر معاش کیطرف توجہ ہوئی، تو آپؐ کو تجارت سے بہتر کوئی پیشہ نظر نہ آیا،

آپؐ کا فرمان ہے کہ "حلال کی بافراط روزی پیدا کرنے کے لئے تجارت سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں۔"

ایفائے عہد اور اتمام وعدہ کی نسبت آپ کے شریک کار عبداللہ بن ابی الحمسا کا سنن ابی داؤد میں بیان ہے، کہ

خرید و فروخت کے ایک معاملہ میں میں نے آپ سے وعدہ کیا کہ "پھر آتا ہوں" اتفاق سے تین دن تک مجھ کو اپنا وعدہ یاد نہ آیا، تیسرے دن جب میں مقام وعدہ پر پہونچا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی جگہ منتظر پایا، لیکن اس اخلاف وعدہ سے آپ کی پیشانی پر بل تک نہ آیا، صرف اسی قدر فرمایا کہ "تم نے مجھے زحمت دی، میں اسی مقام پر تین دن سے موجود ہوں۔"

صدق و دیانت کی شہرت سن کر حضرت خدیجہؓ جو طاہرہ کے نام سے بھی موسوم کی جاتی تھیں نے آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ میرا مال تجارت لیکر آپ شام کو جائیں، جو معاوضہ میں اوروں کو دیتی ہوں آپ کو اس کا مضاعف دونگی، آنحضرتؐ نے قبول فرمایا اور مال تجارت لیکر بصرہ کو تشریف لے گئے، واپسی پر اصل مع کثیر رقم منافع مالکہ کے سپرد کی، وہ آپ کی دیانت و امانت اور خوش معاملگی کی اس قدر قائل ہوئیں کہ تیسرے مہینے آپؐ کی خدمت میں اس نے پیغام شادی بھیجدیا،

اس واقعہ سے قبائل عرب اس قدر متاثر ہوئے کہ زبانِ خلق نے آپ کو "امین" کے لقب سے ملقب کیا،

قبائل عرب ہتھیار بند قافلوں کی صورت میں تجارت کے لئے دیگر ممالک کو جاتے اور اکثر ان کا مال غیروں کے ہاتھوں یا غیروں کا مال ان کے ہاتھوں لوٹا جاتا، اور تباہی و غارتگری تک نوبت پہونچتی، لیکن آپ کے اخلاق کی پاکیزگی نے ان تباہی خیز مراسم کا سدباب کر دیا، آپ کے حسن سیرۃ سے نہ صرف عرب بلکہ یمن اور بصرہ کے لوگ بھی یہاں تک متاثر ہوئے کہ دھوکا، فریب اور ریا و

دغا کا قلع قمع ہوگیا ،

آپؐ کے شریک کار قیس بن سائب مخزومی سے روائت ہے ، کہ ایک دفعہ میں آپ کے ساتھ یمن و بصرہ میں تجارتی مال لیکر گیا ، تو لوٹ کھسوٹ کی بجائے ان لوگوں نے ہماری بڑی محبت وعقیدت سے خیر مقدم کیا اور وہ آپؐ کو "مکہ کا تاجر" کے خطاب سے مخاطب کرتے رہے ،

حسن سیرت اور پاکیزہ خلاق کیوجہ سے آپ "مکہ کا تاجر" اور "عرب کا امین" کے لقب سے مشہور ہوئے اور بالآخر تجارتی قبائل کے ملک التجار بن گئے ،

۴ھ میں ایک زبردست گروہ کو جو ہمیشہ تاجروں کو ستانے اور لوٹنے کے لئے دومۃ الجندل کے مقام پر جمع رہتا تھا منتشر کرکے راستہ صاف کردیا ، ۶ھ میں بنو فزارہ کے رہزنوں کی سرکوبی کی ، جو وادی قریٰ کے قریب تجارتی کاروانوں کو لوٹ لیا کرتے تھے ، اسی طرح آپؐ نے اکثر غارت گروں اور رہزنوں کی سرزنش سے عرب کو گہوارہ امن بنادیا ، اب قافلوں کا رواج اور لوٹ پیٹ کا خوف جاتا رہا اور تجارت کو اس قدر فروغ ہوا کہ یہی ذریعہ آخر صلح حدیبیہ کا باعث ہوا۔

عہد حاضر کے مسلمان ہر حالت میں کمزور اور ہر جگہ ذلیل نظر آتے ہیں ، وہ تجارت سے ڈرتے ہیں ، اور اشتراک عمل سے کام لینا نہیں جانتے ، انہیں ایک دوسرے پر بھروسہ نہیں ، تاجر کے محاسن اخلاق میں دیانت ، راستبازی ، ایفائے عہد اور تمام وعدہ ازبس ضروری ہیں ، لیکن بہت کم مسلمان تاجران اوصاف سے متصف ہونگے ، مکہ کے ملک التجار آقائے دوجہاں کا اسوہ حسنہ ان کے سامنے ہے ، آپؐ اتنے مالدار نہ تھے مگر ملک التجار کیونکر ہوگئے ، مسلمانوں کو ان باتوں پر غور کرنے کی بڑی ضرورت ہے ،

السلام اے سید الشہدا لقب　　　السلام اے سرورِ عالی نسب
السلام اے مقبلاں را پیشوا　　　السلام اے تاجدار اولیا
السلام اے قبلۂ کون و مکاں　　　السلام اے مہرِ برج عاشقاں
السلام اے مسند آرائے عرب　　　السلام اے خسرو چین و حلب

السّلام اے رحمتِ جاں آفریں | السّلام اے مالکِ تاج و نگیں
السّلام اے راحتِ قلب و جگر | السّلام اے سید نور البشر
السّلام اے عارفاں را تکیہ گاہ | السّلام اے صاحبِ پشت و پناہ
السّلام اے آفتابِ کربلا | السّلام اے دافعِ رنج و بلا
السّلام اے صابر و ثابت قدم | السّلام اے صاحبِ تیغ و علم
السّلام اے شاہدِ حسنِ ازل | السّلام اے مصدرِ خیر العمل
السّلام اے کونیاں را چارہ گر | السّلام اے شامیاں را خوش سیر
السّلام اے نیرِ صدق و یقیں | السّلام اے مقتدائے کاملیں
السّلام اے مرکزِ فضل و کمال | السّلام اے منبعِ حسن و جمال
لطف فرمائیں غریبوں پر حضور! | امتی ہیں اسوۂ حسنہ سے دور
آپ نے راہِ خدا میں سر دیا | صبر سے سارے کا سارا گھر دیا
کی دغابازوں سے بھی ہر دم وفا | اللہ اللہ یہ تحمل آپ کا
معدنِ جود و سخا ذاتِ عمیم | منبعِ فیض و عطا طبعِ کریم
دشمنوں کو بھی دعا دیتے رہے | صبر سے حق کی رضا لیتے رہے
ہو لواسے سرورِ کونین کے | لختِ دل ہو قبلۂ دارین کے
اب ہمارا حال خستہ حال ہے | ہو کرم ہر امتی پامال ہے
دشمنِ دیں بر سرِ شر و فساد | اور بپا ہے بھائی سے بھائی کو عناد
غیرتِ اسلام تو باقی نہیں | ساغر و مے ہیں، مگر ساقی نہیں
پھر وہی اسلام کی ہو زندگی | ہو وہی مسلم کا طورِ بندگی
ہو ریاضِ اسلام کا رشکِ جناں | پھر شمیمِ گل سے بھر جائے جہاں

ناؔمی اندوہگیں ہے جاں نثار
اسوۂ حسنین رض کا خدمت گزار

ناؔمی کوہسوار نظامی

عہدِ اسلام میں جہاز رانی

(جناب مولانا مسعود الرحمٰن خانصاحب ندوی کے قلم سے)

انسانی تمرد و طغیانی نے بحر و بر میں شر و فساد کا جو طوفان برپا کر دیا تھا، اسلام دنیا کو اسی سیلاب فنا سے بچانے کے لئے آیا تھا، اگرچہ عہد نبوت میں غزوات اسلامیہ کا دامن صرف صحرائے عرب کے کانٹوں میں الجھا رہا تاہم جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین اسلام کی تلواروں کو سمندر کی لہروں میں چمکنے اور سطح دریا میں علم سلطنت کے نصب کرنے کا مژدہ سنا دیا تھا،

قال رایت قوماً ممن یرکب ظہر ہذا البحر کالبحر علی الاسرۃ آپ نے فرمایا کہ "مجھے خواب میں ایک ایسی قوم نظر آئی جو سطح دریا پر اس شان کے ساتھ نمایاں ہو گی جسطرح سلاطین تخت شاہی پر جلوہ گر ہوتے ہیں"

آہ! وہ مبارک قوم بھی مسلمانوں کی قوم تھی جس کے ہاتھ سے اب خشکی کے مقبوضات بھی نکلے جاتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رض کے دور تک یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی اور عہد فاروقی رض تک اس رویائے صادقہ کی تعبیر کا انتظار کرنا پڑا،

عرب ایک بادیہ نشین قوم تھی اور بدوات کا اثر اس کے تمام صنائع و اعمال میں سرایت کر گیا تھا، ابتدا میں بڑے معرکوں میں بھی اس نظم و ترتیب کے ساتھ شجاعت کے جوہر نہیں دکھا سکتی تھی جنکی نمائش متمدن ملکوں میں فوجیں عموماً کیا کرتی ہیں، اس کے پاس صرف ایک جنوں خیز ولولہ و جوش تھا جس کو ایک روحانی طاقت نے ایمان خالص کے قالب میں بدل دیا تھا،

اگرچہ اس روحانی آتشکدے کے شرارے اڑ کر تمام صحرائے عرب میں آگ لگا چکے تھے لیکن یہ آگ وقتاً فوقتاً سمندر میں نہیں لگائی جا سکتی تھی، کیونکہ عرب نے فن جہاز رانی کا خواب بھی نہیں دیکھا تھا اس بنا پر حضرت ابوبکر صدیق رض کے زمانہ تک کوئی بحری حملہ نہیں کیا گیا، لیکن جب فتوحات اسلامیہ کا سیلاب بر و بحر دونوں کو محیط ہو گیا اور اکثر متمدن قوموں نے اپنے آپ کو بحری خدمت کے لئے پیش کیا اور مسلمانوں نے انہیں کے ذریعے سے فن جہاز رانی کی تعلیم حاصل کی، یہاں تک کہ رفتہ رفتہ خود اس فن کے استاد ہو گئے،

عہد فاروقی میں پہلا بحری حملہ:۔ فتوحات اسلامیہ نے خلافت فاروقی میں سب سے زیادہ وسعت حاصل کی، ایران نے حضرت عمر رض ہی کے سامنے سر جھکایا، مصر جو ایک ساحلی مقام تھا، انہیں

کے زمانہ میں فتح ہوا اور اسلامی فوجوں کا سیلاب شام و روم کے ساحل سے انہیں کے عہد خلافت میں ٹکرایا۔

اس بنا پر بحری حملہ کی ابتدا بھی حضرت عمرؓ کے دور سے ہوئی۔ چنانچہ سب سے پہلے علاؓ ابن حضرمیؓ نے جو بحرین کے گورنر تھے فارس پر بحری حملہ کی تیاری کی، اور حضرت عمرؓ کی اجازت کے بغیر بحری راستے سے فوج کے متعدد دستوں کو لیجا کر اصطخر میں اتار دیا۔ جہاز سے اترتے ہی ایرانیوں نے خشکی ہی میں ان دستوں کو روک لیا اور مسلمانوں کے تمام جہاز غرق کر دئے، لیکن مسلمانوں کو جوش اسلامی میں صرف لڑنے سے کام تھا اس بنا پر ایک دستے کے سپہ سالار نے فوج کے آدمیوں کو مخاطب کر کے پرجوش تقریر کی، اور کہا کہ "ان لوگوں نے اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ تمکو خشکی پر اتار دیا، آخر تم تک بھی تو لڑنے ہی کے لئے آئے ہو اور دریا اور خشکی لڑنے کے لئے دونو برابر ہیں"

چنانچہ مسلمانوں نے مقام طاؤس میں ایرانیوں کا مقابلہ کر کے بصرہ کو واپس جانا چاہا۔ لیکن جب ساحل دریا پر پہونچے تو معلوم ہوا کہ کشتیاں غرق کر دیگئی ہیں، اس لئے وہیں ٹھہر جانا پڑا۔

حضرت عمرؓ کو جب اس واقعہ کی خبر ہوئی تو علا ابن حضرمی رضؓ سے سخت ناراضی ظاہر کی اور ان کو معزول کر دیا، لیکن جب شام فتح ہوا تو امیر معاویہ رضؓ نے حضرت عمرؓ سے روم پر حملہ کرنے کی پھر اجازت طلب کی اور لکھا کہ حمص سے روم اس قدر قریب ہے کہ حمص کے بعض گاؤں میں روم کے کتوں اور مرغوں کی آوازیں سننے میں آتی ہیں، چونکہ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد میں کوئی بحری حملہ نہ ہوا تھا اس لئے حضرت عمرؓ بھی اسی اسوہ حسنہ کی تقلید کرتے ہوئے بحری حملوں کی اجازت نہ دیتے تھے، لیکن جب امیر معاویہ رضؓ نے شدت کیساتھ اصرار کیا تو آپ نے حضرت عمر بن عاصؓ فاتح مصر کو لکھا "مجھے بحری حالات سے اطلاع دو، میرا دل بحری حملوں کیطرف مائل کیا جا رہا ہے اور میں اس کی مخالفت کرنا چاہتا ہوں،

حضرت عمر بن عاص نے لکھا کہ دریا ایک عظیم الشان چیز ہے، انسان جب اس میں گھستا ہے تو اس کو صرف آسمان یا پانی نظر آتا ہے، اس حالت میں اگر دریا کی سطح ساکن ہے تو دل اچھلتا ہے، اور جب اسمیں طوفان خیز حرکت پیدا ہوتی ہے تو ہوش اڑجاتے ہیں، یقین کم اور شک زیادہ ہو جاتا ہے، اور انسان کی حالت اس کے اندر اس کیڑے کی ہو جاتی ہے جو ایک لکڑی کے تختے پر بیٹھا رہتا ہے،

حضرت عمرؓ کو جس وقت یہ خط ملا تو آپ نے امیر معاویہ رضؓ کو صاف لکھدیا کہ میں دریا میں مسلمانوں کو ضائع نہیں کر سکتا۔ مجھ کو ایک مسلمان کی جان روم کے تمام خزائن و دفائن سے زیادہ عزیز ہے، علاؓ ابن حضرمی رضؓ کے بحری حملے کا جو انجام ہوا وہ تمکو معلوم ہے،

امیر معاویہ رضہ نے اگرچہ حضرت عمر رضہ کے قلم سے مجبوراً اس عزم کو فسخ کر دیا تاہم ان کے دل سے بحری حملہ کا شوق نہیں گیا، چنانچہ حضرت عثمان رضہ کے زمانہ خلافت میں پھر انہوں نے بحری حملہ کی اجازت چاہی اور آپ نے سخت اصرار کے بعد اس شرط پر اجازت دیدی کہ کسی مسلمان کو اس پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ صرف وہ لوگ اس بحری جنگ میں شریک ہو سکتے ہیں جو بخوشی اس کے لئے تیار ہوں، چنانچہ امیر معاویہ رضہ نے عبد اللہ بن قیس عاصی کو امیر البحر مقرر کیا اور وہ متعدد کامیاب بحری حملوں سے مظفر و منصور واپس آئے اور ان میں ایک جہاز بھی غرق نہیں ہوا۔ اس قلیل مدت میں مسلمانوں نے بحری جنگ میں اس قدر ترقی کر لی کہ جب ۳۴ھ ہجری میں قسطنطنیں بن ہرقل نے ہزار جہازوں کے ساتھ اسکندریہ پر حملہ کیا تو عبد اللہ بن ابی سرح نے دو سو جہازوں سے اس کا مقابلہ کیا اور اس کو سخت شکست دی،

تونس میں جہاز رانی کا ایک کارخانہ:۔ امیر معاویہ رضہ کے وقت میں اور بھی متعدد بحری حملے ہوئے لیکن ان کے عہد تک جہاز سازی کوئی کارخانہ قائم نہیں ہوا تھا، عبد الملک بن مروان جب خلیفہ ہوئے تو انہوں نے یہ کمی بھی پوری کر دی اور ان کے حکم سے تونس میں آلات بحریہ کے لئے ایک عظیم الشان کارخانہ قائم کیا گیا جن کے ذریعے متعدد بحری فتوحات حاصل ہوئیں،

اندلس اور افریقیہ کا جنگی بیڑہ:۔ اس کے بعد اندلس اور افریقیہ میں جنگی جہازوں نے نہایت ترقی حاصل کی، چنانچہ عبد الرحمٰن ناصر کے زمانہ میں صرف اندلس کا بیڑہ دو سو جہازوں سے مرکب تھا اور افریقی بیڑے کی بھی یہی کیفیت تھی، ان بیڑوں کے ہر جہاز پر ایک بحری سپہ سالار ہوتا تھا جو اس کو لڑاتا تھا۔ ساتھ ہی ایک کپتان بھی ہوتا تھا جو جہاز کی رفتار اور لنگر اندازی وغیرہ کی نگرانی کرتا تھا، ان جہازوں کے لئے خاص بندرگاہ تیار کیا گیا تھا وہ لنگر انداز رہتے تھے جہاں کوئی لڑائی پیش آئی یا کسی شاہی تقریب میں انکی نمائش کا موقعہ ہوتا تھا تو بادشاہ اپنے سامنے اپنی تمام فوجوں کو ان پر سوار کراتا تھا اور ان سب پر ایک کمانڈر انچیف مقرر ہوتا تھا جو ان سب کی نگرانی کرتا تھا،

ان جہازوں نے دفعتہً عیسائیوں کی بحری سطوت کا خاتمہ کر دیا اور مسلمانوں نے انہیں کے ذریعہ سے تمام مشہور جزیرے مثلاً میورقہ، منورقہ، یابسہ، سردانیہ، صقلیہ، قوصرہ، مالطہ، اقریطش اور قبرص وغیرہ فتح کئے، یہاں تک کہ یورپ بھی انکے حملوں سے محفوظ نہ رہ سکا۔ چنانچہ ابو القاسم شیعی نے متعدد بار جینوا پر بحری حملہ کیا اور کامیاب واپس آیا۔

اندلس و افریقیہ کے جنگی جہاز سطح بحر پر اس طرح چھا گئے تھے کہ عیسائیوں کا ایک تختہ پر اگر بہتا ہوا چلا جاتا تھا تو وہ انکی زد سے محفوظ نہیں رہ سکتا تھا، جہازوں کی اس وسعت نے مسلمانوں کے تمام جزائر اور ساحلی مقامات کو محفوظ رکھا۔ لیکن جب اندلس میں اموی اور مصر میں عبیدیین کی سلطنت کو ∴ زوال ہوا تو انکی بحری طاقت بھی کمزور ہو گئی، اور عیسائیوں نے موقع پا کر صقلیہ، اقریطش، مالطہ، عسقلان، صور، عکہ، بیت المقدس اور تمام شام پر قبضہ کر لیا۔

میں کون ہوں؟

(از جناب مولوی امیر علی صاحب فاروقی)

نفس ما را کمتر از فرعون نیست،
لیک او را عون ما را عون نیست } عارف روم رح

بارگاہِ خالق ارض و سما سے "اِنّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃ" کا ارشاد ہوتا ہے، اور وہ
مجرد میں چرچا شروع ہوا، موجودات کے عالم سکوت میں غیر معمولی حرکت پیدا ہوئی، سبحان قدسی نژاد،
تسبیح و تقدیس کے شیدائی حیران رہ گئے، کہ کیا اس ہستی کو وجود میں لائے جانیکا ارادہ ہے جو زمین میں
فساد کرے گا، کشت و خون سے اس کے ہاتھ خالبستہ ہونگے، خدائے علیم کی صورعلمیہ کا عکس تھا
جو حریم کبریائی سے حاملان عرش کی منیر و بصیر آنکھوں نے دیکھا، مگر پھر بھی جناب رَبُّ العِزۃ سے
آواز آتی ہے کہ "اِنّی اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْن" سب مرعوب ہو گئے، سرگوشیاں موقوف ہو
گئیں اور نرگس وار آنیوالے کا انتظار کرنے لگے، کہ ناگہاں خلوت گاہِ قدرت کا دروازہ کھلا، احسن تقویم
کے سانچہ میں ڈھلا ہوا وجود تاج خلافت زیب سر کئے ہوئے منصۂ شہود پر آ موجود ہوا، عَلَّمَ الْاَسْمَاء
کا عالم، عالم استغراق میں نشۂ حق سے مخمور، الوہیت کا مظہر تھا، فرشتوں کی حق بیں آنکھوں نے
نورانی جلوہ دیکھا، کنزِ مخفی کی تفسیر کو پڑھا، تعظیم کی، سجدہ کے لئے جھک گئے، حاسد کو سوائے
خاک کے کچھ نہ نظر آیا، انانیت کا نعرہ لگایا، سرکشی اور بغاوت کا جھنڈا کھڑا کیا، غیرت
کا دریا جوش میں آکر لہریں مارنے لگا، حکم ہوتا ہے، کہ فَاخْرُجْ لعنت کا طوق پہنایا گیا، منادی کرا
دیگئی، کہ اس کو کوئی دوست نہ رکھے، "اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْن" مگر وا رے بھولے بھالے انسان
تونے اسی کے ہاتھوں زہر کا پیالہ پیا، اِھْبِطُوْا کا حکم صادر ہوتا ہے، ع

عدو شرے برانگیزد کہ خیر ما دراں باشد

احسن تقویم کا نقشہ اسفل السافلین میں گرا دیا جاتا ہے، مگر ... ... رحمت ایزدی
کے قربان! پھر ھُوَ مَعَکُمْ کے داعی نے وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ کی حقیقت سمجھ کر
اَنْتُمُ الْاَعْلَوْن کا مژدہ سنایا اور سمجھا دیا۔ کہ ہماری جناب سے ہدایت جاری ہوتی رہیگی، اس کی
پیروی کرنا ممکن ہے کہ تو فلاح حاصل کرے،

یہ سب کچھ سنا مگر اب کیا عرض کروں، کہ میں کون ہوں۔

(۱) سائل آتا ہے جو ہر طرح سے مجبور معذور ہے، محتاج ہے سوال کرتا ہے اگر یہاں روپیہ پیسہ کا محب دل میں خیال کرتا ہے کہ یہ کمی کیسے پوری ہوگی اور یہ تکلیف اسی کے لئے اٹھائی تھی، ٹکا سا جواب دیکر ٹھکرا دیا جاتا ہے، کہ جاؤ دفع ہو دیکھیے میں کون ہوں؟ قارون!)

(۲) نشۂ دنیا میں سرشار ہوں، پلاؤ قورمے کہانے کو، کوٹ پتلون پہنے کو، دیگر سامان عیش اڑانے کو مہیا، صحت اچھی، نو دس بجے اٹھنا میری خوش قسمتی سے ہے، ماں باپ شفقت کا ہاتھ پھیر کر کہتے ہیں، کہ بیٹا اگر صبح اٹھو نماز پڑھو، سیر کرو، خدا بھی راضی، دنیا بھی سیدھی (بگڑ کر) اجی جاؤ بڈھے ہونے کو آئے لیکن تمیز نہیں آئی، تہذیب حاضرہ سے ناواقف بوڑھا! زمانہ کی چال دیکھو اگر دماغ ہے تو سوچو! کہ اس ڈول سے کیا فائدہ؟ (بھلا میں کون ہوں؟ فرعون بے سامان)

(۳) میں اپنے ساتھیوں میں زبردست ہوں، طاقت شہ زوری کا بھوت سر پر سوار ہے، جب کمزور ہمراہی کو دیکھتا ہوں کہ سڑک کے بیل کیطرح اکڑ جاتا ہوں، وہ عاجزی کرتا ہے میں فٹ بال سمجھ کر ٹھوکر پر ٹھوکر لگا کر دہتکارتا ہوں (بتائیے کہ میں کون ہوں؟ عاد اور ثمود کا حاصل جمع)

(۴) عمدہ فرنیچر، شاندار کوٹھی، غلاموں کی بہتات، لونڈیوں کی کثرت وغیرہ سامان عیش کی رَو نے دماغ کو مختل کر دیا ہے، خیالات ہر وقت عرش کی ہوا کہاتے ہیں۔ کوئی طرح کا مدوجزر ہے جس نے عقل کو سلب کر دیا ہے، نہیں بھول گیا، عقل صیقل ہوگئی ہے، بہت کچھ موجود ہے، مگر بقول ع کاسۂ چشم حریصاں پر نشد، ابھی بہت سی تمنائیں باقی ہیں گویا کہ میں شداد کا جانشین اور وارث ہوں (نہیں، بذات خود، خود بدولت شداد نامراد)

(۵) مولوی صاحب وعظ کے لئے کھڑے ہیں، اتفاق سے پاس سے گذر ہو جاتا ہے، کان میں آواز آتی ہے اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ یعنے خدا اور اس کے رسول کی تابعداری کرو، الٹی ہی دل میں کوستا چلا جاتا ہوں (کیوں، کہ یہ نفاق، نجاست، کفر و شرک، بخل حسد وغیرہ جو دل میں بھرا پڑا ہے ظاہر نہ ہو) کہ زمانہ بدل گیا مگر یہ الفاظ نہ بدلے، تف، تھو (تف، تھو کیوں؟ بو آتی ہے، کہاں سے، اندر سے) اب فرمائیے میں کون ہوں؟ (ابوجہل ابی لہب کا حاصل ضرب)

(۶) کوئی اجنبی آتا ہے، ناواقفیت اور بھول سے مذہبی امور، احکامات کا ذکر چھڑ جاتا ہے، مگر واہ رے میں! آفریں باد بریں ہمت مردانہ من، منطق و فلسفہ کی وہ بوچھاڑ کرتا ہوں۔ کہ کان دبا کر بھاگنا پڑتا ہے، ہم مونچھوں پر تاؤ دیتے ہیں اور اگر کبھی کرزن فیشن کی بدولت مردانہ نشان

سے عاری ہوتا ہوں تو صیقل شدہ چہرے پر ہاتھ پھیر کر کہتا ہوں کہ آیا تھا، بیٹا نصیحت کرنے (اس وقت میں بلاشبہ مزدہ ہوں، اور کون ؟)

(۷) مذہب کا افتراق خیالات، میری نشانہ بازی اور اعتراضات کا کھلا میدان ہے خلقت کی عیب جوئی بھی کرتا ہوں اور عیب کوئی بھی، ہر ایک یگانہ بیگانہ میرے ہاتھوں تنگ ہے، جب کسی شخص کو نماز پڑھتے دیکھتا ہوں، اسمیں ہزار ہا عیب از خود پیدا کر کے لوگوں میں مشتہر کرتا ہوں (آتش حسد کی وجہ سے) بمقابلہ اپنے آپ کو بہت ہی پارسا، متقی، مومن، نیک، پرہیزگار، محب خدا خیال کرتا ہوں اور یہ صفت مدحیہ کمال رکھتا ہوں اور اس لحاظ سے میں اپنا نام مثال دیکر نہیں مقرر کر سکتا، بلکہ وہ میں خود ہی ہوں،

اس کے علاوہ اور بہت کچھ ہیں جس کا بیان مشکل ہے، موٹے موٹے نام بتا دیئے، البتہ ایک چیز باقی رکھی ہے،

دنیا کی رات ختم ہوگئی، صبح قیامت کا آغاز ہے، حق و باطل کا پورا پورا امتیاز ہے، بعض چہرے سفید پرانوار ہیں، بعض سیاہ بجھے ہوئے کوئلے کیطرح، زمین تانبے کی ہوگئی ہے، آفتاب پورے جاہ و جلال سے چمک رہا ہے، آسمان کا سایہ اٹھا دیا گیا ہے نفسی نفسی ہر ایک فرد کی زبان پر ہے، کچھ پلصراط سے گذر رہے ہیں، کچھ نامۂ اعمال دکھا رہے ہیں، تلوا رہے ہیں، عادل بعدیل کی جناب سے فیصلے صادر ہو رہے ہیں، کہ یکایک نقیب نے اس گنہگار کا نام عاصیوں کی فہرست سے نکالکر پکارا، اب کاٹو تو لہو نہیں بدن میں، سکت جاتی رہی، طاقت نام کو نہیں، زبان کانٹا گلا خشک، بے یار و مددگار، پروردگار عالم کی درگاہ میں حاضر ہوتا ہوں ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے تجھے زندگی دی، مہلت دی، سب ضروریات کو پورا کیا، دنیا و مافیہا کو تیرے حوالے کیا، لا، تو نے کیا کیا، ہمارے حقوق ادا کئے ؟ حق العباد میں سے کیا ادا کیا .. .. سوال پر سوال ہو رہا ہے، اب کیا جواب دوں .. .. لفظ نہیں، طاقت نہیں، زبان نہیں، زبان حال سے عرض کر رہا ہوں، کہ اگر تو عذاب دے، تو تیرا بندہ ہوں اور اگر بخشدے

إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

یاد دہانی

ناظرین کرام سے "کچھ خاص باتیں" مندرجہ رسالہ ماہ نومبر صفحہ ۱۹ کی جانب توجہ فرمائی کی یاد دہانی کرائی جاتی ہے، "القریش" کی اشاعت کا مسئلہ بے پرواہی سے نظر انداز کر دینے کے قابل نہیں، منیجر،

افغانستانِ جدید

امیر حبیب اللہ خاں مرحوم کے تیسرے بیٹے امیر امان اللہ خان غازی کی تخت نشینی نے افغانستان کے صدیوں کے جمود و سکوت کے طلسم کو سنہ ۱۹۱۹ء میں توڑ دیا، آپ کی روشن ضمیری دبیدار مغزی نے ملک کو نورٌ علےٰ نور کر دیا، افغانی قبائل کے خون میں ایک جوش ایک ہیجان اور مد و جزر پیدا ہوا اور ترقی پذیرنستہ ممالک کے دوش بدوش چلکر آزادی کی روشنی میں عروج و ارتقا کی منزلیں طے کرکے زندہ لوگوں میں شمار ہونے کے لئے وہ بھی بیدار ہو گئے،

جواں ہمت و بیدار مغز غازی سنہ ۱۹۱۹ء میں سریر آرائے جہانبانی ہوئے، آپ نشیب و فراز زمانہ سے خوب واقف ہیں، آپ نے اس راز کو پاکر کہ آزادی حاصل کرنے اور اسے بحال رکھنے کے لئے زمانہ کے رنگ اور ہوا کے رُخ کو پہچاننے اور وقت کے ساتھ ساتھ چلنے کی سخت ضرورت ہے ہر وقت ایک کامیاب اور عملی قدم اٹھانے کی کوشش کی، چنانچہ

سنہ ۱۹۲۱ء میں آپ نے روس کے ساتھ ایک تجارتی معاہدہ کیا۔ جہاں سے سماوآردن، کپاوں اور کپانڈ کی درآمد ہوتی ہے، اور لاجورد، میوے، پوستینیں اور بعض دیگر تجارتی اشیا روس میں بھیجی جاتی ہیں،

سنہ ۱۹۲۲ء میں انگریزوں کے ساتھ معاہدہ ہوا جس کی رو سے ہندوستان سے ریشم، کپاس، چائے، پٹرول، کاغذ، موم بتی، لوہا، تانبہ، چمڑا اور سینے کی کلیں افغانستان میں جاتی اور وہاں سے گھوڑے، قالینیں، پشم، کپاس، خشک میوے اور ہینگ وغیرہ اشیاء ہندوستان میں آتی ہیں،

سنہ ۱۹۲۲ء ہی میں آپ نے حکومت کی نوعیت بدل دی، مطلق العنانی کی بوسیدہ مراسم کو خیرباد کہا اور آئینی حکومت اختیار کی، آپ غیر مسلموں کے ساتھ رواداری کی حکمت عملی پر کاربند ہیں ہزاروں ہندو افغانی فیاضی و رواداری کی جنت میں مزے کی زندگی بسر کر رہے ہیں، آپ کی یہود و ارمن رعایا کا بھی یہی حال ہے، اگر وہ شورو شر نہ کریں اور جذیہ ادا کرتے رہیں، تو بے روک ٹوک وہ بھی اپنے اپنے طریق پر زندگی بسر کرسکتے ہیں، مغربی ممالک کے پادری پہلے افغانستان میں

داخل نہ ہو سکتے تھے، غازی ممدوح نے اب انہیں بھی اجازت دیدی ہے،

مملکت افغانستان کابل، قندہار، ہرات، مزار، قطغن اور بدخشان اور چار چھوٹے صوبوں جلال آباد، خوست، فرہ اور میمنہ پر منقسم ہے، جہاں علیحدہ علیحدہ صوبیدار یا گورنر کی حیثیت کا ایک ایک حاکم رہتا ہے، جنگی، تجارتی، تعلیمی، عدالتی، مالی اور مہمات عامہ کے الگ الگ محکمے قائم کیے گئے ہیں، جدا جدا وزارتوں کے ماتحت اپنے فرائض مفوضہ انجام دیتے ہیں، حکومت دستور شاہی اور قوانین ملکی دو مجلسوں پر مشتمل ہے،

دادرسی کے لئے عدالتیں اور اپیلوں کی سماعت کے لئے مجیاں قائم ہیں، تمام مملکت میں ایک بڑی عدالت بھی قائم کی گئی ہے، جو عدالت عالیہ کہلاتی ہے، ان تمام میں قانون شریعت اور قرآن کے مطابق فیصلے ہوتے ہیں،

اعلحضرت غازی نے سلاطین مغلیہ کے قدیم دستور کے مطابق ہفتہ میں ایک دن رعیت کی عرضیں سننے کے لئے مقرر کر رکھا ہے، آپ ادنے سے ادنے شخص کی عرض بھی نہایت محبت سے سنتے اور اس پر غور فرماتے ہیں،

برطانیہ کی امداد اب بند ہوگئی ہے، پانچ کروڑ کا مالیہ ان وسیع اخراجات کا کفیل نہیں ہوتا۔ مگر آپ ممالک غیر سے قرض لینا پسند نہیں کرتے، آپ کا خیال ہے کہ اس طرح کے قرضے مطالبہ مراعات پر برا اثر ڈالتے ہیں اور آزادی معرض خطر میں پڑ جاتی ہے،

فوج میں جبری بھرتی کیجاتی ہے، اور ہر ایک کو ایک معین وقت کے لئے فوجی خدمات انجام دینا پڑتی ہیں، بیس سال کی عمر میں سپاہی بھرتی کیا جاتا ہے، اور دو سال کے بعد اسے آزاد کر دیا جاتا ہے ترک اور جرمن بھی فوجی افسروں میں بھرتی کئے گئے ہیں، تربیت پرواز کے لئے جرمنوں کی زیر نگرانی کابل میں ایک سکول بھی قائم ہو گیا ہے، فوجی تربیت کے لئے شہزادہ ولیعہد اور افسروں کے بعض بیٹے فرانس بھی بھیجے گئے ہیں،

دیسی صنعتوں کو آپ کے عہد میں شاندار ترقیاں ہوئیں اور ہو رہی ہیں، اعلحضرت بذات خود افغانستان کا بنا ہوا کپڑا زیب تن فرماتے ہیں اور یہی ارکان سلطنت اور ملازمین کو حکم ہے، عوام بھی اسی حکم کے پابند ہیں، آپ کیطرف سے کاریگروں کی فراخدلی کے ساتھ ہمت افزائی کیجاتی ہے،

کابل میں اب اسلحہ اور بارود کے چھوٹے چھوٹے کارخانے بھی کھل گئے ہیں، جن میں تلواریں، سنگینیں اور بندوقیں تیار کی جاتی ہیں، اور کوشش کی جا رہی ہے کہ توپیں اور اچھی قسم کے

جنگی اوزار بھی تیار کئے جائیں ،

جواں ہمت غازی کی تخت نشینی سے آج تک صرف آٹھ سال کی قلیل سی مدت میں افغانستان نے خلاف امید ہر پہلو میں وہ شاندار ترقیاں کی ہیں کہ سر تا سر کایا ملپٹ گئی ہے اور اب متمدن و مہذب اور بیدار ممالک میں اس کا شمار ہونے لگا ہے ،

شاہانہ مساعی کا یہ تواتر اسی پر بس نہیں ، آپ افغانستان کو عروج و اقبال کی بلندیوں پر دیکھنے کے لئے بے چین ہیں اور اسی عزم کے لئے اب آپ نے سفر یورپ اختیار کیا ہے ، آپ کی خواہش ہے کہ افغانستان کی حدود سے باہر نکلکر دنیا کی روز افزوں ترقیوں کا مطالعہ کریں ، تاکہ افغانستان کی ترقی و خوشحالی کے لئے وہی وسائل و ذرائع اختیار کئے جائیں جن پر متمدن و مہذب اور ترقی پذیر ممالک عمل پیرا ہیں ،

نکیدل تاجدار افغانستان اپنی عزیز رعایا کی فلاح و بہبود اور ترقی و خوشحالی کی تلاش میں کابل سے روانہ ہو چکے ہیں ، چمن ، کراچی اور بمبئی سے ہوتے ہوئے ۱۷ دسمبر کو راجپوتانہ نامی جہاز پر آپ بمبئی سے روانہ ہو جائیں گے ، ے

بہ سفر رفتنت مبارک باد
بسلامت روی و باز آئی

ایک تہائی رعایت

انقلاب کے ایک مربی محسن (اظہار نام کی اجازت نہیں) تحریر فرماتے ہیں کہ "پچاس ایسے علمدوست برادران کے نام جو تین روپیہ سالانہ میں کسی وجہ سے انقلاب خرید کرنے سے معذور ہوں ، ایک سال کے لئے دو روپیہ سالانہ میں رسالہ جاری کر دیجئے ، پچاس خریداران کی ایک ایک روپیہ کی کمی میں اپنی گرہ سے پوری کر دونگا ، بشرطیکہ ایسے احباب دو دو روپے کے منی آرڈر ۱۵ جنوری تک دفتر میں بھجوا دیں ،" محترم معلن کی علمی فیاضی قابل تعریف اور لائق ستائش ہے ، آپ کا دل قومی درد سے لبریز ہے ، اور اصلاحی امور سے آپ گہری دلچسپی رکھتے ہیں ، جو علمدوست احباب کسی وجہ سے تین روپے سالانہ ادا کرنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں ، ان کے لئے یہ قیمتی موقع ہے ۱۵ جنوری تک جن احباب کے دو دو روپے موصول ہو جائیں گے ، ان کے نام ایک سال کے لئے انقلاب ایک تہائی رعایت کے ساتھ جاری ہو سکتا ہے ، امید ہے کہ کم استطاعت برادران اس موقع کو ہاتھ سے نہ دیں گے ،

درد اشُد آشکارا زِ نہاں ہمارا

کوسِ رحیل پھر ہے سازِ فغاں ہمارا — آمادۂ سفر ہے پھر کارواں ہمارا
مدہوشِ غم ہے یارب کیوں ساربان ہمارا — سازِ حُدا کے بدلے ہے نوحہ خواں ہمارا
نوحہ بھی ہے رجز بھی آہنگِ ساربانا ں — مضطر سرِ دوراہہ ہے کارواں ہمارا
اک دن تھا وہ کہ تھے ہم سب زمیں کے مالک — تھا اندلس سے لیکر تا اروماں ہمارا
تھا شرق سے عرب تک فرماں ہمارا جاری — مانے ہوئے تھا سکہ ہندوستاں ہمارا
اسلاف سب ہمارے اقبال کے ہیں تارے — مالک تھے ہم زمیں کے تھا آسماں ہمارا
باتوں میں ہم سخر کرتے تھے ملک و ملت — مشہور تھا جہاں میں حُسنِ بیاں ہمارا
ارمان بنکے یکسر سرزمیں نے چوما — پہنچا قدم جہاں میں جب دم جہاں ہمارا
کانپے ہے رُوحِ قیصر اب تک لحد کے اندر — وہ دھاک تھی ہماری تھا وہ سماں ہمارا
اے سندھ تجھکو جرأت کچھ یاد ہے ہماری — پایاب تجھ سے اُترا جب ہر جواں ہمارا
ہم اصل کے عرب ہیں ہم صاحبِ نسب ہیں — آفاق میں حسب ہے تیغ و سناں ہمارا
خالد کے کارنامے مالک کے بارنامے — ضرار کا فسانہ ہے ترجماں ہمارا
نام و نشاں کو اپنے بھولے نہیں ہم اب تک — گو مِٹ گیا جہاں سے نام و نشاں ہمارا
گو خاک میں ملے ہم ہستی سے بھی چھٹے ہم — کھو دیگا یہ زمانہ جوہر کہاں ہمارا
سو بار آزمایا دشواریوں میں ہم کو — کرتا ہے اب زمانہ کیا امتحاں ہمارا
ہم حامیانِ دیں ہیں ہم حاملانِ قرآں — شمشیر سرفشاں ہے قومی نشاں ہمارا
واقف نہیں ہے ہم سے دنیا میں آج کوئی — ہے لامکاں کا عالم گویا مکاں ہمارا
بگڑی ہے بات ایسی تدبیر بن نہ آئے — رستم بھی اب اگر ہو ہم داستاں ہمارا
بے موت ہم کو مارا نااتفاقیوں نے — خود بیٹیوں نے کھویا نام و نشاں ہمارا
بنگالی کوٹ پتلون اور واسکٹ پہنکر — کالج سے سج کے نکلا سروِ جواں ہمارا
داڑھی منڈھی ہوئی ہے مونچھیں کٹی ہوئی ہیں — تہذیب کا ہے پتلا یہ نوجواں ہمارا
قرآن کا حامل یہ جانشینِ عثماں — ہے حامیانِ دیں سے یہ پہلواں ہمارا

آنکھیں لگی ہوئی ہیں سب قوم کی اسی پر — جھیلیگا یہ ہی سر پر بارِ گراں ہمارا
اسلام کی حمیت اور اس میں یہ فضیحت — دردا شد آشکارا رازِ نہاں ہمارا
جانا کہیں تھا لیکن پہنچا کہیں بھٹک کر — منزل سے دور کوسوں ہے کارواں ہمارا
الزام غیر پر کیا دشمن ہیں ہم خود اپنے — اُجڑا ہے اپنے ہاتھوں خود گلستاں ہمارا
تھا چند گام ساحل اور پیر ہوا موافق — ہے ہے جہاز ڈوبا آ کر کہاں ہمارا
کل تک تو شاخِ گل پر تھا باغ میں بسیرا — اک ڈھیر راکھ کا ہے آج آشیاں ہمارا

اللہ ہی ہے یہ بیڑا افضلی بھنور سے نکلے
لنگر کے ساتھ ٹوٹا ہے بادباں ہمارا

(افضلی سرش)

اِمدادِ باہمی عِنادِ باہمی

تبنول

مسلمان رسم و رواج کے اس قدر پابند ہوگئے ہیں، کہ شادی و غمی کی تقاریب پر اگر کوئی رسم خواہ وہ کیسی ہی قبیح اور تباہ کن کیوں نہ ہو ادا نہ کی جائے تو ناک کٹ جاتی ہے، اس لئے انہوں نے رسوم کو جزوِ ایمان بنالیا ہے، مذہب اجازت دے نہ دے، ایمان رہے نہ رہے، ان خرافات کی ادائیگی لازمی ہے،

بیسیوں گھران تباہی خیز مراسم کی نذر ہوکر لوحِ عالم پر عبرت کے نقوش چھوڑ گئے، سینکڑوں ہستیاں بگڑ گئیں، زردار مفلس اور دولتمند قلاش ہوگئے، مگر افسوس کہ تباہی خیز سیل رواں کا یہ تواتر ختم نہ ہوا،

اِن قبیح و مذموم مراسم کی طویل فہرست کی تفصیل میں ایک نہ ایک ایسی بھی تھی، جو بعض صورتوں میں مستحسن و انسب خیال کیجاسکتی تھی اور اس سے کچھ نہ کچھ مفید نتیجہ مترتب ہوسکتا تھا لیکن ہم دیکھتے ہیں، کہ منہیات کی ظلمت اور لغویات کی کثرت نے ان خال خال کو بھی یا تو اپنے اندر جذب کرلیا ہے اور یا انکی ہیئت و حالت ہی بدل دی ہے، اور اب ان سے بھی کسی مفید نتیجہ

مرتب ہونیکی امید باقی نہیں رہی ،

"تنبول" ایک اچھی رسم تھی اور امداد باہمی کے اصول کے عین موافق تھی ، چند بھائیوں کی امداد سے ایک کا بسہولیت تمام کام چل سکتا تھا ، قرض اور سود در سود کی زحمت سے بچنے کی ایک بہترین تدبیر تھی مگر افسوس کہ آج اس کی بھی وہ حالت نہیں رہی ، اب "تنبول" نہ امداد کی غرض سے دیا جاتا ہے ، اور نہ اس غرض سے لیا جاتا ہے ، باقاعدہ ایک لین دین کی صورت پیدا ہوگئی ہے ، برادری غیر برادری کے بھرے مجمع میں بہی کھاتے کھولے جاتے ہیں ، حساب کئے جاتے ہیں ، گھنٹوں افہام تفہیم پر سر دردی ہوتی ہے ، اور بسا اوقات تو تو ، میں میں سے بھی آگے قدم بڑھا دیا جاتا ہے ، بدزبانی اور گالی گلوچ تک نوبت پہونچ جاتی ہے ، جس سے امداد باہمی عناد باہمی کی صورت اختیار کرلیتا ہے ، مستولین کو "کسی سے گھٹ کر کیوں رہیں" کا خیال دلنشیں ہوتا ہے ، اس لئے "تنبول" میں بڑی بڑی رقوم پیش کرنے کے لئے ناشدنی کام کئے جاتے ہیں ، زید نے اگر قرض لے لیا ہے ، تو بکر یار واغیار کو دھوکا دیکر رقم پیدا کرتا ہے ، عمر کی اگر کوئی صورت نہیں بنتی ، تو وہ بیوی کا کوئی زیور رہن کرکے "کسی سے گھٹ کر کیوں رہیں" کا وہم پورا کرنے کے لئے "تنبول" مہیا کرتا ہے ،

"تنبول" لینے والے اگر حساب کے پکے ہیں اور برتاؤ کو سمجھتے ہیں ، تو پیش کردہ رقوم میں کا کچھ حصہ واپس کر دیتے ہیں ، اور اگر یہ نہیں ، محض "تنبول" اور روپیہ جمع کرنے سے غرض ہے ، تو سب کچھ ڈکار جاتے ہیں اور گھٹ کر نہ رہنے والے اتنے کھٹتے ہیں ، کہ ساری شیخی کرکری ہو جاتی ہے ، اور وہ اپنے دل میں نفرت وحقارت کی ایک گرہ لیکر صاحب خانہ کو کوستے ہوئے واپس چلے جاتے ہیں ،

"تنبول" لینے والے حضرات کا زاویہ نگاہ دور تک پہونچتا ہے ، وہ شادی کے بعد بہی کی ورق گردانی سے "تنبول" نہ دینے والوں کی ایک فہرست تیار کرکے دورہ کا پروگرام مرتب کرتے ہیں ، اور اپنی برادری کے لوگوں سے وصولئے تنبول کے لئے قریہ گردی شروع کر دیتے ہیں ، اتفاق ہے اگر کہیں سے وصول نہ ہو تو اسے غفیف ذلیل کرنے سے بھی نہیں چوکتے ،

۱۹۱۰ء کا چشم دید واقعہ ہے کہ صاحب وصولئے تنبول کے لئے خاک چھانتے ہوئے ایک مقام پر پہونچے ، ایک بھائی سے "تنبول" کا مطالبہ کیا ، اس نے اس کی اس کم ظرفی پر حیران ہو کر جواب دیا کہ کسی دوسرے موقع پر سہی ، لیکن سفیر صاحب جو دور دراز سے دو روپے کے لئے پاؤں چھلنی کرکے آئے تھے ، دوسرے موقع کا کب انتظار کرنیوالے تھے ادہر ادہر دیکھا ، ایک برتن اٹھایا اور کسی بہانہ سے باہر ہو کر صاحب خانہ سے کہدیا ، کہ "میاں تنبول بھیجکر برتن منگا لینا" ! اس پر بڑی فضیحت ہوئی ، لوگ

جمع ہو گئے، اور فیصلہ ہوا، کہ سفیر صاحب کے مطالبہ (دو روپے) میں سے کھانے کے دام وضع کر لئے جائیں اور جو پیسے باقی بچیں وہ دیدئے جائیں، لیکن تنبول کے مقروض نے اس خفت کو گوارا نہ کیا اور دو روپے سفیر صاحب کی ناک پر رکھ کر سلام کیا، ہم اتفاق سے وہاں موجود تھے اور یہ واقعہ ہمارا چشمدید ہے،

بیسیوں ایسے قضیئے اور سینکڑوں فضیحتے اسی امداد باہمی نے ڈال رکھے ہیں، اور تمثیلاً پیش کئے جاسکتے ہیں،

"تنبول" جو امداد باہمی کی مفید ترین تدبیر اور رشتۂ ملاقات کی ایک کڑی تھی، نفاق و شقاق اور کشیدگی و رنجیدگی کا موجب بنکے رہ گیا ہے، اور اب سو لعنت کی ایک لعنت ہے، پھر کوئی وجہ نہیں کہ اس لعنت اور ام الفساد کو ترک نہ کیا جائے، اس کے جاری رکھنے کی اگر کوئی صورت ہو سکتی ہے، تو وہ صرف یہ کہ دینے والا حسب حال دیدے اور لینے والا قبول کر لے، نہ دینے والے پر افسوس نہ ہو، حساب کتاب اور بہی کھاتہ کی مذمت کو یکسر اٹھا دیا جائے، ورنہ یہ سب کچھ فضول اور لغو ہے،

تاریخ کا ایک خونی ورق

جزیرۂ "مالٹا" پر

اسپین کی ظلم آرائیوں کے بعد مسیحی بربریت کا حملہ

اخبار "کشمیری" میں "الانصار" کے حوالہ سے ذیل کا زہرہ گداز واقعہ شائع ہوا ہے، جو ناظرین تاریخ کی واقفیت کے لئے نقل کیا جاتا ہے،

مالٹا قریباً ساٹھ مربع میل کا ایک چھوٹا سا جزیرہ بحر ابیض میں واقع ہے، یہ قطعہ زمین قرن اول میں امیر معاویہؓ کے عہد سلطنت میں نغمۂ توحید سے آشنا ہو کر اسلام کے علم اقبال میں آیا تھا، رفتہ رفتہ یہاں عرب قبائل آباد ہونے لگے، اور مسلمانوں کو وہ عروج نصیب ہوا، کہ یہ کفرزار تھوڑے ہی عرصہ

میں دارالاسلام اور علم وعمل کا مرکز بن گیا، ارباب ایمان نے یہاں سینکڑوں مساجد اور مدارس جاری کئے اور ملک کے قدیم باشندوں پر ایسا گہرا اسلامی رنگ چڑہا۔ کہ تھوڑے ہی زمانہ میں وہاں کا لباس عام زبان، وضع قطع سب کچھ عربی اور اسلامی ہوگیا، اور بجز دین اسلام کے وہاں کسی دوسرے مذہب کے پیرو باقی نہ رہے،

عرب حکمرانوں نے اس جزیرہ کی آبادی اور سرسبزی میں اس قدر محنت وجانفشانی کی، کہ یہاں کی سرزمین مسلمانوں کے احسان سے کبھی عہدہ برا نہیں ہوسکتی۔ مسلمان طرابلس وغیرہ سواحل افریقہ سے عرصہ دراز تک مٹی کشتیوں میں بھر بھر کر یہاں لاتے اور اسے قابل زراعت بناتے رہے اور یہاں کی سنگلاخ زمینوں کو اسی کے ذریعے سے ہموار کرکے کشت زار بنا گیا،

آخر جب اسپین میں بنو امیہ کی اسلامی سلطنت کو زوال آیا اور مسلمان وہاں چن چن کر قتل کر دئے گئے، تو مسیحی بربریت نے اسپین کی ظلم آرائیوں سے فراغت پاکر اپنی عنان توجہ جزیرہ مالٹا کی طرف معطوف کی، اور اسے اپنے جور بیداد کا تختہ مشق بناکر وہاں کے مسلمانوں کو جبراً عیسائی بنانا شروع کیا۔ جو لوگ دین مسیح قبول کرتے تھے ان کا اعزاز واکرام ہوتا تھا، اور جن لوگوں نے تبدیل مذہب سے اعراض کیا یا تامل کیا وہ معاً موت کے گھاٹ اتارے گئے، یہ ننھا سا جزیرہ سفاکی اور ظلم رانی کا اس درجہ آماجگاہ بنایا گیا، کہ تھوڑے ہی عرصہ میں ایک متنفس بھی کلمۂ توحید کا قائل باقی نہ رہا،

چنانچہ اسی قتل عام کی ایک یادگار وہاں آج بھی موجود ہے، جو زمانۂ حال سے مسیحی زندگی کی غمازی کررہی ہے، جو لوگ جزیرۂ مالٹا میں سیر وسیاحت کی غرض سے جاتے ہیں، وہاں انہیں ایک گرجا دکھائی دیتا ہے جس کی چھت اور دیواریں مسلمانوں کی کھوپڑیوں سے بنائی گئی تھیں، وہاں کے عجائب خانہ میں قدیم عرب باشندوں اور حکمرانوں کے مختلف قسم کے سامان ظروف، لباس وغیرہ اب تک موجود ہیں، مسیحی تسلط کے بعد وہاں مساجد کا کوئی نام ونشان نہ چھوڑا گیا، بلکہ ان کے بجائے اس چھوٹے سے ٹاپو میں ایک سو ساٹھ یا اس سے زیادہ گرجے بنائے گئے،

ہمنے وہاں کے اصلی باشندوں سے جو مذہباً عیسائی ہیں اور ان کی مادری زبان آج تک عربی ہے، دریافت کیا کہ تم اپنے اصل مذہب اسلام کیطرف کیوں رجوع نہیں کرتے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہمارا مربی وپشت پناہ کوئی نہیں ورنہ ہم مسلمان ہوجائیں۔ ان کا مدعا یہ تھا۔ کہ انہیں کسی اسلامی سلطنت کی اعانت ونصرت نصیب نہیں جسکی مدد سے وہ نصرانی حکام کے دست تطاول سے محفوظ رہ سکیں، اس لئے آغوش مسیحیت سے نکلنے کی ہمت نہیں پڑتی، یہاں کی اسلامی

سلطنت چھ سو سال تک قائم رہی، اس کے بعد اس کا آفتاب اقبال مسیحی جفاکاری کے شفق میں غروب ہوگیا،

اندریں حالات ناظرین کرام اندازہ لگا سکتے ہیں، کہ مسیحیت کی اشاعت اپنی صداقت کی بدولت ہوئی یا تلوار کے زور سے؟

(از افادات حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی، اسیر مالٹا)

گوجرانوالہ ۵ دسمبر، کل ۸ دسمبر کو مولانا عبدالحق صاحب کی صدارت میں انجمن کا جلسہ منعقد ہوا، اور ذیل کی قراردادیں اتفاق رائے کے ساتھ منظور کی گئیں،

(۱) یہ جلسہ نو لاکھ روپیہ کے اس گرانقدر عطیہ کے لئے جو اعلیٰحضرت حضور نظام خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ نے مدینہ منورہ کی مسجد نبوی کی مرمت اور دیگر ضروریات کے لئے منظور فرمایا ہے، حضور ممدوح کی خدمت میں اپنا دلی شکریہ پیش کرتا ہے اور صادقانہ دعا کرتا ہے، کہ خدائے ذوالجلال والاکرام آپ کو باحشمت و اقبال زمانہ دراز تک زندہ و سلامت رکھے اور آپکی اس بہترین خدمت دین کو شرف قبولیت بخشے،

محرک، مولانا محمد علی صاحب رونق صدیقی ایڈیٹر رسالہ القریش امرتسر،

موید، قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی، ایم، بی، ایچ، ریٹائرڈ مستوفی،

(۲) یہ جلسہ صوبہ پنجاب کے برادران قریش کی توجہ پورے زور کے ساتھ اس امر کیطرف منعطف کراتا ہے، کہ احکام شریعت کو ملحوظ رکھتے ہوئے وراثتی معاملات شریعت کے مطابق انجام دیں، تاکہ رواج پر شریعت کے ترجیح پانے سے فتنۂ ارتداد کا سد باب بھی اسی ضمن میں ہو سکے،

محرک، پیر عبدالرشید صاحب قریشی لائف انشورنس ایجنٹ،

موید، سید شریف حسین صاحب بی، اے، سکول ماسٹر،

(۳) یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ انجمن کے دائرہ عمل کو مزید وسعت دینے کی غرض سے اضلاع پنجاب سے قریشیوں کی فہرستیں منگائی جائیں اور انجمن کی ضلعوار شاخیں کھولی جائیں،

محرک، شیخ پیر محمد صاحب فاروقی ضلعدار نہر، موید قاضی مظفر حسین صاحب فاروقی ... پنشنر جوان، معتمد عمومی انجمن ہذا،

بصائر و بصیرت

سیرِ حوادث

ہماری بے پرواہیاں "ندوۃ العلما" بائیس سال سے مسلمانوں کی علمی و مذہبی خدمات انجام دے رہا ہے، نومبر گذشتہ کے آخری عشرہ میں اس کا بائیسواں سالانہ اجلاس امرتسر کے مقام پر منعقد ہوا، پراپیگنڈا سب کمیٹی کی انتھک مساعی اور سفیر ندوہ کی تگ و دو سے ہمارا یہ خیال یقین کے درجہ تک پہونچ گیا تھا کہ ندوہ کا یہ اجلاس اپنے گذشتہ کل جلسوں سے بہت شاندار طریق پر انجام پذیر ہوگا لیکن ؎

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نہ نکلا

خلافِ توقع اجلاس نہایت بے رونق رہا، امرتسری مسلمانوں کی زندہ دلی کا یہ عالم کہ دوسرے دن داخلہ بلا ٹکٹ ہونے کے باوجود انہوں نے شرکت کی زحمت گوارا نہ کی، لاہوری مسلمان تیسرے دن امرتسر تو پہونچ گئے، لیکن اربابِ نشاط سے خوش گپیوں میں اس قدر مشغول ہوئے کہ پنڈال تک تشریف نہ لا سکے، "ندوہ" کا اجلاس امرتسر میں ہو اور ۲۰ سال کی طویل مدت کے بعد ہو اور لاہور کے مسلمان شریک نہ ہوں سخت تعجب، حیرت اور افسوس کا مقام ہے،

مسلمانوں کے تمام کام خواہ وہ مذہبی ہوں یا سیاسی، قومی ہوں یا اخلاقی، اسی بے اعتنائی کی نذر ہو جاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ وہ کسی نتیجہ پر نہیں پہونچ سکتے، ندوہ کے جلسہ میں جس قدر مرد شامل تھے سناتن دھرم کانفرنس کے جلسہ میں (جو انہی دنوں امرتسر میں ہو رہا تھا) اس کے نصف کے قریب ہندو عورتیں سارا سارا دن شریک ہیں اور مردوں کا تو کچھ ٹھکانا ہی نہ تھا، اس سے دونوں قوموں کے قومی احساس کا اندازہ ہو سکتا ہے،

ندوۃ العلما کے اجلاس کے دنوں میں ہی پشاور میں "جمعیۃ العلما" کے جلسہ کی تیاریاں ہو رہی تھیں، مسلمانوں کا ایک گروہ پہلے چلے جانے سے جس اجتماع کی ندوہ پر امید کی جاتی تھی، وہ منتشر ہو گیا یہ مسلمانوں کی غیر مآل اندیشی ہے، ورنہ پشاور کا جلسہ چند روز بعد بھی ہو سکتا تھا اور دونوں جلسے کامیاب

موقع پر منعقد ہو سکتے تھے، کاش مسلمان ایسی تقاریب پر ان امور کا خیال کر لیا کریں،

کام اور ضرورت کی باتیں

۲۰ تاریخ کو دارالعلوم ندوہ کے فارغ التحصیل طلبا کو سندیں تقسیم کی گئیں اور مولانا حبیب الرحمٰن صاحب شروانی صدر الصدور امور مذہبی حیدرآباد دکن سے استدعا کی گئی، کہ آپ ان طلبا کو کچھ نصیحتیں فرمائیں، چنانچہ آپ نے طلبا کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ

(۱) میرے عزیز طالب علمو! اس چند انچ طویل وعریض کاغذ کو حاصل کر کے تم اپنے آپکو فارغ التحصیل نہ سمجھو، ابھی کتنے بہت کچھ حاصل کرنا ہے، انسان اپنے ابنائے جنس کی مثالوں سے ہمیشہ سبق حاصل کرتا ہے حتی کہ آخری وقت تک بھی اس کے لئے یہ اسباق ختم نہیں ہوتے، تمہاری آنکھیں ہمیشہ تجسس و تلاش کی جانب لگی رہنی چاہئیں اور کبھی اس سے غافل نہ رہنا چاہیئے،

(۲) حضرت فاروقی رح سے کسی نے کہا، کہ حضرت چوروں سے خطرہ ہے، آپ نے فرمایا کہ ہماری دولت ہمارے پیٹ اور ہمارے سینہ میں ہے، وہ کیا چیز لے جائینگے اور کس چیز کے کھوئے جانے کا اندیشہ ہے، پیارے طالبعلمو! علم ایک لازوال دولت ہے، تمہیں اس کی حفاظت کی ضرورت نہیں، اسے خرچ کرو اور بنی نوع انسان کو فائدہ پہونچاؤ، تم اس چراغ کی مانند نہ ہو جو خود تو جل کر راکھ ہو جائے لیکن اوروں کو کوئی فائدہ نہ پہونچائے،

(۳) علم پڑھ کر اس پر عمل نہ کرنا اتنا بڑا خسران ہے کہ اس سے زیادہ اور کوئی نہیں، عالم بے عمل بغیر ارس کی مانند ہے، عمل سے علیحدہ ہوئے تو معاملات سے علیحدہ ہوئے، معاملات سے علیحدہ ہوئے تو بنی نوع انسان کو سمجھانے کے قابل نہ رہے، معاملات سے علیحدہ ہونے والا کچھ نہیں جانتا اور کسی بات میں کامیاب و فائز المرام نہیں ہو سکتا۔ علم کو عمل کے ساتھ جمع کرو، دیکھو ٹولسٹائی ۸۰ برس کی عمر میں فوت ہوئے، اور آخری سانس تک قلم ان کے ہاتھ میں تھا،

(۴) چند روپے کے لئے علم نہ بیچتے پھرنا، عالم بنکر کسی کو دھوکا نہ دینا، رسول اللہ کا امتی دنیا میں کسی طرح پست رہے یہ کبھی ممکن نہیں، علم کی روح اور علم کی محبت پیدا کرو، علم کی قدر کرو اور دوسروں پر بار نہ ہو، بلکہ اوروں کا راستہ صاف کرنا اپنا فرض سمجھو،

ان قیمتی نصائح کے بعد آپ نے مسلمانوں کی حالت عمومی پر نظر ڈالتے ہوئے فرمایا، کہ کہا جاتا ہے کہ یورپ کا سیلاب امڈا آرہا ہے اور وہ مسلمانوں کو بہالے جائیگا،

برادران اسلام! خداوند کریم کے احکام پر اندھے اور بہرے ہونا مسلمانوں کی کمزوری کا باعث

ہے، ورنہ نہ یورپ کا سیلاب ہے، نہ الحاد ہے، نہ کفر ہے اور زندقہ ہے، کیا یہ سیلاب آپ ہی کے لئے ہے، ہندوؤں کے لئے نہیں، پہلے ۹۰ فیصدی ہندو فارسی پڑھتے تھے، اب سب سنسکرت پڑھتے ہیں جو مردہ زبان ہے اور ہزاروں برس سے لکھی نہیں گئی، آپ نے عربی کو پس پشت ڈالدیا، آپ اسلام کے فدائی کا دعویٰ کریں لیکن عربی سے یہ بے اعتنائی، ایک ہندو سنسکرت سے کیوں چپٹا ہوا ہے، آپ نے عربی کو کیوں پس پشت ڈال دیا ہے جو زندہ زبان ہے، اور خدا کا کلام اسی زبان میں نازل ہوا آپ انگریزی اس لئے پڑھاتے ہیں کہ چند روپے کی نوکری مل جائے یا بیرسٹری مل جائے، حضرت محمدؐ پر آپ کہنے کو دل نثار ہیں، لیکن انکی تعلیم کو پس پشت ڈالتے ہیں، کیا رسولؐ نے یہی سبق فرمایا تھا؟

پہلی تعلیم مسلمانوں کے واسطے ایمان ہے، صرف کلمہ پڑھ لینا ایمان نہیں ہے، آپ کو معلوم ہے کہ کسی وعدہ کا کرنا کیا ذمہ داری ڈالتا ہے، یورپ کا سیلاب آپ کے اندر کیا گھسا ہے، سوائے الیکشن کے ووٹ لینے کے، مسلمان انگریزی تعلیمیافتہ آپ کو سبق پڑھاتے ہیں، کہ الیکشن میں ایمان کیا آپ وعدہ تو سب سے کر لیتے ہیں لیکن جب پرچی دینے ہیں تو اللہ جانتا ہے کہ کس کو دی گئی، میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے، کہ ولایت سے کئی سال بعد واپس آنے کو صحیح طور پر کلمہ تک پڑھنا نہیں آتا،

کرامت سے بڑھ کر استقامت ہے، اسلام کے اندر جوش نہیں ہے، تدبر کرو، غور کرو، سوچو، اس سبق کو آپ نے بھلا دیا، یومنون بالغیب، غیب پر ایمان لاؤ،

دوسری محبت، یعنے اللہ تعالےٰ کو یاد کرنا، والدین سے زیادہ یاد کرنا، ہر ضرورت کے واسطے ماں باپ یاد آتے ہیں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے، کہ ہر ضرورت کے لئے مجھے یاد کرو، اشد ذکر، رسول اللہؐ نے فرمایا، کہ اتنا یاد کرو کہ لوگ دیوانہ کہیں، خدا اور رسول کی محبت میں اندھے اور بہرے ہو جاؤ، پھر یورپ کا سیلاب کیا کریگا، یہ تمہاری ایمانی کمزوریوں اور وسوسوں کو ہلاتا ہے،

جہاز جب خونی موجوں میں گھر جاتا ہے اور اس کے بچنے کی کوئی امید باقی نہیں رہتی، تو لوگ اپنے اپنے بچاؤ کے لئے مختلف ذرائع سے کام لیتے ہیں، جہاز کا کپتان عوام کو بچانے کی سعی کرتا ہے لیکن خود جہاز کے ساتھ ڈوبتا ہے اور یہی اس کا فرض ہے، مسلمانو! اگر تمہارے جہاز کا ڈوبنا مقدر ہو چکا اور کوئی صورت بچاؤ کی تمہیں نظر نہیں آتی تو اس کپتان کی طرح تمہارا فرض ہے کہ تم بھی ڈوب مرو، اگر جہاز ڈوبتا ہے تو تمہارا زندہ رہنا کسی کام کا نہیں، اور اگر یہ نہیں تو خونی موجوں سے اپنے جہاز کو نکالنے کی کوشش کرو، دیکھو اور قومیں تو پتھر کے ٹکڑوں سے سبق حاصل کرتی ہیں، لیکن آپ رسولؐ کے اسوہ اور خدا کے احکام سے سبق نہیں لیتے۔"

رائل کمیشن اور مسلمان

اس وقت ہندوستان کی فضا رائل کمیشن کے مقاطعہ کی پرشور صداؤں سے گونج رہی ہے، اور ملک کے ہر گوشے سے بائیکاٹ کی آوازیں بلند ہو رہی ہیں، کوتاہ نظر حضرات نشۂ مسرت سے سرشار ہیں، کہ ملک و قوم نے ایک نازک وقت پر پوری اتحاد خیال او اشتراک عمل کا ثبوت دیا اور دنیا کو دکھا دیا، کہ اپنے تمام مناقشات و تنازعات کے باوجود حریت ہند اور استقلال قومی کے لحاظ سے اہل ہند کسی قوم سے پیچھے نہیں، لیکن اگر منظر غائر دیکھا جائے تو صاف نظر آجائیگا، کہ یہ تمام ہنگامہ خیزیاں اور تمام ہیجان پر ور نظارے کسی متحد اساس پر قائم نہیں اور اس بظاہر یک رنگ شور و ہیجان اور متفقہ مطالبہ میں بھی صد ہا تشتت اور ہزار ہا افتراق مستور ہیں،

جس ملک کی یہ حالت ہے، کہ ایک قوم دوسری قوم کے خون کی پیاسی ہے، ایک فرد دوسرے فرد کا عدوئے جان ہے، ایک جماعت کو دوسری جماعت پر ذرہ بھر بھروسہ و اعتماد نہیں، ایک فرقے کو دوسرا فرقہ ایک آنکھ نہیں بھاتا، جو خود اپنی غلامی کی زنجیروں کو اپنے ہاتھوں مضبوط بنا رہی ہے اسے آزاد اقوام کی ہمسری کا تخیل زیب نہیں دیتا، دنیا ہندوستان کی حالت کو خوب جانتی ہے، مقاطعہ کی آوازاں کی باہمی عداوت و کدورت کو اپنے دامن میں چھپا کر بھاپنے والوں کی نظروں سے اوجھل نہیں کرسکتی جاننے والے خوب جانتے ہیں، وہ اس شور و شر کی پر کاہ کے برابر بھی پروا نہیں کرینگے، ہاں، اگر تمہیں اپنے مطالبات تسلیم کرانا ہے، اپنی آواز کی کچھ قدر و قیمت چاہتے ہو، تو اپنے اندر وہ خصائص اور وہ اوصاف پیدا کرو، جو زندہ اور آزاد ملکوں کا طرۂ امتیاز ہیں،

مقاطعہ سے بحالات موجودہ کوئی مفید نتیجہ اخذ نہیں ہوسکیگا، مسلمان تحریک مقاطعہ میں شامل ہوکر کوئی خاص فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے، اس سے قبل وہ اسی قسم کی کئی غلطیوں کا خمیازہ اٹھا چکے ہیں، لہٰذا اس موقع پر انہیں پورے تدبر سے کام لینا چاہیے، اندھی تقلید شیوۂ دانشمنداں نہیں ہوتا برادران وطن پہلے اپنے گھر کی خبر لیں، خونریزی و ہنگامہ آرائی، نفرت و عداوت باہمی کا قلع قمع کریں ہے، پھر ہندوستان کی مختلف قوموں کے ممتاز اور صائب الرائے لوگوں کی ایک جمعیۃ بنائیں، واقعات موجودہ اور حالات مستقبل پر ٹھنڈے دل سے غور کرکے ایک سمجھوتہ کریں پھر مقاطعہ بھی کرلیں،

گوجرانوالہ کا میونسپل الکشن

میونسپل الکشن عجب کشمکش اور تگ و دو کا زمانہ ہوتا ہے، امیدواران ممبری کی مساعی، انکی نقل و حرکت دیکھنے کے قابل ہوتی ہے، گوجرانوالہ کا الیکشن عجب معرکے کا الیکشن تھا، تاریخ الیکشن سے پورے تیس دن

قبل ہم نے امیدواران کی تیاریوں اور سرگرمیوں کو دیکھ کر اندازہ کر لیا تھا کہ ابکے یہاں کا الکشن ایک ہنگامہ خیز الکشن ہوگا۔ نومبر کے آخری ہفتہ میں امیدواران کی تگ و دو کا یہ سلسلہ ختم ہو گیا، کامیاب ممبران میں فدائے ملت ملک امیر خان صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں، ان کی معرکۃ الآرا کامیابی اپنی نوعیت کے لحاظ سے گوجرانوالہ کی تاریخ میں نمایاں رہیگی، ہم انہیں اس جد و جہد میں کامیاب ہونے پر مبارکباد دیتے ہیں، اب انتخاب صدارت کا مسئلہ باقی ہے، مسلمان ممبران گوجرانوالہ اگر شیخ دین محمد صاحب ایم، اے ایڈوکیٹ کے صدر منتخب کرنے میں متفق الرائے ہوگئے، اور ہونے چاہئیں، تو ہم سمجھتے ہیں کہ یہ انکی عدیم النظیر قومی معاملہ فہمی اور دور اندیشی ہوگی، شیخ صاحب موصوف ہر طرح تجربہ کار اور ایک قابل بزرگ ہیں، ہمارے خیال میں، گوجرانوالہ میونسپلٹی کو ان سے بہتر صدر ملنا محالات سے ہے۔ امید ہے کہ مسلمان ممبران اس انتخاب میں پورے تدبر سے کام لیں گے،

عدم رسید رسالہ کی شکایت کرنے سے قبل آخری صفحہ کی ہدایات ملاحظہ کر لیا کریں اور ایسے امور براہ راست دفتر سے دریافت کریں، خط و کتابت نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیا کریں، منیجر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظام نمبر اور زبانِ خلق

"نظام نمبر" ملک کی مشہور و مقتدر انجمنوں، سیاسی و غیر سیاسی جماعتوں، اکابرین معززین کے علاوہ ہندوستان کی مختلف ریاستوں، وائسرائے بہادر ہند، ارکان پارلیمنٹ اور اعلیحضرت حضور ملکِ معظم شہنشاہِ ہند کی خدمات میں بھیجا گیا تھا، جن میں سے بیشتر عمائدین و اکابرین ملک، معززین قوم اور مقتدر جماعتوں کے مؤقر جرائد نے اس پر اپنی قیمتی آراء کا اظہار فرمایا ہے۔ ان تمام میں سے چند اہل الرائے حضرات اور مخصوص مقتدر جماعتوں کے جرائد اور بعض مؤقر اسلامی اخبارات کی رائیں ذیل میں درج کیجاتی ہیں، تاکہ دانشورانِ دشخوار پسند اس مسئلہ میں رائے عامہ کے موازنہ کا موقع پائیں اور ہماری محنت ٹھکانے لگے، آمین،

ایڈیٹر

اکابرینِ ملک و معززینِ قوم

خریدار نمبر ۲۴۲۶ "نظام نمبر" موصول ہوا، بہت خوب اور کمال دیدہ زیب ہے، چونکہ خاندان سلاطین آصفیہ کی یہ بہترین خدمت ہے، اس لئے میں اسے اسلام کی بہترین خدمت تصور کرتا ہوا ہدیۃً چالیس روپے ارسال کرتا ہوں، قبول فرمائیے۔ (اظہار نام کی اجازت نہیں۔ ایڈیٹر)

مولانا عبداللہ یوسف علی صاحب سی۔ بی ای، ایم اے، ایل ایل، سنڈیکیٹ ممبر

الفرینڈ کے نظام نمبر کی ایک جلد کیلئے میں آپکا شکریہ ادا کرتا ہوں، میں یہ دیکھکر خوش ہوں کہ آپ نے ہز اگزالٹڈ ہائی نس کے خاندان اور نظام حکومت کے متعلق اور نیز اس بارہ میں کہ حضور ممدوح کس حد تک غیر مسلم افراد اور انجمنوں اور درسگاہوں کو امداد دینے میں شمار و اعداد فراہم کئے ہیں،

ان واقعات کو پبلک میں وسعت کے ساتھ اشاعت دینی چاہیئے، تاکہ لوگوں کو حکومت نظام

کی وقعت وعزت اور اندرونی خودمختاری کے مسئلہ میں صحیح رائے قائم کرنیکا موقع ملے ، ۲۲ شعبان ۴۶ھ

شیخ دین محمد صاحب وکیل
(ممبر کونسل پنجاب ، پریذیڈنٹ میونسپلٹی گوجرانوالہ)

"نظام نمبر بہترین معلومات کا بہترین مجموعہ ہے ، خاندان آصفیہ کی اس سے بہتر اور انسب صورت میں اور کوئی خدمت نہیں ہو سکتی " (۲۸ ، اکتوبر سنہ ۲۷ ۱۹ء)

مولانا قاضی نظر حسین صاحب فاروقی ریٹایرڈ مستوفی ریاست قلات

میں اپنے پاس اس قدر الفاظ کا ذخیرہ موجود نہیں پاتا جنمیں "نظام نمبر" کے حسن ترتیب اور اس کے معنوی وصوری خوبیوں کے اعتراف کا اظہار کر سکوں ، حقائق حقہ کی رو سے آپ نے نایاب موتیوں کی ایک خوبصورت اور بیش قیمت مالا پرو دی ،

القریش کی تیرہ سالہ عدیم النظیر زندگی کے قابل قدر کارناموں کی فہرست میں "نظام نمبر" درحقیقت ایک زریں کارنامہ ہے ، جو دنیائے صحافت میں ہمیشہ یادگار زمانہ رہے گا ،

ما ابراین گیاہ ضعیف این گماں نہ بود
مگر آفریں باد بریں ہمت مردانہ تو

اگر القریش کسی زندہ اور قدرشناس قوم کا آرگن ہوتا تو اس ایک ہی خدمت قومی کے صلہ میں آج اس کی تعداد اشاعت ہزاروں تک پہونچ جاتی ،

جس متانت وسنجیدگی اور محنت و قابلیت سے آپ نے اسے ایڈٹ کیا ہے ، اس کی رو سے لامحالہ کہنا پڑتا ہے ، کہ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ ۔ (۲۸ ستمبر)

مولنا ایس ، ایم ، اے کشفی شاہ صاحب نظامی

نظام نمبر مل گیا ، آپ نے وہ کام کیا ہے ، جس سے اب تک ہندوستان کے سات کروڑ مسلمان غافل تھے ، امید ہے کہ "نظام نمبر" ان سب کی آنکھیں کھول دیگا اور وہ بیدار ہو جائیں گے ، (رنگون ، ۵ ستمبر سنہ ۲۷ء)

مولانا فتح محمد صاحب اختر

"نظام نمبر" مطالعہ سے گذرا ، اسکی ترتیب وتنظیم میں آپ نے جس شغف اور انہماک سے حصہ لیا ہے وہ لائق صد ہزار آفریں اور قابل قدر ہے ، اسمیں کلام نہیں کہ اعلیحضرت شہریار دکن نے بکمال مساوات ونصفت شعاری امور سلطنت کی انجام دہی میں ہر موقعہ پر بے تعصبی کو کام فرمایا ہے ،

آپکی اس حسن سعی سے اکثر شکایات کا جو حضور الورکی ذات ستودہ صفات پر متعصبین کیطرف سے محض کور باطنی کے باعث ہوتی تھیں، سدباب ہوگیا ہے،

مُقتدرجماعتیں اور انجمنیں

جمیعۃ العلمائے ہند کا مؤقر جریدہ

"الجمیعۃ" دہلی امرتسر کے رسالہ اتوریش نے یہ خاص نمبر حضور نظام کے اسم گرامی سے منسوب کرکے شائع کیا ہے، اسمیں تفصیل کے ساتھ اعلحضرت کے اسلاف اور خود اعلحضرت کی ان خدمات کا ذکر کیا گیا ہے جو انہوں نے برٹش گورمنٹ کی وقتاً فوقتاً انجام دی ہیں، جنگ عظیم میں اعلحضرت نے جو جنگی ومالی اعانت فرمائی اس کے اعداد وشمار دئے گئے ہیں، خود برٹش گورمنٹ نے ان اعلیٰ خدمات کے جو اعترافات کئے ہیں، انکو نقل کیا گیا ہے برار کے متعلق اعلحضرت کے مطالبہ کو حق بجانب ثابت کیا گیا ہے، مملکتِ آصفیہ نے موجودہ فرمانروا کے عہد مبارک میں جو عظیم الشان علمی وتمدنی وانتظامی ترقی کی ہے اس کا تذکرہ کیا گیا ہے، غیر مسلم قوموں کے ساتھ جس انصاف ومساوات اور فیاضی کا سلوک کیا جاتا ہے، اسکے متعلق ناقابل تردید اعداد وشمار پیش کئے گئے ہیں، اور رسالہ میں بڑی حد تک کامیابی کے ساتھ ایسا مواد جمع کیا گیا ہے، جو ایک طرف اعلحضرت کے خلاف ہندو پروپیگنڈا کا جواب ہے اور دوسری طرف اعلحضرت کے ساتھ برٹش گورمنٹ کے ناروا سلوک کو غلط ثابت کرتا ہے، پرچہ ظاہری ومعنوی خوبیوں سے آراستہ ہے، (۶- اکتوبر ۲۷ء)

مدرسۃ الواعظین لکھنؤ کا رسالہ

"الواعظ" نظام نمبر جونکہ ۲۹ اگست "الواعظ" کی کاپی مکمل ہوجانے کے بعد ہمکو ملاہے، بدیں وجہ مفصلاً اظہار خیالات سے معذور رہکر ہم صرف اس قدر عرض کرسکتے ہیں، کہ محترم معاصر نے اس نمبر کی تحریر وترتیب اور تہذیب میں محنت شاقہ برداشت کی ہے وہ انہیں پر زور شکریہ کا مستحق بنارہی ہے، اگر آپ کو سلطنت آصفیہ کے متعلق نظام الملک اول کے اعلان خودمختاری سے

اس وقت تک کے ترتیبی واقعات وحالات اور اس سلطنت کے خصوصیات ملاحظہ فرماتا ہوں تو اس نمبر کو ضرور ملاحظہ فرمائیے ؎ (اگست ۲۷ء)

جمعیۃ التبلیغ دہلی کا اخبار

"مبلغ" القریش ایک مدت سے پنجاب کے مشہور شہر امرتسر سے نکلتا ہے اور اپنی بساط کے مطابق عمدہ خدمات انجام دے رہا ہے، اگست کے آخری حصہ میں القریش نظام نمبر کے نام سے شائع ہوا ہے جسمیں حضور نظام خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ کے خاندانی اور ملکی حالات کو مختصر پیرایہ میں نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ بیان کرنیکی کوشش کیگئی ہے، جو لوگ شہریار دکن حرسہا اللہ عن الشرور والفتن کی ذات گرامی سے کوئی تعلق اور دلچسپی رکھتے ہوں (اور کون مسلمان ہوگا جو سلطان العلوم سے عقیدت نہ رکھتا ہو) ان کیلئے اس کا مطالعہ از بس مفید ثابت ہوگا، رسالہ کی ترتیب وطباعت وغیرہ میں جو سلیقہ صرف کیا گیا ہے وہ مرتب کے حسن مذاق کی روشن دلیل ہے، زمرد ٹائیٹل پر سنہری حروف کی گلکاری نہایت ہی جاذب نظر اور دلاویز ہے جس کو دیکھکر بیساختہ داد دینی پڑتی ہے، ہم اصحاب علم سے اس کے مطالعہ کی پرزور سفارش کرتے ہیں، (۲۴ ستمبر ۲۷ء)

مسلمانونکی مقتدر انجمن حمایت اسلام لاہور

اخبار حمایت اسلام رسالہ القریش امرتسر نے نظام نمبر کے عنوان سے ایک خاص نمبر شائع کیا ہے جو ۴۸ صفحات پر مشتمل ہے، کتابت طباعت دلفریب، اور کاغذ دیدہ زیب استعمال کیا گیا ہے، اس شاہکار میں "القریش" کے قابل مدیر قریشی محمد علی صاحب رونق صدیقی نے شہریار دکن خلد اللہ ملکہ کے فضائل وشمائل ستودہ کے ایک مختصر مرقع کے علاوہ ریاست حیدرآباد کے متعلق کافی مواد جمع کردیا ہے، نیز اسمیں ان معاہدات کا ترجمہ بھی درج کیا گیا ہے، جو سلطنت نظام اور برطانیہ عظمی میں وقتاً فوقتاً وقوع پذیر ہوئے، فاضل مدیر اس حقیقت کے الم نشرح کرنے میں خاص طور پر کامیاب ہوئے ہیں کہ حضور نظام نے دولت علیہ برطانیہ کی ہمیشہ ہی عدیم المثال خدمات جلیلہ سرانجام دی ہیں، اور یہ کہ ریاست حیدرآباد میں غیر مسلموں کے حال پر اس قدر گوناگوں نوازشات کی جاتی ہیں، کہ ان سے بڑھ کر ممکن نہیں، (یکم ستمبر ۲۷ء)

انجمن قریشیان پنجاب کا رزلیوشن

مولانا محمد علی صاحب رونق صدیقی مالک و مدیر القریش نے نظام نمبر کے نام سے اپنے رسالہ کا ایک خاص نمبر شائع کرکے قوم پر احسان کیا ہے، نمبر مذکور صوری و معنوی خوبیوں سے آراستہ ہونیکے علاوہ ہز اگزالٹڈ ہائینس تاجدار دولت آصفیہ کی حکومت اور خاندان کے حالات کا بہترین مرقع اور مفید معلومات کا عمدہ ذخیرہ ہے، اس لئے یہ جلسہ آپکے اس احساس و ایثار کو ایک قابلقدر قومی خدمت قرار دیتا ہوا اس امر کی پرزور سفارش کرتا ہے، کہ قدرشناسی کے عملی ثبوت کے لئے ہندوستان بھر کے ۱۸ لاکھ برادران قریش رسالہ القریش ایسے مفید اور واحد قومی ارگن کی اشاعت میں پوری سرگرمی کے ساتھ کوشش کریں،　　(اجلاس منعقدہ ۸ ستمبر ۲۷ء)

انجمن مسلم راجپوتان ہند کا اخبار

"مسلم راجپوت"

قریشی محمد علی صاحب رونق صدیقی مدت دراز سے ماہوار القریش استقلال اور خوبی کیساتھ نکال رہے ہیں، اور انہوں نے اپنے رسالہ کا نظام نمبر شائع کرکے وہ تمام باتیں ایک جگہ جمع کردی ہیں جو قلمرو نظام کے نظم و نسق سے کچھ بھی تعلق رکھتی ہیں، حضور نظام حال (اعلحضرت میر عثمان علیخان بہادر) کے مفصل حالات کے اندراج کے بعد لائق مدیر نے دولت آصفیہ اور سرکار انگریزی کے باہمی تعلقات پر تاریخی روشنی ڈالی ہے، اور حضور نظام کی وفاداری برطانیہ، جنگ یورپ میں آپکی جنگی امداد، قوم کیطرف سے قومی خطاب کی عقیدتمندانہ پیشکش، حیدرآباد کی تعلیمی ترقی دولت آصفیہ میں جمہوریت، اعلحضرت کا انصاف و مساوات، بےتعصبی اور غیر مسلم رعایا پروری پر مبسوط ابواب لکھے ہیں، جس کی بدولت اس مجموعہ نے ایک مستقل تالیف کی صورت اختیار کرلی ہے، یہ مرقع ہر بہی خواہ قلمرو نظام کے ہاتھ میں ہونا چاہیئے،　　(۲۴ اگست ۲۷ء)

آل انڈیا کشمیری کانفرنس کے ترجمان

اخبار "کشمیری"

اس ہفتہ میں القریش کا نظام نمبر برائے ریویو موصول ہوا ہے، دولت آصفیہ کے اس سے صحیح تر حالات ملنے مشکل ہیں، گورنمنٹ انگلشیہ کے تعلقات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے، جس سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے، کہ گورمنٹ ہند کی جانب سے اس کے احسانات

کا جو معاوضہ مل رہا ہے وہ سوائے محسن کشی کے اور کچھ نہیں، دولتِ آصفیہ نے انگریزوں کی ہر مشکل اور مصیبت میں مدد کی، لیکن آج اس کو اس کا معاوضہ یہ مل رہا ہے، کہ چند بد باطن اور کور دل نمکحراموں کے سراسر لغو اور بے سروپا الزامات پر اعلیحضرت حضور نظام کے اختیارات کو محدود کر دیا گیا ہے، ناظرین اگر ان حالات سے کماحقہٗ واقف ہونا چاہتے ہیں اور ہمارے خیال میں ہر قوم پرست ہندوستانی کا فرض ہے، تو یہ نمبر دفتر القریش سے طلب کریں، (۷، ستمبر ۲۷ء)

کشمیر

"القریش نظام نمبر نہایت آب و تاب سے شائع ہوا ہے، قریشی محمد علی صاحب رونق اخبار کی مساعی جمیلہ نے قلمرو حیدر آباد، دکن، اسکی تاریخ، فرمانروایان دکن و موجودہ نظام معظم کے حالات، حکومتِ برطانیہ و مملکت نظام کے تعلقات، حضور نظام کی بے تعصبی اور دیگر متعلقہ کوائف قلمبند کر کے ایک ایسا مجموعہ ملک کے سامنے پیش کیا ہے، جس کی بحالات موجودہ بیحد ضرورت تھی، ہوا خواہانِ حضور نظام کو "نظام نمبر" کا ضرور مطالعہ کرنا چاہئیے، ۷ ستمبر ۲۷ء

سرکاری و نیم سرکاری جرائد

دکن کا موقر روزنامہ

رہبر دکن

"القریش امرتسر کا یہ نمبر نہایت آب و تاب کے ساتھ ۱۰۰ صفحات پر شائع ہوا ہے، اسمیں اعلحضرت حضور پرنور خلد اللہ ملکہ کے مختلف اوصاف حمیدہ و صفات پسندیدہ کا تذکرہ کیا گیا ہے، مرتب رسالہ مولوی محمد علی رونق منصبدار سرکار عالی نے یہ تمام مضامین حمائتِ مطالبہ برار میں لکھے ہیں اور پیش نامہ میں اسکی وجہ اشاعت یہ بتائی ہے کہ مولوی نذیر شاہ ہاشمی نے مطالبہ برار کے سلسلہ میں نظام کانفرنس اور دیگر قسم کی معمولی وفود پذیرائی کو بیکار بتاکر ایک ایسے انگریزی، اردو پمفلٹ کی اشاعت مفید سمجھی، جس میں اعلحضرت خلد اللہ ملکہ کی ان تمام خدمات جلیلہ کا تذکرہ جو آپ نے حکومت برطانیہ کی امداد میں انجام دی ہیں کیا جائے، اس تجویز کی تکمیل کے لئے فی الحال یہ اردو رسالہ شائع کیا گیا ہے، مرتب نے اعلحضرت خلد اللہ ملکہ کی جنگ عظیم میں فوجی امداد معارف پروری، نصفت شعاری، بے تعصبی، فلاح و بہبود ملک و رعایا کی مساعی جمیلہ وغیرہ کا اجمالی طور پر تذکرہ کیا ہے، ذاتِ شاہانہ کے ایسے کارنامے اور اوصاف ہیں، جن سے انکار کرنا بطلان

بدیہات کا مترادف ہے۔ آخر میں دولتِ آصفیہ کی قدیمی فیاضی اور بے تعصبی کی واضح تصویر اس فہرست سے ظاہر کی گئی ہے جس میں ریاست ابد مدت کے عطا کردہ معاش مذہبی، مسلم و غیر مسلم رعایا کے منصب یومیہ، وظیفہ اور معاش کی تفصیل دی ہے۔ عہد عثمانی حرسہا اللہ عن الشر و الفتن کی عدل گستری معارف پروری اور رعایا نوازی ناقابل انکار حقیقت ہیں اور ہمارے ملک کا بدترین دشمن بھی ان سے انکار کی جرأت نہیں کرسکتا، ان فضائل کو جتنا بھی بیان کیا جائے کم ہے۔ (۶ ستمبر ۲۷ء)

بہاولپور گورنمنٹ کا اخبار

صادق الاخبار

" رسالہ القریش کے فاضل مدیر مولوی محمد علی صاحب زرونق قریشی صدیقی نے القریش کا ایک خاص نمبر نظام نمبر کے نام سے شائع کیا ہے جو ظاہری اور معنوی خوبیوں کے لحاظ سے قابل دید ہے، رسالہ کے رنگین سنہری سرورق، عمدہ کتابت، صاف طباعت اور چکنے کاغذ نے اس کو اور بھی دلفریب بنا دیا ہے، یہ رسالہ ۷۴ صفحات پر مشتمل ہے جس میں قابل مدیر نے حضور نظام دکن کے ان تمام معاہدات کو جو آصفجاہ اول اور حملہ کرناٹک سے لیکر اس وقت تک وقتاً فوقتاً فیمابین سلطنت برطانیہ و حکومت آصفیہ ہوتے رہے اور جس سے روابط دوستی روز بروز مستحکم تر ہوتے گئے، بیان کرتے ہوئے فرمانروائے موجود کے حسن اخلاق، پاکیزہ عادات، دینداری کے اوصاف اور عوام کی مذہبی رواداری کے تمام حالات کو درج کرکے بتلایا ہے کہ ریاست حیدرآباد دکن میں غیر مسلموں کے حال پر کس قدر نوازشات اور الطاف شاہی کا اہتمام ہوتا رہتا ہے، اس کے ثبوت میں قابل مدیر نے ایک طویل فہرست ان شاہی عطیات کی بھی شامل کی ہے، جو حکومت کی طرف سے غیر مسلموں کے معابد و مناور کے لئے بصورت معاشداران معمولداران، تنخواہداران، جاگیرداران، منصبداران و وظیفہ خواران کے منظور شدہ ہے، جو اصحاب مسلم حکومتوں پر خواہ مخواہ حملہ کرتے ہیں وہ آنکھیں کھولکر پڑھیں، اور غور کریں۔ (۸ ستمبر ۲۷ء)

نیم سرکاری مشہور انگریزی اخبار

سول اینڈ ملٹری گزٹ

" اردو ماہوار رسالہ القریش امرتسر نے (قیمت ایک روپیہ حجم ۷۴ صفحات) اپنا خاص نمبر نظام نمبر کے نام سے شائع کیا ہے، اس میں حیدرآباد کے حکمران خاندان کی مختصر

تاریخ دیگئی ہے اور حضور نظام کی خدمات ، حکومت برطانیہ کی تفصیل پیش کیگئی ہے ، حالات حاضرہ کے متعلق اس کی یہ رائے ہے کہ برٹش گورنمنٹ نے حیدرآباد کے اندرونی حالات میں مداخلت کی ہے

دیگر مقتدر اسلامی اخبارات

"وکیل" (امرتسر) حال میں رسالہ "القریش" امرتسر نے اپنی ایک خاص اشاعت "نظام نمبر" کے نام سے شائع کی ہے جس کی ضخامت ، رنگین اور دبیز سرورق کے علاوہ ۴۷ صفحے ، کتابت عمدہ اور طباعت نہایت صاف ہے ، کاغذ سفید چکنا استعمال کیا گیا ہے ،

القریش کے لائق مدیر منشی محمد علی رونق قریشی صدیقی نے اس خصوصی اشاعت میں اعلحضرت فرمانروائے دکن خلداللہ ملکہ کے مختصر سوانح حیات اور مکارم اخلاق کا دلچسپ پیرائے میں تذکرہ کیا ہے ، اس کے علاوہ برطانیہ عظمی اور سرکار نظام کے باہمی تعلقات اور معاہدات کی بھی بقدر ضرورت تصریح کردی ہے ، نیز یہ حقیقت پورے طور پر بے نقاب کی ہے ، کہ اعلحضرت خسرودکن نے سلطنت برطانیہ کی ہمیشہ عدیم النظیر اور جلیل القدر خدمات انجام دی ہیں ،

فاضل مدیر القریش نے نظام نمبر میں اس واقعیت کا بھی انکشاف کیا ہے کہ ریاست حیدرآباد میں غیر مسلموں کے ساتھ بھی کامل رواداری کا ثبوت دیا جاتا ہے اور ان کے منادر و معابد نوازشات شہریاری سے برابر فیضیاب ہوتے رہتے ہیں اور بعض کوتاہ اندیش جو تعصب کا بے بنیاد الزام ہندوستان کی سب سے بڑی اسلامی ریاست پر لگاتے ہیں ، ان کا سرتاسر غلط اور بے اصل پراپیگنڈا ہرگز سرسبز نہیں ہوسکتا ۔ واقعات و حقائق کی روشنی کے سامنے کذب و افترا کی تاریکیاں ایک لمحے کے لئے بھی ٹھہر نہیں سکتیں ، (۴ ستمبر ۲۷ء)

"شہاب" (راولپنڈی) یہ ماہوار رسالہ منشی محمد علی صاحب رونق صدیقی کی ادارت میں امرتسر سے ہر انگریزی مہینہ کی ۱۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے ، عرصہ بارہ سال سے پبلک کی خدمت کررہا ہے ، ماہ اگست میں اس کے فاضل مدیر و مالک نے نظام نمبر شائع کیا ہے جس میں مملکت نظام کے متعلق نہایت دلچسپ معلومات بہم پہونچاکر شہریار دکن خلداللہ ملکہ کی رواداری و رعایا نوازی ثابت کیگئی ہے ، آج سے کچھ عرصہ پیشتر حکومت برطانیہ نے اس سب سے بڑی اسلامی ریاست کے متعلق جو رویہ اختیار کیا ہے وہ نہایت درجہ افسوسناک ہے جس پر تمام مسلمانان ہندوستان

نے اپنے اضطراب اور بےچینی کا اظہار تقریروں، تحریروں اور رزولیوشنوں کے ذریعے کیا ہے،
جنگِ عظیم اور اس سے قبل ہر مصیبت کے وقت حکومت نظام نے حکومت برطانیہ کی مدد کی ہے، لیکن باوجود اس وفاکیشی کے حکومت برطانیہ اپنے مواعید و مواثیق کو پس پشت ڈالکر جس قدر ناروائی کا ثبوت دے رہا ہے وہ مغربی تہذیب کے علمبرداروں کو زیب دیتی ہو تو ہو، لیکن مشرقیوں کے نزدیک وہ بعید ناشکری کے مترادف ہے، اس رسالہ کے مطالعہ سے برادرانِ وطن کی ایک جماعت جو مذہبی تعصب کی بنا پر حضور نظام کے خلاف ہوکر اپنی کور باطنی کا ثبوت پیش کر رہی ہے، بھی تسلی ہو جائیگی۔ (۸ ستمبر ۲۷ء)

"توحید" امرتسر ہمارے محترم دوست جناب محمد علی صاحب صدیقی مدیر القریش نے اپنے رسالہ کا نظام نمبر نہایت آب و تاب کیساتھ شائع کیا ہے، جو علاوہ ظاہری خوبیوں کے معنوی محاسن سے بھی لبریز ہے، اسمیں دولتِ آصفیہ حیدرآباد دکن کے تمام تاریخی پہلوؤں کو نہایت تفصیل اور وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے، موجودہ تاجدار دکن اعلحضرت میر عثمان علی خان بہادر کے عہد ہمیون میں جس قدر ترقیاں ہوئی ہیں، انکو نہایت عمدگی سے پیش کیا ہے، اعلحضرت کی بےتعصبی، مذہبی آزادی، روا داری، غیر مسلم رعایا پروری کی عدیم النظیر مثالیں پیش کرکے اس تمام ناپاک اور معاندانہ پراپیگنڈا کا نہایت معقول اور مدلل جواب دیا ہے، جو آریہ سماجی اور ہندؤں کیطرف سے عمل میں آرہا ہے، غرض ہر لحاظ سے یہ رسالہ مستحق تعریف اور قابل مطالعہ ہے، (۲ ستمبر ۲۷ء)

"پیسہ اخبار لاہور" رسالہ القریش کا نظام نمبر، اس خاص نمبر میں سلطان العلوم ہز اگزالٹڈ ہائینس کی ریاست کے ہر پہلو پر نہایت خوبصورتی سے روشنی ڈالی گئی ہے فرمانروائے دکن کی مختصر سوانح حیات اور حکام اور انصاف کا تذکرہ کیا ہے، استرداد برار کے مسئلہ کو بھی اصلی رنگ میں پیش کیا ہے، معتبر تاریخی شہادتوں سے ثابت کیا گیا ہے، کہ شہریار دکن نے سلطنت برطانیہ کی جلیل القدر خدمات سرانجام دیں، اس کے علاوہ اس رسالہ میں شاہانِ آصفیہ کی صداقت اور عہد جوئی کا ثبوت پیش کیا گیا ہے، بعض کوتاہ بین محض تعصب کا بےبنیاد الزام اسلامی ریاست پر لگاتے ہیں، اس نمبر کے پڑھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ سراپا ہندؤں کا پروپیگنڈا ہے، واقعات اور تاریخی حقائق بالکل اس کے خلاف ہیں، یہ نمبر اپنی خصوصیتوں کیوجہ سے ہر طرح قابل قدر ہے، ۸/۹/۲۷

"البرید کانپور" امرتسر کے ماہوار رسالہ القریش نے "نظام نمبر" کے نام سے اپنا ایک خاص نمبر نکالا ہے، ہم اسے دیکھنے سے اس نتیجہ پر پہونچے ہیں کہ نظام نمبر سلطنت برطانیہ اور گورنمنٹ نظام کے تعلقات کی مختصر تاریخ ہے، جس میں دولت آصفیہ اور سرکار انگریزی کے

تعلقات اور دوستی کی ابتدا سے لیکر اب تک کے تمام اہم واقعات پر روشنی ڈالی گئی ہے اور اسی کے ساتھ ریاست کی موجودہ بہتری و برتری، رعایا کی خوش حالی و فارغ البالی کے لئے موجودہ حضور نظام جس طرح محنت و کاوش، تدبر و مآل اندیشی عدل و انصاف سے کام لے رہے ہیں اور مساوات و حق رسی کے پاک جذبہ سے متاثر ہو کر اپنی ہندو مسلم رعایا میں کسی قسم کا امتیاز نہ سمجھ کر دونوں کی بہبودی کے جو وسائل اختیار فرما رہے ہیں، ان کا بھی ایک حد تک تفصیل کے ساتھ تذکرہ کیا گیا ہے،

مقدمہ میں حضور نظام کی تقریر کے بعد ایڈیٹر کی جانب سے ریاست کے مخصوص مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے، سلطنت برطانیہ اور دولت آصفیہ کے دوستانہ تعلقات کے بعد سرکار انگریزی کو کن کن نازک اور اندیشناک حالات کا سامنا کرنا پڑا، اور ان موقعوں پر دولت آصفیہ نے دستگیری کی اور کس کس طرح اپنا مخلصانہ وفاداری کا ثبوت دیا، ان امور کا تذکرہ کیا گیا ہے،

جنگ عظیم میں حضور نظام نے سلطنت برطانیہ کی جو فوجی اعانت اور مالی امداد کی اس کا ذکر ذرا تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے جس کے شکریہ میں گورنمنٹ برطانیہ نے فرمانروائے دکن "یار وفادار سلطنت برطانیہ" کا اہم خطاب عطا فرمایا۔

اس کے بعد ریاست کے اندرونی نظم و نسق کا بیان ہے جس میں قیام جمہوریت اور تنظیم باب حکومت بھی شامل ہیں، رسالہ کے آخری حصہ میں اعلحضرت حضور نظام کی بے تعصبی واقعات و حقائق سے ثابت کی ہے جس کے ضمن میں مذہبی رواداری اور آزادی کی عدیم النظیر مثالیں دی گئی ہیں،

اشاعت ہذا میں گنجائش نہیں ہے، ورنہ ہم ریاست کے متعلق ان اعداد و شمار کو ضرور دکھاتے جو دل میں انصاف و ایمان کا ایک رمق رکھنے والوں سے بھی حضور نظام کی بے تعصبی کا اقرار کرائے بغیر نہیں رہ سکتے، یہ اعداد و شمار ملازمت سرکاری کے علاوہ معاش معقول منصب، جاگیر اور وظیفہ کے متعلق ہیں جن کی یکجائی فراہمی میں ایڈیٹر القریش کی کوشش یقیناً قابل داد ہے، (۴ ستمبر ۲۷ئ)

"العدل" گوجرانوالہ — رسالہ القریش امرتسر نے اپنا ایک خاص نمبر "نظام نمبر" کے نام سے شائع کیا ہے جو ظاہری اور باطنی محاسن سے آراستہ ہے، اسے حضور نظام ایداللہ بنصرہ کی حکومت عالیہ اور ان کے خاندان مبارک کے تفصیلی حالات کا بہترین مرقع کہا جا سکتا ہے، نظام نمبر ایک وقتی رسالہ نہیں بلکہ مفید معلومات کا ذخیرہ ہونے کے لحاظ سے ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے ۲۹ھ

علیٰ ہذا

ملک کے بیشتر اخبارات نے "نظام نمبر" پر مختلف خیالات کا اظہار فرماتے ہوئے اس کی اشاعت کو

خاندان آصفیہ عالیہ اور مملکت دکن کی بہترین خدمت قرار دیا ہے، ان تمام اخبارات کے الفاظ کو نقل کرنا بہت مشکل ہے، اس لئے ان چند پر اکتفا کیا جاتا ہے، کیونکہ خیالات و آراء کے موازنہ کے لئے جس رائیں درج ہو چکی ہیں، کافی ہیں،

ذیل میں چند اخبارات کے خیالات کو اختصاراً پیش کر کے ہم اس سلسلہ کو ختم کرتے ہیں، ایڈیٹر

"**الفیض** امرتسر" اس مجموعہ کی موجودہ حالات میں سخت ضرورت تھی، رونق صاحب کا تفحص اور ان کی کوشش قابل ستائش ہے،

"**اردوئے معلی** دہلی" نظام نمبر ہر لحاظ سے قابل قدر ہے، اس میں سلطنت آصفیہ کے ہر شعبہ پر نہایت فاضلانہ ریویو کیا گیا ہے، سرکار انگریزی کے تعلقات اور وفاداری پر بھی بسیط روشنی ڈالی گئی ہے،

"**الفقیہہ** امرتسر" نظام نمبر میں موجودہ نظام کے مفصل حالات کے بعد دولتِ آصفیہ اور سرکار انگریزی کے باہمی تعلقات پر نہایت عمدگی سے روشنی ڈالی گئی ہے، حضور نظام کی وفاداری اور سلطنت برطانیہ سے جنگ یورپ میں انکی جنگی امداد کا ذکر نہایت وضاحت سے کیا ہے،

"**ارشاد** امرتسر" حضور نظام کے برطانیہ پر احسانات، حضور نظام کی رعایا پروری و خوش انتظامی وغیرہ امور پر دلکش انداز میں بحث کیگئی ہے، اس کے علاوہ برطانیہ کی بیوفائی اور ریاست کے خلاف ہندوؤں کے معاندانہ پروپگنڈا کا بھی تذکرہ ہے، اس نمبر کو ریاست حیدرآباد کی مختصر تاریخ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا،

"**اہل سنت والجماعۃ** امرتسر" التعریش کے قابل ایڈیٹر نے "نظام نمبر" کی اشاعت سے خاندان شاہان آصفیہ کی قابل قدر خدمت انجام دی ہے، بحالاتِ موجودہ اس اشاعت کی بڑی ضرورت تھی،